التبیان فی علوم القرآن

(مترجم)

بقلم

محمد علی الصابونی

الأستاذ بكلية الشريعة والدراسات الإسلامية
بمكة المكرمة

ترجمہ
اختر فتح پوری

نظر ثانی
ابن سرور محمد اویس

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-7224228-7221395
MAKTABA-E-REHMANIA

التبیان فی علوم القرآن

مترجم

بقلم

محمد علی الصابونی

ترجمہ

اختر فتح پوری

نظر ثانی

ابن سرور محمد اویس

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور

230
ص ا ر ش

نام کتاب .... التبیان فی علوم القرآن

مصنف .... محمد علی صابونی

ترجمہ .... اختر فتح پوری

نظر ثانی .... ابن سرور محمد اویس

ناشر .... مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

مطبع .... منیر عباس پرنٹرز

تعداد ۱۱۰۰

فہرست مضامین

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمه

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على المبعوث رحمة للعالمين، وعلى آله وأصحابه والتابعين لهم باحسان الى يوم الدين. وبعد:

فهذه مذكرات في (علوم القرآن) كتبتها لطلبة(كلية الشريعة والدراسات الاسلامية) بمكة المكرمة تحقيقاً للمنهج الدراسي في الكلية، وحرصاً على فائدة أبنائنا الطلبة، الذين يرغبون في العلم، ويحرصون كل الحرص عليه. وقد رأيت ان أجمعها في كتاب تعميماً للفائدة ونشراً للعلم.

والله أسأل ان يجعلها خالصة لوجهه الكريم، وأن ينفعنا بها يوم الدين، ﴿**يوم لا ينفع مال ولا بنون○ إلا من أتى الله بقلب سليم**﴾(سورة الشعراء: ۸۸و۸۹)

وهو حسبنا ونعم الوكيل.

غرة رجب الفرد ۱۳۹۰هـ.

محمد على الصابونى

المدرس بكلية الشريعة والدراسات الإسلامية بمكة الكرمة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والسلام على المبعوث رحمة اللعالمين وعلى آله واصحابه والتابعين لهم باحسان الى يوم الدين

یہ یادداشتیں علوم قرآن کے بارے میں ہیں جنہیں میں نے مکہ مکرمہ (كلية الشريعة والدراسات الاسلامية) کے طلبہ کے لئے کالج میں تعلیمی منہج کی جانچ پڑتال کیلئے اور اپنے ان طلبہ کے فائدے کیلئے ہے جو علم میں رغبت اور اس کی پوری چاہت رکھتے ہیں اور میں نے مناسب خیال کیا کہ میں ان یادداشتوں کو عام فائدے اور نشرِ علم کیلئے ایک کتاب میں جمع کردوں۔

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ انہیں اپنی خالص رضامندی کیلئے بنالے اور قیامت کے روز ہمیں ان سے فائدہ پہنچائے جس روز نہ مال فائدہ دے گا نہ بیٹے سوائے اس شخص کے جو اللہ کے پاس قلبِ سلیم لائے گا۔ اور وہ ہمیں کافی ہے اور اچھا کارساز ہے۔

محمد علی الصابونی

المدرس بكليه الشريعة والدراسات الاسلاميه

بمكة المكرمة

غرّہ رجب الفرد ۱۳۹۰ھ

الفصل الاول

علوم القرآن

تمهيد:

يقتضينا علم التفسير، أن نلّم إلمامة موجزة، عن (علوم القرآن) وأن نعرف ما رافق هذا الكتاب المجيد، من عناية فائقة، وجهود واسعة، وأبحاث مستفيضة، بذلت كلها في سبيل خدمة هذا الكتاب العزيز، على أيدي اساتذة أعلام، وعلماء فطاحل، أفنوا أعمارهم في سبيل الحفاظ على هذا التراث الكريم، والكنز الثمين، من لدن عصر نزول القرآن إلى يومنا هذا، ثم انتقلوا الى جوار الله وقد خلفوا لنا ثروة علمية هائلة، لا ينضب معينها، ولا تنتهي دررها، على كر الدهور، ومر الأزمان، ومع كل هذه الجهود المبذولة. في القديم والحديث. فإن القرآن يبقى بحراً ذاخراً يحتاج إلى من يغوص في أعماقه، ليستخرج منه اللآلىء والدرر.

ولقد تسابق الفصحاء والبلغاء، والحكماء والشعراء، في وصف هذا القرآن، وسرد محاسنه وفضائله، ولكننا لا نجد أبلغ ولا أسمى من وصف صاحب الرسالة، محمد بن عبدالله صلوات الله وسلامه عليه حيث يقول: كتاب الله فيه نبأ من قبلكم، وخبر ما بعدكم، وحكم ما بينكم، هو الفصل ليس بالهزل، من

پہلی فصل

علوم قرآن

تمہید:

علم تفسیر ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم علوم قرآن کے بارے میں مختصراً جان لیں اور ان بڑی مشقتوں، وسیع کوششوں اور عظیم تحقیقاتوں کو بھی معلوم کرلیں جو اس کتاب مجید کی خدمت کیلئے عظیم اساتذہ اور بڑے بڑے علماء کے ہاتھوں سرانجام دی گئی ہیں جنہوں نے اس قابل تعریف ترکہ اور قیمتی خزانے کی حفاظت میں نزول قرآن کے زمانے سے آج تک اپنی عمریں کھپا دی ہیں پھر وہ اللہ کے جوار میں چلے گئے ہیں اور انہوں نے ہمارے لئے بڑی علمی ثروت پیچھے چھوڑی ہے جس کا پانی خشک نہیں ہوتا اور زمانے کی گردشوں اور حملوں کے باوجود اس کے موتی ختم نہیں ہوتے قدیم و جدید زمانوں میں کی جانے والی ان کوششوں کے باوجود قرآن اس شخص کیلئے جو اس کی گہرائیوں میں موتی نکالنے کیلئے غوطہ زن ہوگا بڑا سمندر ثابت ہوگا۔

فصحاء بلغاء، حکماء اور شعراء نے اس قرآن کی تعریف بیان کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے رہے اور اس کے فضائل و محاسن بیان کرتے رہے لیکن ہم صاحب رسالت محمد بن عبداللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے بیان سے زیادہ بلیغ اور شاندار بیان نہیں پاتے آپ فرماتے ہیں۔ کتاب اللہ میں تم سے پہلوں کی اور تم سے بعد آنے والوں کی خبر پائی جاتی ہے اور تمہارے معاملات کا فیصلہ بھی پایا جاتا ہے اور وہ حق و باطل کے

تركه من جبار قصمه الله، ومن ابتغى الهدى في غيره أضله الله، هو حبل الله المتين، وهو الذكر الحكيم، وهو الصراط المستقيم، وهو الذى لا تزيغ به الأهواء، ولا تلتبس به الألسنة، ولا يشبع منه العلماء، ولا يخلق[1] على كثرة الرد، ولا تنقضي عجائبه، وهو الذى لم تنته الجن إذ سمعته حتى قالوا: **﴿ إنا سمعنا قرآناً عجباً ○ يهدى الى الرشد فآمنا به.. ﴾**(سورة الجن: ١-٢) من قال به صدق، ومن عمل به أجر، ومن حكم به عدل، ومن دعا إليه هدى إلى صراط مستقيم.[2]

ما المقصود بعلوم القرآن؟

يقصد بعلوم القرآن الأبحاث التي تتعلق بهذا الكتاب المجيد الخالد، من حيث النزول، والجمع، والترتيب، والتدوين، ومعرفة أسباب النزول، والمكي منه والمدني، ومعرفة الناسخ والمنسوخ، والمحكم والمتشابه، وغير ذلك من الأبحاث الكثيرة التي تتعلق بالقرآنِ العظيم، أولها صلة به.. والغرض من هذه الدراسة فهم كلام الله عز وجل على ضوء ما جاء عن الرسول عليه الصلاة والسلام من توضيح وبيان، وما نقل عن الصحابة والتابعين رضوان الله

درمیان فیصلہ کرنے والا ہے ہنسی مذاق کی چیز نہیں ہے جس سرکش نے اسے چھوڑا اللہ اسے توڑ کر رکھ دے گا اور جس نے اس کے غیر سے ہدایت طلب کی اللہ اسے گمراہ کر دے گا۔ وہ خدا کی مضبوط رسی' ذکر حکیم اور صراط مستقیم ہے خواہشات اسے کج رو نہیں کر سکتیں اور نہ زبانیں اس سے التباس کر سکتی ہیں اور نہ علماء اس سے سیر ہو سکتے ہیں اور نہ وہ کثرت قرأت سے بوسیدہ ہو سکتا ہے اور نہ اس کے عجائبات ختم ہوتے ہیں جب جنات نے اسے سنا تو رک گئے اور کہنے لگے ہم نے عجب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ (سورہ جن آیت ا۔۲) جس نے اس کی بات کی اس نے سچ کہا اور جو اس پر عمل کرے گا اسے اجر ملے گا اور جو اس سے فیصلہ کرے گا وہ عدل کرے گا اور جس نے اس کی طرف دعوت دی' اس کی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کی جائے گی۔

علوم قرآن کا مقصود کیا ہے؟

علوم قرآن کا مقصود وہ تحقیقات ہیں جو اس ہمیشہ رہنے والی کتاب مجید سے بلحاظ نزول' جمع' ترتیب' تدوین اسباب نزول کی معرفت' مکی و مدنی سورتوں' ناسخ ومنسوخ کی معرفت' محکم ومتشابہ اور بہت سی دیگر تحقیقات جو قرآن کریم سے تعلق رکھتی ہیں یا ان کا اس سے تعلق ہے اور اس تحقیق کا مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان وتوضیح اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو کچھ قرآن کی آیات کی تفسیر کے متعلق منقول ہے اس کی روشنی میں کلام اللہ کا سمجھنا ہے اور تفسیر میں مفسرین کے طریقہ اور اسالیب کی معرفت ان کے مشاہیر کے بیان اور تمام مفسرین کے

(١) أي لا يبلى ولا تذهب جدته على كثرة القراءة والترداد.

(٢) رواه الترمذي في باب ((فضائل القرآن)).

عليهم أجمعين، حول تفسيرهم لآيات القرآن، ومعرفة طريقة المفسرين وأساليبهم في التفسير مع بيان مشاهيرهم ومعرفة خصائص كل المفسرين، وشروط التفسير، وغير ذلك من دقائق هذا العلم.

خصائص کی معرفت اور شروط تفسیر اور اس علم کے دیگر دقائق کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

تعريف القرآن:

(هو كلام الله المعجز، المنزل على خاتم الانبياء والمرسلين، بواسطة الأمين جبريل عليه السلام المكتوب في المصاحف، المنقول الينا بالتواتر، المتعبد بتلاوته، المبدوء بسورة الفاتحة، المختتم بسورة الناس.)

وهذا التعريف متفق عليه بين العلماء والأصوليين أنزله الله تبارك وتعالیٰ ليكون دستوراً للامة، وهداية للخلق، وليكون آية على صدق الرسول، وبرهاناً ساطعاً على نبوته ورسالته، وحجة قائمة الى يوم الدين تشهد بأنه تنزيل الحكيم الحميد، بل هو ((**المعجزة الخالدة**)) التى تتحدى الاجيال والامم على كر الازمان ومر الدهور، ولله در ((**شوقي**)) حيث يقول:

جاء النبيون بالآيات[1] فانصرمت[2]
وجئتنا بكتاب غير منصرم
آياته كلها طال المدى[3] جدد
يزينهن جمال العتق والقدم

قرآن کی تعریف:

یہ اللہ کا معجز کلام ہے جو خاتم الانبیاء والمرسلین پر بواسطہ جبریل امین مصاحف میں مکتوب اترا ہے اور ہماری طرف تواتر سے منقول ہے اس کی تلاوت کرنا عبادت ہے۔ اس کا آغاز سورہ فاتحہ سے اور اختتام سورۃ الناس پر ہوا ہے۔

یہ تعریف علماء اور اصولیوں کے درمیان متفق علیہ ہے اللہ نے اسے اس لئے نازل فرمایا ہے کہ یہ امت کا دستور اور مخلوق کیلئے ہدایت ہو اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر نشان اور آپ کی نبوت رسالت پر برہان ساطع ہو اور قیامت کے دن حجت قائم ہو جو گواہی دے کہ یہ حکیم وحمید خدا کی تنزیل ہے بلکہ یہ وہ معجزہ خالدہ ہے جو زمانے کی گردشوں کے باوجود قوموں کو چیلنج کرتا ہے۔ شوقی نے کیا خوب بات کہی' نبی معجزات کے ساتھ آئے اور وہ ختم ہو گئے اور آپ ہمارے پاس نہ ختم ہونے والی کتاب لائے۔

جوں جوں زمانہ لمبا ہوتا جاتا ہے اس کی آیات جدید ہوتی جاتی ہیں انہیں کہنگی اور قدامت کا جمال زینت دیتا جاتا ہے۔

(١) المراد بالآيات هنا المعجزات التي أيد الله بها رسله الكرام.
(٢) انصرمت: أى ذهبت بذهابهم وانقضت بوفاتهم فلم يعد لها وجود.
(٣) المدى: الزمان الطويل.

فضائل القرآن:

وقد وردت آثار كثيرة في فضائل القرآن وعلومه، منها ما يتعلق بفضل التعلم والتعليم، ومنها ما يتعلق بالقراءة والترتيل، ومنها ماله علاقة بحفظه وترجيعه. كما وردت آيات عديدة فی كتاب الله عزوجل، تدعو المؤمنين الى تدبره وتطبيق احكامه، والى الاستماع والانصات عند تلاوته، نذكر بعض هذه الآيات الكريمة والأحاديث الشريفة:

الآيات الكريمة:

أولاً. قال تعالى ﴿ إن الذين يتلون كتاب الله، وأقاموا الصلاة، وأنفقوا مما رزقناهم سراً وعلانية يرجون تجارة لن تبور﴾. (سورة فاطر:٢٩)

ثانياً. وقال تعالىٰ ﴿ و إذا قرىء القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون﴾. (سورة الاعراف:٢٠٤)

ثالثاً. وقال تعالىٰ﴿ أفلا يتدبرون القرآن ام على قلوب أقفالها﴾. (سورة محمد: ٢٤)

الاحاديث الشريفة:

أولاً: وقال ﷺ: ((خيركم من تعلم القرآن وعلمه)) رواه البخاری.

ثانياً: وقال صلوات الله عليه: ((الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة والذی يقرأ القرآن ويتعتع فيه (أی تصعب قراءته عليه لعی لسانه) وهو عليه شاق له أجران)) رواه

فضائل قرآن:

قرآن کریم کے فضائل اور علوم کے بارے میں بہت سے آثار آئے ہیں ان میں سے کچھ تعلم و تعلیم سے متعلق ہیں اور کچھ قرأت و ترتیل سے متعلق ہیں ان میں سے کچھ کا اس کے حفظ و ترجیع سے تعلق ہے۔ ایسے ہی کتاب اللہ میں بہت سی آیات آتی ہیں جو مومنین کو اس میں تدبر کرنے اور اس کے حکام کی تطبیق کی اور اس کی تلاوت کے وقت خاموش رہنے اور اس کی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دیتی ہیں ہم ان میں سے بعض آیات کریمہ اور احادیث شریفہ کا ذکر کرینگے۔

آیات کریمہ:

جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دیا اسے اعلانیہ اور پوشیدہ طور پر خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو ہرگز تباہ نہ ہوگی۔ (فاطر۔۲۹)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم ہو (اعراف۲۰۴)

کیا وہ قرآن پر تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔ (محمد۔۲۴)

احادیث شریفہ:

۱۔ تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور اسے سکھائے۔ (بخاری)

۲۔ قرآن کریم کا ماہر نیک، کریم کاتب فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس میں ہکلاتا ہے اور وہ اس پر شاق ہے اس کے لئے دو اجر ہیں (مسلم)

مسلم.

ثالثاً: وقال أيضاً: ((**أشراف أمتي حملة القرآن**)) رواه الترمذي.

رابعاً: وقال أيضاً: ((**اقرء وا القرآن فإنه يأتي يوم القيامة شفيعاً لأصحابه**)) رواه الترمذي.

خامساً: وقال أيضاً: ((**مثل المؤمن الذي يقرأ القرآن كمثل الأترجة ريحها طيب، وطعمها طيب**)).

سادساً: وقال أيضاً: ((**إن هذا القرآن مأدبة الله، فتعلموا من مأدبته ما استطعتم...**)) متفق عليه.

۳۔ میری امت کے بہترین لوگ، قرآن حفظ کرنے والے ہیں۔(ترمذی)

۴۔ قرآن کو پڑھو بلاشبہ وہ قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کا سفارشی بن کر آئے گا۔(ترمذی)

۵۔ قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال لیموں کے درخت کی مانند ہے جس کی خوشبو طیب ہوتی ہے اور اس کا مزا بھی طیب ہوتا ہے۔

۶۔ بلاشبہ یہ قرآن اللہ کی دعوت ہے اس کی دعوت سے جس قدر طاقت رکھتے ہو سیکھ لو۔

وينبغي للدارس لعلوم القرآن ان يتأدب بآداب القرآن، ويتخلق بأخلاقه، ويكون غرضه من وراء العلم رضوان الله والدار الآخرة لا حطام الدنيا وأن يعمل بما فيه ليكون حجة له يوم القيامة فقد صح في الحديث الشريف ((**القرآن حجة لك او عليك**)).(۱) قال شيخ الاسلام (ابن تيمية) رحمه الله: (من لم يقرأ القرآن فقد هجره، ومن قرأ القرآن ولم يتدبر معانيه فقد هجره، ومن قرأه وتدبره ولم يعمل بما فيه فقد هجره) يشير بذلك الى قوله تعالى ﴿**وقال الرسول يا رب إن قومي اتخذوا هذا القرآن مهجوراً**﴾.(سورة الفرقان: ۳۰)

علوم قرآن کے پڑھنے والے کو چاہئے کہ قرآن کے آداب و اخلاق کو اپنائے اور علم کے حصول میں اس کی غرض اللہ کی رضامندی اور دار آخرت ہو نہ کہ دنیا کا کوڑا کرکٹ اور اس میں جو کچھ ہے وہ اس پر عمل کرے تاکہ وہ قیامت کے روز اس کے لئے حجت ہو صحیح حدیث میں ہے قرآن تیرے حق میں حجت ہے یا تیرے خلاف حجت ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ جس نے قرآن نہ پڑھا گویا کہ اس نے اسے چھوڑ دیا اور جس نے قرآن پڑھا اور اس کے معانی پر تدبر نہ کیا اس نے بھی اسے چھوڑ دیا ہے اور جس نے اسے پڑھا اور اس پر تدبر کیا اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل نہ کیا اس نے بھی اسے چھوڑ دیا ہے قرآن مجید کی ایک آیت اس کی طرف اشارہ کرتی ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے) اور رسول کہے گا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا۔(الفرقان:۳۰)

(۱) انظر تفسير القرطبي، الجزء الأول.

اسماء القرآن:

للقرآن الكريم أسماء عديدة كلها تدل على رفعة شأنه، وعلو مكانته، وعلى أنه أشرف كتاب سماوي على الاطلاق.. فيسمى (القرآن) و (الفرقان) و (التنزيل) و (الذكر) و(الكتاب) الخ كما وصفه الله تبارك وتعالىٰ بأوصاف جليلة عديدة منها (نور) و (هدى) و (رحمة) و (شفاء) و (موعظة) و (عزيز) و (مبارك) و (بشير) و(نذير) الى غير ذلك من الأوصاف التي تشعر بعظمته وقدسيته.

وجه التسمية:

أ. اما تسميته (بالقرآن) فقد جاء في آيات كثيرة منها قوله تعالىٰ: ﴿ق والقرآن المجيد﴾ (سورة ق : ١)وقوله تعالى ﴿ ان هذا القرآن يهدى للتي هي اقوم﴾.(سورة الاسراء : ٩)

ب. وأما تسميته (بالفرقان) فقد جاء في قوله تعالى ﴿ تبارك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيراً﴾. (سورة الفرقان:١)

ج. وأما تسميته (بالتنزيل) ففي قوله تعالىٰ ﴿ وانه لتنزيل رب العالمين○ نزل به الروح الامين﴾.(سورة الشعراء: ١٩٢-١٩٣)

د. واما تسميته (بالذكر) ففي قوله تعالىٰ ﴿ انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون﴾.(سورة الحجر : ٩)

ه. وأما تسميته (بالكتاب) ففي قوله تعالىٰ ﴿ حم○ والكتاب المبين○ انا انزلناه في ليلة

قرآن کے اسماء:

قرآن کے متعدد اسماء ہیں جو اس کی رفعتِ شان اورعلو مکان پر دلالت کرتے ہیں اور یہ کہ وہ مطلقاً افضل ترین کتاب ہے اسے قرآن، الفرقان تنزیل' ذکر اور کتاب کا نام دیا گیا ہے۔ ایسے ہی اللہ نے متعدد جلیل القدر اوصاف سے اس کا وصف بیان کیا ہے جن میں سے نور'ھدیٰ' رحمۃ' شفاء' موعظ' عزیز' مبارک' بشیر اور نذیر وغیرہ اوصاف ہیں جو اس کی عظمت اور پاکیزگی کی خبر دیتے ہیں۔

وجہ تسمیہ:

الف۔ اسے جو قرآن کا نام دیا گیا ہے یہ بہت سی آیات میں آیا ہے جن میں سے یہ قول الٰہی بھی ہے ق والقرآن المجید (سورہ ق:۱) ایک اور جگہ فرمایا: ان هذا القرآن يهدى للتي هي اقوم. (اسراء:۹)

(ب) اسے الفرقان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہے: تبارك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيراً (الفرقان:۱)

(ج) اس کے تنزیل نام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہے: انه لتنزيل رب العالمين نزل به الروح الامين. (الشعراء:۱۹۲'۱۹۳)

(د) اس کے الذکر نام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون. (الحجر:۹)

(ہ) اس کے الکتاب نام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہے: حم والكتاب المبين انا انزلناه في ليلة

مباركة﴾.(سورة الدخان : ١-٣)

وأما الاوصاف فقد ورد فيها آيات عديدة' وقلما تخلو سورة من سور القرآن من وصف رائع مجيد لهذا الكتاب الذى انزله رب العزة ليكون معجزة خالدة لخاتم الانبياء نذكر منها:

أولاً. قوله تعالىٰ ﴿ يا ايها الناس قد جاء كم برهان من ربكم وانزلنا اليكم نوراً مبينا﴾.(سورة النساء: ١٧٤)

ثانياً. وقوله تعالىٰ ﴿ وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين' ولا يزيد الظالمين إلا خساراً﴾.(سورة الاسراء: ٨٢)

ثالثاً. وقوله تعالىٰ ﴿ قل للذين آمنوا هدى وشفاء..﴾.(سورة فصلت: ٤٤)

رابعاً. وقوله تعالى ﴿يا ايها الناس قد جاءتكم موعظة من ربكم وشفاء لما في الصدور وهدى ورحمة للمؤمنين﴾.(سورة يونس:٥٧)

والقرآن كالقراء ة مصدر قرأ قراء ة وقرآناً هكذا يرى بعض العلماء ويستدلون بقوله تعالىٰ: ﴿ان علينا جمعه وقرآنه ○ فإذا قرأناه فاتبع قرآنه﴾.(سورة القيامة: ١٧-١٨) أي قراء ته فالقرآن على هذا الرأي يكون مشتقاً' ويرى بعض العلماء انه ليس مشتقاً من قرأ وإنما هو (اسم علم) لهذا الكتاب المجيد فهو مثل (التوراة) ومثل اسم (الانجيل) وهذا رأى الامام الشافعي رحمه الله. انظر كتاب (مباحث القرآن

مباركة.(دخان:۱-۳)

اوصاف کے بارے میں متعدد آیات آئی ہیں قرآن کریم کی سورتوں میں سے کم ہی کوئی سورت اس کتاب کے خوش کن وصف سے خالی ہے جسے رب العزت نے نازل کیا ہے تا کہ وہ خاتم الانبیاء کا معجزہ خالدہ ہو ہم ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں۔

اول: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے برہان آئی ہے اور اس نے تمہاری طرف نور مبین نازل کیا ہے۔(النساء:۱۷۴)

دوم: اور ہم قرآن سے وہ اتارتے ہیں جو مومنین کیلئے شفاء اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے میں بڑھاتا ہے۔(اسراء:۸۲)

سوم: ایمان لانے والوں سے کہہ دو کہ یہ شفاء اور ہدایت ہے۔(فصلت:۴۴)

چہارم: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور سینوں میں جو کچھ ہے اس کے لئے شفا اور مومنین کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔(یونس:۵۷)

اور قرآن' قرات کی طرح مصدر ہے قرأ قراء ۃ اور قرآنا سے ایسے ہی بعض علماء کی رائے ہے اور وہ اللہ کے قول: ان علينا جمعه وقرآنه ـ فاذا قرأناه فاتبع قرآنه.(سورہ القیامۃ ۱۷-۱۸) سے استدلال کرتے ہیں یعنی اس کی قرأت کی پیروی کر، اس رائے کے مطابق قرآن' مشتق ہوگا اور بعض علماء کی رائے ہے کہ یہ قرأ سے مشتق نہیں ہے اور یہ اس کتاب مجید کا اسم علم ہے اور یہ تورات اور انجیل کے نام کی مانند ہے یہ امام شافعی کی رائے ہے۔ دیکھئے کتاب (مباحث القرآن للأستاذ مناع

للأستاذ مناع القطعان).

متى ابتدأ نزول القرآن:

كان بدء نزول القرآن الكريم، في السابع عشر من رمضان، لأربعين سنة خلت من حياة النبي الأمي محمد عليه الصلاة والسلام، فبينما كان رسول الله ﷺ يتحنث (أي يتعبد) في غار حراء، إذ نزل عليه الوحي (جبريل الأمين) بآيات الذكر الحكيم فضمه الى صدره ثم أفلته. فعل ذلك به ثلاث مرات. وهو يقول له في كل مرة (إقرأ) والرسول الكريم يجيبه (ما أنا بقارى) أي لست أعرف القراءة، وفي المرة الثالثة قال له: ﴿إقرأ باسم ربك الذى خلق○ خلق الانسان من علق○ اقرا وربك الاكرم○ الذى علم بالقلم○ علم الانسان مالم يعلم﴾.(سورة العلق: ١-٥)

فكان ذلك بدء نزول الوحي، وبدء نزول القرآن، ولقد سبق نزول بعض الارهاصات (أي الاشارات والدلائل) التي تدل على قرب الوحي وتحقق النبوة للرسول الكريم، ومن هذه الدلائل (الرؤيا الصادقة) في النوم، فكان صلوات الله عليه لا يرى رؤيا الا وقعت كما رآها في منامه، ومنها (حبه للعزلة والخلوة) فكان يخلو بغار حراء يتعبد ربه فيه.

رواية البخاري:

وقد أخرج البخاري في صحيحه في باب (بدء الوحي) ما يشير الى هذا وإلى كيفية نزول

القطان).

نزول قرآن کی ابتداء کب ہوئی؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے چالیس سال گزرنے پر قرآن کریم کے نزول کی ابتداء ہوئی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار حراء میں عبادت کر رہے تھے کہ اچانک آپ پر (جبریل امین) ذکر حکیم کی آیات کے ساتھ نازل ہوئے اور انھوں نے آپ کو اپنے سینے کے ساتھ لگایا پھر آپ کو چھوڑ دیا۔ انھوں نے ایسا تین مرتبہ کیا اور وہ ہر بار آپ سے کہتے پڑھ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں جواب دیتے میں پڑھا ہوا نہیں۔ یعنی میں پڑھنا نہیں جانتا اور انھوں نے تیسری بار آپ سے کہا: اقرأ باسم ربك الذى خلق ، خلق الانسان من علق، اقرا وربك الاكرم، الذى علم بالقلم ، علم الانسان مالم يعلم(العلق ۱-۵)

یہ نزول وحی اور نزول قرآن کا آغاز تھا اور بعض ارہاصات (یعنی اشارات و دلائل) کا پہلے نزول ہو چکا تھا جو قرب وحی اور رسول کریم ﷺ کیلئے نبوت کے تحقق پر دلالت کرتے تھے اور ان دلائل میں سے نیند میں سچے خواب کا آنا بھی ہے۔ حضور علیہ السلام جو خواب دیکھتے وہ اسی طرح پورا ہوتا جیسا آپ نے اسے نیند میں دیکھا ہوتا اور ان دلائل میں سے آپ کا عزلت و خلوت کو پسند کرنا بھی ہے آپ غار حراء میں خلوت کرتے اور اس میں اپنے رب کی عبادت کرتے تھے۔

بخاری کی روایت:

امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب بدء الوحی میں بیان کیا ہے جو اس کی طرف اور نزول قرآن کی کیفیت کی طرف

القرآن' حيث روى بسنده عن عائشة ام المومنين رضى الله عنها أنها قالت:

((أول ما بدىء به رسول الله ﷺ من الوحى الرؤيا الصالحة في النوم' فكان لا يرى رؤيا الا جاء ت مثل فلق[1] الصبح' ثم حبب إليه الخلاء[2] وكان يخلو (بغار حراء) فيتحنث فيه (وهو التعبد) الليالي ذوات العدد' قبل ان ينزع[3] الى اهله' ويتزود لذلك' ثم يرجع إلى خديجة فيتزود لمثلها حتى جاء ه الحق وهو في غار حراء' فجاء ه الملك[4] فقال: إقرأ' قال: ما أنا بقارىء' قال: فأخذني فغطني[5] حتى بلغ مني الجهد ثم أرسلني' فقال: اقرأ' فقلت: ما أنا بقارىء' فأخذني فغطني الثالثة ثم أرسلني فقال: ﴿ اقرا باسم ربك الذى خلق' خلق الانسان من علق...﴾ الآيات فرجع بها رسول الله يرجف فؤاده.[6]

اشارہ کرتا ہے آپ نے اپنی سند سے بحوالہ ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کیا ہے کہ آپ فرماتی ہیں:

سب سے پہلے وحی کا آغاز رسول کریم ﷺ کو نیند میں رویائے صالحہ سے ہوا آپ جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی مانند پورا ہو جاتا پھر آپ کو خلوت محبوب ہو گئی اور آپ غار حراء میں خلوت کرتے اور اس میں کئی راتیں عبادت کرتے قبل اس کے کہ اپنے اہل کی طرف واپس آئیں آپ اس کے لئے توشہ لیتے پھر حضرت خدیجہؓ کی طرف واپس آ جاتے اور اسی کی مانند توشہ لیتے حتی کہ غار حراء میں آپ کے پاس قرآن آ گیا آپ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا: آپ نے فرمایا: میں پڑھنا نہیں جانتا آپ فرماتے ہیں کہ اس نے مجھے پکڑ لیا اور اپنے سینے کے ساتھ لگایا حتی کہ مجھے تکلیف پہنچی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اس نے کہا: پڑھ میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا اس نے مجھے پکڑا اور تیسری بار اپنے سینے کے ساتھ لگایا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا: "اقراء باسم ربك الذى خلق خلق الانسان من علق (الآيات) پس رسول کریم ﷺ دھڑکتے دل کے ساتھ واپس آ گئے۔

ونزول القرآن في شهر رمضان فيه نص صريح واضح في كتاب الله عزوجل حيث يقول عز من قائل:

﴿ شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن' هدى للناس' وبينات من الهدى والفرقان﴾.(سورة البقرة:١٨٥) أوأما كون

اور نزول قرآن ماہ رمضان میں ہوا اس کے متعلق کتاب اللہ میں واضح نص موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہے: "شهر رمضان الذى انزل فيه القران هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان" (البقرة١٨٥) اور وہ فرشتہ جو اسے لے کر نازل ہوا وہ جبریل علیہ السلام ہیں اور یہ بات بھی قرآن کی نص صریح سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتے

(١) فلق الصبح' نور الصبح وضياء ه.
(٢) الخلاء' أي العزلة.
(٣) ينزع: أي يرجع.
(٤) الملك: المراد به جبريل عليه السلام.
(٥) فغطني: أي ضمني إلى صدره.
(٦) صحيح البخاري' الجزء الأول.

الملك الذی نزل به هو (جبریل) علیه السلام فقد ثبت أیضاً بنص صریح فی القرآن وهو قوله تعالی:﴿نزل به الروح الامین. علی قلبك لتکون من المنذرین. بلسان عربی مبین﴾. (سورة الشعراء: ۱۹۳–۱۹۵) وقوله تعالی.

﴿ قل نزله روح القدس من ربك بالحق' لیثبت الذین آمنوا' وهدی وبشری للمسلمین﴾ .(سورة النحل:۱۰۲)

والمراد بالروح الأمین' او روح القدس' انما هو (جبریل) علی السلام باتفاق المفسرین فهو امین الله علیه وحیه' وهو الذی نزل بالوحی علی جمیع الانبیاء والمرسلین صلوات الله علیهم اجمعین.

اول ما نزل و آخر ما نزل:

أول ما نزل من القرآن الکریم الآیات الأولی من سورة العلق ﴿اقرأ باسم ربك﴾.(سورة العلق:۱) کما مر سابقاً فی حدیث البخاری' وأما آخر ما نزل من القرآن فهو قوله تعالی: ﴿ واتقوا یوماً ترجعون فیه الی الله' ثم توفی کل نفس ما کسبت وهم لا یظلمون﴾. (سورة البقرة: ۲۸۱) هذا هو الصحیح الراجح الذی اختاره العلماء وعلی رأسهم (السیوطی) وهو منقول عن حبر هذه الامة (عبدالله بن عباس) رضی الله عنهما فقد أخرج النسائی عن عکرمه عن ابن عباس أنه قال: ((آخر شیء نزل من القرآن ﴿واتقوا یوماً

ہے:"نزل به الروح الامین علی قلبك لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین"(الشعراء۱۹۳۔۱۹۵)

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: "قل نزله روح القدس من ربك بالحق لیثبت الذین امنوا وهدی وبشری للمسلمین"(النحل:۱۰۲)

روح الامین یا روح القدس سے باتفاق مفسرین جبریل علیہ السلام مراد ہیں وہ اللہ کی وحی پر امین ہیں اور وہی تمام انبیاء علیہم السلام پر وحی لے کر نازل ہوئے ہیں۔

جو پہلے نازل ہوا اور جو آخر میں نازل ہوا:

قرآن کریم سے جو سب سے پہلے نازل ہوا وہ سورہ علق کی پہلی آیات ہیں "اقرأ باسم ربک" جیسا کہ پہلے بخاری کی حدیث میں بیان ہو چکا ہے اور قرآن میں سے جو سب سے آخر میں نازل ہوا وہ یہ قول الٰہی ہے "واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله ثم توفی کل نفس ما کسبت وهم لا یظلمون "(البقرہ:۲۸۱) یہ وہ راجح صحیح بات ہے جسے علماء نے اختیار کیا ہے اور ان کے سرکردہ امام سیوطی ہیں اور یہ اس امت کے بڑے عالم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' نسائی نے عکرمہ سے بحوالہ ابن عباس روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا قرآن میں سے جو چیز آخر میں نازل ہوئی وہ "واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله" ہے اور اس آیت کے نزول کے بعد رسول کریم ﷺ نو

تزجعون فيه الى الله..﴾ وقد عاش النبیﷺ بعد نزول هذه الآية تسع ليال ثم مات ليلة الإثنين في الثالث من ربيع الأول))[1]... وأما قول بعضهم: إن آخر ما نزل من القرآن قوله تعالیٰ ﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا...﴾(سورة المائدة:٣) الآية فهو رأى غير صحيح لأن هذه الآية الكريمة نزلت على رسول اللهﷺ في حجة الوداع، وهو واقف بعرفة، وقد عاشﷺ بعدها ٨١ واحداً وثمانين يوماً وقبل وفاته بتسع ليال نزلت آية البقرة ﴿ واتقوا يوما..﴾ فتكون هي آخر ما نزل، لا آية المائدة، وهذا هو الرأى الصحيح، وبنزول هذه الآية الكريمة انقطع الوحی فكان ذلك آخر اتصال السماء بالأرض، وانتقل الرسولﷺ إلى الرفيق الأعلى بعد نزول ختام القرآن، بعد أن أدى الأمانة، وبلغ الرسالة، وهدى الناس إلى دين الله.

آية المائدة متأخرة في النزول:

ومما يدل على ان آية المائدة نزلت فی حجة الوداع ما روى فی صحيح البخاری ان يهوديا جاء الى عمر بن الخطاب رضی الله عنه فقال: يا امير المومنين آية فی كتابكم لو علينا معشر اليهود نزلت لا تخذنا ذلك اليوم عيداً! فقال عمر: وأی آية تعنی؟ قال قول الله تبارك وتعالیٰ ﴿ اليوم أكملت لكم دينكم، واتممت

راتیں زندہ رہے پھر ۳ ربیع الاول کو سوموار کی رات وفات پا گئے باقی وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ قرآن میں سے سب سے آخر میں "اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتی ورضيت لكم الاسلام دينا" (المائدہ:۳) نازل ہوئی ہے ان کی یہ رائے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حجۃ الوداع میں جب کہ آپ عرفہ میں کھڑے تھے نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد آپ ۸۱ دن زندہ رہے اور آپ کی وفات سے نو راتیں قبل سورہ البقرہ کی آیت "واتقوا يوما...... نازل ہوئی تو یہ نازل ہونے والی آخری آیت ہے نہ کہ مائدہ کی آیت اور یہی صحیح رائے ہے اور اس آیت کے نزول کے ساتھ وحی منقطع ہوگئی اور یہ آسمان کا زمین کے ساتھ آخری اتصال تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کے ختام نزول کے بعد اور امانتوں کی ادائیگی اور تبلیغ رسالت اور دین الٰہی کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرنے کے بعد اللہ سے جا ملے۔

مائدہ کی آیت نزول میں متاخر ہے:

اور حجۃ الوداع میں آیت مائدہ کے نزول پر دلالت کرنے والی وہ روایت ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ ایک یہودی حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آیا اور کہنے لگا یا امیر المومنین تمہاری کتاب میں ایک ایسی آیت ہے کہ اگر وہ ہم یہودیوں پر اترتی تو ہم اس دن کو یوم عید بناتے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تیری مراد کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا: اللہ کا قول "اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم

(١) أنظر: كتاب الاتقان في علوم القرآن للسيوطي.

عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا﴾
فقال له عمر: والله إني لاعلم المكان الذى نزلت فيه' والساعة التي نزلت فيها' نزلت هذه الآية ورسول الله ﷺ بعرفة' في يوم الجمعة' بعد العصر(۱) أي أنها نزلت في يوم هو من أعظم الاعياد الاسلامية' فهو عيد على عيد..

نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" حضرت عمرؓ نے اسے کہا قسم بخدا میں اس جگہ کو اور اس وقت کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت عرفہ میں جمعہ کے روز عصر کے بعد نازل ہوئی یعنی یہ اس روز نازل ہوئی جو اسلامی اعیاد کی سب سے بڑی عید ہے اور یہ عید پر عید ہے۔

تنبيه:

أورد العلامة السيوطي في كتابه (الاتقان في علوم القرآن) بعض الاشكالات على أول ما نزل من القرآن' وآخر ما نزل' وأجاب عنها بأجوبة سديدة نلخصها فيما يلي:

تنبیہ:

علامہ سیوطی نے اپنی کتاب (الاتقان فی علوم القرآن) میں قرآن کی سب سے پہلی نازل ہونے والی اور سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات پر بعض اشکالات وارد کئے ہیں اور ان کے بارے میں درست جوابات دیئے ہیں ہم ذیل میں ان کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

الاشكال الأول:

انه روى في الصحيحن من حديث (جابر بن عبدالله) انه سئل: اى القرآن انزل قبل؟ قال: ﴿يا ايها المدثر﴾.(سورة المدثر:١) فقيل له: بل﴿اقرأ باسم ربك﴾.(سورة العلق:١) فقال أحدثكم ما حدثنا به رسول الله ﷺ قال رسول الله ﷺ: إني جاورت بحراء فلما قضيت جوارى نزلت فاستبطنت الوادى' فنظرت أمامي وخلفي' وعن يميني وشمالي' ثم نظرت إلى السماء فإذا (جبريل) فأخذتني رجفة فأتيت خديجة فأمرتهم فدثروني فأنزل الله ﴿يا ايها المدثر﴾ فهذا الحديث يدل على ان سورة المدثر هي أول ما نزل من القرآن' وقد أجاب

اشکال اوّل:

صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث ہے کہ آپ سے پوچھا گیا قرآن کا کون سا حصہ پہلے نازل ہوا؟ آپ نے فرمایا: "یا ایها المدثر" آپ کو کہا گیا بلکہ "اقرأ باسم ربك" آپ نے فرمایا میں تم کو وہ بات بتاتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میں نے حراء میں اعتکاف کیا اور جب میں نے اپنا اعتکاف پورا کر لیا تو میں نیچے اترا اور وادی کے اندر داخل ہوا اور میں نے اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں نظر ڈالی پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا کیا دیکھتا ہوں کہ جبریل ہیں' مجھے کپکپی نے آلیا میں حضرت خدیجہؓ کے پاس آیا تو میں نے انہیں حکم دیا انہوں نے مجھے چادر سے ڈھانپ دیا تو اللہ تعالیٰ نے "یا ایها المدثر" اتاری یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن

(١) أنظر: صحيح البخاري' باب التفسير.

عن ذلك السيوطي بقوله: ويجاب عن هذا الحديث بأجوبة: أحدها: أن السؤال كان عن نزول سورة كاملة فبين أن سورة المدثر نزلت بكمالها قبل نزول تمام سورة (إقرأ) فإنها أول ما نزل منها صدورها يؤيد هذا ما في الصحيحين عن جابر بن عبدالله أنه قال: سمعت رسول اللهﷺ وهو يحدث عن فترة الوحي فقال في حديثه: بينا أنا أمشي سمعت صوتاً من السماء فرفعت رأسي فاذا بالملك الذي جاء ني بحراء جالس على كرسي بين السماء والارض' فرجعت فقلت: زملوني فأنزل الله ﴿**يا ايها المدثر**﴾ فقوله الملك الذي جاء ني بحراء يدل على أن هذه القصة متأخرة عن قصة حراء التي نزل فيها ﴿ **اقرأ باسم ربك**﴾ ثم سرد أجوبة أخرى لا حاجة الى ذكرها.

میں سب سے پہلے نازل ہونے والا یہ کلام ہے اور امام سیوطی نے اس کا جواب یہ دیا ہے: ''اس حدیث کے بارے میں کئی جوابات دیئے گئے ہیں ایک جواب یہ ہے کہ سوال کامل سورت کے نزول کے بارے میں تھا تو آپ نے واضح کیا کہ سورہ اقراء کے مکمل نازل ہونے سے قبل سورہ مدثر مکمل طور پر نازل ہوئی ہے اس میں سے سب سے پہلے اس کا ابتدائی حصہ نازل ہوا اور یہ اس کی تائید کرتا ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ سے صحیحین میں مروی ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فترت وحی کے بارے میں فرماتے سنا آپ نے اپنی بات میں بیان کیا۔'' اس دوران میں کہ میں پیدل چل رہا تھا میں نے آسمان کی جانب سے ایک آواز سنی میں نے اپنا سر اونچا کیا تو وہی فرشتہ جو غارِ حراء میں میرے پاس آیا تھا زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے' پس میں واپس آ گیا اور میں نے کہا مجھے کمبل اوڑھا دو تو اللہ تعالیٰ نے "يا ايها المدثر" نازل کی آپ کا یہ کہنا کہ وہ فرشتہ جو حراء میں میرے پاس آیا تھا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ واقعہ حراء کے اس واقعہ سے بعد کا ہے جس میں "اقرا باسم ربك" نازل ہوئی پھر امام سیوطی نے دوسرے جوابات بھی بیان کئے ہیں جن کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

وأما الاشكال الثاني:

وهي ان آية المائدة وهي قوله تعالىٰ ﴿**اليوم اكملت لكم دينكم..**﴾.(سورة المائدة:٣) تدل على أن الدين قد كمل وتم فكيف تنزل بعد ذلك آيات ونقول إنها ختام القرآن؟ والجواب على ذلك: ان الله عزوجل قد أكمل الدين ببيان الفرائض والاحكام' وبيان

دوسرا اشکال:

سورہ مائدہ کی آیت "**اليوم اكملت لكم دينكم**" اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دین مکمل ہو گیا ہے پس اس کے بعد آیات کیسے نازل ہو سکتی ہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ ختامِ قرآن ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرائض و احکام اور حلال و حرام کے بیان سے دین کو مکمل کر دیا ہے اور امت جس چیز کی محتاج ہے اسے اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے اور اپنے

الحلال و الحرام' فما تحتاج اليه الامة قد بينه الله عزوجل ' وفصل احكامه حتى اصبحوا على (المحجّة البيضاء) وهذا لا ينافي ان تنزل بعض الآيات الكريمة التي فيها التذكير والتحذير من عذاب الله' وفيها تذكير الناس بالوقفة الكبرى بين يدى أحكم الحاكمين' في ذلك اليوم الرهيب' الذى لا ينفع فيه مال ولا بنون الا من اتى الله بقلب سليم.. وقد صرح بهذا جماعة من العلماء حتى قال السدى: لم ينزل بعدها حلال و لا حرام.[1]

احکام کی تفصیل کردی ہے حتی کہ وہ واضح راستے پر آ گئے ہیں اور یہ بات اس امر کے منافی نہیں کہ بعض وہ آیات نازل ہوں جن میں عذاب الٰہی سے تذکیر وتحذیر اختیار کرنے کا بیان ہو اوران میں احکم الحاکمین کے سامنے اس خوفناک دن میں کھڑے ہونے کی لوگوں کو تذکیر ہو جس میں مال اور بیٹے فائدہ نہ دینگے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کے پاس قلب سلیم لائے گا۔ علماء کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے حتی کہ امام سدیؒ نے کہا ہے اس کے بعد حلال وحرام کا نزول نہیں ہوا۔

أول ما نزل في القتال' والخمر' والاطعمة:

أولا. نزلت في القتال آيات عديدة' ولكن هذه الآيات التي نزلت في شأن القتال كلها مدنية' لأن المسلمين- في مكة- كانوا في حالة ضعف' فكان جهادهم للأعداء باللسان لا بالسنان' ولم يسمح لهم بقتال الأعداء الا بعد الهجرة' اى بعد ان تقوى المسلمون و كثروا وأصبح لهم دولة في المدينة المنورة فنزل عند ذلك الاذن بالقتال' واول آية نزلت في القتال هي قول الله تبارك و تعالىٰ في سورة الحج:

﴿ **اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا' وان الله على نصرهم لقدير. الذين اخرجوا من ديارهم بغير حق الا ان يقولوا ربنا الله' ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد يذكر فيها اسم الله**

قتال' شراب اور کھانوں کے بارے میں نازل ہونے والا پہلا کلام:

اول: قتال کے بارے میں متعدد آیات نازل ہوئیں لیکن قتال کے بارے نازل ہونے والی سب آیات مدنی ہیں اس لئے کہ مسلمان مکہ میں ضعف کی حالت میں تھے اور دشمنوں کے ساتھ ان کا جہاد زبان سے تھا نہ کہ نیزے کے ساتھ اور انہیں دشمن سے جنگ کرنے کی اجازت ہجرت کے بعد ملی یعنی جب کہ مسلمان طاقتور اور بکثرت ہو گئے اور مدینہ منورہ میں ان کی حکومت قائم ہو گئی اس وقت قتال کی اجازت نازل ہوئی اور قتال کے بارے میں نازل ہونے والی پہلی آیت سورہ حج میں ہے اور وہ یہ ہے۔"**أذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير الذين أخرجوا من ديارهم بغير حق إلا ان يقولوا ربنا الله ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد يذكر فيه اسم**

(۱) أنظر: الاتقان' ص۲۷ السيوطي.

كثيراً ولينصرن الله من ينصره ان الله لقوى عزيز﴾.(سورة الحج:٣٩-٤٠) فأنت ترى فى هذا النص الكريم ما يوضح الحكمة من مشروعية الإذن بالقتال، فلم يكن القتال إلا دفعاً للظلم، ودفعاً للعدوان، ولم يشرع إلا دفاعاً عن المظلومين وردعاً للمعتدين كما هو صريح النص الكريم.

ثانيا: وأما الخمر فقد نزل فيها آيات عديدة، وكان أول ما نزل فيها قول الله تعالىٰ فى سورة البقرة: ﴿ يسئا لونك عن الخمر والميسر، قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس، واثمهما اكبر من نفعها...﴾.(سورة البقرة: ٢١٩) روى عن ابن عمر رضى الله عنه أنه قال: نزل فى الخمر ثلاث آيات، فأول شيء ﴿يسألونك عن الخمر والميسر..﴾الخ.

ثالثاً. وأما أول ما نزل من الأطعمة فى مكة فقوله تعالىٰ فى سورة الانعام:﴿ قل لا اجد فى ما أوحى الى محرماً على طاعم يطعمه الا ان يكون ميتة او دما مسفوحاً او لحم خنزير فانه رجس او فسقاً اهل لغير الله به، فمن اضطر غير باغ ولا عاد، فان ربك غفور رحيم﴾.(سورة الانعام:١٤٥)

وهذه أوائل مخصوصة ببعض الاحكام التشريعية التى نزلت بها أحكام القرآن وهى مما ينبغى معرفته ليقف الانسان على سر التشريع الاسلامى الدقيق الذى راعى حاجات الناس

الله كثيرا ولينصرن الله من ينصره ان الله لقوى عزيز. (الحج:۳۹_۴۰)

آپ اس نص کریم میں دیکھتے ہیں جو قتال کے اذن کی مشروعیت کی حکمت کو واضح کرتی ہے اور قتال صرف ظلم و زیادتی کو دور کرنے کیلئے تھا اور وہ مظلومین کے دفاع اور زیادتی کرنے والوں کو روکنے کیلئے مشروع کیا گیا جیسا کہ نص کریم سے واضح ہے۔

دوم: شراب کے بارے میں متعدد آیات نازل ہوئی ہیں سب سے پہلے اس کے بارے میں سورہ بقرہ میں یہ قول الٰہی نازل ہوا "یسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما" (البقرہ:۲۱۹) حضرت ابن عمرؓ سے مروی کہ آپ نے فرمایا: کہ شراب کے بارے میں تین آیات نازل ہوئی ہیں پہلی آیت "یسئلونك عن الخمر والميسر" ہے۔

سوم: کھانوں کے بارے میں سب سے پہلے مکہ میں اللہ کا قول سورہ انعام میں نازل ہوا۔ "قل لا أجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه إلا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس او فسقا احل لغیر الله به فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان ربك غفور رحیم" (الانعام:۱۴۵) یہ اوائل بعض تشریعی احکام کے ساتھ مخصوص ہیں جن کے متعلق احکام قرآن نازل ہوئے یہ ان باتوں میں سے ہیں جن کی واقفیت ہونی چاہیے تاکہ انسان دقیق اسلامی تشریع کے اس راز سے واقف ہو سکے جو لوگوں کی ضروریات اور مصالح کا خیال رکھتا

ومصالح البشر' والتی هی احد الأسس الحکمیة التی سلکها الاسلام فی معالجة الأوضاع الاجتماعیة' والأمراض الخلقیة التی کان علیها الناس فی الجاهلیة کما ستوضح ذلك فی بحث آخر ان شاء الله.

ہے اور یہ ان پر حکمت بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے جن پر اسلام اجتماعی اوضاع اور اخلاقی امراض کے معالجہ کیلئے چلا ہے جن پر جاہلیت میں لوگ قائم تھے جیسا کہ ہم عنقریب کسی دوسری بحث میں اس کی توضیح کریں گے۔

الفصل الثاني

أسباب النزول

معرفة (أسباب النزول) له أثر كبير في فهم معنى الآية الكريمة، وهذا اعتنى كثير من العلماء بمعرفة أسباب النزول، حتى أفرد له بالتصنيف جماعة من العلماء كان من أقدمهم (علي بن المديني) شيخ البخاري رحمه الله.. ومن أشهر ما كتب في هذا الفن كتاب (أسباب النزول) للواحدي، كما ألف فيه شيخ الاسلام (ابن حجر) وألف فيه أيضاً العلامة (السيوطي) كتاباً حافلاً عظيماً سماه (لباب النقول في اسباب النزول).

ولمعرفة أهمية هذا النوع من علوم القرآن، والتاكد من ضرورته لفهم معاني الآيات الكريمة نستطيع ان نقول: ان بعض الآيات لا يمكن فهمها أو معرفة أحكامها الا على ضوء سبب النزول، فمثلاً قول الله تعالىٰ: ﴿ **ولله المشرق والمغرب فأينما تولوا فثم وجه الله..** ﴾(سورة البقرة:١١٥) الآية قد يفهم منها جواز التوجه في الصلاة الى غير القبلة، وهذا الفهم خاطيء لأن استقبال القبلة شرط لصحة الصلاة، وبمعرفة سبب النزول يتضح فهم الآية، فقد نزلت هذه الآية الكريمة فيمن كان في (سفر) وأضاع القبلة فلم يعرف جهتها فانه

دوسری فصل

اسباب نزول

آیت کریمہ کا مفہوم سمجھنے میں اسباب نزول کی معرفت کا بڑا اثر ہے اسی لئے بہت سے علماء نے اسباب نزول کی معرفت کا اہتمام کیا ہے حتیٰ کہ علماء کی ایک جماعت نے صرف اسی موضوع میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سب سے مقدم بخاری رحمہ اللہ کے شیخ علی بن المدینی ہیں اور اس فن میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے مشہور واحدی کی کتاب ''اسباب النزول'' ہے ایسے ہی شیخ الاسلام ابن حجر نے اس کے بارے میں تالیف کی ہے اور علامہ سیوطی نے بھی ایک بھرپور عظیم کتاب تالیف کی ہے اور اس کا نام ''لباب النقول فی اسباب النزول'' رکھا ہے۔

علوم قرآن کی اس نوع کی معرفت کی اہمیت اور آیات کے معانی کے فہم کیلئے اس کی شدید ضرورت کیلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ بعض آیات کا فہم اور ان کے احکام کی معرفت سبب نزول کی روشنی کے بغیر ممکن نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''**ولله المشرق والمغرب فاينما تولوا فثم وجه الله**'' (البقرة:١١٥) اس سے نماز میں غیر قبلہ کی طرف منہ کرنے کا جواز مفہوم ہوتا ہے اور او ریہ فہم غلط ہے اسلئے کہ نماز کی صحت کیلئے استقبال قبلہ شرط ہے اور سبب نزول کی معرفت سے آیت کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو سفر میں ہو اور اس نے قبلے کو ضائع کر دیا ہو اور اس کی جہت کو معلوم نہ کر سکا ہو پس وہ کوشش اور تلاش کرے گا پھر نماز پڑھے گا اور جس جہت

يجتهد ويتحرى ثم يصلي فالى أي جهة صلى تصح صلاته، ولا تجب عليه إعادة الصلاة فيما اذا تبين له بعد الانتهاء خطأ توجهه، فالآية اذاً ليست عامة انما هي خاصة فيمن جهل القبلة فلم يعرف جهتها.

ومثال آخر على أهمية سبب النزول في فهم الآية ان قوله تعالىٰ:

﴿ **ليس على الذين آمنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا اذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصالحات، ثم اتقوا وآمنوا، ثم اتقوا واحسنوا والله يحب المحسنين**﴾.

(سورة المائدة:۹۳)

انما نزلت في الخمر، وقد يفهم من هذا النص الكريم اباحة شرب الخمر. كما ظن بعض الجهلة. حيث قالوا: الخمر مباحة واحتجوا بالآية الكريمة، ولو علموا سبب نزولها لم يفتروا ذلك، فقد روى أنه لما نزل تحريم الخمر في قوله تعالىٰ ﴿ **انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون**﴾.(سورة المائدة:۹۰) قال ناس من أصحاب رسول الله ﷺ: فكيف بمن قتلوا في سبيل الله وماتوا، وكانوا يشربون الخمر وهي رجس؟ فنزلت الآية الكريمة تبين ان من شربها قبل التحريم فان الله قد عفا عنه وليس عليه ذنب أو اثم لأن الله لا يؤاخذ على ما سبق من

کی طرف منہ کر کے اس نے نماز پڑھی اس کی نماز درست ہوگی اور جب آخر میں اسے اپنی توجہ کی غلطی معلوم ہوگی تو اس پر نماز کا اعادہ واجب نہ ہوگا پس اس صورت میں آیت عام نہ ہوگی اور ان لوگوں کے لیے خاص ہوگی جو قبلے سے ناآشنا ہوں اور اس کی جہت کو نہ جانتے ہوں اور آیت کے فہم میں سبب نزول کی معرفت کی اہمیت کی دوسری مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔"**ليس على الذين امنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا اذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا وآمنوا ثم اتقوا واحسنوا والله يحب المحسنين**."(المائدہ:۹۳)

یہ آیت شراب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس نص کریم سے شراب نوشی کی اباحت مفہوم ہوتی ہے جیسا کہ بعض جہلاء نے خیال کیا ہے اور کہا ہے شراب مباح ہے اور انہوں نے اسی آیت کریمہ سے حجت پکڑی ہے اگر اگر انہیں اس کا سبب نزول معلوم ہوتا تو وہ یہ افتراء نہ کرے روایت ہے کہ جب تحریم شراب کا حکم نازل ہوا کہ "**انما الخمر والميسر والأنصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون**"(المائدہ:۹۰) تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں کا کیا ہوگا جو راہ خدا میں مارے گئے اور مر گئے اور وہ شراب نوشی کرتے تھے حالانکہ وہ رجس ہے؟ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جو واضح کرتی ہے کہ جس نے اسے تحریم سے قبل پی ہے اللہ نے اسے معاف کر دیا ہے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے ان باتوں پر مواخذہ نہیں

العبد قبل الاسلام أو قبل التحريم، وبذلك تفهم الآية ويبقى النص القطعي في تحريم شرب الخمر.

فوائد معرفة أسباب النزول:

قد يظن بعض الناس أنه لا طائل تحت هذا الفن، وليس له أثر كبير لجريانه مجرى التاريخ والقصص، فان أسباب النزول. على زعمهم. ليست ضرورية لمن أراد تفسير كتاب الله. وهذا زعم خاطئ، وقول مردود، لا يصدر من عالم بالكتاب، مطلع على أقوال المفسرين. وها نحن ننقل طرفاً من آراء بعض العلماء، ثم نعقبها بذكر فوائد أسباب النزول.

قال (الواحدي) لا يمكن معرفة تفسير الآية دون الوقوف على قصتها، وبيان نزولها.وقال (ابن دقيق العيد): بيان سبب النزول طريق قوي في فهم معاني القرآن.وقال (ابن تيمية) معرفة سبب النزول يعين على فهم الآية، فان العلم بالسبب يورث العلم بالسبب.وهكذا تظهر أهمية هذا الفن من علوم القرآن.وأما فوائده فيمكن تلخيصها فيما يلي:

أ. معرفة وجه الحكمة الباعثة على تشريع الحكم.

ب. تخصيص الحكم بالسبب(عند من يرى أن العبرة بخصوص السبب)

ج. دفع توهم الحصر، فيما ظاهره الحصر.

د. معرفة اسم من نزلت فيه الآية، وتعيين

کرے گا جو اس سے قبل از اسلام یا قبل از تحریم سرزد ہو چکی ہیں اس سے آیت کو سمجھا جاتا ہے اور شراب نوشی کی تحریم پر نص قطعی باقی رہتی ہے۔

اسباب نزول کی معرفت کے فوائد:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس فن کا کوئی فائدہ نہیں اور تاریخ وقصص کے طریق پر اس کے چلنے کا کوئی بڑا اثر نہیں ہے ان کے خیال میں کتاب اللہ کی تفسیر میں اسباب نزول کی معرفت ضروری نہیں ہے اور یہ غلط خیال اور مردود قول ہے اور یہ کتاب کے عالم اور مفسرین کے اقوال کے جاننے والے سے صادر نہیں ہو سکتا ہم یہاں بعض علماء کی کچھ آراء نقل کرتے ہیں پھر ان کے بعد اسباب نزول کے فوائد بیان کرینگے۔

واحدی نے کہا ہے کہ: آیت کی تفسیر اس کے واقعہ اور بیان نزول کے جانے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ سبب نزول کا بیان قرآن کے معانی کو سمجھنے کا قوی طریق ہے۔اور ابن تیمیہؒ نے کہا ہے کہ سبب نزول کی معرفت آیت کے فہم میں مددگار ہے بلاشبہ سبب کا جاننا سبب کا علم دیتا ہے اس طرح علوم قرآن میں اس فن کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے اور اس کے فوائد کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

الف) حکم کی قانون سازی پر آمادہ کرنے والی حکمت کی وجہ کی معرفت

ب) حکم کا سبب سے مخصوص کرنا (ان لوگوں کے نزدیک جن کی رائے میں عبرت، سبب کے خصوص سے ہوتی ہے۔)

ج) حصر کے توہم کا دور کرنا ان امور میں جن کا ظاہر حصر ہو۔

د) اس واقعہ کی معرفت جس کے بارے آیت نازل ہوئی

المبهم فيها. الى غير ما هنالك من فوائد أخرى جليلة.

أمثلة على فوائد النزول:

أولاً: أشكل على (مروان بن الحكم) معنى قوله تعالى: ﴿ لا تحسبن الذين يفرحون بما أتوا' ويحبون ان يحمدوا بما لم يفعلوا' فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب..﴾الآية.(سورة آل عمران:١٨٨) فقال لخادمه: اذهب الى ابن عباس فقل له: (لئن كان كل امرئ فرح بما أوتي' وأحب أن يحمد بما لم يفعل معذباً لنعذبن أجمعون). فبين له (ابن عباس) رضي الله عنهما ما أزال عنه الاشكال وقال له: انّ الآية نزلت في أهل الكتاب. اليهود. حين سألهم النبي ﷺ عن شيء فكتموه اياه' وأخبروه بغيره' أروه أنهم أخبروه بما سألهم عنه' واستحمدوا بذلك اليه فنزلت الآية. (رواه الشيخان).

ثانياً: كما أشكل على(عروة بن الزبير) رضي الله عنه معنى قوله تعالىٰ ﴿ ان الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت أو اعتمر' فلا جناح عليه ان يطوف بهما...﴾.(سورة البقرة:١٥٨) الآية. فان ظاهر الآية الكريمة يشير الى عدم وجوب السعي بين (الصفا والمروة) حتى قال (عروة بن الزبير)

ہے اور اس میں مبہم کی تعیین وغیرہ دیگر جلیل القدر فوائد بھی ہیں۔

فوائد نزول کی مثالیں:

مروان بن الحکم پر قول الٰہی "لا تحسبن الذين يفرحون بما اتوا ويحبون ان يحمدوا بما لم يفعلوا فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب"(آل عمران:١٨٨) کا مفہوم مشتبہ ہو گیا تو اس نے اپنے خادم سے کہا: ابن عباس کے پاس جا اور اسے کہہ کہ اگر ہر شخص اس سے خوش ہے جو اسے دیا گیا ہے اس نے پسند کیا ہے کہ جو کام اس نے نہیں کیا اس پر اس کی تعریف کی جائے تو اس کو عذاب ہو گا اس صورت میں تو ہم سب کو عذاب ہو گا۔ تو حضرت ابن عباس نے اس پر واضح کیا جس سے اس کا اشکال دور ہو گیا اور آپ نے اسے کہا کہ یہ آیت اہل کتاب یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب حضرت نبی کریم ﷺ نے ان سے کسی چیز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اسے آپ سے چھپایا اور آپ کو کوئی اور بات بتا دی انہوں نے خیال کیا کہ انہوں نے آپ کو وہ بات بتا دی ہے جس کے متعلق آپ نے ان سے پوچھا ہے اور انہوں نے اس کی وجہ سے آپ سے تعریف کی خواہش کی تو یہ آیت نازل ہوئی (اسے شیخین نے روایت کیا ہے)

ایسے ہی حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر اس آیت "ان الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت او اعتمر فلا جناح عليه ان يطوف بهما" (البقرة:١٥٨) کا مفہوم مشتبہ رہا۔ آیت کا ظاہر' صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے عدم وجوب کی طرف اشارہ کرتا ہے حتی کہ عروہ بن زبیر نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے کہا: اے خالہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان دونوں کا طواف

لخالته عائشة ام المومنين يا خالة: ان الله تعالىٰ يقول: ﴿ فلا جناح عليه ان يطوف بهما﴾ فأرى أنه لا بأس على الانسان ان يترك السعي بينهما؟ فقالت له عائشه: بئس ما قلت يا ابن اختي' لو كان الأمر كما ذكرت لقال الله تعالى: فلا جناح عليه الا يطوف بهما.. ثم اخبرته بان الناس في الجاهلية كانوا يسعون بين الصفا والمروة وكانوا يحجون في سعيهم (لصنمين) احدهما: على الصفا يسمى (اسافاً) والثاني' على المروة ويسمى (نائلة) فلما دخل الناس في الاسلام تحرج بعض الصحابة من العسى بينهما خشية ان يلتبس الامر بعبادة الجاهلية' فنزلت الآية الكريمة تدفع عنهم الاثم والحرج وتوجب عليهم السعي لله تعالىٰ لا للاصنام. فقد ردت عائشة على عروة فهمه وكان ذلك بسبب النزول.

کرنے سے اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا میں خیال کرتا ہوں کہ اگر انسان ان دونوں کے درمیان سعی ترک کر دے تو اسے کوئی خوف نہ ہوگا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے کہا: اے میرے بھانجے! تو نے بری بات کی ہے اگر بات ایسے ہی ہوتی جیسے تو نے کہا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا: "فلا جناح عليه ألا يطوف بهما......" پھر آپ نے انھیں بتایا کہ جاہلیت میں لوگ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے تھے اور اپنی سعی میں دو بتوں کا بھی حج کرتے تھے ان میں ایک صفا پر تھا جس کا نام اساف تھا اور دوسرا مروہ پر تھا اس کا نام نائلہ تھا پس جب لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو بعض صحابہ نے اس خوف سے کہ یہ بات جاہلیت کی عبادت سے ملتبس ہو جائے گی ان دونوں کے درمیان سعی کرنا گناہ خیال کیا تو یہ آیت ان سے گناہ و تنگی کو دور کرتے ہوئے اور سعی کو اصنام کیلئے نہیں بلکہ خدا کیلئے ان پر واجب کرتے ہوئے نازل ہوئی اور حضرت عائشہؓ نے عروہ کو اس کا فہم لوٹا دیا اور یہ سبب نزول کے باعث ہوا۔

ثالثا. أشكل على بعض الأئمة معنى الشرط في قوله تعالىٰ ﴿ واللائي يئسن من المحيض من نسائكم ان ارتبتم فعدتهن ثلاثة اشهر..﴾۔(سورة الطلاق:٤) الآية حتى قال الظاهرية ان الآية : (التي انقطع دم الحيض عليها لكبر السن) لا عدة عليها اذا لم ترتب' وقد تبين خطأ فهمهم بسبب النزول' فان الآية خطاب لمن لم يعلم ما حكمهن في العدة؟ وارتاب هل عليهن عدة ام لا؟ فيكون معنى ﴿ان ارتبتم﴾ ای ان أشكل عليكم حكمهن' وجهلتم كيف

بعض ائمہ پر اس قول الٰہی میں شرط کا مفہوم مشتبہ ہو گیا "واللائى يئسن فى المحيض فى نساءكم ان ارتبتم فعدتهن ثلاثة اشهر۔ (سورۃ الطلاق:۴) حتیٰ کہ ظاہریہ نے کہا ہے کہ آئسہ (جس کا خون حیض کبرسنی کی وجہ سے منقطع ہو گیا ہو) پر کوئی عدت نہیں جب شبہ نہ ہو۔ سبب نزول کے باعث ان کے فہم کی غلطی واضح ہو گئی ہے بلاشبہ آیت اسے خطاب کرتی ہے جسے معلوم نہیں کہ عدت کے بارے میں انہیں کیا حکم ہے اور وہ شک ہی مبتلا ہیں کہ کیا ان پر عدت واجب ہے یا نہیں۔ پس "ان ارتبتم" کے معنی ہوں گے کہ اگر تم پر ان کا حکم مشتبہ ہو گیا ہے اور تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کیسے

يعتدون فهذا هو حكمهن، وقد نزلت هذه الآية بعد ان قال بعض الصحابة: ان عدة بعض النساء لم تذكر في القرآن وهن (الصغيرات والآيسات)، فنزلت الآية الكريمة تبين حكم عدة كل منهن، والله اعلم.

رابعاً۔ ومن أمثلة فوائد النزول في دفع توهم الحصر ما روى عن الشافعي رحمه الله في قوله تعالىٰ ﴿ **قل لا اجد فيما اوحي الي محرماً على طاعم يطعمه الآّ ان يكون ميتة او دماً مسفوحاً او لحم خنزير فانه رجس او فسقا اهل لغير الله به..** ﴾(سورة الانعام:١٤٥) الآية فقد قال ما معناه: ان الكفار لما حرموا ما أحل الله، وأحلوا ما حرم الله، وكانوا على المضادة والمحادة فجاء ت الآية مناقضة لغرضهم فكانه قال: لا حلال الا ما حرمتموه، ولا حرام الا ما احللتموه، فلم يقصد حل ما وراء ه وانما القصد اثبات التحريم لا اثبات الحل، قال (امام الحرمين): وهذا في غاية الحسن ولو لا سبق الشافعي الى ذلك لما كنا نستجيز مخالفة مالك في حصر المحرمات فيما ذكرته الآية.[1]

توضيح لمعنى الآية الكريمة:

وتوضيحاً لهذه الفكرة أقول: ان ظاهر الآية الكريمة يدل على حصر المحرمات في هذه الأشياء المذكورة في الآية الكريمة وليس الأمر

شمار کریں تو یہ ان کا حکم ہے اور یہ آیت بعض صحابہ کے اس قول کے بعد نازل ہوئی کہ بعض عورتوں کی عدت کا ذکر قرآن میں نہیں کیا گیا اور وہ صغیرات اور آئسات (چھوٹی عمر والی اور بڑی عمر والی) ہیں تو یہ آیت ان میں سے ہر ایک کی عدت کو واضح کرتے ہوئے نازل ہوئی۔ واللہ اعلم۔

۴- حصر کے توہم کو دور کرنے کے بارے میں نزول کے فوائد کی مثالوں ہی سے ایک مثال وہ ہے جو حضرت امام شافعی سے سے اللہ تعالیٰ کے قول "**قل لا اجدفیما اوحی الی محرماً علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوماً او لحم خنزیر فانه رجس او فسقا أهل لغیر الله به**"(الانعام:۱۴۵) کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے اس کا معنی بیان کیا ہے کہ جب کفار نے اللہ کے حلال کردہ کو حرام اور اس کے حرام کردہ کو حلال بنالیا اور وہ دشمنی اور مخالفت پر تھے پس آیت ان کی غرض کے مناقض آئی گویا کہ یوں کہا گیا کہ وہی حلال ہے جسے تم نے حرام قرار دیا ہے اور وہی حرام ہے جسے تم نے حلال قرار دیا ہے اس کا مقصد یہ نہیں کہ اس کے سوا جو چیزیں تھی وہ اس نے حلال کردی ہیں بلکہ مقصد صرف تحریم کا اثبات ہے نہ کہ حلت کا اثبات، امام الحرمین نے کہا ہے کہ یہ نہایت خوبصورت بات ہے اور اگر امام شافعی اس کی طرف سبقت نہ کرتے تو ہم آیت میں بیان کردہ محرمات کے حصر میں امام مالک کی مخالفت کو جائز نہ سمجھتے۔

آیت کریمہ کے معنی کی توضیح:

اس نظریے کی توضیح کے لیے میں کہتا ہوں کہ آیت کا ظاہر آیت میں مذکورہ محرمات کے حصر پر دلالت کرتا ہے حلانکہ بات یوں نہیں ہے ان کے علاوہ بھی محرمات ہیں اور

(١) أنظر: كتاب الاتقان للسيوطي۔

كذلك، فان هنالك محرمات غير هذه، وانما وردت الآية بصورة الحصر وليس معناها الحصر للرد على المشركين في تحريمهم ما احل الله وتحليلهم لما حرم الله.

خامساً. ومن أمثلة فوائد سبب النزول أن نعرف اسم من نزلت فيه ليزول اللبس والابهام فقد زعم (مروان) ان قوله تعالىٰ ﴿ **والذي قال لوالديه اف لكما..**﴾(سورة الاحقاف:١٧) الآية انها نزلت في (عبدالرحمن بن ابي بكر) فردت عليه عائشة رضي الله عنها هذا الزعم الباطل وبينت له سبب نزولها، وتفصيل القصة على ما ذكرها البخاري هي:

((ان مروان كان عاملاً على المدينة، فأراد (معاوية) ان يستخلف (يزيد) فكتب الى مروان بذلك، فجمع مروان الناس فخطبهم، فذكر يزيد ودعا الى بيعته، وقال: ان امير المومنين أراه الله في يزيد رأياً حسناً وان يستخلفه فقد استخلف أبو بكر وعمر، فقال عبدالرحمن، ما هي الا هرقلية (يعني انها استبداد للملك كعمل ملوك الروم). فقال مروان: سنة ابي بكر وعمر، فقال عبدالرحمن: (هر قلية)... ان ابابكر والله ما جعلها في احد من ولده في اهل بيته، وما جعلها معاوية الا كرامة لولده، فقال مروان: خذوه فدخل بيت عائشة فلم يقدروا عليه، فقال مروان: ان هذا الذي انزل الله فيه ﴿ **والذي قال لوالديه اف لكما اتعدانني ان اخرج وقد خلت**

آیت بصورت حصر وارد ہوئی ہے اور مشرکین کے رد کے لیے جو انہوں نے حق تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور جسے اس نے حرام کو قرار دیا ہے اس کے حلال قرار دینے میں اس کا معنی حصر کا نہیں ہے۔

۵- اور سبب نزول کے فوائد کی مثالوں میں سے یہ بھی ہے کہ ہم اس کے نام کو معلوم کریں جس کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے تاکہ شک وابہام دور ہو جائے، مروان نے خیال کیا کہ **والذی قال لوالدیه اف لکما**(سورۂ احقاف: ۱۷) کی آیت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس باطل خیال کا رد کیا اور اس سے اس کا سبب نزول بیان کیا اور بخاری کے بیان کے مطابق واقعہ کی تفصیل یہ ہے۔

''مروان'' مدینہ کے گورنر تھے۔ حضرت معاویہ نے یزید کو خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا تو آپ نے مروان کو یہ بات لکھی، مروان نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور یزید کا ذکر کیا اور اس کو بیعت کی دعوت دی اور کہا کہ امیر المومنین کو اللہ نے یزید کے بارے میں اچھی بات سمجھائی ہے اور اگر آپ اسے خلیفہ بناتے ہیں تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ نے بھی خلیفے بنائے ہیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا یہ تو ہرقلیہ ہے (یعنی شاہان روم کے عمل کی طرح بادشاہت کے لیے ترجیح ہے) مروان نے کہا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی سنت ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا، ہرقلیہ ہے خدا کی قسم ابوبکر نے نہ اپنے کسی بیٹے کو خلافت دی ہے اور نہ اپنے اہل بیت میں خلافت دی ہے اور حضرت معاویہ نے اسے اپنے بیٹے کی عزت کے لیے بنایا ہے مروان نے کہا اسے پکڑ لو تو آپ حضرت عائشہؓ کے گھر میں داخل ہو گئے اور وہ آپ پر قابو نہ پا سکے، مروان نے کہا یہ

القرون من قبلي...﴾ الآية. فقالت عائشة من وراء الحجاب: ما أنزل الله فينا شيئاً من القرآن' الا ان الله انزل عذرى (براء تى) ولو شئت ان اسمى من نزلت فيه لسميته.[1]

ما هو سبب النزول:

قد تحصل واقعة' او تحدث حادثة' فتنزل آية او آيات كريمة فى شأن تلك الواقعة او الحادثة' فهذا هو ما يسمى ب (سبب النزول).. وقد يعرض سؤال على النبىﷺ بقصد معرفة الحكم الشرعى فيه' او الاستفسار عن امر من امور الدين' فتنزل بعض الآيات الكريمة فهذا أيضاً ما يسمى ب (سبب النزول).

مثال الحادثة ما رواه البخارى عن (خباب بن الارت) رضى الله عنه قال: كنت قيناً (اى حداداً) و كان لى على (العاص بن وائل) دين' فجئت أتقاضاه دينى' فقال لى: لا اعطيك دينك حتى تكفر بمحمد وتعبد اللات والعزى' فقلت: لا أكفر حتى يميتك الله ثم يبعثك' فقال: انى اذاً لميت ثم معبوث' فانتظرنى الى ذلك اليوم فسأوتى مالاً' وولداً فأوفيك دينك' فأنزل الله عزوجل فيه قوله: ﴿ **افرايت الذى كفر بآياتنا**

وہ شخص ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے **والذی قال لوالدیه اف لکما اتعدانی ان اخرج وقد خلت القرون من قبلی..** کی آیت نازل کی ہے تو حضرت عائشہؓ نے پردے کے اندر سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہمارے بارے میں کچھ نازل نہیں کیا ہاں اللہ تعالیٰ نے میری برأت نازل کی ہے اور اگر میں چاہوں کہ اس کا نام بتاؤں جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے تو میں اس کا نام بتا سکتی ہوں۔"

سبب نزول کیا ہے:

ایک واقعہ رونما ہے یا کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو ایک آیت یا آیات کریمہ اس واقعہ کے بارے میں نازل ہوتی ہیں اسی کو سبب نزول کہتے ہیں۔ اور بعض اوقات حضرت نبی کریم ﷺ سے کسی چیز کے حکم شرعی کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے یا کسی دینی امر کے متعلق استفسار کیا جاتا ہے اور بعض آیات نازل ہو جاتی ہے اسے بھی سبب نزول کا نام دیا گیا ہے۔

واقعہ کی مثال وہ ہے جسے بخاری نے حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں لوہار تھا اور عاص بن وائل کے ذمے میرا کچھ قرض تھا میں اس سے اپنے قرض کا تقاضا کرنے آیا تو اس نے مجھے کہا جب تک محمد ﷺ کا تو انکار نہ کرے اور لات وعزی کی پرستش نہ کرے میں تیرا قرض تجھے نہیں دوں گا میں نے کہا میں انکار نہیں کروں گا حتی کہ اللہ تجھے موت دے پھر تجھے اٹھائے اس نے کہا میں تو مرا ہوا ہوں پھر مبعوث بھی ہوں اس دن تک میرا انتظار کرنا مجھے عنقریب مال واولاد دی جائے گی اور میں تیرے قرض کو پورا

(۱) أنظر: صحيح البخاري.

وقال لأوتين مالاً وولداً. اطلع الغيب ام اتخذ عند الرحمن عهداً. كلا سنكتب ما يقول ونمد له من العذاب مدا. ونرثه ما يقول ويأتينا فردا﴾۔(سورة مريم:۷۷-۸۰)

ومثال السؤال ما روى عن (معاذ بن جبل) رضى الله عنه انه قال: يارسول الله، ان اليهود تغشانا، ويكثرون مسألتنا عن الأهلة، فما بال الهلال يبدو دقيقاً ثم يزيد حتى يستوى ويستدير ثم ينتقص حتى يعود كما كان؟ فأنزل الله ﴿يسالونك عن الاهلة قل هى مواقيت للناس والحج..﴾ (سورة البقرة:۱۸۹) الاية.

كيف يعرف سبب النزول؟

يظهر مما سبق ان أسباب النزول لا يمكن أن تدرك بالرأى، ولا بد فيها من الرواية الصحيحة والسماع، ممن شاهدوا التنزيل، او وقفوا على الاسباب وبحثوا فيها من الصحابة والتابعين وغيرهم ممن اكتسبوا علومهم على أيدى العلماء الموثوقين.. وقد قال (ابن سيرين): سألت (عبيدة) عن آية من القرآن فقال: ((اتق الله وقل سداداً ذهب الذين يعلمون فيما أنزل الله من القرآن)). ويعتمد فى معرفة سبب النزول على (النقل الصحيح) فاذا صرح الراوى بلفظ السبب فهو نص صريح فيه كقول الراوى: سبب نزول هذه الآية كذا و كذا.

کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں آیت نازل فرمائی۔افرأیت الذی کفر بآیاتنا وقال لاوتین مالاً وولداً اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمن عهداً کلا سنکتب ما یقول ونمد له من العذاب مدا ونرثه ما یقول ویاتینا فرداً۔(مریم:۷۷-۸۰)

اور سوال کی مثال وہ ہے جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عرض کیا یا رسول اللہ یہود ہمارے پاس آتے جاتے ہیں اور چاندوں کے بارے میں ہم سے بکثرت پوچھتے ہیں۔ چاند کا کیا حال ہے کہ وہ باریک نمودار ہوتا ہے پھر بڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ برابر اور گول ہوتا جاتا ہے پھر گھٹتا جاتا ہے حتیٰ کہ دوبارہ ویسے ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ تھا سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یسئلونك عن الاهلة قل هی مواقیت للناس والحج۔(البقرہ:۱۸۹)

سبب نزول کیسے معلوم ہوتا ہے؟

پہلے جو کچھ بیان ہو چکا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسباب نزول کو معلوم کرنا رائے اور اجتہاد کے ذریعہ ممکن نہیں بلکہ اس میں ان لوگوں کی صحیح روایت اور سماع کا ہونا ضروری ہے جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے یا وہ اسباب نزول سے آگاہ ہوئے ہوں اور ان کے بارے میں صحابہ اور تابعین وغیرہ میں سے جنہوں نے ثقہ علماء سے اپنے علوم کو حاصل کیا ہو بحث کی ہو اور ابن سیرین نے بیان کیا ہے کہ میں نے عبیدہ سے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا اللہ سے ڈر اور درست بات کہہ وہ لوگ چلے گئے جو جانتے تھے کہ اللہ نے قرآن کو کس کے بارے میں نازل کیا ہے اور سبب نزول کی معرفت میں نقل صحیح پر اعتماد کیا جاتا ہے پس جب راوی سبب کے لفظ کے ساتھ صراحت کرے تو وہ

وكذالك اذا أتى بفاء تعقيبية داخلة على مادة النزول كقوله (حدث كذا.. اوسئل النبى عليه السلام عن كذا فنزلت) فهو نص صريح فى سبب النزول أيضاً.

وقد لا تكون الصيغة نصاً فى السبب كقولهم (نزلت هذه الآية فى كذا..) فقد يراد منه سبب النزول، وقد يراد ما تضمنته الآية من احكام، فيكون مثل قوله: عنى بهذه الآية كذا.. قال (الزركشى) فى البرهان: قد عرف من عادة الصحابة والتابعين ان احدهم اذا قال: نزلت هذه الآية فى كذا.. فانه يريد بذلك ان هذه الآية تتضمن هذا الحكم، لا أن هذا كان السبب فى نزولها. وقال (ابن تيمية): قولهم: (نزلت هذه الآية فى كذا يراد به تارةً سبب النزول، ويراد به تارةً أن ذلك داخل فى الآية وان لم يكن السبب فيه).

هل يتعدد سبب النزول؟

كثيراً ما يذكر المفسرون لنزول الآية أسباباً متعددة، والمعتمد فى مثل هذه الحالة ان ننظر الى العبارة التى قالوها، ونستطيع ان نستخلص ما يلى:

أولاً: أن يعتبر كل منهما بقوله (نزلت هذه الآية فى كذا..) ويذكر أمراً آخر غير الذى ذكره الاول، فيحمل على انه استنباط للحكم، و تفسير

اس بارے میں نص صریح ہے جیسے راوی کا کہنا کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے اور اسی طرح جب نزول کے مادہ پر فاء لائے جیسے اس کا یہ کہنا کہ (اس نے ایسے بیان کیا..... یا حضرت نبی کریم ﷺ نے ایسے ایسے دریافت کیا گیا نزلت تو یہ آیت نازل ہوئی) تو یہ بھی سبب نزول میں اسی طرح نص صریح ہے اور سبب کے متعلق صیغہ نص نہیں ہوتا جیسے ان کا یہ کہنا (کہ یہ آیت فلاں چیز کے بارے میں نازل ہوئی ہے) تو کبھی اس سے سبب نزول مراد لیا جاتا ہے اور کبھی وہ احکام مراد لئے جاتے ہیں جن کو آیت شامل ہوتی ہے اور اس قول کی مثال یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس آیت سے مراد یہ لیا گیا ہے زرکشی نے البرھان میں بیان کیا ہے کہ صحابہ اور تابعین کی عادت سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جب ان میں سے کوئی کہے کہ یہ آیت فلاں چیز کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس سے اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ آیت اس حکم کو متضمن ہے نہ یہ کہ اس کے نزول کا سبب ہے اور ابن تیمیہ نے فرمایا ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ (یہ آیت فلاں چیز کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس سے کبھی سبب نزول مراد ہوتا ہے اور کبھی یہ مراد ہوتی کہ یہ بات آیت میں داخل ہے خواہ وہ اس کا سبب نہ ہو۔

کیا نزول کے متعدد اسباب ہوتے ہیں؟

مفسرین نے آیت کے نزول کے متعدد اسباب بکثرت بیان کئے اور اس قسم کی حالت میں قابل اعتماد بات یہ ہے کہ ہم اس عبارت کی طرف دیکھیں جو انہوں نے بیان کی ہے اور ہم ذیل میں اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔

۱- ان دونوں میں سے ہر کوئی کہے کہ (یہ آیت فلاں چیز کے بارے میں نازل ہوئی ہے) اور وہ دوسرے امر کا ذکر کرے جو اس کا غیر ہو جس کا پہلے نے ذکر کیا ہے تو اسے اس

لمعنى الآية، فلا منافاة بينهما كما مر لأنه ليس بسبب للنزول.

بات پر محمول کیا جائے گا کہ یہ حکم کا استنباط ہے اور آیت کے معنی کی تفسیر ہے پس ان دونوں کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اس لئے کہ وہ نزول کا سبب نہیں ہے۔

ثانياً: ان يعبر احدهما بقوله (نزلت الآية في كذا..) ويصرح الآخر بذكر سبب النزول فالمعتمد هنا (التصريح) مثاله ما رواه في البخاري عن (ابن عمر رضي الله عنه قال: انزلت ﴿ **نساؤكم حرث لكم**..﴾(سورة البقرة:۲۲۳) الآية في اتيان النساء في أدبارهن، وروى مسلم في صحيحه عن (جابر) رضي الله عنه قال: كانت اليهود تقول: من اتى امرأته من دبرها في قبلها جاء الولد أحول فأنزل الله ﴿**نساؤكم حرث لكم** ..﴾ الآية فالمعتمد هنا الثاني وهو حديث جابر لأنه نص في السبب فهو نقل، وقول ابن عمر ليس بنص فيحمل على انه استنباط للحكم وتفسير له.

۲- ان دونوں میں سے ایک اپنے قول (کہ یہ آیت فلاں چیز کے بارے میں نازل ہوئی ہے) کی تعبیر کرے اور دوسرا سبب نزول کے ذکر سے صراحت کرے پس یہاں پر قابل اعتماد چیز "تصریح" ہوگی اس کی مثال بخاری کی وہ روایت ہے جسے انھوں نے حضرت ابن عمرؓ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ﴿ **نساؤكم حرث لكم**﴾ عورتوں سے دبر کی طرف سے شہوت پوری کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہود کہتے تھے کہ جو شخص اپنی بیوی کی دبر سے اس کی قبل میں آئے گا تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے ﴿ **نساؤكم حرث لكم**﴾ نازل فرمائی یہاں پر دوسری یعنی جابر کی حدیث معتمد ہے اس لئے کہ وہ سبب کے متعلق نص ہے اور وہ نقل ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا قول نص نہیں ہے پس اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ وہ حکم کے لیے استنباط ہے اور اس کی تفسیر ہے۔

ثالثاً: أن يذكر كل واحد سبباً صريحاً للنزول غير الآخر فيعتمد هنا الصحيح دون الضعيف.

مثاله: ما أخرجه الشيخان عن جندب قال: اشتكى النبي ﷺ فلم يقم ليلة او ليلتين، فأتته امرأة فقالت: يا محمد، ما أرى شيطانك الا قد تركك فأنزل الله ﴿ **والضحى. والليل**

۳- ہر ایک نزول کا صریح سبب بیان کرے جو دوسرے کا غیر ہو تو یہاں ضعیف کو چھوڑ کر صحیح پر اعتماد کیا جائے گا اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے شیخین نے جندبؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے اور آپ ایک یا دو راتیں قیام نہ فرما سکے تو آپ کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی اے محمد! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا شیطان آپ کو چھوڑ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے والضحیٰ

اذا سجی. ما ودعك ربك وما قلی﴾۔(سورة الضحی:١-٣)

وأخرج (الطبرانی): ان جرواً دخل بیت النبی ﷺ دخل تحت السریر فمات، فمکث النبی أربعة أیام لا ینزل علیه الوحی، فقال: یا خولة ما حدث فی بیت رسول الله ﷺ جبریل لا یأتینی؟ فقلت فی نفسی: لو هیات البیت وکنسته، فأهویت بالمکنسة تحت السریر فأخرجت الجرو، فجاء النبی ترعد لحیته. وکان اذا نزل علیه أخذته الرعدة. فأنزل الله: ﴿والضحی واللیل اذا سجی. الی قوله: ﴿فترضی﴾ فنعتمد علی الروایة الأولی لأنها فی الصحیحین. قال (ابن حجر) فی شرح البخاری قصة جبریل بسبب (الجرو) مشهورة لکن کونها سبب نزول الآیة غریب، وفی اسناده من لا یعرف فالمعتمد ما فی الصحیح.[1]

رابعاً: ان یستوی الاسنادان فی الصحة، فرجح احدهما علی الآخر لوجه من وجوه الترجیحات کذکر الراوی انه حضر القصة مثلا او نحو ذلك.

مثاله: ما اخرجه (البخاری) عن ابن مسعود قال: کنت امشی مع النبی ﷺ بالمدینة وهو یتوکأ علی عسیب، فمر بنفر من الیهود، فقال بعضهم، لو سألتموه، فقالوا: حدثنا عن

واللیل اذا سجی ما ودعك ربك وما قلی۔ نازل فرمائی۔

اورطبرانی نے بیان کیا ہے کہ ایک پلا حضرت نبی کریم ﷺ کے گھر میں داخل ہوگیا اور چارپائی کے نیچے چلا گیا اور مرگیا۔ حضرت نبی کریم ﷺ چار دن ٹھہرے آپ پر وحی نازل نہ ہوئی آپ نے فرمایا اے خولہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں کیا واقعہ ہوا ہے جبریل میرے پاس نہیں آتے میں نے اپنے دل میں کہا کاش آپ گھر کو درست کرتے اور اس میں جھاڑو دیتے میں جھاڑو کے ساتھ چارپائی کے نیچے جھکی اور میں نے پلے کو نکالا اور حضرت نبی کریم ﷺ لرزتی داڑھی کے ساتھ آئے آپ پر جب وحی نازل ہوئی تھی تو آپ کو کپکپی آ جاتی تھی سو اللہ تعالیٰ نے والضحی واللیل اذا سجی ... الی قوله فترضی۔ نازل کی۔ ہم پہلی روایت پر اعتماد کرتے ہیں اس لئے کہ وہ صحیحین میں ہے ابن حجر نے شرح بخاری میں جبریل کا مشہور واقعہ جو پلے کے باعث ہوا بیان کیا ہے لیکن اس کا آیت کے نزول کا سبب ہونا غریب ہے اور اس کی اسناد میں غیر معروف آدمی نہیں پس معتمد وہی ہے جو صحیح میں ہے۔

۴- یہ کہ دونوں اسناد صحت میں برابر ہوں اور ہم ایک کو دوسرے پر وجوہ ترجیحات میں سے کسی ایک وجہ سے ترجیح دیں جیسے مثال کے طور پر راوی کا یہ بیان کرنا کہ وہ واقعہ کے وقت حاضر تھا یا اس جیسی کوئی بات اس کی مثال وہ حدیث ہے جو بخاری نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ میں مدینہ میں حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ کھجور کی ایک شاخ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے پس آپ یہود کی ایک جماعت کے پاس سے گذرے تو ان میں سے ایک نے کہا

(١) أنظر: الأتقان، صفحہ٣٣۔

الروح، فقام ساعة ورفع رأسه، فعرفت انه يوحى اليه، حتى صعد الوحى ثم قال: ﴿ **قل الروح من امر ربى، وما اوتيتم من العلم الا قليلا**﴾۔ (سورة الاسراء:٨٥)

وما اخرجه (الترمذى) وصححه عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قالت قريش لليهود أعطونا شيئاً نسأل هذا الرجل عنه؟ فقالوا: اسألوه عن الروح، فأنزل الله ﴿**ويسئالونك عن الروح..**﴾ الاية.. فهذه الرواية تقتضى أنها نزلت بمكة، والاولى تقتضى انها نزلت بالمدينة، فترجح الرواية الاولى لأن (ابن مسعود) كان حاضر القصة، ثم ما رواه البخارى يرجع على ما رواه غيره.

کاش تم ان سے پوچھتے انہوں نے کہا ہم سے روح کے متعلق بیان کیجئے تو آپ کچھ دیر ٹھہرے رہے پھر اپنا سر اوپر کیا اور آپ کو معلوم ہوا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے حتی کہ وحی بند ہوگئی پھر آپ نے فرمایا **قل الروح من امر ربى وما اوتيتم من العلم الا قليلاً**۔ (الاسراء:۸۵) اور ترمذی نے جو روایت کی ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی طرف اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے کہ آپ نے فرمایا قریش نے یہود سے کہا ہمیں کوئی ایسی بتاؤ کہ ہم اس شخص سے اس کے متعلق پوچھیں؟ انہوں نے کہا اس سے روح کے متعلق پوچھو تو اللہ تعالیٰ نے **ويسئلونك عن الروح**۔ نازل فرمائی یہ روایت تقاضا کرتی ہے کہ یہ مکہ میں نازل ہوئی ہے اور پہلی روایت تقاضا کرتی ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے پس پہلی روایت کو ترجیح دی جائے گی اس لئے کہ حضرت ابن مسعودؓ واقعہ کے وقت موجود تھے پھر بخاری نے جو روایت کیا ہے اسے دوسروں کے بیان پر ترجیح دی جائے گی۔

خامساً: ان تكون كل من الروايتين صحيحة الاسناد، وان يكون بينهما تقارب فى المدة، فتنزل الآية او الآيات بسبب الحادثتين معاً، وننتهى الى الجمع بين الرواتين.

مثاله: ما أخرجه البخارى عن ابن عباس (رضى الله عنهما) أن هلال بن امية قذف امرأته عند النبى ﷺ بشريك بن سمحاء، فقال النبى ﷺ: البينة أوحدٌ فى ظهرك، فقال يا رسول الله: اذا رأى احدنا مع امرأته رجلاً ينطلق يلتمس البينة، فجعل النبى ﷺ يقول ((البينة أو حد فى ظهرك)) فقال: والذى بعثك بالحق انى لصادق، ولينزلن الله تعالىٰ ما يبرىء ظهرى من الحد،

۵- یہ کہ دونوں روایتیں صحیح الاسناد ہوں اور یہ کہ دونوں کے درمیان مدت میں تقارب ہو پس ایک آیت یا آیات معاً دو واقعات کے سبب سے نازل ہوں اور ہم دونوں روایتوں کے درمیان موافقت تک پہنچیں گے۔ اس کی مثال بخاری کی وہ روایت ہے جو بحوالہ حضرت ابن عباسؓ ہے کہ ہلال بن امیہ نے حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس اپنی بیوی پر شریک بن سماء سے تعلق کی تہمت لگائی، حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا دلیل پیش کرو یا تیری پشت پر حد لگائی جائے گی اس نے کہا یا رسول اللہ جب ہم میں سے کوئی اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو چلتا دیکھے گا تو وہ دلیل تلاش کرنے گا اور حضرت نبی کریم ﷺ کہنے لگے دلیل پیش کرو یا تیری پشت پر حد لگائی جائے گی اس نے کہا جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا

فنزل جبريل، وانزل الله عليه ﴿ والذين يرمون ازواجهم..﴾ حتى بلغ ﴿ ان كان من الصادقين﴾۔(سورة النور:٦)

ہے اس کی قسم میں سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور وہ بات نازل کرے گا جو میری پشت کو حد سے بری کر دے گی، پس جبریل نازل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ **والذين يرمون ازواجهم** سے لے کر **ان كان من الصادقين** تک آیات نازل فرمائیں۔

وما أخرجه (الشيخان) عن سهل بن سعد قال: جاء (عويمر بن نصر) الى (عاصم ابن عدى) فقال: اسال رسول الله عن رجل وجد مع امراته رجلاً أيقتله فيقتل به ام كيف يصنع؟ فسال (عاصم) رسول الله ﷺ فعاب السائل، فأخبر عاصم عويمراً، فقال: والله لآتين رسول الله فلأسألنه، فأتاه فقالﷺ: انه قد انزل فيك وفى صاحبتك قرآن وتلا الآية الكريمة ﴿**والذين يرمون ازواجهم، ولم يكن لهم شهداء الا انفسهم...**﴾ الاية.

شیخین نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ عویمر بن نصر، عاصم بن عدی کے پاس آئے اور کہا اس شخص کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھئے جو اپنی بیوی کے ساتھ ایک شخص کو پائے کیا وہ اسے قتل کر دے وہ اسے قتل کر دے یا کیا کرے؟ عاصم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے سائل کے بارے میں ناگواری کا اظہار کیا تو عویمر نے عاصم کو بتایا تو اس نے کہا قسم بخدا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر ان سے پوچھوں گا وہ حضورؐ کے پاس حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے اور تیری بیوی کے متعلق قرآن نازل ہو چکا ہے اور آپ نے آیت **والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهداء الا انفسهم** کی تلاوت فرمائی اور ان دونوں کے درمیان موافقت کا طریق یہ بھی ہے کہ ہم کہیں کہ پہلا واقعہ ھلال کو پیش آیا اور اتفاقاً عویمر کی آمد بھی ہوگئی تو یہ ان دونوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

وطريق الجمع بينهما ان نقول: ان اول من وقع له ذلك (هلال) وصادف مجئ (عويمر) أيضاً فنزل فيهما جميعاً.

قال ابن حجر: ولا مانع من تعدد الاسباب.

اور ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ تعدد اسباب سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

سادساً: ان لا يمكن الجمع بين الروايات الصحية، فيحمل على تعدد النزول وتكرره، لان المدة بينهما بعيدة.

۶- یہ کہ صحیح روایات کے درمیان موافقت ممکن نہ ہو تو اسے نزول کے تعدد و تکرر پر محمول کیا جائے گا اس لئے دونوں کے درمیان بعید مدت ہے اس کی مثال وہ ہے جو صحیحین میں المسیب سے مروی ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ آپ کی

مثاله: ما روى في الصحيحين عن (المسيب) قال: لما حضرت أبا طالب الوفاة

دخل علیه رسول الله وعند ابو جهل وعبدالله بن ابی امیة فقال: أی عمٍ قل (لا اله الا الله) کلمة احاج لك بها عند الله' فقال ابو جهل' وعبدالله' اترغب عن ملة عبدالمطلب' فلم یزالا یکلمانه حتی قال: هو علی ملة عبدالمطلب' فقال النبی ﷺ لا ستغفرن لك ما لم انه عن ذلك فنزلت ﴿ ما كان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین..﴾ الآیة. (سورة التوبة:۱۱۳)

ملاقات کو آئے اور ابو طالب کے پاس ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی موجود تھے آپ نے فرمایا اے چچا لا الہ الا اللہ کہہ یہ وہ کلمہ ہے جسے کے ساتھ میں اللہ کے ہاں تیرے لئے جھگڑوں گا۔ سو ابو جہل اور عبداللہ نے کہا' کیا تو ملت عبدالمطلب سے بے رغبتی کرے گا اور وہ مسلسل ابو طالب سے کلام کرتے رہے حتیٰ کہ اس نے کہہ دیا وہ ملت عبدالمطلب پر ہے حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے جب تک منع نہ کیا گیا میں آپ کے لیے بخشش طلب کروں گا تو یہ آیت ما كان للنبی والذین آمنوا معه ان یستغفروا للمشرکین۔ (التوبہ:۱۱۳) نازل ہوئی۔

وما اخرجه الترمذی عن علی (رضی الله عنه) قال: سمعت رجلاً یستغفر لأبویه وهما مشرکان فقلت تستغفر لأبویك وهما مشرکان: فقال: استغفر ابراهیم لأبیه وهو مشرك' فذکرت ذلك لرسول الله ﷺ فنزلت ﴿ما كان للنبی...﴾ الایة.

اور ترمذی نے حضرت علیؓ سے جو روایت کی ہے کہ میں نے ایک شخص کو اپنے والدین کے لیے بخشش طلب کرتے سنا اور وہ دونوں مشرک تھے میں نے پوچھا تو اپنے والدین کے لیے بخشش طلب کرتا ہے حالانکہ وہ دونوں مشرک ہیں اس نے کہا حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ کے لیے بخشش طلب کی ہے اور وہ مشرک تھا میں نے اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو ما كان للنبی.... کی آیت نازل ہو۔

وروی أیضا أن النبی صلی الله علیه وسلم خرج یوماً الی المقابر' فجلس الی قبر منها فناجاه طویلاً ثم بکی فقال: ان القبر الذی جلست عنده قبر امی' وانی استأذنت ربی فی الدعاء فلم یأذن لی فأنزل علی:﴿ ما كان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین﴾ الآیة.
قال السیوطی: فیجمع بین هذه الأحادیث بتعدد النزول.

نیز یہ روایت بھی ہے کہ ایک روز حضرت نبی کریم ﷺ قبرستان کی طرف گئے اور ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور اس سے طویل سرگوشی کی پھر فرمایا جس قبر کے پاس میں بیٹھا تھا وہ میری ماں کی قبر ہے اور میں نے اللہ سے ان کی بخشش کی دعا کی اجازت طلب کی تو اس نے مجھے اجازت نہ دی اور اس نے مجھ پر آیت ما كان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین نازل کی' سیوطی نے بیان کیا ہے ان احادیث کے درمیان تعدد نزول کے ساتھ موافقت پیدا کی جائے گی۔

هل العبرة بعموم اللفظ ام بخصوص السبب؟

اختلف علماء الاصول فی مسألته دقیقة وهی: هل العبرة بعموم اللفظ ام بخصوص السبب؟ أی أنه اذا وقعت حادثة فنزلت فی شأنها آیة کریمة، فهل یقتصر حکم هذه الآیة علی تلك الحادثة او الواقعة او الشخص الذی نزلت فیه، ام یتعدی الحکم الی الجمیع؟

فجمهور العلماء یذهبون الی ان العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب، وهذا هو الصحیح، وهناك رأی آخر بأن العبرة بخصوص السبب.

قال(السیوطی) رحمه الله فی کتابه: (الاتقان فی علوم القرآن).

"ومن الأدلة علی اعتبار عموم اللفظ احتجاج الصحابة وغیرهم فی وقائع بعموم آیات نزلت علی أسباب خاصة، کنزول آیة الظهار فی (سلمة بن صخر) وآیة اللعان فی شأن (هلال بن أمیة) وحد القذف فی رماة عائشه، ثم تعدی الحکم الی غیرهم لعموم اللفظ، وقد ورد عن (ابن عباس) ما یدل علی اعتبار العموم، فانه قال به فی آیة السرقة مع انها نزلت فی امرأة سرقت.. ثم روی عن (نجدة الحنفی) قال: سألت ابن عباس عن قوله تعالی ﴿ والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما﴾ (سورة المائدة:۳۸) أخاص أم عام؟ قال: بل عام. قال

کیا تعبیر لفظ کے عموم سے ہوتی ہے یا سبب کے خصوص سے:

علمائے اصول نے ایک دقیق مسئلے میں اختلاف کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا عبرت لفظ کے عموم سے ہوتی ہے یا سبب کے خصوص سے؟ یعنی جب کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو اس کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوتی ہے تو کیا اس آیت کا حکم اسی واقعہ یا حادثہ یا اس شخص پر ہی اکتفا کرتا ہے جس کے بارے میں نازل ہوئی ہے یا حکم سب پر متعدی ہوتا ہے۔ جمہور علماء کا خیال ہے کہ عبرت، لفظ کے عموم سے ہوتی ہے نہ کہ سبب کے خصوص سے اور یہی صحیح بات ہے اور ایک دوسری رائے بھی ہے کہ عبرت سبب کے خصوص سے ہوتی ہے۔ سیوطی نے اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں بیان کیا ہے کہ لفظ کے عموم سے عبرت حاصل کرنے والوں کی ایک دلیل صحابہ اور دوسرے لوگوں کا واقعات میں آیات کے عموم سے دلیل پکڑنا ہے جو خاص اسباب پر نازل ہوئی ہیں جیسے مسلمہ بن صخر کے بارے میں آیت ظہار کا نزول ہوا اور ہلال بن امیہ کے بارے میں آیت لعان کا نزول ہوا اور حضرت عائشہؓ پر تہمت کے بارے میں حد قذف کا نزول ہوا پھر لفظ کے عموم کے باعث حکم دوسروں تک متعدی ہو گیا اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے جو اعتبار العموم پر دلالت کرتی ہے آپ نے یہ بات آیت سرقہ کے متعلق کہی ہے حالانکہ وہ ایک عورت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے چوری کی تھی پھر نجدۃ الحنفی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے قول والسارق والسارقة فاقطعوا أیدیهما۔ (المائدہ:۳۸) کے متعلق پوچھا کہ یہ خاص ہے یا عام؟ آپ نے فرمایا عام ہے۔ ابن تیمیہ نے فرمایا ہے اس باب میں

(ابن تیمیة) قد یجيئ كثیراً من هذا الباب قولهم: هذه الآیة نزلت فی كذا. لاسیما ان كان المذكور شخصاً. كقولهم ان آیة الظهار نزلت فی امرأة (ثابت بن قیس) وان آیة الكلالة نزلت فی (جابر بن عبدالله) وان قوله تعالیٰ ﴿ ان احكم بینهم بما انزل الله﴾ (سورة المائدة:٤٩) نزلت فی بنی قریظة وبنی النضیر، ونظائر ذلك. فالذینَ قالوا ذلك لم یقصدوا ان حكم الآیة یختص بأولئك الأعیان دون غیرهم، فان هذا لا یقوله مسلم ولا عاقل علی الاطلاق. وقال (الزمخشری) فی تفسیر سورة الهمزة: یجوز أن یكون السبب خاصاً، والوعید عاماً لیتناول كل من باشر ذلك القبیح، ولیكون ذلك جاریاً مجری التعریض[1] والله تعالیٰ اعلم.

بکثرت ان کا یہ قول آئے گا کہ (هذه الآیة نزلت فی كذا) یعنی یہ آیت فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے خصوصاً جب مذکور شخص ہو جیسے کہ ان کا قول ہے کہ آیت ظہار ثابت بن قیس کی بیوی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کلالہ کی آیت جابر بن عبداللہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ان احكم بینهم بما انزل الله کی آیت بنی قریظہ اور بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس جیسی دوسری آیات جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے ان کا مقصد یہ نہ تھا کہ آیت کا حکم دوسروں کو چھوڑ کر انہی اعیان کے ساتھ مخصوص ہے یہ بات علی الاطلاق کوئی مسلمان اور عقلمند نہیں کہتا اور زمخشری نے سورۃ الھمزہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جائز ہے کہ سبب خاص ہو اور وعید عام ہوتا کہ وہ ہر اس شخص کو حاوی ہو جو اس قبیح کا ارتکاب کرے تا کہ یہ تعریض کے راستے پر جاری ہو۔ واللہ اعلم۔

(١) انتهی بتصرف من كتاب (الاتقان فی علوم القرآن).

الفصل الثالث

حكمة نزول القرآن مفرقاً

نزول القرآن الكريم:

شرف الله هذه الأمة المحمدية، فأنزل عليها كتاب المعجز. خاتمة الكتب السماوية. ليكون دستوراً لحياتها، وعلاجاً لمشاكلها. وبلسماً شافياً لعللها وأمراضها، وآية مجد وفخار على اصطفاء هذه الامة، واختيارها لحمل أقدس الرسالات السماوية، حيث أكرمها الله بانزال أشرف كتاب، وخصها بالانتساب الى اشرف مخلوق(محمد بن عبدالله)ﷺ. وبنزول هذا القرآن اكتمل عقد الرسالات السماوية، فشع النور على العالم، وسطع الضياء على الكون، ووصلت هداية الله الى الخلق، وكان هذا النزول بواسطة امين السماء (جبريل) عليه السلام، يهبط به على قلب النبيﷺ ليبلغه وحي الله، وفي ذلك يقول الله جل ثناؤه﴿نزل به الروح الامين. على قلبك لتكون من المنذرين. بلسان عربي مبين﴾۔(سورة الشعراء: ١٩٣-١٩٥)

كيف نزل القرآن الكريم؟

للقرآن الكريم تنزلان:

تیسری فصل

قرآن مجید کے الگ الگ نازل ہونے کی حکمت

قرآن کریم کا نزول:

اللہ تعالیٰ نے اس امت محمدیہ کو شرف بخشا ہے اور اس پر اپنی معجز کتاب نازل کی ہے۔ جو سماوی کتب کی آخری کتاب ہے۔ تا کہ وہ اس کی زندگی کا دستور اور اس کی مشکلات کا علاج اور اس کی امراض وعلل کا شفا دہندہ علاج ہو اور اس امت کے چناؤ اور پاکیزہ رسالات کے اٹھانے کے لیے اس کے انتخاب پر فخر وبزرگی کا نشان ہو وہ یوں کہ اللہ نے اشرف کتاب کے نازل کرنے سے اسے عزت دی ہے اور اسے اشرف مخلوق محمد بن عبداللہ کے انتساب سے خاص کیا ہے اور قرآن کے نزول سے رسالات سماویہ کی تکمیل ہوگئی پس نور، عالم پر پھیل گیا اور روشنی کائنات پر چھا گئی اور اللہ کی ہدایت مخلوق تک پہنچ گئی اور یہ نزول امین السماء حضرت جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے ہوا وہ قرآن کو لے کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر اترتے تھے تا کہ آپ کو اللہ کی وحی پہنچائیں اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نزل به الروح الامين على قلبك لتكون من المنذرين بلسان عربي مبين۔(سورة الشعراء:۱۹۳-۱۹۵)

قرآن کریم کیسے نازل ہوا؟

قرآن کریم کے دو تنزل ہیں۔

الأول: من اللوح المحفوظ الى السماء الدنيا (جملة واحدة) في ليلة القدر.

الثاني: من السماء الدنيا الى الأرض (مفرقاً) في مدة ثلاث وعشرين سنة.

أما التنزل الأول: فقد كان في ليلة مباركة من ليالي الدهر هي (ليلة القدر) انزل فيه القرآن كاملاً الى (بيت العزة) في السماء الدنياء ويدل عليه عدة نصوص وهي:

آ- قوله تعالىٰ: ﴿**حم. والكتاب المبين. انا انزلناه في ليلة مباركة انا كنا منذرين**﴾۔(سورة الدخان:١-٣)

ب-وقوله تعالىٰ: ﴿ **انا انزلناه في ليلة القدر، وما ادراك ما ليلة القدر**﴾۔(سورة القدر:١-٢)

ج- وقوله تعالىٰ: ﴿ **شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان**﴾۔(سورة البقرة:١٨٥)

فقد دلت هذه الآيات الثلاث على ان القرآن انزل في ليلة واحدة، توصف بأنها مباركة، وتسمى (ليلة القدر) وهي من ليالي شهر رمضان، ويتعين ان يكون هذه النزول هو النزول الأول الى بيت العزة في السماء لانه لو اريد به النزول الثاني على النبيﷺ لما صح ان يكون في ليلة واحدة، وفي شهر واحد هو (شهر رمضان) لأن القرآن انما نزل في مدة طويلة هي مدة البعثة ٢٣ سنة، ونزل في غير رمضان في

اول: لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے سماء دنیا تک یک بارگی تنزل۔

دوم: سماء دنیا سے زمین تک ۲۳ سال کی مدت میں الگ الگ تنزل۔

پہلا تنزل: زمانے کی راتوں میں سے ایک مبارک رات میں ہوا اور وہ لیلۃ القدر ہے اس میں قرآن کامل طور پر آسمان دنیا میں بیت العزۃ کی طرف اتارا گیا اور اس پر کئی نصوص دلالت کرتی ہیں۔

ا- **حم والكتاب المبين انّا انزلناه في ليلة مباركة انا كنا منذرين**۔(الدخان:١-٣)

ب- **انا انزلناه في ليلة القدر وما ادراك ما ليلة القدر**۔(القدر:١-٢)

ج- **شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن هدیً للناس وبينات من الهدى والفرقان**۔(البقرہ:١٨٥)

یہ تینوں آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن ایک رات میں نازل کیا گیا ہے جس کی صفت یہ ہے کہ وہ برکت والی رات ہے اور لیلۃ القدر کے نام سے موسوم ہے اور ماہ رمضان کی راتوں میں سے ہے اور یہ بات متعین ہے کہ یہ نزول وہ نزول اول ہے جو آسمان میں بیت العزۃ کی طرف ہوا ہے اس لئے کہ اگر اس سے حضرت نبی کریم ﷺ پر ہونے والا نزول مراد لیا جائے تو یہ درست نہ ہوگا کہ یہ ایک ہی رات میں اور ایک ہی ماہ (ماہ رمضان) میں ہوا اس لئے کہ قرآن طویل مدت میں ہی نازل ہوا اور وہ بعثت کی ۲۳ سالہ مدت

جميع الأشهر' فتعين ان يكون المراد به (النزول الأول) وقد جاء ت الاخبار الصحيحة تؤيد ذلك منها:

آ- عن ابن عباس رضى الله عنهما انه قال: (فُصل القرآن من الذكر فوضع فى بيت العزة من السماء الدنيا' فجعل جبريل ينزل به على النبى ﷺ)(۱)

ب- وعن ابن عباس رضى الله عنهما انه قال: (انزل القرآن جملة واحدة الى سماء الدنيا' وكان بمواقع النجوم' وكان الله ينزله على رسوله ﷺ بعضه فى إثر بعض).(۲)

ج- وروى عن ابن عباس رضى الله عنهما انه قال: (انزل القرآن فى ليلة القدر فى شهر رمضان الى سماء الدنيا جملة واحدة' ثم انزل نجوماً)(۳) قوله نجوماً: أى أجزاء متفرقة.

فهذه الروايات الثلاث رواها السيوطى فى كتابه (الاتقان فى علوم القرآن) وبين انها كلها صحيحة' كما روى (السيوطى) أيضا عن ابن عباس رضى الله عنهما انه سأله (عطية بن الأسود) فقال: (أوقع فى قلبى الشك قوله تعالىٰ: ﴿شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن﴾

ہے اور یہ رمضان کے علاوہ سب مہینوں میں نازل ہوا ہے پس متعین ہو گیا کہ اس سے مراد نزول اول ہے اور اس بارے میں صحیح روایات بھی آئی ہیں جو اس کی تائید کرتی ہیں (ان روایات میں سے کچھ درج ذیل ہیں)۔

ا- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ قرآن الذکر سے الگ ہوا اور آسمان میں بیت العزۃ میں رکھا گیا اور جبریل نے حضرت نبی کریم ﷺ پر نازل کیا۔(اسے حاکم نے روایت کیا ہے)

ب- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قرآن یکبارگی آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے اترتا تھا اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے رسول ﷺ پر اس کا کچھ حصہ کچھ حصے کے بعد نازل کرتا تھا۔ (اسے حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے)۔

ج- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: قرآن' لیلۃ القدر میں ماہ رمضان میں یکبارگی آسمان دنیا کی طرف نازل کیا گیا پھر متفرق اجزاء کی صورت میں اتارا گیا۔ یہ تینوں روایات سیوطی نے اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں روایت کی ہیں اور واضح کیا ہے کہ یہ سب کی سب صحیح ہیں ایسے ہی سیوطی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ عطیہ بن الاسود نے آپ سے پوچھا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کے (قول شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن) اور (انا انزلناه فى ليلة القدر) نے شک ڈال دیا ہے جب کہ یہ

---

(۱) رواه الحاكم.

(۲) رواه الحاكم والبيهقى.

(۳) رواه الطبرانى.

وقوله: ﴿ انا انزلناه فی لیلة القدر﴾ وهذا انزل فی شوال، وفی ذی القعدة، وفی ذی الحجة، وفی المحرم وصفر، وشهر ربیع، فقال ابن عباس: انه انزل فی رمضان فی لیلة القدر، جملة واحدة، ثم انزل علی مواقع النجوم رسلاً فی الشهور والایام). یرید بقوله (مواقع النجوم) وبقوله (رسلاً) ای انه انزل منجماً مفرقاً، یتلو بعضه بعضاً علی تؤدة ورفق. وذکر (السیوطی) ان القرطبی نقل حکایة الاجماع علی نزول القرآن جملة من اللوح المحفوظ الی بیت العزة فی السماء الدنیا. ولعل الحکمة فی هذا النزول هی: تفخیم أمر القرآن، وأمر من نزل علیه، باعلام سکان السموات السبع أن هذا آخر الکتب المنزلة علی خاتم الرسل لأشرف الأمم قد قربناه الیهم لننزله علیهم.

قال السیوطی: (ولو لا أن الحکمة الالهیة اقتضت وصوله الیهم منجماً بحسب الوقائع لهبط به الی الارض جملة کسائر الکتب المنزلة قبله، ولکن الله سبحانه باین (أی خالف) بینه وبینها، فجعل له الأمرین: إنزاله جملة، ثم انزاله مفرقاً، تشریفاً للمنزل علیه).(۱)

۲. التنزیل الثانی:

وأما التنزیل الثانی فقد کان من السماء الدنیا علی قلب النبی ﷺ منجماً (ای مفرقاً) فی مدة ثلاث وعشرین سنة وهی من حین البعثة الی

شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، صفر اور ربیع الاول میں نازل ہوا ہے حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ رمضان میں لیلۃ القدر میں یکبارگی نازل ہوا ہے اور ماہ وایام میں آہستہ آہستہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہوا ہے۔ مواقع النجوم اور رسلاً سے مراد یہ ہے کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے الگ الگ ہو کر نازل ہوا ہے اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کے پیچھے نرمی اور آہستگی سے آتا رہا ہے اور سیوطی نے بیان کیا ہے کہ قرطبی نے قرآن کے لوح محفوظ سے آسمان دنیا میں بیت العزۃ کی طرف نازل ہونے پر اجماع بیان کیا ہے اور شاید اس نزول میں قرآن کی شان اور جس پر قرآن نازل ہوا ہے اس کی شان کی عظمت ہے ساتوں آسمانوں کے باشندوں کو بتانے میں کہ یہ منزل کتب میں سے خاتم الرسل پر نازل ہونے والی آخری کتاب، اشرف امت کے لیے ہے اور ہم نے اسے ان پر اتارنے کے لیے ان کے قریب کیا ہے سیوطی نے بیان کیا ہے کہ (اگر حکمت الٰہیہ کا واقعات کے مطابق ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ان تک اس کے پہنچنے کا اقتضاء نہ ہوتا تو وہ اسے اس سے پہلی منزلہ کتب کی طرف یکبارگی اتارتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے اور ان کتب کے درمیان فرق کیا ہے اور جس پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے اس کو عزت دینے کے لیے دو کام کئے ہیں اس کا یکبارگی نازل کرنا اور پھر اس کا الگ الگ نازل کرنا۔

تنزیل ثانی:

دوسرا تنزل آسمان دنیا سے حضرت نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک پر ۲۳ سال کی مدت میں جو بعثت سے آپ کی وفات تک ہے، ٹکڑے ٹکڑے اور الگ الگ ہو کر ہوا اور اور

(۱) أنظر: الأتقان، ص۴۲..

حين وفاته صلوات الله وسلامه عليه. والدليل على هذا النزول وأنه نزل منجماً قول الله تعالىٰ في سورة الاسراء:

أ- ﴿ **وقرآنا فرقناه لتقراه على الناس على مكث' ونزلناه تنزيلا** ﴾ (سورة الاسراء:١٠٦) وقوله تعالىٰ في سورة الفرقان:

ب-﴿ **وقال الذين كفروا لو لا نزل عليه القرآن جملة واحدة كذلك لنثبت به فؤادك ورتلناه ترتيلا** ﴾-(سورة الفرقان:٣٢)

روى ان اليهود والمشركين عابوا على النبي ﷺ نزول القرآن مفرقاً' واقترحوا عليه ان ينزل جملة واحدة حتىٰ قال اليهود له: يا أبا القاسم لو لا أنزل هذا القرآن جملة واحدة كما أنزلت التوراة على موسىٰ' فأنزل الله هاتين الآيتين رداً عليهم' وهذا الرد. كما يقول الزرقاني. يدل على أمرين:

أحدهما: ان القرآن نزل مفرقاً على النبي ﷺ.

والثاني: ان الكتب السماوية قبله نزلت جملة' كما اشتهر ذلك بين جمهور العلماء حتىٰ كاد يكون إجماعاً.

ووجه الدلالة على هذين الأمرين: أن الله تعالىٰ لم يكذبهم فيما ادعوا من نزول الكتب السماوية جملة' بل أجابهم ببيان الحكمة في نزول القرآن مفرقاً ولو كان نزول الكتب السماوية مفرقاً كالقرآن لرد عليهم بالتكذيب'

اس نزول پر کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے کہ:

ا- وقرآنا فرقناه لتقراه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا۔ (الاسراء:١٠٦) اور سورہ الفرقان میں اللہ کا یہ قول بھی ہے کہ:

وقال الذين كفروا لو لا نزل عليه القرآن جملة واحدة كذلك لنثبت به فوادك ورتلناه ترتيلا۔ (الفرقان:٣٢)

بیان کیا گیا ہے کہ یہود اور مشرکین نے قرآن کے مفرق نازل ہونے پر حضرت نبی کریم ﷺ پر عیب لگایا اور آپ سے خواہش کی کہ وہ یکبارگی نازل کریں حتی کہ یہود نے آپ سے کہا اے ابوالقاسم یہ قرآن یکبارگی کیوں نازل نہیں ہوا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دو آیتیں ان کے رد میں نازل کی اور زرقانی کے قول کے مطابق یہ رد دو باتوں پر دلالت کرتا ہے۔

ایک یہ کہ قرآن حضرت نبی کرم ﷺ پر مفرق صورت میں اترا ہے۔

دوسرے یہ کہ اس سے پہلی کتب ساویہ یکبارگی نازل ہوئی ہیں جیسا کہ جمہور علماء کے درمیان یہ مشہور بات ہے گویا کہ اس پر اجماع ہوگیا ہے۔

اوران دو باتوں پر دلالت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کتب ساویہ کے یکبارگی نزول کے بارے میں جو دعویٰ کیا ہے اللہ نے اس میں ان کی تکذیب نہیں کی بلکہ مفرق نزول قرآن میں جو حکمت تھی اسے بیان کر کے ان کو جواب دیا ہے ان کی تکذیب کرتا کہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرنا اللہ کی

وباعلان ان التنجيم هو سنة الله فيما انزل على الأنبياء من قبل' كما رد عليهم حين طعنوا على الرسول وقالوا: ﴿ ما لهذا الرسول يأكل الطعام ويمشي في الأسواق﴾(سورة الفرقان:٧) رد عليهم بقوله ﴿ وما أرسلنا قبلك من المرسلين الا انهم لياكلون الطعام ويمشون في الاسواق﴾.[1] (سورة الفرقان:٢٠)

سنت ہے اور پہلے انبیاء پر جو کچھ نازل ہوا وہ بھی اسی سنت کے مطابق تھا جیسے اس نے ان کا اس وقت رد کیا جب انہوں نے رسول ﷺ کو طعنہ دیا کہ ما لهذا الرسول يا كل الطعام ويمشى فى الاسواق (الفرقان:۷) اس رسول کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس قول سے ان کا رد کیا وما ارسلنا قبلك من المرسلين الا انهم لياكلون الطعام ويمشون في الاسواق۔ (الفرقان:۲۰) اور تجھ سے پہلے ہم نے جو رسول بھیجے وہ بھی کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلے تھے۔

حكمة نزول القرآن منجماً:

لنزول القرآن الكريم منجماً (أي مفرقاً) حكم جليلة' وأسرار عديدة عرفها العالمون' وغفل عنها الجاهلون' ونستطيع أن نجملها فيما يأتي وهي:

أولا: تثبيت قلب النبيﷺ امام اذى المشركين.

ثانياً: التلطف بالنبي ﷺ عند نزول الوحي.

ثالثاً: التدرج في تشريع الاحكام السماوية.

رابعاً: تسهيل حفظ القرآن وفهمه على المسلمين.

خامساً: مسايرة الحوادث والوقائع' والتنبيه عليها في حينها.

سادساً: الارشاد الى مصدر القرآن' وأنه

قرآن کے مفرق نزول کی حکمت:

قرآن کے مفرق نزول کی بڑی حکمتیں اور متعدد اسرار ہیں جنہیں علماء نے معلوم کیا ہے اور جاہل ان سے غافل رہے ہیں ہم ان کو مجمل طور پر بیان کرتے ہیں۔

اول۔مشرکین کی اذیتوں کے مقابل حضرت نبی کریم ﷺ کے دل کو مضبوط کرنا۔

دوم۔نزول وحی کے وقت حضرت نبی کریم ﷺ سے مہربانی کرنا۔

سوم۔ احکام سماویہ کی توضیح میں دھیرے دھیرے بڑھنا۔

چہارم۔مسلمانوں پر قرآن کے حفظ وفہم کو آسان کرنا۔

پنجم۔ واقعات وحوادث کے ساتھ ساتھ چلنا اور بروقت ان سے آگاہ کرنا۔

ششم۔قرآن کے سرچشمہ کی طرف راہنمائی کرنا کہ وہ

---

(١) أنظر: مناهل العرفان. ص٤٦.

تنزيل الحكيم الحميد.

ولنبدأ بشيء من التفصيل عن هذه الحكم العديدة' التي اجملناها فيما سبق فنقول ومن الله نستمد العون:

أولا: أما الحكمة الاولى وهي (تثبيت قلب النبيﷺ) فقد ذكرتها الآية الكريمة في معرض الرد على المشركين' حين اقترحوا أن ينزل القرآن جملة واحدة كما نزلت الكتب السماوية السابقة فرد الله عليهم بقوله ﴿**كذلك لنثبت به فؤادك ورتلناه ترتيلا**﴾(سورة الفرقان:٣٢)

وتثبيت قلب النبيﷺ انما هو رعاية من الله وتأييد لرسوله أمام تكذيب خصومه له وإيذائهم الشديد له ولأتباعه' فقد كانت الايات الكريمة تنزل على رسول الله ﷺ (تسلية) له وشحذاً لهمته للمضي في طريق الدعوة مهما اعترضته المصاعب والشدائد' وتقوية لقلبه الشريف' فقد تعهده الله سبحانه وتعالىٰ بما يخفف عنه الشدائد والآلام' فكان اذا اشتد الأذى عليه نزلت الآيات تسلية له وتخفيفاً عما يلقاه' وكانت التسلية تارة عن طريق قصص الأنبياء والمرسلين ليقتدى بهم في صبرهم وجهادهم كما قال تعالىٰ ﴿**ولقد كذبت رسل من قبلك فصبروا على ما كذبوا واوذوا حتى اتاهم نصرنا..**﴾(سورة الانعام:٣٤) الآية.وقوله تعالىٰ ﴿**فاصبر كما صبر أولوا العزم من الرسل**﴾. (سورة الاحقاف: ٣٥) وقوله ﴿**واصبر لحكم**

حکیم وحمید خدا کی تنزیل ہے۔

اب ہم ان متعدد حکمتوں کی کچھ تفصیل بیان کریں گے جنہیں ہم نے پہلے مجمل طور پر بیان کیا ہے اور ہم ان کو اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے بیان کریں گے۔

اول: پہلی حکمت (یعنی حضرت نبی کریم ﷺ کے قلب کو مضبوط کرنا) اس حکمت کا ذکر اس آیت میں ہے جس میں مشرکین کا رد کیا گیا ہے جب انہوں نے خواہش کی کہ وہ قرآن کو یکبارگی نازل کریں جیسا کہ سابقہ کتب ساویہ نازل ہوئی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے كذلك لنثبت به فؤادك ورتلناه ترتيلا سے ان کا رد کیا اس آیت کے مطابق حضورؐ کے دل کو مضبوط کرنا یہ اللہ کی طرف سے اپنے نبی کے لیے رعایت اور اپنے رسول کی تائید کرنا ہے اور یہ تائید و رعایت حضورؐ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو کفار کی طرف سے دی جانے والی سخت تکالیف اور جھگڑوں کی وجہ سے تھی۔ رسول اللہ ﷺ پر یہ آیات کریمہ طریق دعوت پر چلنے کے لیے نیز آپ کی ہمت بڑھانے کے لیے اور آپ کے قلب شریف کی تقویت کے لیے نازل ہوئی تھیں خواہ مصائب وشدائد کیسے ہی ہوں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں سے آپ کی حفاظت کی جو آپ کے شدائد و آلام کو ہلکا کرتی تھیں پس جب آپ پر اذیت سخت ہو جاتی تو آپ کی تسلی کے لیے اور جس تکلیف سے آپ دو چار ہوتے اس کی تخفیف کے لیے آیات نازل ہوتیں کبھی تسلی' انبیاء و مرسلین کے واقعات سے ہوتی تا کہ آپ صبر و جہاد میں ان کی پیروی کریں جیسے اللہ فرماتا ہے۔ ولقد كذبت رسل من قبلك فصبروا على ما كذبوا واوذوا حتى اتاهم نصرنا. پھر فرمایا فاصبر كما صبر اولوا العزم من الرسل پھر فرمایا واصبر لحكم ربك فانك

ربك فانك بأعيننا﴾۔(سورة :٤٨)

وقد أوضح الباري جلت عظمته الحكمة من ذكر قصص الأنبياء فقال وهو أصدق القائلين: ﴿ وكلا نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك' وجاء ك في هذه الحق وموعظة وذكرى للمؤمنين﴾۔(سورة هود:١٢٠) وتارة كانت التسلية عن طريق الوعد بالنصر والتأييد للنبي ﷺ كقوله تعالىٰ ﴿وينصرك الله نصراً عزيزاً﴾(سورة الفتح:٣) وكقوله ﴿ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين، انهم لهم المنصورون وان جندنا لهم الغالبون﴾. (سورة الصافات:١٧١-١٧٣)

وأخرى تكون التسلية عن طريق إخبار الرسول باندحار اعدائه وانهزامهم كما في قوله تعالىٰ ﴿سيهزم الجمع ويولون الدبر﴾.(سورة القمر:٤٥) وقوله ﴿قل للذين كفروا ستغلبون وتحشرون الى جهنم وبئس المهاد﴾.(سورة آل عمران:١٢)' الى آخر ما هنالك من ألوان في التخفيف عن قلب الرسول' وتطييب نفسه وفؤاده' ولا شك أن في تجدد نزول الوحي' وتكرر هبوط الأمين جبريل بالآيات البينات' التي فيها تسلية للنبيﷺ وفيها الوعد بالنصر والحفظ والتأييد' كان لها أعظم الأثر في تثبيت قلب الرسول لمتابعة الدعوة' والمضيّ في تبليغ الرسالة الالهية' لأن الله معه' وهل يشعر بالخذلان والفتور من كانت عناية الله تحوطه

باعيننا۔

اور باری تعالیٰ نے انبیاء کے واقعات کے ذکر کرنے کی حکمت یوں واضح کی ہے اور وہ اصدق القائلین ہے۔ وکلا نقص علیك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك وجاءك في هذه الحق وموعظة وذکری للمؤمنين۔(ھود:۱۲۰) اور کبھی تسلی مدد کے وعدے اور حضرت نبی کریم ﷺ کی تائید کے طریق سے ہوئی جیسے اللہ فرماتا ہے وینصرك الله نصراً عزیزاً۔(الفتح:۳) نیز فرماتا ہے ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين انهم لهم المنصورون وان جندنا لهم الغالبون۔(الصافات ۱۷۱-۱۷۳)

اور کبھی تسلی رسول اللہ ﷺ کے اپنے دشمنوں کی شکست اور ان کے دور ہونے کی خبر دینے سے ہوئی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سیھزم الجمع ویولون الدبر۔(القمر:۴۵) اور فرمایا ہے قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الى جهنم وبئس المهاد(آل عمران:۱۲) اسی طرح اور کئی طریقوں سے رسول اللہ ﷺ کے قلب سے غم کو ہلکا کرنے اور آپ کے دل کو خوش کرنے کے لیے خبریں دی گئی ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ نزول وحی کے تجدد اور جبریل امین کے آیات بینات کے ساتھ اترنے کے تکرر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی ہے اور اس میں مدد کا وعدہ اور حفظ وتائید ہوتی ہے اور اس کا دعوت کی متابعت اور رسالت الٰہیہ کی تبلیغ میں لگے رہنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی تثبیت قلب میں بڑا اثر ہے اس لئے کہ اللہ آپ کے ساتھ ہے اور کیا جسے اللہ کی عنایت گھیرے ہوئے ہو

وعينه ترعاه؟

ثانياً. أما الحكمة الثانية وهي: (التلطف بالنبي ﷺ) عند نزول الوحي، فقد كانت بسبب روعة القرآن وهيبته، كما قال تعالىٰ ﴿ إنا **سنلقى عليك قولاً ثقيلا**﴾-(سورة المزمل:٥) فالقرآن. كما هو مقطوع به. كلام الله المعجز، الذي له جلال و وقار، وهيبة وروعة وهو الكتاب الذي لو نزل على جبل لتفتت وتصدع من هيبته وجلاله كما قال تعالى ﴿ **لو أنزلنا هذا القرآن على جبل لرايته خاشعاً متصدعاً من خشية الله..**﴾. (سورة الحشر:٢١) فكيف اذا بقلب النبي الرقيق، هل يستطيع ان يتلقى جميع القرآن دون أن يتأثر ويضطرب ويشعر بروعة القرآن وجلاله!! ولقد اوضحت السيدة عائشة حالة الرسول حين ينزل عليه القرآن، وما يلاقيه من شدة وهول من أثر التنزيل، فقالت: (كما رواه البخاري) ولقد رأيته حين ينزل عليه الوحي في اليوم الشديد البرد فيفصم عنه (اى ينفصل) وان جبينه ليتفصد عرقاً) يتفصد: أي يتصبب عرقاً وذلك من شدة الوحي ووطأته على النبي ﷺ..

ثالثاً: وأما الحكمة الثالثة وهي: (التدرج في تشريع الاحكام) فقد كانت جلية واضحة، حيث سلك القرآن الكريم مع البشرية. وخاصة منهم العرب. طريق الحكمة ففطمهم عن

اور اس کی نگہداشت کر رہی ہو وہ کمزوری اور ذلت کا احساس کر سکتا ہے۔

دوم۔ اور دوسری حکمت نزول وحی کے وقت (حضرت نبی کریم ﷺ سے تلطف کرنا) ہے اور یہ قرآن کے ڈر اور ہیبت کے سبب ہوتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **إنا سنلقى عليك قولاً ثقيلا** (المزمل:۵) پس قرآن کریم جیسا کہ یہ قطعی بات ہے اللہ کا وہ معجز کلام ہے جسے جلال و وقار اور ڈر اور ہیبت حاصل ہے اور یہ وہ کتاب ہے کہ اگر اسے پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ اس کے جلال و ہیبت سے ریزہ ریزہ ہو جاتا جیسے کہ اللہ نے فرمایا ہے **لو أنزلنا هذا القرآن على جبل لرايته خاشعاً متصدعاً من خشية الله..** (الحشر:۲۱) پس اس وقت حضرت نبی کریم ﷺ کے قلب رقیق کی کیا حالت ہوگی کیا آپ طاقت رکھتے ہیں کہ آپ سارے قرآن کو کسی تاثر اضطراب اور قرآن کے ڈر اور جلال کے بغیر حاصل کر لیں اور سیدہ عائشہؓ نے رسول کریم ﷺ کی اس حالت کو جب آپ پر قرآن نازل ہوتا تھا۔ اور تنزیل کے اثر سے آپ جس شدت اور خوف سے دوچار ہوتے تھے۔ واضح کیا ہے آپ بیان کرتی ہیں جیسا کہ بخاری نے اسے روایت کیا ہے، میں نے آپ کو جب شدید سرد دن میں آپ پر وحی نازل ہوتی تھی، دیکھا سردی آپ سے دور ہو جاتی تھی اور آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپکتا تھا اور یہ شدت وحی اور حضرت نبی کریم ﷺ پر اس کے دباؤ کی وجہ سے ہوتا تھا۔

سوم: اور تیسری حکمت (احکام سماویہ کی توضیح میں دھیرے دھیرے بڑھنا) جلی اور واضح ہے اس لحاظ سے کہ قرآن کریم بشریت کے تقاضوں کی رعایت رکھتے ہوئے نازل ہوا خصوصاً ان میں سے عربوں کی رعایت کی حکمت کے

الشرك، وأحيا قلوبهم بنور الايمان، وغرس في نفوسهم حب الله ورسوله، والايمان بالبعث والجزاء، ثم انتقل بهم بعد هذه المرحلة. مرحلة تثبيت دعائم الايمان الى العبادات فبدأهم بالصلاة قبل الهجرة، ثم ثنى بالصوم وبالزكاة في السنة الثانية من الهجرة، ثم ختم بالحج في السنة السادسة منها، وكذلك فعل في العادات المتوارثة. زجرهم اولا عن الكبائر، ثم نهاهم عن الصغائر في شيء من الرفق، وتدرج بهم في تحريم ما كان مستأصلاً في نفوسهم كالخمر والربا والميسر، تدرجاً حكيماً، استطاع بذلك ان يقتلع الشر والفساد من جذوره اقتلاعاً كاملاً، ولنأخذ بعض الأمثلة على ذلك التشريع الحكيم، الذى نجح في انتهاجه القرآن، في معاجلة الأمراض الاجتماعية (تحريم الخمر) الذى كان داءً مستشرياً عند العرب، كيف استطاع ان يمحوه ويقضي عليه الاسلام؟ لقد انتهج القرآن في تحريمه أربع مراحل، كما هو الشأن في تحريم الربا، فلم يحرمه دفعة واحدة لانهم كانوا يتعاطون شرب الخمر كما يشرب الواحد منا الماء الزلال، فلم يكن من الحكمة ان يحرمه عليهم دفعة واحدة، وانما حرمه بالتدريج، فبدأ اولاً بالتنفير منه بطريقه غير مباشر فنزل قوله تعالىٰ ﴿ **ومن ثمرات النخيل والاعناب تتخذون منه سكراً ورزقاً حسنا..** ﴾.(سورة النحل:٦٧) الآية فقد اخبر تعالىٰ أنه قد انعم على

طریق سے نازل ہوا اور انہیں شرک سے چھڑایا اور ان کے دلوں کو نور ایمان سے زندہ کیا اور ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور بعث وجزاء پر ایمان کو راسخ کیا پھر اس مرحلہ کے بعد انہیں ایمان کے ستونوں کو مضبوط کرنے کا مرحلہ۔۔۔عبادات تک لے گیا اور ہجرت کے قبل نماز سے عبادات کا آغاز کیا پھر ہجرت کے دوسرے سال دو عبادتوں روزہ اور زکوۃ کا حکم دیا۔ پھر چھٹے سال میں حج پر اسے ختم کیا اور ایسے ہی آپ نے متوارث عادات میں کیا، پہلے آپ نے ان کو کبائر سے روکا پھر کچھ نرمی سے انہیں صغائر سے روکا پھر ان کے دلوں میں جو باتیں جڑ پکڑے ہوئے تھیں۔ ان کی تحریم کے بارے جیسے شراب اور سود اور جوا، ان کی تحریم کی طرف آپ انہیں حکمت کے ساتھ دھیرے دھیرے لے گئے۔ اس طرح آپ نے شر وفساد کے بیجوں کو ان کے جڑوں سے اکھیڑنے کی سکت پائی اب ہم اس حکیمانہ توضیح کی بعض مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جس پر چلنے سے قرآن، اجتماعی امراض کے معالجہ میں کامیاب ہوا۔

تحریم خمر: یہ عربوں کے نزدیک ایک سخت بیماری تھی، اسلام نے اس کے مٹانے اور خاتمے کی کیسے سکت پائی؟ قرآن کریم اس کی تحریم میں چار مراحل پر چلا جیسا کہ تحریم سود میں اس نے کیا قرآن کریم نے شراب کو ایک ہی دفعہ حرام قرار نہیں دیا اس لیے کہ عرب یوں شراب نوشی میں مشغول تھے جیسے ہم میں سے کوئی آب شیریں پیتا ہے اور یہ حکمت کی بات نہ تھی کہ قرآن اسے ان پر فوراً حرام قرار دے دیتا بلکہ قرآن نے اسے تدریجاً حرام کیا سب سے پہلے اس نے بالواسطہ طریق سے اس سے نفرت دلائی اور یہ قول الٰہی ومن ثمرات النخيل والاعناب تتخذون منه سكرا و رزقاً حسنا (النحل

الناس بهاتين الشجرتين (النخيل' والاعناب) يستخرجون منهما (السكر) أى الخمر الذى يسكر و (الرزق الحسن) الذى ينتفع منه الناس من مأكول ومشروب' فمدح الثاني ووصفه بأنه رزق حسن' وأخبر عن الأول بأنه (سكر) اى شيء يسكر ويذهب بعقل الانسان وبهذه المباينة فى الوصف يتضح لكل عاقل الفارق الكبير بين الأمرين المذكورين.

المرحلة الثانية: جاء التنفير المباشر عن طريق المقارنة العملية بين شيئين: شيء فيه نفع مادى ضئيل' وشيء فيه ضرر جسمي وصحي وعقلي جسيم' وفيه كذلك زيادة على الاضرار العظيمة مهلكة للانسان عن طريق وقوعه فى الاثم الكبير. استمع الى قوله تعالىٰ ﴿**يسئالونك عن الخمر والميسر' قل: فيهما اثم كبير' ومنافع للناس وإثمهما أكبر من نفعهما**﴾.(سورة البقرة:٢١٩) الآية. والمراد بالمنافع هنا: المنافع المادية التى كانوا يستفيدونها من وراء التجارة والبيع للخمر حيث يربحون منها' كما يربحون من وراء الميسر' وقد جمع القرآن بين الخمر والميسر فى الآية الكريمة' ولا شك ان النفع فى الميسر (مادى) بحت حيث يرجع بعض المقامرين فكذلك فى الخمر.

قال العلامة القرطبى فى تفسيره عند تفسير هذه الآية: قوله تعالى ﴿**ومنافع للناس**﴾ (أما فى الخمر' فربح التجارة' فانهم كانوا يجلبونها من

٦٧) نازل ہوا۔اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اس نے ان دو درختوں (انگور و کھجور) سے لوگوں کو نوازا ہے جن سے وہ نشہ آور شراب اور (رزق حسن) نکالتے ہیں جس سے لوگ ماکول و مشروب میں فائدہ اٹھاتے ہیں' پس اس نے دوسری چیز کی مدح کی ہے اور اسے رزق حسن سے تعبیر کیا اور پہلی چیز کے متعلق بتایا ہے کہ وہ نشہ آور چیز ہے اور وہ انسان کی عقل کو ختم کر دیتی ہے اور وصف کے اس فرق سے ہر عاقل پر وہ بڑا تضاد واضح ہو جاتا ہے جو دونوں مذکورہ امور کے درمیان پایا جاتا ہے۔

دوسرا مرحلہ:- دو چیزوں کے درمیان عملی موازنہ سے بلاواسطہ تنفیر آئی ایک چیز میں معمولی مادی فائدہ ہے اور دوسری چیز میں جسمانی' صحتی اور بڑا عقلی ضرر ہے اور ایسے ہی اس میں عظیم نقصانات کی زیادتی پائی جاتی ہے جو انسان کے بڑے گناہ میں پڑنے سے اسے ہلاک کر دینے والی ہے' قول الٰہی کو سنئے ﴿**يسئالونك عن الخمر والميسر' قل: فيهما اثم كبير' ومنافع للناس وإثمهما أكبر من نفعهما**﴾ (البقرہ ٢١٩) یہاں منافع سے مراد وہ مادی منافع ہیں جن سے وہ تجارت اور شراب کی فروخت کے بعد مستفید ہوتے تھے وہ ان سے یوں نفع حاصل کرتے تھے جیسے وہ جوئے سے نفع حاصل کرتے تھے قرآن کریم نے آیت کریمہ میں شراب اور جوئے کو اکٹھا کر دیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جوئے میں صرف مادی نفع ہے وہ یوں کہ بعض جوئے باز نفع حاصل کرتے ہیں ایسے ہی شراب میں بھی نفع ہے۔

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں اس آیت (ومنافع للناس) کی تفسیر کے موقع پر بیان کیا ہے کہ۔۔۔شراب میں تجارت کا نفع ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اسے ملک شام سے سستا خرید

الشام برخص، فيبيعونها في الحجاز بربح، هذا أصح ما قيل في منتفعها). وبالمقارنة بين هذين الشيئين تبين ان الاسلام نفر من الخمر عن طريق بيان اضرارها الجسيمة ولكنه لم يحرمها. وقد روى في سبب نزول هذه الآية ان جماعة من المسلمين فيهم عمر بن الخطاب جاء وا الى الرسول الكريم فقالوا يا رسول الله: اخبرنا عن الخمر؟ فإنها مذهبة للعقل، مضيعة للمال، منهكة للجسم؟ فأنزل الله عزوجل ﴿**يسألونك عن الخمر والميسر..**﴾ الآية.

وفي المرحلة الثالثة: كان التحريم للخمر، ولكنه كان (تحريماً جزئياً) حيث نزل قوله تعالى: ﴿ **يا أيها الذين آمنوا لا تقربوا الصلاة وأنتم سكارى حتىٰ تعلموا ما تقولون..**﴾. (سورة النساء:٤٣) الآية فقد حرم الله عليهم الخمر وقت الصلاة فقط حتى يصحوا من سكرهم، فكان المسلمون يشربونها ليلاً وفي غير أوقات الصلاة، وقد روى في سبب نزول هذه الآية ان (عبدالرحمن بن عوف) صنع وليمة فدعا اليها بعض الصحابة، قال (على بن ابى طالب): فدعانا وسقانا الخمر، فأخذت الخمر منا، وحضرت الصلاة فقد مونى لأصلى بهم إماماً فقرأت (قل يا أيها الكافرون. اعبد ماتعبدون. ونحن نعبد ما عبدتم) الى آخر ذلك

کرلاتے تھے اور حجاز میں اسے نفع کے ساتھ فروخت کرتے تھے اور اس کے انتفاع کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہ اس سب سے اصح ہے۔ اور ان دونوں چیزوں کے درمیان موازنہ سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ اسلام نے شراب سے اس کے جسمانی اضرار کے طریقہ بیان سے نفرت دلائی ہے لیکن اس نے اسے حرام قرار نہیں دیا اور اس آیت کے نزول کے سبب میں بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جن میں حضرت عمرؓ بن الخطاب بھی شامل تھے حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ہمیں شراب کے بارے میں بتائیے؟ یہ عقل کو ختم کردینے والی اور مال کو ضائع کردینے والی اور جسم کو کمزور کر دینے والی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ﴿**يسألونك عن الخمر والميسر**﴾ آیت نازل فرمائی۔

اور تیسرے مرحلے میں شراب کی تحریم ہوئی لیکن وہ جزئی تحریم تھی اور وہ یوں کہ آیت ﴿ **يا أيها الذين آمنوا لا تقربوا الصلاة وأنتم سكارى حتىٰ تعلموا ما تقولون..**﴾(النساء ۴۳) نازل ہوئی پس اللہ تعالیٰ نے فقط نماز کے وقت ان پر شراب کو حرام کیا حتیٰ کہ وہ اپنے نشے سے ہوش میں آ جائیں اور مسلمان اسے رات کو اور اوقاتِ نماز کے علاوہ بھی پیتے تھے اور اس آیت کے سبب نزول میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے دعوت کی اور بعض صحابہ کو بلایا حضرت علی بن ابی طالب بیان کرتے ہیں۔ کہ انھوں نے ہمیں بلایا اور ہمیں شراب پلائی تو شراب نے ہم پر اثر کیا اور نماز کا وقت آ گیا تو انہوں نے مجھے آگے کیا کہ انہیں امام بن کر نماز پڑھاؤں تو میں نے پڑھا (قل يا أيها الكافرون. اعبد ماتعبدون. ونحن نعبد ما عبدتم) الى آخر یعنی آپ نے نشے کی وجہ سے اس

أي أنه لسكره غيّر فيها، فنزلت الآية الكريمة.

وفي المرحلة الرابعة: وهي المرحلة الأخيرة كان التحريم الكلي، القاطع المانع، حيث نزل قوله تعالىٰ ﴿ يا ايها الذين آمنوا انما الخمر والميسر والأنصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون انما يريد الشيطان ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر، ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلاة، فهل انتم منتهون..﴾؟(سورة المائدة:٩٠-٩١) وسبب نزول هذه الآيات الكريمة على ما ذكره المفسرون هو: أن بعض الصحابة صلوا العشاء ثم شربوا الخمر وجلسوا يتسامرون، فلعبت الخمر في رؤوسهم وكان فيهم (حمزة بن عبدالمطلب) عم النبي ﷺ وكانت جارية صغيرة تنشدهم وتغنيهم، فقالت ضمن نشيدها:

ألا ياحمز للشرف النواء
وهن معقلات بالفناء

تهيج حمزة على النوق (الابل) التي كانت بجوار الدار، فقام حمزة فجب اسنمة ناقتي (علي) وبقر خاصرتيهما. وهو في حالة السكر. فأخبر علي بذلك فتألم اشد الألم وذهب الى النبي ﷺ يشكو اليه ما فعل عمه (حمزة) فجاء النبي ﷺ اليه يعاتبه ويلومه على صنيعه، فجعل حمزة ينظر اليه نظرة غريبة (يصوب بصره ويخفضه) ثم خاطبه النبي ﷺ ومن معه بقوله:

میں تبدیلی کر دی تو آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور چوتھے مرحلے میں اور یہ آخری مرحلہ ہے، کلی تحریم ہو گئی جو قاطع اور مانع تحریم ہے اللہ کا قول ﴿ یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والأنصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر، ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلاة، فھل انتم منتھون..﴾؟ (سورۃ المائدہ ۹۰۔۹۱) اور مفسرین نے ان آیات کریمہ کا سبب نزول یوں بیان کیا ہے کہ بعض صحابہ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر شراب پی اور داستان سرائی کے لیے بیٹھ گئے تو شراب نے ان سب کو مدہوش کر دیا اور ان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بھی شامل تھے اور ایک چھوٹی لڑکی ان کو گانا سنا رہی تھی اور اس نے اپنے گانے کے دوران کہا۔۔۔ (اشعار کا ترجمہ یہ ہے)

اے حمزہ جو فربہ اور عمدہ اونٹنیوں کے لیے ہے
وہ صحن میں بندھی ہوئی ہیں۔

حمزہؓ جوش میں آ کر ان اونٹنیوں پر جو گھر کے قریب تھیں، برانگیختہ ہو گئے حمزہ اٹھے اور حضرت علیؓ کی دو اونٹنیوں کی کوہانیں کاٹ دیں اور دونوں کے پہلو پھاڑ دیئے (اور وہ نشہ کی حالت میں تھے) حضرت علیؓ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ کو سخت دکھ ہوا اور وہ حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس ان کی شکایت کرنے گئے سو حضرت نبی کریم ﷺ ان کے فعل پر انھیں ملامت کرتے ہوئے آئے اور حمزہؓ آپ کی طرف عجیب وغریب نظروں سے دیکھنے لگے (اپنی نظر کو اوپر اور نیچے

وهم انتم إلا عبيد لأبي؟ فعلم رسول الله ﷺ ان عمه ثمل (أي سكران) فلم يؤاخذه، فقال عمر عندئذ: اللهم بين لنا في الخمر بياناً شافياً، فأنزل الله ﴿ انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس﴾ الآية. وهكذا تم تحريم الخمر تحريماً (بالتدرج) فكان في ذلك اعظم حكمة جليلة سلكها الاسلام في معالجة الامراض الاجتماعية، وقد جاء في كتاب (مناهل العرفان) للزرقاني ما نصّهُ: (وتدرج الاسلام بهم في تحريم ما كان مستأصلاً فيهم كالخمر، تدرجاً حكيماً حقق الغاية، وانقذهم من كابوسها في النهاية، وكان الاسلام في انتهاج هذه الخطة المثلى أبعد نظراً، وأهدى سبيلاً، وأنجح تشريعاً، وأنجع سياسة، من تلكم الأمم المتمدنة المتحضرة التي افلست في تجريم الخمر على شعوبها افظع افلاس، وفشلت امر فشل، وما عهد امريكا في مهزلة تحريمها الخمر ببعيد! أليس ذلك إعجازاً للاسلام في سياسة الشعوب، وتهذيب الجماعات، بلى والتاريخ من الشاهدين.

اما الحكمة الرابعة: فهي:(تسهيل حفظ القرآن) على المسلمين، وفهمهم وتدبرهم له، فمن المعلوم ان العرب كانوا أميين (أي لا يقرأون ولا يكتبون) وقد سجل القرآن الكريم عليهم ذلك في قوله تعالىٰ ﴿ هو الذى بعث في الأميين رسولاً منهم يتلو عليهم

کرتے ہوئے) پھر آپ کے چچا نے حضرت نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم اور وہ میرے باپ کے غلام ہو' سو رسول کریم ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ وہ نشے میں ہیں آپ نے ان سے مواخذہ نہ کیا اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ' شراب کے بارے میں ہمارے لیے واضح بیان دے تو اللہ تعالیٰ نے ﴿ انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس﴾ آیت نازل فرمائی اس طرح تدریجاً خمر کی تحریم مکمل ہوئی اور اس میں بڑی جلیل القدر حکمت تھی جس کو اسلام نے اجتماعی امراض کے معالجہ کے لیے اختیار کیا اور زرقانی کی کتاب مناہل العرفان میں آیا ہے کہ ''اسلام حکیمانہ تدریج کے ساتھ دھیرے دھیرے ان کو ان باتوں کی تحریم تک لے گیا جو ان میں شراب پی کر جڑ پکڑ چکی تھیں اس نے مقصد کو پورا کیا اور بالآخر انہیں اس کے کابوس سے بچایا اور اسلام اس افضل طرز پر چلنے میں ان متمدن اور مذہب قوموں سے زیادہ دوررس نظر والا زیادہ صحیح راستے والا زیادہ کامیاب قانون سازی کرنے والا اور زیادہ فائدہ بخش سیاست والا تھا۔ جنہوں نے تحریم خمر کے بارے میں اپنے عوام پر بدترین افلاس مسلط کر دیا ہے اور بری طرح ناکام ہوئی ہیں اور امریکہ نے شراب کی تحریم کے بارے میں جو کمزوری دیکھی ہے وہ بعید نہیں ہے کیا عوام کی سیاست اور جماعتوں کی تہذیب میں یہ اسلام کا اعجاز نہیں ہے' ہاں ہے اور تاریخ شاہدین میں سے ہے۔

چوتھی حکمت:۔ مسلمانوں پر حفظ قرآن اور اس کے فہم و تدبر کو آسان کرنا ہے یہ بات معلوم ہی ہے کہ عرب امی تھے (یعنی پڑھتے لکھتے نہ تھے) اور قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کے قول۔ ﴿ هو الذى بعث في الأميين رسولاً منهم يتلو

آياته..﴾.(سورة الجمعة:٢) الاية. كما كان صلوات الله عليه أمياً كذلك ﴿الذين يتبعون الرسول النبی الامی﴾.(سورة الأعراف:١٥٧) فاقتضت حكمة الله ان ينزل كتابه المجيد (منجماً) ليسهل حفظه على المسلمين' لأنهم كانوا يعتمدون على ذاكرتهم' فكانت صدورهم انا جيلهم' كما ورد فی وصف امة محمدﷺ' وأدوات الكتابة لم تكن ميسورة لدى الكاتبين منهم على ندرتهم' فلو نزل القرآن جملة واحدة لعجزوا عن حفظه' وعجزوا بالتالی عن تدبره وفهمه!!

اما الحكمة الخامسة: فهی: (مسايرة الحوادث والوقائع فی حينها) والتنبيه على الاخطاء فی وقتها' فان ذلك اوقع فی النفس وأدعى الى أخذ العظة والعبرة منها عن طريق (الدرس العملی) فكلما جد منهم جديد نزل من القرآن ما يناسبه' وكلما حصل منهم خطأ او انحراف نزل القرآن بتعريفهم وتنبيههم الى ما ينبغی اجتنابه ولطلب عمله ونبههم الى مواطن الخطأ فی ذلك الوقت والحين' خذ مثلاً على ذلك (غزوة حنين) فقد دخل الغرور الى نفوس المسلمين' وقالوا قولة الإعجاب والاغترار لما رأوا عددهم يزيد على عدد المشركين أضعافاً مضاعفة' حينذاك داخلهم العجب فقالوا (لن نغلب اليوم من قلة) وكانت النتيجة انكسارهم وانهزامهم وتوليتهم الأدبار'

علیهم آیاته..﴾ (الجمعہ ۲) میں ان کے متعلق فیصلہ دیا ہے ایسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی امی تھے۔ ﴿الذین یتبعون الرسول النبی الامی﴾ (اعراف:۱۵۷) پس اللہ کی حکمت نے تقاضا کیا کہ وہ اپنی کتاب مجید کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرے تاکہ مسلمانوں پر اس کا حفظ کرنا آسان ہو اس لیے کہ وہ اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے اور ان کے سینے ان کے لیے محفوظ کرنے کی جگہ تھے جیسا کہ حضرت محمدﷺ کی امت کے وصف میں آیا ہے اور کتابت کا سامان' کاتبوں کے ہاں ان کی نایابی کی وجہ سے آسان نہ تھا اور اگر قرآن یکبارگی نازل ہوتا تو وہ اس کے حفظ کرنے سے عاجز آجاتے دوسرے یہ کہ وہ اس کے تدبر وفہم سے بھی عاجز آجاتے۔

پانچویں حکمت:- حوادثات و واقعات کا اپنے وقت میں ساتھ ساتھ چلنا ہے اور غلطیوں پر بروقت تنبیہ کرنا ہے بلاشبہ یہ بات نفس میں بڑا اثر کرنے والی اور عملی درس کے طریق سے بڑھ کر عبرت وموعظت کی طرف دعوت دینے والی ہے پس جب ان میں کوئی نئی بات ہوتی اس کے مناسب حال قرآن نازل ہو جاتا اور جب ان سے کوئی غلطی یا انحراف ہوتا تو قرآن انہیں بتانے کے لیے اور جس چیز سے اجتناب کرنا چاہئے اور جو کام مطلوب ہو اس سے آگاہ کرنے کے لیے نازل ہو جاتا اور اس نے اس وقت انہیں ان کی غلطیوں کی جگہوں سے آگاہ کیا' غزوہ حنین سے اس کی مثال لیجئے' مسلمانوں کے دلوں میں غرور آ گیا تھا اور جب انہوں نے اپنی تعداد کو مشرکین کی تعداد سے بہت زیادہ دیکھا تو انہوں نے خود پسندی اور تکبر کی بات کی اور تکبر ان میں داخل ہو گیا اور انہوں نے کہا ''ہم آج قلت سے ہرگز مغلوب نہیں ہوں گے'' اور نتیجہ ان کا شکست اور پیٹھ دکھا کر بھاگنے کی صورت

وفي ذلك يقول القرآن الكريم ﴿ ويوم حنين اذا اعجبتكم كثرتكم فلم تغن عنكم شيئاً وضاقت عليكم الارض بما رحبت ثم وليتم مدبرين﴾.(سورة التوبة:٢٥) ولو ان القرآن نزل جملة واحدة لما أمكن التنبيه على الخطأ في حينه' اذ كيف يتصور ان تنزل الآيات في شأن المومنين واغترارهم ولم تحدث بعد تلك الواقعة او الغزوة؟ وكذلك الحال في اخذ الفداء من الأسرى في (بدر) حيث نزل التوجيه السماوي الرائع ﴿ ما كان للنبي ان يكون له اسرى حتىٰ يثخن في الارض..﴾ (سورة الأنفال:٦٧) الآية.

میں نکلا اس بارے میں قرآن کریم کہتا ہے۔ ﴿ ويوم حنين اذا اعجبتكم كثرتكم فلم تغن عنكم شيئاً وضاقت عليكم الارض بما رحبت ثم وليتم مدبرين﴾ (سورۃ التوبہ: ۲۵) اگر قرآن یکبارگی نازل ہوتا تو اپنے وقت پر تنبیہ ممکن نہ ہوتی' کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ آیات مومنین کی شان اور ان کے تکبر کے بارے میں نازل ہوں اور ابھی وہ غزوہ یا واقعہ رونما ہی نہ ہوا ہو؟ ایسے ہی بدر میں قیدیوں سے فدیہ لینے کا حال ہے جب شاندار آسمانی راہنمائی ﴿ ما كان للنبي ان يكون له اسرى حتىٰ يثخن في الارض..﴾ (سورۃ الانفال: ۶۷) نازل ہوئی۔

أما الحكمة السادسة: فهي: (الإرشاد الى مصدر القرآن الكريم وأنه تنزيل الحكيم الحميد) وفي هذه الحكمة الجليلة يجدر بنا أن ننقل نص ما كتبه العالم الفاضل الشيخ (محمد عبدالعظيم الزرقاني) في كتابه: مناهل العرفان حيث جاء برائع البيان فقال رحمه الله تعالىٰ: (الارشاد الى مصدر القرآن' وأنه كلام الله وحده' وأنه لا يمكن أن يكون كلام محمد ﷺ ولا كلام مخلوق سواه..) وبيان ذلك: أن القرآن الكريم نقرؤه من أوله الى آخره فاذا هو محكم السرد' دقيق السبك' متين الأسلوب' قوي الاتصال' آخذ بعضه برقاب بعض في سوره وآياته وجمله' يجري دم الإعجاز فيه كله من ألفه الى يائه' كأنه سبيكة واحدة' ولا يكاد

چھٹی حکمت:۔ قرآن کے سرچشمہ کی طرف راہنمائی کہ وہ حکیم وحمید خدا کی تنزیل ہے اور ہمارے لیے مناسب ہے کہ اس حکمت جلیلہ کے بارے میں مشہور عالم و فاضل محمد عبدالعظیم زرقانی کی کتاب مناھل العرفان سے وہ عبارت نقل کریں جو شاندار بیان کے ساتھ آئی ہے وہ فرماتے ہیں۔ قرآن کے سرچشمہ کی طرف راہنمائی کرنا کہ وہ خدائے واحد کا کلام ہے اس کا کلام محمد ﷺ ہونا ممکن ہی نہیں ہے اور نہ ہی آپ کے سوا مخلوق کا کلام ہے...... اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہم قرآن کریم کو اس کے اول و آخر سے پڑھتے ہیں کیا دیکھتے ہیں کہ اس کا انداز محکم دقیق اسلوب متین اور اتصال قوی ہے۔ وہ اپنی سورتوں' آیات اور جملوں میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا ہوا ہے اس بارے میں اس کے الف سے لے کر اس کی یاء تک اعجاز کا خون رواں ہے گویا وہ ایک ڈلا ہے اور اس کے اجزاء میں تفکک (الگ الگ ہونا) اور تخاذل

يوجد بين أجزائه تفكك ولا تخاذل، كأنه سمط وحيد، وعقد فريد، يأخذ بالأبصار، نظمت حروفه وكلماته، ونسقت جمله وآياته.. وهنا نتساء ل: كيف اتسق للقرآن هذا التأليف المعجز؟ وكيف استقام له هذا التناسق المدهش؟ على حين أنه لم يتنزل جملة واحدة، بل تنزل آحاداً مفرقة تفرق الوقائع والحوادث في أكثر من عشرين عاماً!!

الجواب: أننا نلمح هنا سراً جديداً من أسرار الاعجاز، ونشهد سمة فذة من سمات الربوبية ونقرأ دليلاً ساطعاً على مصدر القرآن وأنه كلام الواحد الديان ﴿ **ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً** ﴾.(سورة النساء:٨٢) وإلا فحدثني بربك كيف تستطيع أنت؟ ام كيف يستطيع الخلق جميعاً أن يأتوا بكتاب محكم الاتصال والترابط، متين النسج والسرد، متآلف البدايات والنهايات، مع خضوعه في التأليف لعوامل خارجة عن مقدور البشر، وهي (وقائع الزمن وأحداثه) التي يجي، كل جزء من أجزاء هذا الكتاب تبعاً لها، ومتحدثاً عنها، سبباً بعد سبب، وداعية إثر داعية، مع اختلاف ما بين هذه الدواعي، وتغاير ما بين تلك الاسباب، ومع تراخي زمان هذا التأليف، وتطاول آماد هذه النجوم الى اكثر من عشرين عاماً لا ريب ان هذا الانفصال الزماني، وذاك الاختلاف اللمحوظ بين هاتيك الدواعي،

(کمزوری) نہیں پایا جاتا گویا وہ ایک سمط (لڑی) وعید اور عقد فرید ہے جو آنکھوں کو چندھیا دیتا ہے اور اس کے حروف و کلمات پروئے ہوئے ہیں اور اس کی آیات و جمل مرتب ہیں، یہاں ہم سوال کرتے ہیں کہ یہ معجز تالیف کیسے قرآن کے لیے مرتب ہوئی ہے اور کس طرح یہ حیران کن ترتیب اس کے لیے قائم ہوئی ہے؟ حالانکہ وہ یکبارگی نازل نہیں ہوا بلکہ وہ مفرق احاد (الگ الگ ٹکڑوں) میں الگ الگ واقعات وحوادث کے متعلق بیس سے زیادہ سالوں میں نازل ہوا ہے۔

جواب:- ہم یہاں اسرار اعجاز میں سے ایک نیا ستر (راز) دیکھتے ہیں اور ربوبیت کی علامات میں سے ایک یکتا علامت دیکھتے ہیں اور قرآن کے سرچشمہ پر ایک ساطع دلیل پڑھتے ہیں کہ وہ واحد حاکم کا کلام ہے۔ ﴿ **ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً** ﴾ (النساء۸۲) بصورت دیگر مجھے اپنے رب سے خبر دیجئے کہ تو کیسے طاقت رکھتا ہے؟ یا ساری مخلوق کیسے طاقت رکھتی ہے کہ وہ محکم اتصال وترابط اور متین بیان اور ہدایات ونہایات کی جامع کتاب لائے اور اس کے ساتھ وہ تالیف میں ان عوامل کی تابع ہو جو بشر کی طاقت سے باہر ہیں اور وہ (زمانے کے واقعات وحادثات) ہیں کہ اس کتاب کا ہر جز ان کے تابع ہے اور ان کے متعلق بیان کرنے والا ہے اور سبب کے بعد سبب ہے۔ حالانکہ ان اسباب ودواعی کے درمیان اختلاف وتغایر پایا جاتا ہے اور باوجودیکہ اس تالیف میں زمانے کی درازی اور ان ٹکڑوں میں بیس سے زیادہ سالوں کی طویل مدت پائی جاتی ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ زمانی انفعال اور ان اسباب کے درمیان وہ ملحوظ اختلاف، عادۃً (یعنی دستور کے مطابق) تفکک وانحلال کو مستلزم ہیں اور وہ کلام کے

يستلزمان في مجرى العادة (التفكك والانحلال) ولا يدعان مجالاً للارتباط والاتصال، بين نجوم هذا الكلام. اما القرآن الكريم فقد خرق العادة في هذا الناحية أيضاً.. نزل مفرقاً منجماً، ولكنه تم مترابطاً محكماً، أليس ذلك برهاناً ساطعاً على أنه كلام خالق القوى والقدر، ومالك الأسباب والمسببات، ومدبر الخلق والكائنات، وقيوم الأرض والسموات، العلم بما كان وما سيكون، الخبير بالزمان وما يحدث فيه من شؤون؟؟

ان ٹکڑوں کے درمیان ارتباط و اتصال کے لیے کوئی جگہ نہیں چھوڑتے قرآن کریم اس جہت سے بھی خرق عادت ہے...... وہ مفرق ہو کر اترا ہے لیکن وہ مکمل مترابط و محکم ہے کیا یہ اس بات پر برہان ساطع نہیں کہ وہ قوی وقدر کے خالق، اسباب و مسببات کے مالک، خلق و کائنات کے مدبر، ارض و سموات کے قیوم، گذشتہ اور آئندہ ہونے والے واقعات کے علیم اور زمانے اور اس میں جو واقعات ہونے والے ہیں ان کے خبیر کا کلام ہے۔

لاحظ فوق ما أسفلنا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا انزلت عليه آية أو آيات قال: ((ضعوها في مكان كذا، من سورة كذا)) وهو بشر لا يدري طلعاً ما ستجئ به الأيام، ولا يعلم ما سيكون في مستقبل الزمان، ولا يدرك ما سيحدث من الدواعي والأحداث، فضلاً عما سينزل من الله فيها.. وهكذا يمضى العمر الطويل والرسول على هذا العهد، يأتيه الوحي بالقرآن نجماً بعد نجم، واذا القرآن كله بعد هذا العمر الطويل يكمل ويتم، وينتظم ويتآخى، ويأتلف ويلتئم، ولا يؤخذ عليه أدنى تخاذل ولا تفاوت، بل يعجز الخلق طراً بما فيه من انسجام ووحدة وترابط ﴿ كتاب أحكمت آياته ثم فصلت من لدن حكيم خبير﴾(سورة هود: ١)!!

ہم نے اوپر بیان کیا ہے اسے دیکھیے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب کوئی آیت یا آیات نازل ہوتی تھیں تو آپ فرماتے اسے فلاں سورت میں فلاں جگہ رکھو اور آپ بشر تھے اور اس مقدار کو نہ جانتے تھے جسے زمانہ عنقریب لانے والا ہے اور کچھ بھی نہ جانتے تھے جو مستقبل میں ہونے والا ہے اور ان اسباب و حوادث کو بھی نہ جانتے تھے جو عنقریب رونما ہونے والے تھے کجا یہ کہ وہ جانتے ان کے بارے میں اللہ کی طرف سے کیا نازل ہوا، اسی طرح طویل عمر گذرتی گئی اور رسول کریم ﷺ اسی طریقہ پر تھے آپ کے پاس قرآنی وحی ٹکڑے کے بعد ٹکڑے کی صورت میں آتی رہی اور اس طویل عمر کے بعد پورا قرآن مکمل و مرتب اور اکٹھا ہوتا گیا اس ادنیٰ کمزوری اور تفاوت کی گرفت نہیں کی جا سکتی بلکہ اس میں جو ترتیب اور وحدت و ترابط پایا جاتا ہے اس نے ساری مخلوق کو عاجز کر دیا ہے، ﴿ كتاب أحكمت آياته ثم فصلت من لدن حكيم خبير﴾ (سورۂ ھود:۱)

وإنه ليستبين لك سر هذا الإعجاز اذا ما

اور اس اعجاز کا راز تجھ پر اس وقت واضح ہو گا جب تجھے

علمت ان محاولة مثل هذا الاتساق والانسجام، لن يمكن أن يأتي على هذا النمط الذى نزل به القرآن، ولا على قريب من هذا النمط، لا في كلام الرسول ﷺ ولا كلام غيره من البلغاء وغير البلغاء.. خذ مثلاً (حديث النبيﷺ) وهو ما هو في روعته وبلاغته وطهره وسموه، لقد قاله الرسولﷺ في مناسبات مختلفة، لدواع متباينة، في أزمات متطاولة، فهل في مكنتك ومكنة البشر معك أن ينظموا من هذا السرد الشتيت وحده، كتاباً واحداً يصقله الاسترسال والوحدة، من غير أن ينقصوا منه، أو يتزيدوا عليه، أو يتصرفوا فيه؟؟ ذلك ما لن يكون، ولا يمكن أن يكون، ومن حاول ذلك فإنما يحاول العبث، ويخرج للناس بثوب مرقع، وكلام ملفق، ينقصه الترابط والانسجام، ويعوزه الوحدة والاسترسال، وتمجه الأسماع والأفهام. إذن: فالقرآن الكريم ينطق نزوله منجماً بأنه كلام الله وحده، وتلك حكمة جليلة الشأن، تدل الخلق على الحق في مصدر القرآن!! ﴿ **قل أنزله الذى يعلم السر في السموات والأرض انه كان غفوراً رحيما**﴾(سورة التكوير:١٩-٢٠)!!

کیف تلقی النبیﷺ القرآن؟

تلقى النبيﷺ القرآن بواسطة أمين الوحي (جبريل) عليه السلام، و(جبريل) تلقاه عن رب العزة جل جلاله، وليس لجبريل الأمين سوى تبليغ كلام الله وإيحائه للرسولﷺ.. فالله

معلوم ہوگا کہ اس ترتیب کی مثل بنانے کی کوشش ہرگز ممکن ہی نہیں کہ وہ اس طریق پر آئے جس پر قرآن نازل ہوا ہے اور نہ ہی اس طریق کے قریب آ سکتی ہے نہ یہ مثل، رسول اللہ ﷺ کے کلام میں آ سکتی ہے اور نہ دوسرے بلغاء اور غیر بلغاء کے کلام میں، حضرت نبی ﷺ کی حدیث سے مثال لیجئے وہ اپنی عمدگی، بلاغت، پاکیزگی اور بلندی میں جو ہے سو ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے مختلف مناسبات، متباین اسباب، میں بیان کیا ہے کیا تیری طاقت اور تیرے ساتھ ساری انسانیت کی طاقت میں ہے کہ وہ اس اکیلے پراگندہ بیان کو واحد کتاب کی صورت میں منظم کر دیں جسے سلاست اور وحدت بغیر اس کے کہ وہ اس میں کمی بیشی کریں یا اس میں تصرف کریں، صیقل کرتے ہیں؟ یہ کبھی نہ ہوگا اور نہ اس کا ہونا ممکن ہوگا اور جو اس کی کوشش کرے گا وہ عبث کوشش کرے گا اور وہ لوگوں کو پیوند لگا کپڑا اور جھوٹا کلام دے گا جسے ترابط وانسجام (ترتیب) ملامت کر رہے ہوں گے اور وحدت وسلاست عاجز کر رہے ہوں گے اور کان اور فہم اس کو سننا نہیں چاہیں گے تب قرآن کہتا ہے کہ اس کا نزول، ٹکڑوں کی صورت میں ہوا ہے اور وہ واحد خدا کا کلام ہے اور یہ جلیل الشان حکمت ہے جو مخلوق کو بتاتی ہے کہ وہ قرآن کے سرچشمے کے بارے میں حق پر ہے ﴿قل أنزله الذى يعلم السر في السموات والأرض انه كان غفوراً رحيماً﴾ (التکویر۱۹۔۲۱)

حضرت نبی کریم ﷺ نے قرآن کیسے حاصل کیا؟

حضرت نبی کریم ﷺ نے امین الوحی جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے قرآن حاصل کیا اور جبریلؑ نے اسے رب العزت جل جلالہ سے حاصل کیا اور جبریل کا، کلام اللہ کے پہنچانے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کرنے کے سوا

جلت حكمته قد أنزل كتابه المقدس على خاتم أنبيائه بواسطة (أمين الوحي) جبريل، وعلمه جبريل للرسول، وبلغه الرسول لأمته، وقد وصف الله (جبريل) عليه السلام بأنه أمين على الوحي، يبلغه كما سمعه عن الله تعالىٰ ﴿**انه لقول رسول كريم ذى قوة عند ذى العرش مكين مطاع ثم امين**﴾[1] (سورة الفرقان:٦) وقال تعالىٰ في وصفه أيضاً: ﴿**نزل به الروح الامين على قلبك لتكون من المنذرين**﴾.(سورة التكوير:١٩-٢٠) أما حقيقة الكلام، وحقيقة المنزل فإنما هو كلام الله، وتنزيل رب العالمين، كما قال تعالى ﴿**وانك لتلقى القرآن من لدن حكيم عليم**﴾.(سورة الشعراء:١٩٣-١٩٤) وقد كان صلوات الله عليه يعاني عند نزول القرآن شدة، وكان يحاول أن يجهد نفسه من أجل حفظ القرآن، فيكرر القراء ة مع جبريل حين يتلوعليه القرآن، خشية أن ينساه أو يضيع عليه شيء منه، فأمره الله تعالىٰ بالانصات والسكوت عند قراء ة جبريل عليه، وطمأنه بأنه تعالىٰ سيجعل هذا القرآن محفوظاً في صدره، فلا يتعجل في أمره، ولا يجهد نفسه في تلقيه ﴿ **ولا تعجل بالقرآن من قبل ان يقضى اليك وحيه وقل رب زدنى علما**﴾(سورة طه:١١٤) وأما تكفل الله تعالىٰ له بالحفظ فقد جاء في قوله سبحانه ﴿ **لا تحرك به لسانك لتعجل به ان**

اورکوئی کام نہیں' اللہ تعالیٰ جلت حکمتہ نے اپنی کتاب مقدس کو بواسطہ جبریل خاتم الانبیاء پر نازل کیا اور جبریل نے اسے رسول اللہ ﷺ کو لکھایا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی امت تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے متعلق بتایا ہے کہ وہ وحی پر امین ہے وہ اسے اسی طرح پہنچا دیتا ہے جیسے اس نے اسے اللہ تعالیٰ سے سنا ہوتا ہے **انه لقول رسول كريم ذى قوة عند ذى العرش مكين مطاع ثم امين** (التکویر:۱۹-۲۱) اب رہی کلام کی حیثیت اور تنزیل کی حیثیت تو وہ صرف کلام اللہ اور رب العالمین کی تنزیل ہے جیسے کہ اللہ نے فرمایا ہے **وانك لتلقى القرآن من لدن حكيم عليم** (سورۃ الشعراء:۱۹۳-۱۹۴) اور رسول کریم ﷺ نزول قرآن کے وقت بڑی شدت برداشت کرتے تھے اور حفظ قرآن کی وجہ سے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے اور جب جبریل آپ کو قرآن سناتے تھے تو اس خوف سے کہ اسے بھول نہ جائیں یا اس کا کچھ حصہ آپ سے ضائع نہ ہو جائے جبریل کی قرأت کو دوہراتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ جبریل کی قرأت کے وقت آپ خاموش رہیں اور اس نے آپ کو اطمینان دے دیا کہ وہ قرآن کو آپ کے سینے میں محفوظ کر دے گا پس وہ اس کے معاملے میں جلدی نہ کریں اور اسے حاصل کرتے رہیں اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں۔ **ولا تعجل بالقرآن من قبل ان يقضى اليك وحيه وقل رب زدنى علماً** (سورۃ طٰہٰ:۱۱۴) اللہ تعالیٰ اس کے حفظ کے لیے آپ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا**

---

(١) أنظر مناهل العرفان:١/٥٤.

علينا جمعه وقرآنه فاذا قرأناه فاتبع قرآنه ثم ان علينا بيانه﴾(سورة القيامه:١٦-١٩) وقد كان جبريل يدارس النبیﷺ القرآن فی رمضان، فينزل جبريل على رسول الله ويستمع له القرآن، فيقرأ الرسول بين يديه، وجبريل يستمع، ويقرأ جبريل والنبی يستمع، وهكذا يدارسه فی كل رمضان ما نزل من القرآن مرة واحدة، وقبل وفاتهﷺ نزل عليه جبريل مرتين فی رمضان فدارسه القرآن حتى لقد شعر عليه الصلاة والسلام. من نزول جبريل مرتين عليه. بدنو أجله، وقال لعائشة رضى الله عنهما: ان جبريل كان ينزل علی فيدارسنی القرآن مرة واحدة فی رمضان، وقد نزل علی هذا العام مرتين، وما أرانی إلا قد اقترب أجلی)). وقد كان الأمر كذلك فقد انتقل فی ذلك العام إلى جوار ربه صلوات الله وسلامه عليه وانقطع بوفاته نزول الوحی.

أما كيف تلقى جبريل القرآن عن الله عزوجل، فقد تقدم معنا أنه كان سماعاً حيث سمع من الله عزوجل هذه الآيات فنزل بها على رسول الله.. قال البيهقی فی معنى قوله: ﴿ انا انزلناه فی ليلة القدر﴾(سورة القدر:١) يريد. والله اعلم. (انا أسمعنا الملك وأفهمناه اياه وأنزلناه بما سمع..) انتهى.. ومعنى هذا أن جبريل أخذ القرآن من الله تعالىٰ. سماعاً ويؤيده ما روی فی الحديث الشريف: ((اذا تكلم الله بالوحی أخذت السماء رجفة شديدة من خوف

جمعه وقرآنه فاذا قرأناه فاتبع قرآنه ثم ان علينا بيانہ(سورۃ القیامۃ:۱۶-۱۹) اور جبریلؑ رمضان شریف میں حضرت نبی کریم ﷺ کو قرآن پڑھ کر سناتے تھے۔ جبریلؑ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کا قرآن سنتے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے سامنے پڑھتے اور جبریل سنتے اور جبریل پڑھتے اور تو حضرت نبی کریم ﷺ سنتے اس طرح وہ ہر رمضان میں جو قرآن نازل کردہ ہوتا ایک دفعہ آپ کو سناتے اور آپ ؐ کی وفات سے قبل جبریلؑ آپ کی وفات کے قریب آجانے کی وجہ سے جبریل آپ پر دو دفعہ اترے اور آپ کو قرآن سنایا اور آپ ؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا جبریلؑ میرے پاس آیا کرتا تھا اور رمضان میں ایک دفعہ مجھے قرآن سناتا تھا اور اس سال وہ دو مرتبہ آیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ میری موت قریب آ گئی ہے اور بات ایسی ہی تھی آپ اسی سال اللہ تعالیٰ کے جوار میں منتقل ہو گئے اور آپ کی وفات سے نزول وحی منقطع ہو گیا۔

اب رہی یہ بات کہ جبریلؑ نے اللہ تعالیٰ سے قرآن کو کیسے حاصل کیا۔ پہلے معناً بیان ہو چکا ہے کہ وہ سماعؑ سے ہوا جب انھوں نے آیات قرآنیہ اللہ تعالیٰ سے سنیں تو انھوں نے ان کو حضرت نبی کریم ﷺ پر اتارا اور بیہقی نے انا انزلنا فی لیلۃ القدر کے معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ ہم نے فرشتے کو سنایا اور انھیں اس کو سمجھایا اور اس نے جو سنا ہم نے اسے نازل کر دیا واللہ اعلم۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جبریلؑ نے قرآن کو اللہ تعالیٰ سے سماعاً لیا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی سے کلام کرتا ہے تو خوف الٰہی سے

الله' فاذا سمع أهل السماء صعقوا' وخروا سجداً' فيكون أولهم يرفع رأسه (جبريل) فيكلمه الله بوحيه بما أراد' فينتهي به الى الملائكة' فكلما مر بسماء سأله أهلها ماذا قال ربنا؟ قال: الحق' فينتهي به حيث امر)) رواه الطبراني.

آسمان کو شدید لرزہ آ جاتا ہے اور جب اہل آسمان سنتے ہیں تو بے ہوش ہو جاتے ہیں اور سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں اور ان میں سے سب سے پہلے جبریل اپنا سر اٹھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی وحی سے جو وہ چاہتا ہے اس سے کلام کرتا ہے اور وہ اسے فرشتوں تک پہنچاتا ہے اور جب بھی وہ کسی آسمان سے گزرتا ہے تو اس کے باشندے اس سے پوچھتے ہیں ہمارے رب نے کیا کہا ہے؟ وہ کہتا ہے حق کہا ہے تو وہ اسے وہاں پہنچا دیتا ہے جہاں کا اسے حکم دیا جاتا ہے۔

قال (الزرقاني) في كتابه مناهل العرفان: (وقد أسف بعض الناس فزعم أن جبريل كان ينزل على النبي صلى الله عليه وسلم بمعاني القرآن' والرسول يعتبر عنها بلغة العرب.. وزعم آخرون أن اللفظ لجبريل وأن الله كان يوحي إليه المعنى فقط.. وكلاهما قول باطل اثم' مصادم لصريح الكتاب والسنة والاجماع' ولا يساوي قيمة المداد الذي يكتب به' وعقيدتي أنه مدسوس على المسلمين في كتبهم' والا فكيف يكون القرآن حينئذ معجزاً واللفظ لمحمد أو لجبريل؟ ثم كيف تصح نسبته الى الله واللفظ ليس لله؟ مع أن الله يقول ﴿ حتى يسمع **كلام الله** ﴾(سورة التوبة:٦) الى غير ذلك مما يطول بنا تفصيله.[1]

زرقانی نے اپنی کتاب مناہل العرفان میں بیان کیا ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جبریل' حضرت نبی کریم ﷺ پر قرآن کے معانی کے ساتھ نازل ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ انہیں عربوں کی زبان میں بیان کرتے تھے اور کچھ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ' جبریل علیہ السلام کے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی طرف صرف معانی کو وحی کرتا تھا اور یہ دونوں قول باطل ہیں اور کتاب وسنت اور اجماع کی صراحت سے متصادم ہیں اور ان کی حیثیت اس روشنائی کی قیمت کے برابر بھی نہیں جس سے اس کو لکھا جاتا ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ یہ بات مسلمانوں کی کتاب میں سازش سے داخل کی گئی ہے وگرنہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قرآن معجز ہو اور لفظ محمد ﷺ کے یا جبریلؑ کے ہوں؟ پھر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے درست ہو سکتی ہے جبکہ لفظ اللہ کے نہ ہوں؟ حالانکہ وہ فرماتا ہے **حتی یسمع کلام الله** (سورۂ توبہ:۶) اس کے علاوہ بھی باتیں ہیں جن کی تفصیل ہمیں طوالت میں ڈال دے گی۔

---

(۱) أنظر مناهل العرفان:ص٤٢.

هل السنة النبوية بوحي من الله؟

تقدم معنا أن القرآن الكريم (كلام الله) ومعنى ذلك أن (اللفظ والمعنى) هو من عند الله' ولا دخل لجبريل أو لمحمد فيه سوى التبليغ عن الله عزوجل' أما السنة النبوية فإنها يوحى كذلك من الله ولكن اللفظ للرسول والمعنى من عند الله' لأن الله تعالىٰ يقول ﴿ **وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى**﴾.(سورة النجم:٣-٤) وقد نقل السيوطى عن (الجوينى) أنه قال: (كلام الله المنزل قسمان: قسم قال الله لجبريل: قل للنبى الذى انت مرسل اليه ان الله يقول: افعل كذا وكذا' وأمر بكذا وكذا' ففهم جبريل ما قاله ربه ثم نزل على ذلك النبى وقال له ما قاله ربه' ولم تكن العبارة تلك العبارة' كما يقول الملك لمن يثق به: قل لفلان يقول لك الملك: اجتهد فى الخدمة واجمع جندك للقتال.. فان قال الرسول: يقول لك الملك: لا تتهاون فى خدمتى' ولا تترك الجند يتفرق' وحثهم على القتال.. الخ لا ينسب إلى كذب ولا تقصير.. وقسم آخر قال الله لجبريل: اقرأ على النبى هذا الكتاب' فنزل به جبريل من الله من غير تغيير' كما يكتب الملك كتاباً ويسلمه الى أمين ويقول اقرأ على فلان.. قال السيوطى: القرآن هو القسم الثانى والقسم الأول هو السنة' ومن هنا جاز رواية السنة بالمعنى بخلاف القرآن).

کیا سنت نبویہ بھی اللہ کی وحی ہیں؟

پہلے معنا بیان ہو چکا ہے کہ قرآن کریم کلام اللہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ اور معانی دونوں اللہ کی طرف سے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبریل کا سوائے اللہ کی طرف سے پہنچانے کے اس میں کوئی دخل نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی** (سورۃ النجم:۳-۴) اور سیوطی نے الجوینی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے بیان کیا ہے کہ منزل کلام اللہ کی دو قسمیں ہیں اللہ تعالیٰ نے جبریل سے فرمایا اس نبی سے کہہ جس کی طرف تجھے بھیجا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو ایسے ایسے کام کر اور ایسے ایسے حکم دے جبریل کو اس کے رب نے جو کہا وہ اسے سمجھ گیا پھر اس نے اسے نبی پر اتارا اور اسے وہ بات کہی جو اس کے رب نے اسے کہی' اور وہ عبارت یہ عبارت نہ تھی جیسے بادشاہ جس پر اعتماد کرتا ہے اسے کہتا ہے فلاں سے کہہ دے کہ تجھے بادشاہ کہتا ہے کہ خدمت میں پوری طاقت خرچ کر اور اپنی فوج کو جنگ کے لیے اکٹھا کر اگر ایلچی کہے کہ بادشاہ تجھے کہتا ہے کہ میری خدمت میں سستی نہ کر اور نہ فوج کو چھوڑ کہ وہ بکھر جائے اور انہیں جنگ کی ترغیب دے۔ اسے کذب وتقصیر کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا اور دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل سے کہا کہ یہ کتاب نبی کو سناؤ اور جبریل نے اسے کسی تغیر وتبدل کے بغیر اسے اتارا جیسے کہ بادشاہ ایک خط لکھتا ہے اور اسے امین کے سپرد کرتا ہے اور کہتا ہے اسے فلاں کو سنا دو سیوطی نے بیان کیا ہے کہ قرآن دوسری قسم سے ہے اور پہلی قسم سنت ہے یہاں سے قرآن کے خلاف سنت کی روایت بالمعنی جائز ہونا معلوم ہوتا ہے۔

الفصل الرابع

جمع القرآن

جمع القرآن في عهد النبوة:

جمع القرآن الكريم في عهدين: عهد النبوة، وعهد الخلفاء الراشدين، وقد كان لكل جمع خصائصه ومزاياه، وكلمة (جمع) تطلق أحياناً ويراد منها الحفظ والاستظهار في صدور الرجال، وتطلق تارة ويراد منها الكتابة والتسجيل في الصحائف والأوراق.. وقد كان لجمع القرآن في عصر النبوة الأمران معاً:

أولاً: الجمع في الصدور، عن طريق الحفظ والاستظهار.

ثانياً: الجمع في السطور، عن طريق الكتابة والنقش.

وسنتحدث عن كلا الجمعين بشيء من التفصيل، ليتبين لنا العناية الفائقة بالقرآن العظيم وكتابته وتدوينه، مما لم يسبق لكتاب سماوى أن نال من الرعاية والعناية والاهتمام كما ناله القرآن الكريم، كتاب الله المجيد، ومعجزة محمد الخالدة.

جمع القرآن في الصدور:

نزل القرآن الكريم على النبي الأمي، فكانت همته منصرفة الى حفظه واستظهاره ليحفظه كما نزل عليه، ثم يقرأه على الناس على

چوتھی فصل

جمع القرآن

عہد نبوت میں قرآن مجید کا جمع کرنا:

قرآن کریم دو زمانوں میں جمع ہوا ہے نبوت کے عہد میں اور خلفائے راشدین کے عہد میں اور ہر جمع کے اپنے خصائص اور اپنی خوبیاں ہیں اور ''جمع'' کا لفظ کبھی مطلق بولا جاتا ہے اور اس سے مراد آدمیوں کے سینوں میں حفظ و استظہار (از بر پڑھنا) ہوتا ہے اور کبھی اس کا اطلاق ان مصاحف و اوراق میں محفوظ کرنے اور لکھنے پر ہوتا ہے اور عصر نبوت میں جمع قرآن کے لیے یہ دونوں باتیں اکھٹی ہیں۔

اول:- حفظ و استظہار کے طریق سے سینوں میں جمع کرنا۔

دوم:- کتابت کے طریق سے سطور میں جمع کرنا۔

ہم بھی جمع کے دونوں طریقوں پر گفتگو تفصیل سے بیان کریں گے تا کہ قرآن کریم کی حفاظت اور تدوین و کتابت کے لیے کی جانے والی مشقت ہم پر واضح ہو جائے جو کسی پہلی آسمانی کتاب کے لیے نہیں ہوئی کہ وہ اس رعایت وعنایت اور اہتمام کا وہ درجہ حاصل کرے جو قرآن کریم اللہ کی کتاب مجید اور محمد ﷺ کے دائمی معجزہ نے حاصل کیا ہے۔

سینوں میں قرآن کا جمع کرنا:

قرآن کریم امی نبی پر نازل ہوا اور آپ کی ہمت اس کے حفظ و استظہار میں لگی ہوئی تھی تا کہ آپ اسے اس طرح حفظ کریں جیسے وہ آپ پر نازل ہوا ہے پھر آپ

مكث ليحفظوه ويستظهروه، ضرورة أمة نبي أمي بعثه الله الى العرب الأمين.[1] ﴿**هو الذى بعث فى الأميين رسولاً منهم، يتلو عليهم آياته، ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة..**﴾ (سورة الجمعة:٢) الآية. ومن شأن الأمي. في العادة. أن يعتمد على حافظته وذاكرته، لأنه لا يقرأ ولا يكتب، ولقد كانت الأمة العربية على عهد نزول القرآن، تتمتع بخصائص العروبة الكاملة، التى فيها قوة الذاكرة، وسرعة الحفظ، وسيلان الأذهان، وكان العربى يحفظ مئات الآلاف من الأشعار ويعرف الأحساب والأنساب، فيستظهرها عن ظهر قلب، ويعرف التواريخ وقلّ أن تجد منهم من لا يعد لك الحسب والنسب، أو من لا يحفظ (المعلقات العشر) على كثرة أشعارها، وصعوبة حفظها!!

ثم جاء هم القرآن الكريم فبهرهم بقوة بيانه، وروعة أحكامه، وجلال سلطانه فأخذ عليهم مشاعرهم، واستحوذ على عقولهم وأفكارهم، حتى صرف هممهم الى الكتاب المجيد فيمموا وجوهم نحوه، يحفظونه. ويستظهرون آياته وسوره، وتركوا الشعر لأنهم وجدوا فى القرآن روح الحياة!!

أما النبى ﷺ فقد بلغ من حرصه الشديد

اسے لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر سنائیں تا کہ وہ اس کا حفظ و استظہار کریں یہ اس امی نبی کی جماعت کی ضرورت تھی جسے اللہ تعالیٰ نے عرب امیوں کی طرف مبعوث کیا تھا۔ هوالذى بعث فى الاميين رسولاً منهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة۔ (سورۃ الجمعہ:۲) اور امی کا معمول یہ ہے کہ وہ اپنے حافظے پر اعتماد کرتا ہے اس لئے کہ وہ لکھ پڑھ نہیں سکتا اور نزول قرآن کے زمانے میں عرب قوم عروبہ کاملہ کے خصائص سے شادکام تھی جس میں قوت حافظہ' سرعت حفظ اور سیلان اذہان بھی شامل تھا اور ایک عرب کو لاکھوں اشعار حفظ ہوتے تھے اور وہ احساب و انساب کو بھی جانتا تھا اور زبانی ان کا استظہار کرتا تھا اور تواریخ کو بھی جانتا تھا اور تو ان میں سے کم ہی کوئی ایسا شخص پائے گا جو آپ کے لئے حسب ونسب کو شمار نہ کرتا ہو یا دس معلقات کو ان کے اشعار کی کثرت اور ان کی صعوبت حفظ کے باوجود حفظ نہ رکھتا ہو۔

پھر قرآن کریم ان کے پاس آیا تو اس نے اپنی قوت بیان اور اپنے احکام کے حسن و جمال اور جلال سلطان سے ان کو حیران کر دیا اس نے ان کے احساسات کو قابو کر لیا اور ان کی عقول و افکار پر غالب آ گیا حتیٰ کہ اس نے ان کی ہمتوں کو کتاب مجید کی طرف پھیر دیا تو ان کے چہروں نے اس کا قصد کیا وہ اس کی آیات و سور کا حفظ و استظہار کرنے لگے اور انہوں نے اشعار کو ترک کر دیا اس لئے کہ انہوں نے قرآن میں روح حیات کو لیا تھا۔

اور حضرت نبی کریم ﷺ حفظ قرآن کی شدید خواہش

(١) انظر مناهل العرفان للزرقانى.

علی حفظ القرآن أن يحيي الليل بتلاوة آيات القرآن في الصلاة' عبادة وتلاوة وتدبراً لمعانيه' حتىٰ تفطرت قد ماه الشريفتان من كثرة القيام امتثالاً لأمر الله العلي الكبير ﴿**يا أيها المزمل. قم الليل الا قليلا. نصفه اوانقص منه قليلا. او زد عليه ورتل القرآن ترتيلا**﴾.(سورة المزمل:١-٤) لذلك فلا عجب ان يكونﷺ سيد الحفاظ' وأن يجمع القرآن في قلبه الشريف' ويكون مرجع المسلمين في كل ما يعنيهم من أمر القرآن العظيم.(١)

میں یہاں تک پہنچ چکے تھے کہ آپ نماز میں آیات قرآن کی تلاوت سے عبادت وتلاوت اور اس کے معانی پر تدبر میں شب زندہ داری کرتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بجالانے میں کثرت قیام سے آپ کے پاؤں پھٹ جاتے۔ یا أیها المزمل. قم اللیل الا قلیلا. نصفه اوانقص منه قلیلا. او زد علیه ورتل القرآن ترتیلا. (المزمل:١-٤) اسی لحاظ سے آپ کے سید الحفاظ ہونے میں کوئی تعجب کی بات نہیں اور آپ نے قرآن کو اپنے قلب شریف میں جمع کیا اور آپ ہر اس کام میں مسلمانوں کے مرجع تھے جو قرآن کریم کے بارے میں ان کا مددگار تھا۔

وأما الصحابة رضوان الله عليهم فقد كانوا يتسابقون الى تلاوة القرآن ومدارسته' ويبذلون قصارى جهدهم لا ستظهاره وحفظه' ويعلمونه أزواجهم وأولادهم في البيوت' حتى لقد كان الذي يمر ببيوت الصحابة في غسق الدجى' يسمع فيها دوياً كدوي النحل بالقرآن' حتى كان صلوات الله عليه يمر على بعض دور الأنصار' فيقف على بعضهم يستمع القرآن في ظلام الليل..

اور صحابہ کرام قرآن کریم کی تلاوت اور اس کی مشق میں سبقت کرتے تھے اور اس کے حفظ واستظہار کے لیے اپنی انتہائی کوشش کرتے تھے اور گھروں میں اسے اپنی بیویوں اور اپنی اولاد کو سکھاتے تھے حتیٰ کہ جو شخص رات کے اندھیرے میں صحابہ کے گھروں کے پاس سے گذرتا وہ ان میں شہد کی مکھیوں کی گونج کی طرح قرآن کی گونج سنتا حتی کہ خود رسول کریم ﷺ انصار کے بعض گھروں کے پاس سے گذرتے اور بعض کے پاس کھڑے ہو کر رات کی تاریکی میں قرآن کو سنتے۔

أخرج البخاري عن (ابي موسى الأشعري) أن رسول الله ﷺ قال له: لو رأيتني البارحة وأنا أستمع لقراء تك؟ لقد أعطيت مزماراً من مزامير آل داود))..

بخاری نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا'' کاش کل شام آپ مجھے دیکھتے میں آپ کی قرأت سن رہا تھا آپ کو داودؑ کی بانسریوں میں سے ایک بانسری عطا کی گئی ہے۔

وزاد في رواية لمسلم: فقلت: لو علمت والله يا رسول الله انك تستمع لقراء تي

اور مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے عرض کیا قسم بخدا یا رسول اللہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ میری قرأت

(١) من مناهل العرفان للزرقاني بتصرف.

لحبرته لك تحبيراً. وروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال: ((انى لاعرف أصوات رفقة الأشعريين بالقرآن حين يدخلون بالليل، وأعرف منازلهم من أصواتهم بالليل بالقرآن، وان كنت لم أر منازلهم بالنهار)). رواه الشيخان.

وقد اشتهر كثير من الصحابة بحفظ القرآن الكريم، وكان الرسولﷺ يذكى فيهم روح العناية بحفظ القرآن، ويبعث الى المدن والقرى من يعلمهم ويقرئهم، كما بعث. قبل الهجرة. (مصعب بن عمير) و(ابن أم مكتوم) الى أهل المدينة، يعلمانهم الاسلام، ويقرئانهم القرآن، وكما بعث (معاذ بن جبل) الى مكة للتحفيظ والتعليم بعد هجرتهﷺ.

قال (عبادة بن الصامت) : (كان الرجل اذا هاجر دفعه النبیﷺ الى رجل منا يعلمه القرآن، وكان يسمع لمسجد رسول اللهﷺ ضجة بتلاوة القرآن، حتى أمرهم رسول الله ان يخفضوا أصواتهم لئلا يتغالطوا).

ومن هنا كان حفاظ القرآن فى حياة الرسولﷺ لا يحصون، ويكفى أن نعلم أن عدد الذين استشهدوا فى (معركة اليمامة) يزيد عددهم على سبعين من كبار الحفاظ، كما قتل مثل هذا العدد فى عهد الرسول ببئر معونة.. قال

کوسن رہے ہیں تو میں آپ کے لیے اسے عمدہ بناتا' اور رسول اللہﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اشعریوں کی جماعت کی (جب وہ رات میں داخل ہوتے ہیں) قرآن پڑھنے کی آوازوں کو پہنچانتا ہوں اور میں رات کو ان کے قرآن پڑھنے کی آوازوں سے ان کے گھروں کو پہنچانتا ہوں اگرچہ میں نے دن کے وقت ان کے گھروں کو نہیں دیکھا اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

اور بہت سے صحابہ' حفظ قرآن میں مشہور ہیں اور رسول کریمﷺ ان میں حفظ قرآن میں شمولیت کی روح کو بڑھاتے تھے اور شہروں اور بستیوں کی طرف انہیں سکھانے اور پڑھانے کے لیے بھیجتے تھے جیسا کہ آپ نے ہجرت سے قبل حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت ابن ام مکتومؓ کو مدینہ کی طرف انہیں اسلام سکھانے اور قرآن پڑھانے کے لیے بھیجا اسی طرح آپ نے حضرت معاذ بن جبل کو ہجرت کے بعد تحفیظ وتعلیم کے لیے مکہ بھیجا۔

حضرت عبادۃ بن الصامت کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ہجرت کرتا تو رسول اللہﷺ اسے ہمارے کسی آدمی کی طرف بھیجتے کہ وہ اسے قرآن سکھائے اور رسول اللہﷺ کی مسجد سے قرآن کریم کی تلاوت کا شور سنائی دیتا تھا حتیٰ کہ رسول اللہﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی آوازوں کو نیچا کریں۔ تا کہ وہ ایک دوسرے کو غلطی میں نہ ڈال دے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بے شمار حفاظ تھے اور ہمارے لئے یہ جاننا ہی کافی ہے کہ جن کبار حفاظ نے یمامہ کے معرکہ میں شہادت پائی ان کی تعداد ستر سے زیادہ ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اتنی ہی تعداد بئر معونہ میں ماری

القرطبي:(قتل يوم اليمامة سبعون من القراء وقتل في عهد رسول الله ببئر معونة مثل هذا العدد). أي: أن عدد الذين استشهدوا من الحفظة ١٤٠. ولقد كانت أشرف خصوصية لهذه الأمة المحمدية أن يكون هذا الكتب المقدس محفوظاً في صدورها' وأن تعتمد في نقله على حفظ القلوب والصدور' لا على كتابته في المصاحف والسطور فحسب.. بخلاف أهل الكتاب الذين لا نجد منهم من يحفظ التوراة أو الانجيل' وانما يعتمدون في حفظهما على الكتب المسطرة' ولا يقرأونه الا نظراً لا عن ظهر قلب' ولهذا دخل اليهما التحريف والتبديل' أما القرآن الكريم فقد حفظه الله بعنايته الالهية' فيسره للحفظ ﴿ ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر﴾.(سورة القمر:١٧) وصانه من التحريف والتبديل بطريق حفظه في السطور' وحفظه في الصدور و مصداقاً لقوله تعالىٰ ﴿ انا نحن نزلنا الذكر' وانا له لحافظون﴾.(سورة الحجر:٩) وهذا. بلا شك عناية من الله خاصة بهذا القرآن المجيد' وشرف عظيم اختص الله به هذه الأمة المحمدية حيث جعل أنا جيلها في صدورها' وأنزل عليها كتاباً لا يغسله الماء ولله در القائل:

الله أكبر ان دين محمد
وكتاب اقوى وأقوم قيلا
لاتذكر الكتب السوالف عنده
طلع الصباح فأطفى' القنديلا

گئی یعنی حفاظ میں سے شہید ہونے والوں کی تعداد ۱۴۰ تھی اور اس امت محمدیہ کے لیے اشرف خصوصیت یہ ہے کہ یہ کتاب مقدس ان کے سینوں میں محفوظ ہے اور ہم اس کی نقل میں قلوب وصدور کے حفظ پر اعتماد کرتے ہیں نہ کہ مصاحف و سطور میں اس کے لکھے جانے پر بخلاف اہل کتاب کے کہ ہم ان میں کسی کو تورات یا انجیل کا حافظ نہیں پاتے اور وہ ان دونوں کتابوں کے حفظ میں محض لکھی ہوئی کتابوں پر اعتماد کرتے ہیں اور وہ اسے صرف دیکھ کر پڑھتے ہیں نہ کہ زبانی اسی لئے ان دونوں کتابوں میں تبدیلی ہوگئی ہے اور قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے محفوظ رکھا ہے اور اسے حفظ کے لیے آسان بنا دیا ہے ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر۔ (سورۃ القمر:۱۷) اور اسے سطور وصدور میں محفوظ کرنے کے بعد قول الٰہی انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون۔ (سورۃ الحجر:۹) کے مطابق تحریف وتبدیلی سے بچایا ہے اور بلاشبہ اس قرآن مجید کے ساتھ یہ اللہ کی خاص عنایت ہے اور عظیم شرف ہے جسے اللہ نے اس امت محمدیہ کے ساتھ خاص کیا ہے وہ یوں کہ اس نے اس کی اناجیل کو اس کے سینوں میں دیا ہے اور اس پر وہ کتاب نازل کی ہے جسے پانی بھی نہیں دھوسکتا اور کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

(ترجمہ) اللہ اکبر بلاشبہ محمد ﷺ کا دین اور ان کی کتاب' بڑی قوت والی اور بڑے معتدل کلام والی ہے گذشتہ کتابوں کا اس کے پاس ذکر نہیں کیا جاتا۔ صبح نمودار ہوگئی ہے قندیل کو بجھا دیجئے۔

جمع القرآن في السطور:

وأما المزية الثانية لهذا القرآن العظيم فهو جمعه وكتابته في المصحف، فقد كان لرسول الله ﷺ كتّاب للوحي، كلما نزل شيء من القرآن أمرهم بكتابته، مبالغة في تسجيله وتقييده، وزيادة في التوثق والضبط، والاحتياط الشديد في كتاب الله عزوجل، حتى تظاهر الكتابة الحفظ، ويعاضد التسجيل المسطور، ما أودعه الله في الصدور.. وكان هؤلاء الكتّاب من خيرة الصحابة اختارهم رسول الله ﷺ من المجيدين المتقنين، ليتولوا هذه المهمة العظيمة... وقد اشتهر منهم (زيد بن ثابت، وأبي بن كعب، ومعاذ بن جبل، ومعاوية بن ابى سفيان، والخلفاء الراشدون) وغيرهم من الصحابة الأجلاء رضوان الله عليهم أجمعين.

روى الشيخان عن أنس رضي الله عنه أنه قال: (جمع القرآن على عهد رسول الله ﷺ أربعة كلهم من الأنصار: أبي بن كعب، ومعاذ بن جبل، و زيد بن ثابت، وأبو زيد، قيل لأنس: من أبو زيد؟ قال: أحد عمومتي) وهؤلاء هم مشاهير كتاب الوحي وإلا فهناك من الصحابة الجمع الكبير الذين كانوا يكتبون القرآن، وكثير منهم كان له مصحف خاص كتب فيه ما سمعه أو حفظه من رسول الله ﷺ لمصحف ابن مسعود، ومصحف علي، ومصحف عائشة وغيرهم.

سطور میں قرآن مجید کا جمع کرنا:

اس قرآن کریم کی دوسری خوبی مصحف میں اس کی کتابت اور اس کا جمع کرنا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتبین وحی تھے جب کبھی قرآن کریم میں سے کوئی چیز نازل ہوتی آپ اس کی تسجیل وتقیید اور توثیق وضبط میں مبالغہ کرتے ہوئے انہیں اس کی کتابت کا حکم دیتے حتیٰ کہ کتابت نے حفظ کی مدد کی اور اللہ نے جو کچھ سینوں میں رکھا تھا۔ مسطور حفظ اس کی مدد کرتا... اور یہ کاتبین افضل صحابہ میں سے تھے جنہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پختہ اور عمدہ لکھنے والوں میں سے منتخب کیا تھا تاکہ وہ اس عظیم مہم کو سنبھالیں اور ان میں سے حضرت زید بن ثابت، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور خلفائے راشدین اور دیگر جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شہرت پائی۔

شیخین نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چار آدمیوں نے قرآن کو جمع کیا اور وہ سب انصار میں سے تھے حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہم......اجمعین حضرت انسؓ سے دریافت کیا گیا ابوزید کون ہے؟ آپ نے کہا میرا ایک چچا، یہ مشاہیر کاتبان وحی ہیں، مگر وہاں تو قرآن لکھنے والے صحابہ کی ایک بڑی جماعت تھی اور ان میں بہت سے ایسے تھے جن کے خاص مصحف تھے ان میں انہوں نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنا یا حفظ کیا اس کو لکھ لیا۔ حضرت ابن مسعودؓ کا مصحف، حضرت علیؓ کا مصحف اور حضرت عائشہؓ کے پرزوں کا مصحف اور دیگر لوگوں کے مصحف۔

طريقة الكتابة:

وأما طريقة الكتابة فقد كانوا يكتبون القرآن على العسب[1] واللخاف[2] والرقاع[3] وعظام الأكتاف وغيرها، ذلك لأنه صنع الورق لم يكن مشتهراً عند العرب، وقد كان عند بعض الأمم الآخرين كالفرس والروم، ولكنه كذلك كان نادراً فلم يكن منتشراً، فكان العرب يكتبون على ما يقع تحت أيديهم مما يصلح للكتابة، روى عن زيد بن ثابت رضي الله عنه أنه قال: (كنا عند رسول الله ﷺ نؤلف القرآن من الرقاع) أي نجمعه وكان هذا التأليف عبارة عن (ترتيب الآيات) حسب ارشاد النبي ﷺ وبأمر من الله تبارك و تعالىٰ ولهذا اتفق العلماء على أن جمع القرآن (توقيفي) يعني أن ترتيبه بهذه الطريقة التي نراه عليها اليوم في المصحف انما هو بأمر ووحي من الله، فقد ورد أن جبريل عليه السلام كان ينزل بالآية أو الآيات على النبي فيقول له: يا محمد ان الله يأمرك أن تضعها على رأس كذا من سورة كذا، وكذلك كان الرسول يقول للصحابة: ضعوها في موضع كذا.

جمع القرآن في عهد أبي بكر:

انتقل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الى جوار الله، بعد أن أدى الرسالة، وبلغ الأمانة،

کتابت کا طریقہ:

کتابت کا طریقہ یہ تھا کہ وہ قرآن کو کھجور کی شاخوں، نرم پتھروں یا چمڑوں یا پتوں اور کندھوں کی ہڈیوں وغیرہ پر لکھتے تھے اس لئے کہ اس وقت عربوں کے ہاں کاغذ کا دستور نہ تھا اور بعض دوسری قوموں جیسے ایرانیوں اور رومیوں میں مشہور تھا لیکن وہ بھی نادر تھا، منتشر نہ تھا اور عرب ان چیزوں پر جو ان کے ہاتھ لگ جائیں اور کتابت کے مناسب حال ہوتیں لکھنا شروع کر دیتے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پرزوں سے قرآن کو جمع کرتے تھے اور یہ تالیف حضرت نبی کریم ﷺ کے ارشاد اور امر الٰہی کے مطابق آیات کی ترتیب سے عبارت تھی اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جمع القرآن توقیفی ہے یعنی اس طریقہ پر اس کی ترتیب جسے آج ہم مصحف میں دیکھتے ہیں وہ اللہ کے حکم اور اس کی وحی کے مطابق ہے اور حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام ایک آیت یا آیات کے ساتھ حضرت نبی کریم ﷺ پر نازل ہوتے تھے اور آپ سے کہتے تھے اے محمد ﷺ اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اسے فلاں سورت کے فلاں مقام پر رکھیں اور رسول کریم ﷺ بھی اسی طرح صحابہ سے فرماتے تھے کہ اسے فلاں جگہ پر رکھو۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں جمع قرآن:

رسول اللہ ﷺ رسالت کی ادائیگی امانت کے پہنچانے اور امت کی خیر خواہی کے بعد اللہ کے جوار میں منتقل ہو گئے

(١) العسب: جمع عسيب وهو جريد النخل، كانوا يكشفون الخوص، ويكتبون في الطرف العريض.

(٢) اللخاف: جمع لخفة بفتح اللام وسكون الخاء وهي الحجارة الرقيقة.

(٣) الرقاع: جمع رقعة. وهي قد تكون من جلد أو ورق أو غيرها من أدوات الكتابة۔

ونصح الأمة، وهدى الناس إلى دين الله القويم، وتولى الخلافة بعده (أبو الصديق) رضى الله عنه وأرضاه، وقد واجهته. فى خلافته. خطوب جسيمة، وشدائد عظيمة، ومشاكل صعاب، منها حروب الردة التى وقعت بين المسلمين، وبين أتباع (مسيلمة الكذاب) وكانت معركة (اليمامة) معركة حامية الوطيس، وقد استشهد فيها كثير من قراء الصحابة، ومن حفظه القرآن يزيد عددهم على (٧٠) سبعين من كبار الحفاظ، وقد هال ذلك المسلمين، وعز الأمر على (عمر) فدخل على (أبى بكر) فوجده فى حزن والم، فأشار عليه أن يجمع القرآن خشية الضياع بموت الحفاظ، فتردد (أبو بكر) أول الأمر، ثم رأى أن يأخذ باشارة (عمر) بعد أن تبين له وجه المصلحة، وشرح الله صدره لذلك العمل الجليل، فأرسل الى (زيد بن ثابت) وعرض عليه الأمر، وطلب منه أن يقوم بجمع القرآن فى مصحف واحد، ولكن (زيداً) تردد فى بادىء الأمر، ثم شرح الله صدره للذى شرح له صدر أبى بكر وعمر.. وقد روى البخارى فى صحيحه قصة هذا الجمع ننقلها بنصها لأهميتها.

رواية البخارى:

عن (زيد بن ثابت) رضى الله عنه أنه قال: (أرسل الىّ أبوبكر رضى الله عنه مقتل أهل

آپ نے اللہ کے دین قویم کی طرف لوگوں کی راہنمائی کی اور آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے خلافت سنبھالی اور آپ کو خلافت میں جو عظیم شدائد و مصائب اور سخت مشکلات پیش آئیں ان میں مرتدین سے جنگیں بھی ہیں اور مسلمانوں اور مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں کے درمیان ہونے والی جنگیں بھی ہیں اور یمامہ کا معرکہ جو تنور گرم کرنے والا معرکہ تھا اس میں بہت سے کبار قراء اور حفاظ صحابہ نے جام شہادت نوش کیا جن کی تعداد ۷۰ سے زیادہ ہے اور اس بات نے مسلمانوں کو خوفزدہ کر دیا اور حضرت عمرؓ کو یہ بات گراں گذری اور آپ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے آپ نے انہیں غم و الم کی حالت میں پایا آپ نے انہیں حفاظ کی موت سے ضیاع کے خوف سے قرآن کے جمع کرنے کا مشورہ دیا شروع میں تو حضرت ابوبکرؓ متردد ہوئے پھر وجہ مصلحت واضح ہو جانے کے بعد آپ نے حضرت عمرؓ کے مشورہ کو اختیار کرنا مناسب خیال کیا اور اس عظیم کام کے لیے اللہ نے آپ کا شرح صدر کر دیا سو آپ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو پیغام بھیجا اور بات کو ان کے سامنے پیش کیا اور ان سے خواہش کی کہ اس کام کو وہ سرانجام دیں اور ایک مصحف میں قرآن جمع کرنے کے لیے ذمہ داری قبول کریں لیکن حضرت زید بھی شروع میں متردد ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کے لیے جس طرح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا شرح صدر کیا تھا آپ کا بھی شرح صدر کر دیا اور بخاری نے اپنی صحیح میں اس جمع کا واقعہ بیان کیا ہے جسے اس کی اہمیت کی وجہ سے ہم اس کی عبارت سمیت نقل کرتے ہیں۔

بخاری کی روایت:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت ابوبکرؓ نے اہل یمامہ کی جنگ (معرکہ یمامہ) میں ستر حفاظ کی

اليمامة (أي عقب استشهاد الحفاظ السبعين في معركة اليمامه) فاذا عمر جالس عنده' فقال أبو بكر: ان عمر جاء نى فقال: (ان القتل قد استحر (أى كثر واشتد) يوم اليمامة بقراء القرآن' وانى أخشى أن يستمر القتل بالقرآء فى كل المواطن فيذهب من القرآن كثير' وانى أرى أن تأمر بجمع القرآن' فقلت: وكيف أفعل ما لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم؟ فقال: عمر رضى الله عنه: هو والله خير' فلم يزل يراجعنى فى ذلك حتى شرح الله تعالىٰ صدرى للذى شرح الله له صدر عمر' ورأيت فى ذلك الذى رأى.. قال زيد: فقال أبو بكر انك رجل شاب عاقل' لا نتهمك' كنت تكتب الوحى لرسول الله صلى الله عليه وسلم فتتبع القرآن وأجمعه.. قال زيد: فوالله لو كلفنى نقل جبل من الجبال ما كان أثقل علي مما أمرنى به.. فقلت: كيف تفعلان شيئاً لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال أبو بكر: هو والله خير' فلم يزل يراجعنى حتى شرح الله صدرى للذى شرح له صدر أبى بكر و عمر.. فتتبعت القرآن أجمعه من اللخاف' والعسب' وصدور الرجال' حتىٰ وجدت آخر سورة التوبة مع (أبى خزيمة الأنصارى) لم أجدها عند أحد غيره ﴿ لقد جاء كم رسول من انفسكم.. ﴾ الى ﴿ وهو رب العرش العظيم ﴾(سورة التوبة:١٢٨-١٢٩) أى: الى آخر السورة..

شہادت کے بعد مجھے بلایا' جب میں پہنچا تو ان کے پاس حضرت عمرؓ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اہل یمامہ کے قتل (یعنی معرکہ یمامہ میں قرآن کے حفاظ کا بڑی تعداد میں قتل ہوا تھا) کا ذکر کیا اور فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ اگر تمام موقعوں میں قرآن کے حفاظ مسلسل قتل ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا میرا خیال ہے کہ آپ جمع قرآن کا حکم دیں' میں نے کہا میں وہ کام کیسے کروں جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت عمرؓ نے کہا خدا کی قسم یہ بہتر کام ہے اور وہ اس بارے میں مسلسل مجھ سے گفتگو کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کے لیے میرا شرح صدر کر دیا جس کیلئے اللہ نے حضرت عمرؓ کا شرح صدر کیا تھا اور میں بھی ان کا ہم خیال ہو گیا۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا آپ نوجوان دانشمند آدمی ہیں ہم آپ پر تہمت نہیں لگاتے آپ رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھتے رہے ہیں پس آپ قرآن کی جستجو کیجئے اور اسے جمع کر دیجئے حضرت زیدؓ کہتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر حضرت ابوبکرؓ مجھے کسی پہاڑ کے اٹھانے کا حکم دیتے تو وہ مجھے اس بات سے بوجھل معلوم نہ ہوتا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا میں نے کہا آپ دونوں وہ کام کیسے کریں گے جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم یہ بہتر کام ہے اور آپ مسلسل مجھ سے گفتگو کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کے لئے میرا شرح صدر کر دیا جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا شرح صدر کیا تھا سو میں نے قرآن کی جستجو کی پھر میں اسے نرم پتھروں' شاخوں اور مردوں کے سینوں سے جمع کرنے لگا حتیٰ کہ میں نے سورۂ توبہ کے آخر کو ابوخزیمہ انصاری کے پاس پایا۔ ان کے سوا میں نے کسی کے پاس اسے نہ پایا تھا لقد جاء کم رسول من انفسکم سے

فكانت الصحف عند (أبي بكر) حتى توفاه الله تعالىٰ' ثم عند (عمر) حتى توفاه الله تعالىٰ' ثم عند (حفصه بنت عمر) رضى الله عنهم أجمعين. فهذه الرواية دلت على (سبب جمع القرآن) . رواه البخارى.

لیکر وھورب العرش العظیم تک (التوبۃ: ۱۲۸-۱۲۹) یعنی سورت کے آخر تک اور مصحف حضرت ابوبکرؓ کے پاس تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس آ گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دیدی پھر وہ حضرت حفصہؓ بنت عمر کے پاس آ گیا رضی اللہ عنہم یہ روایت جمع قرآن کے سبب پر دلالت کرتی ہے اسے بخاری نے روایت کی ہے۔

تساؤلات حول جمع القرآن:

وهنا أسئلة ينبغي الإجابة عليها بشيء من التفصيل ونحن نوجزها فيما يلي:

أولاً: لماذا تردد (أبو بكر) عن جمع القرآن مع أنه شيء حسن وأمر يوجبه الاسلام؟

والجواب عن ذلك: أن (أبا بكر) رضى الله عنه خشى أن يتساهل الناس فى استظهار القرآن و حفظه غيباً ويعتمدوا على وجوده فى المصاحف فتضعف نفوسهم عن الحفظ' وتصبح رغبتهم ضعيفة فى حفظه واستظهاره اعتماداً على أنه مسطر و موجود فى مصاحف مطبوعة يمكنهم قراء ة القرآن بها' أما قبل أن توجد المصاحف فقد كان الجميع يسعون جهدهم لحفظ القرآن هذا من ناحية' ومن أخرىٰ: فان أبا بكر الصديق كان رجلاً وقافاً عند حدود الشرع ' مقتضياً لآثار الرسول ﷺ فقد خشى أن يكون بعمله هذا مبتدعاً شيئاً لا يحبه رسول الله' ولهذا قال لعمر: (كيف أفعل شيئاً لم يفعله رسول الله)؟ ولعله كان يخاف أن يسوقه

جمع القران کے بارے میں کچھ سوالات:

یہاں کچھ سوالات ہیں جن کا جواب تفصیلا ہونا چاہیے ہم ذیل میں انہیں اختصار سے بیان کرینگے۔

اول: حضرت ابوبکرؓ قران کے جمع کرنے کے بارے میں کیوں متردد ہوئے جب کہ وہ ایک اچھی بات ہے اور اسلام اسے واجب کرتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو خدشہ ہوا کہ عدم تحریر ہونے کی صورت میں لوگوں کو حفظ و استظہار قرآن میں آسانی ہوگی اور مصاحف میں اس کی موجودگی پر اعتماد کرنے میں ان کے نفوس حفظ میں کمزور ہو جائیں گے اور اس کے حفظ و استظہار میں اس اعتماد کی وجہ سے کہ وہ مطبوعہ مصاحف میں لکھا ہوا موجود ہے ان کی رغبت کم ہو جائے گی اور ان سے وہ قرأت کرلیں گے اور مصاحف کی موجودگی سے قبل ایک جانب تو سب لوگ حفظ قرآن کیلئے سعی وکوشش کرتے تھے اور دوسری جانب حضرت ابوبکر صدیقؓ حدود شریعت کا بہت پاس کرنے والے اور رسول اللہ ﷺ کے آثار کی پیروی کرنے والے تھے اس لیے آپ ڈرے کہ آپ اپنے اس عمل سے ایسی چیز کے مبتدع نہ بن جائیں جسے رسول اللہ ﷺ پسند نہ کرتے ہوں اسی لئے آپ نے حضرت عمرؓ سے کہا میں وہ کام کیسے کروں؟ جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا اور شاید

الإنشاء والاختراع إلى الوقوع في المخالفة والابتداع. ولكنه لما رأى الأمر خطيراً والفكرة. في حد ذاتها. وسيلة من أعظم الوسائل لحفظ الكتاب الشريف والمحافظة عليه من الضياع والتحريف، وأيقن أنها ليست من الأمور الخارجة ولا من البدع المستحدثة عزم على جمع القرآن، وظل يقنع زيداً بذلك حتى شرح الله صدره فقام بتنفيذ ذلك الأمر الخطير والله اعلم.

ثانيا: لماذا اختار أبو بكر (زيد بن ثابت) من بين الصحابة الكرام لهذا العمل الجليل؟

والجواب عن ذلك: أن زيداً رضي الله عنه قد احتمع فيه من المواهب العظيمة التي تؤهله لجمع القرآن مالم يجتمع في غيره من الرجال، اذن كان من حفاظ القرآن، ومن كتاب الوحي لرسول الله، وشهد (العرضة الأخيرة) للقرآن في ختام حياته صلى الله عليه وسلم.. وكان فوق ذلك معروفاً بشدة ورعه، وعظم أمانته، وكمال خلقه، واستقامة دينه، وكان معروفاً بالنبوغ والذكاء، وهذا ما أشار اليه كلام أبي بكر في رواية البخاري حين استدعاه وقال له: (إنك رجل شاب عاقل لا نتهمك، كنت تكتب الوحي لرسول الله)..

فلهذه الخصال والمزايا الحميدة إختاره أبو بكر الصديق لجمع القرآن.. ومما يدل على

آپ ڈرتے تھے کہ انشاء واختراع آپ کو مخالفت وابتداع تک لے جائے گی لیکن جب آپ نے دیکھا کہ یہ بات بڑی قدروالی اور یہ خیال فی حد ذاتہ کتاب شریعت کے حفظ کیلئے اور تحریف وضیاع سے اسے بچانے کیلئے عظیم وسیلہ ہے اور آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ بات امورِ خارجہ میں سے نہیں ہے اور نہ مستحدث بدعتوں میں سے ہے تو آپ نے قرآن کے جمع کرنے کا عزم کرلیا اور آپ حضرت زیدؓ کو اس سے راضی کرنے لگے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا شرح صدر کر دیا اور انھوں نے اس عظیم کام کی تنفیذ کی ذمہ داری لے لی۔

دوم: حضرت ابوبکرؓ نے اس جلیل القدر کام کیلئے صحابہ کرام میں سے حضرت زید بن ثابتؓ کو کیوں منتخب کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ میں وہ عظیم خوبیاں جمع تھیں جو آپ کو قرآن کے جمع کرنے کا اہل قرار دیتی تھیں اور وہ کسی دوسرے آدمی میں موجود نہ تھیں۔ آپ حفاظ قرآن میں سے تھے آپ رسول اللہ ﷺ کے کاتب وحی تھے اور آپ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخر میں قرآن کے عرضہ اخیرہ (آخری پیشکش) میں موجود تھے اور اس سے بڑھ کر آپ اپنے شدید تقویٰ، عظیم امانت، کمالِ خلق اور دینی استقامت میں مشہور تھے نیز آپ خوش بیانی اور تیز فہمی میں بھی مشہور تھے اور اس کی طرف بخاری کی روایت میں حضرت ابوبکرؓ کے کلام میں جب آپ نے انہیں بلایا اشارہ پایا جاتا ہے آپ نے انہیں کہا آپ نوجوان دانشمند ہیں ہم آپ پر تہمت نہیں لگاتے آپ رسول اللہ ﷺ کی وحی لکھتے رہے ہیں۔

ان خصائل حمیدہ کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کو جمع قرآن کیلئے منتخب کیا اور حضرت زید بن ثابتؓ کی

شدة ورع زيد بن ثابت أنه قال: (فوالله لو كلفني نقل جبل من الجبال ما كان أثقل علي مما أمرني به) الحديث.

ثالثاً: ما هو المقصود من قول زيد في رواية البخاري (حتى وجدت آخر سورة التوبة مع أبي خزيمة لم أجدها عند غيره)؟.

والجواب عن ذلك: أن زيداً رضي الله عنه لم يجد هذه الآيات مكتوبة عند أحد من الصحابة إلا عند أبي خزيمة الأنصاري، وليس المراد أنها لم تكن محفوظة، إذ أن زيداً نفسه كان يحفظها، وكان كثير من الصحابة يحفظونها، ولكنه أراد أن يجمع بين (الحفظ والكتابة) كما سنبينه إن شاء الله زيادة في التوثق ومبالغة في الاحتياط، وعلى ذلك النهج الرشيد تم جمع القرآن.

شدتِ تقویٰ پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر آپ مجھے کسی پہاڑ کے اٹھانے کا مکلف کرتے تو وہ مجھ پر اس سے بوجھل نہ ہوتا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا ہے۔

سوم: حضرت زید کے قول کا جو بخاری کی روایت میں ہے کیا مقصود ہے فرماتے ہیں حتی کہ میں نے سورہ توبہ کے آخر کو ابوخزیمہ کے پاس پایا میں نے اسے کسی اور کے پاس نہیں پایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ان آیات کو ابو خزیمہ انصاریؓ کے سوا کسی صحابی کے پاس لکھا ہوا نہیں پایا اس کا یہ مقصد نہیں کہ وہ محفوظ نہ تھیں بلکہ حضرت زیدؓ خود ان کے حافظ تھے جیسا کہ ہم عنقریب اسے احتیاط میں مبالغہ اور اعتماد کے باب میں بیان کرینگے اور اس درست نہج پر جمع قرآن کی تکمیل ہوئی۔

الخطة الرشيدة في جمع القرآن:

وقد انتهج (زيد بن ثابت) في جمع القرآن خطة رشيدة في غاية الدقة والإحكام، فيها ضمان لحياطة هذه الكتاب المجيد، بما يليق به من تثبت بالغ، وحذر دقيق، فلم يكتف بما حفظ في قلبه ولا بما كتب بيده، ولا بما سمع بأذنه، بل جعل يتتبع ويستقصي آخذاً على نفسه أن يعتمد في جمع القرآن على مصدرين اثنين:

أ- ما كان محفوظاً في صدور الرجال.

ب- ما كتب بين يدي رسول الله ﷺ.

جمع قرآن کے بارے میں بہترین طرز:

حضرت زید بن ثابتؓ جمعِ قرآن کے بارے میں نہایت دقیق اور پختہ طرز پر چلے اس میں اس کتاب مجید کی حفاظت کی ضمانت تھی جو بڑی چھان بین اور دقیق احتیاط کے مناسب حال تھی اور آپ نے اپنے دل میں جو حفظ کیا تھا اور جو اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور جو اپنے کانوں سے سنا تھا اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنے نفس کو نا قابل اعتماد قرار دیتے ہوئے جستجو کرتے ہوئے انتہاء کو پہنچے کہ وہ جمعِ قرآن کے بارے میں دو سرچشموں پر اعتماد کریں۔

الف۔ جو صدورِ رجال میں محفوظ تھا۔

ب۔ جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھا گیا۔

فلا بد أن يتضافر الأمران (الحفظ والكتابة) وبلغ من شدة حرصه واحتياطه أنه كان لا يقبل شيئاً من المكتوب حتى يشهد شاهدان عدلان أنه كتب بين يدي رسول الله ﷺ. يدل عليه الحديث الذي رواه (أبو داود) في سننه قال: (قدم عمر فقال: من كان تلقى من رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئاً من القرآن فليأت به، وكانوا يكتبون ذلك في الصحف والألواح والعسب وكان لا يقبل من أحد شيئاً حتى شهد شاهدان) ويدل عليه كذلك ما رواه أبو داود أيضاً أن أبا بكر رضي الله عنه قال لعمر، ولزيد: (اقعدا على باب المسجد فمن جاء كما بشاهدين على شيء من كتاب الله فاكتباه) قال ابن حجر: المراد بالشاهدين: الحفظ، والكتابة.. وقال البخاري المراد (أنهما يشهدان على أن ذلك المكتوب كتب بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم) وذلك غاية في التثبت والدقة والاحكام من الصديق رسمه منهجاً لزيد بن ثابت رضي الله عنهم أجمعين.

مزايا مصحف أبي بكر الصديق:

امتازت الصحف التي جمعت في عهد أبي بكر الصديق في (مصحف واحد) بعدة مزايا أهمها:

أولاً: التحري الدقيق التام، والتثبت الكامل.

ثانيا: لم يسجل في المصحف إلا ما ثبت

پس ضروری ہے کہ دونوں باتیں (حفظ وکتابت) ایک دوسرے کی مدد کریں اور آپ اپنی شدت حرص واحتیاط میں یہاں تک پہنچے کہ آپ کسی لکھی ہوئی چیز کو قبول نہ کرے حتی کہ دو عادل گواہ گواہی دیتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھا گیا ہے اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جسے ابوداؤد نے سنن میں روایت کیا ہے آپ نے بیان کیا کہ: حضرت عمرؓ آئے اور فرمایا: جس نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ قرآن حاصل کیا ہے وہ اسے لے آئے اور وہ اس وقت صحابہؓ اسے صحف والواح اور کھجور کی شاخوں پر لکھا کرتے تھے اور آپ کسی سے کوئی چیز قبول نہ کرتے تھے حتی کہ دو گواہ گواہی دیتے اور ایسے ہی وہ روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے جسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ اور حضرت زیدؓ سے کہا تم دونوں مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو کتاب اللہ کی کسی چیز پر دو گواہ لائے اسے لکھ لو ابن حجر کہتے ہیں: کہ دو گواہوں سے مراد حفظ اور کتابت ہے اور سخاوی نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دونوں گواہی دیں کہ یہ لکھی ہوئی چیز حضرت نبی کریم ﷺ کے سامنے لکھی گئی ہے اور یہ حضرت صدیق کی جانب سے حد درجہ کی چھان بین باریکی اور مضبوطی ہے آپ نے اسے حضرت زید بن ثابتؓ کیلئے بطور منہج ترتیب دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق کے مصحف کی خوبیاں:

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جو صحف ایک مصحف میں جمع کئے گئے وہ کئی خوبیوں میں ممتاز ہیں ان میں سے اہم یہ ہیں:

اول: مکمل دقیق تلاش اور کامل چھان بین۔

دوم: مصحف میں وہی ضبط کیا گیا جس کی تلاوت کا منسوخ

عدم نسخ تلاوته.

ثالثاً: إجماع الأمة عليه، وتواتر ما سجل فيه من الآيات القرآنية.

رابعاً: شمول المصحف للقراء ات السبع التي نقلت بالنقل الثابت الصحيح.

وهذه المزايا جعلت الصحابة يلهجون بالثناء العاطر على أبي بكر الصديق حيث القرآن الكريم من الضياع، وذلك بتوفيق من الله عزوجل ومدد من عنده، وقد قال (علي بن أبي طالب) كرم الله وجهه: (أعظم الناس في المصاحف أجراً أبو بكر، رحمة الله على أبي بكر، هو أول من جمع كتاب الله). ولقد أصبح جمع القرآن منقبة خالدة لا يزال التاريخ يذكرها بالجميل والثناء العاطر لأبي بكر في التوجيه والاشراف، ولزيد بن ثابت في التنفيذ والعمل رضوان الله عليهم أجمعين. وجمع القرآن في مصحف واحد في عهد أبي بكر لا يعني أن الصحابة رضوان الله عليهم لم يكن لديهم مصاحف كتبوا فيها القرآن من قبل، فإن ذلك لا ينافي أن يكون لبعض الصحابة مصحف خاص، ولكن هذه المصاحف لم تظفر بما ظفر به مصحف أبي بكر من دقة البحث والتحرى، والاقتصار على ما لم تنسخ تلاوته، ومن بلوغه حد التواتر، ومن اجماع الأمة عليه، ومن شموله للأحرف السبعة (القراء ات السبع) كما تقدم، فهذا (علي)

ثابت نہیں ہوا۔

سوم: اس پر امت کا اجماع ہے اور اس میں جو آیات قرآنیہ ضبط کی گئی ہیں وہ تواتر سے ثابت ہیں۔

چہارم: مصحف ان قراءات سبع پر مشتمل ہے جو صحیح ثابت نقل سے منقول ہے۔

ان خوبیوں نے صحابہ کو ایسا بنا دیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تعریف وثناء کے شیفتہ ہوگئے تھے اس لحاظ سے کہ قرآن کریم ضیاع سے بچ گیا ہے اور یہ اللہ کی توفیق ومدد سے ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیان کیا ہے کہ: مصاحف کے بارے میں سب لوگوں سے بڑھ کر اجر پانے والے حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ اللہ ابوبکرؓ پر رحمت کرے، آپ کتاب اللہ کے پہلے جامع ہیں اور جمع قرآن ان کی ایک دائمی منقبت ہو گئی ہے اور تاریخ ہمیشہ ہی اس کا جو ابوبکرؓ کی راہنمائی ونگرانی اور زید بن ثابتؓ کی تنفیذ وعمل میں آئی اچھی تعریف سے اس کا ذکر کرتی رہے گی اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں قرآن کے ایک مصحف میں جمع ہونے سے یہ مراد نہیں کہ صحابہ کے پاس وہ مصاحف نہ تھے جن میں انہوں نے پہلے قرآن لکھا تھا یہ بات اس امر کے منافی نہیں کہ بعض صحابہؓ کے پاس خاص مصحف ہوں لیکن یہ مصاحف اتنے کامیاب نہیں ہوئے جس طرح حضرت ابوبکرؓ کا مصحف دقیق تلاش اور اور اس کی تلاوت کے عدم نسخ پر اکتفاء اور اس کے حد تواتر تک بلوغ اور اس پر امت کا اجماع اور قراءات سبعہ پر مشتمل ہونے کے باعث کامیاب ہوا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے حضرت علیؓ کا ایک خاص مصحف تھا جسے آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے شروع میں لکھا تھا اور آپ نے عزم کیا کہ جب تک آپ اس کی کتابت کو ختم نہ کرلیں گے سوائے نماز

رضي الله عنه كان له مصحف خاص كتبه في بدء خلافة أبي بكر، وعزم الأ يخرج إلا للصلاة حتي ينتهي من كتابته...

• کے باہر نہ نکلیں گے۔

روی السیوطي عن (محمد بن سیرین) عن (عکرمة) انه قال: لما کان بدء خلافة أبي بکر، قعد علي بن أبي طالب في بیته، فقیل لأبي بکر: قد کره بیعتك، فأرسل إلیه فقال: أکرهت بیعتي؟ فقال: رأیت کتاب الله یزاد فیه فحدثت نفسي ألا ألبس ردائي إلا لصلاة حتی أجمعه، قال له أبو بکر: فانك نعم ما رأیت[1] فقد کان له مصحف ولکنه کما یروی عن ابن سیرین کان فیه الناسخ والمنسوخ فلم یکن مثل مصحف أبي بکر.

سیوطی نے محمد بن سیرین سے بحوالہ عکرمہ روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا آغاز ہوا تو حضرت علیؓ بن ابی طالب اپنے گھر میں بیٹھ گئے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا گیا حضرت علیؓ نے آپ کی بیعت کو پسند نہیں کیا' آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور پوچھا کیا آپ نے میری بیعت کو ناپسند کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا میں نے دیکھا کہ کتاب اللہ میں اضافہ کیا جا رہا ہے تو میرے دل نے کہا کہ میں نماز کے سوا اپنی چادر زیب تن نہیں کروں گا حتی کہ قرآن کو جمع کر دوں حضرت ابوبکرؓ نے آپ سے کہا آپ کی رائے بہت اچھی ہے آپ کا ایک مصحف تھا لیکن جیسا کہ ابن سیرین سے بیان کیا جاتا ہے اس میں ناسخ و منسوخ تھا اور وہ مصحف ابوبکرؓ جیسا نہ تھا۔

لماذا لم یجمع القرآن في مصحف واحد؟

قرآن ایک مصحف میں کیوں جمع نہیں کیا گیا؟

ونتساءل هنا: لماذا لم یجمع القرآن الکریم في مصحف واحد في زمن النبي ﷺ؟ والجواب عن ذلك:

ہم یہاں سوال کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک مصحف میں قرآن کریم کیوں جمع نہیں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ:

أولا: إن القرآن لم ینزل مرة واحدة وإنما نزل مفرقاً، ولا یمکن جمعه قبل أن یتکامل النزول.

اول: قرآن ایک ہی دفعہ نازل نہیں ہوا وہ مفرق طور پر نازل ہوا ہے اور نزول کے مکمل ہونے سے قبل اس کا جمع کرنا ممکن نہ تھا۔

ثانیا: إن بعض الآیات کانت نسخ، وإذا کان القرآن عرضة للنسخ فکیف یمکن أن تجمع في مصحف واحد.

دوم: بعض آیات منسوخ ہوجاتی تھیں اور جب قرآن نسخ کا محتمل ہو تو ایک مصحف میں اس کا جمع ہونا کیسے ممکن ہے؟

ثالثا: إن ترتیب الآیات والسور لم یکن

سوم: آیات و سور کی ترتیب' نزول کے مطابق نہ تھی

(۱) انظر: کتاب الاتقان للسیوطي.

على حساب النزول فقد تنزل بعض الآيات في أواخر الوحي بينما يكون ترتيبها في أوائل السور الكريمة وهذا يقتضي تغيير المكتوب.

رابعاً: كانت المدة بين نزول آخر ما نزل وبين وفاته ﷺ قصيرة جداً، وقد تقدم في الفصل الأول أن آخر ما نزل من القرآن قوله تعالىٰ ﴿ **واتقوا يوماً ترجعون فيه الى الله..** ﴾(سورة البقرة:٢٨١)الآية. وقد انتقل رسول الله إلى جوار ربه بعد نزولها بتسع ليال، فالمدة إذاً قصيرة، ولا يمكن جمعه قبل تكامل النزول.

خامساً: لم يوجد من دواعي الجمع في مصحف واحد مثل ما وجد في عهد أبي بكر، فقد كان المسلمون بخير، والقرآء كثيرون، والفتنة مأمونة، بخلاف ما حصل في عهد أبي بكر من مقتل الحفاظ حتى خاف على ضياع القرآن.

والخلاصة: إن القرآن لو جمع في مصحف واحد والحال على ما ذكرنا لكان القرآن عرضة للتغيير والتبديل كلما وقع نسخ، أو حدث سبب، مع أن أدوات الكتابة لم تكن ميسورة. والظروف لا تساعد على ترك المصحف القديم، والاعتماد على المصحف الجديد، لأنه لا يمكن أن يكون في كل شهر أو يوم مصحف يجمع كل ما نزل من القرآن ولكن لما استقر الأمر بختام التنزيل، ووفاة الرسول، وامن النسخ، وعرف الترتيب أمكن جمعه في مصحف واحد، وهذا ما

بعض آیات وحی کے آخر میں نازل ہوئیں جب کہ ان کی ترتیب سورتوں کے اوائل میں ہوئی تھی کہ بات لکھی ہوئی چیز کی تبدیلی کا تقاضا کرتی ہے۔

چہارم: آخری نزول کے درمیان اور آپ کی وفات کے درمیان بہت تھوڑی مدت پائی جاتی ہے اور پہلی فصل میں بیان ہو چکا ہے کہ قرآن میں سے جو آخر میں نازل ہوا وہ قول الٰہی "**واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله** (البقرہ: ۲۸۱) ہے اور اس کے نزول کی نو راتوں کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے رب کے جوار میں منتقل ہو گئے، پس مدت بہت تھوڑی تھی اور نزول کے تکامل سے قبل اس کا جمع کرنا ممکن نہ تھا۔

پنجم: ایک مصحف میں جمع کرنے کے جو اسباب عہد ابوبکرؓ میں پائے گئے ویسے اسباب پہلے نہیں پائے گئے پہلے مسلمان، بھلائی اور اچھائی کے ساتھ تھے اور قراء بہت تھے اور فتنہ کا خوف بھی نہ تھا اور حضرت ابوبکر کے عہد میں حفاظ کا جو قتل ہوا اس سے وہ ضیاع قرآن سے خوفزدہ ہو گئے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر قرآن ایک مصحف میں جمع کیا جاتا اور حالت وہ ہوتی جو ہم نے بیان کی ہے تو قرآن کریم تبدیلی کا نشانہ بن جاتا جب کبھی نسخ ہوتا یا سبب پیدا ہوتا باوجود یہ کہ سامان کتابت کا حصول آسان نہ تھا اور حالات مصحف قدیم کے ترک کرنے اور جدید مصحف پر اعتماد کرنے میں معاون نہ تھے اس لئے ممکن نہ تھا کہ ہر ماہ یا ہر دن مصحف ہوتا جو نازل ہونے والے قرآن کو جمع کرتا لیکن جب تنزیل کے ختم ہونے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات اور نسخ سے امن میں آ جانے سے یہ معاملہ ٹک گیا اور ترتیب معلوم ہوگئی تو ایک مصحف میں اس کا جمع کرنا ممکن ہوگیا اور یہ کام خلیفہ راشد حضرت ابوبکر

فعله الخليفة الراشد أبو بكر الصديق رضى الله عنه وجزاه عن القرآن والمسلمين خير الجزاء.

جمع القرآن في عهد عثمان.

أما جمع القرآن في عهد عثمان فقد كان له سبب آخر غير السبب الذى حدث في عهد ابى بكر. فقد اتسعت الفتوحات الاسلامية في عهد عثمان' وتفرق المسلمون في الأقطار والأمصار' واشتهر في كل بلدان من البلاد الاسلامية قراء ة الصحابى الذى علمهم القرآن' فأهل الشام كانوا يقرأون بقراء ة (ابى بن كعب) واهل الكوفة كانوا يقرأ ون بقراء ة (عبدالله بن مسعود) وغيرهم كان يقرأ بقراء ة (أبى موسى الأشعرى)' فكان بينهم اختلاف في حروف الأداء' ووجوه القراء ات' حتى كان الأمر يصل الى النزاع والشقاق' بينهم' وكاد بعضهم يكفر بعضاً بسبب (اختلاف القراء ة).

روى عن أبي قلابة أنه قال: (لما كانت خلافة عثمان' جعل المعلم (المقرى) يعلم قراء ة الرجل' والمعلم يعلم قراء ة الرجل' فجعل الغلمان يلتقون فيختلفون' حتى ارتفع الى المعلمين' حتى كفر بعضهم بعضاً' فبلغ ذلك عثمان فخطب فقال: أنتم عندى تختلفون' فمن نأى (أى بعد) عنى من الأمصار فهم أشد اختلافاً)؟ لهذه الأسباب والأحداث رأى عثمان بثاقب رأيه' وصادق نظره' ان يتدارك الخرق قبل أن يتسع على الراقع' وأن يستأصل الداء قبل أن

صدیقؓ نے کیا اللہ آپ کو قرآن اور مسلمانوں کی طرف سے بہتر جزا دے۔

حضرت عثمان کے عہدِ خلافت میں جمع قرآن:

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں قرآن کے جمع کرنے کا جو سبب پیدا ہوا وہ اس سبب کا غیر تھا جو حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں ہوا حضرت عثمانؓ کے عہد میں اسلامی فتوحات وسیع ہوگئیں اور مسلمان اقطار و امصار میں پھیل گئے اور بلاد اسلامیہ کے ہر شہر میں اس صحابی کی قرأت پھیل گئی جس نے انہیں قرآن لکھایا تھا۔ اہل شام' ابی بن کعبؓ کی قرأت پڑھتے تھے اور اہل کوفہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت پڑھتے تھے اور دوسرے لوگ ابو موسیٰ اشعریؓ کی قرأت پڑھتے تھے اور ان کے درمیان حروفِ ادا اور وجوہِ قراءات میں اختلاف پایا جاتا تھا حتی کہ قریب تھا کہ معاملہ نزاع و خلاف تک پہنچ جاتا اور قریب تھا کہ اختلاف قرأت کے باعث لوگ ایکدوسرے کی تکفیر کریں۔

ابو قلابہ سے روایت کہ: جب حضرت عثمان کی خلافت کا زمانہ تھا تو ایک معلم ایک شخص کی قرأت لکھاتا اور دوسرا معلم دوسرے شخص کی قرأت لکھاتا نوجوان ایک دوسرے سے ملتے تو اختلاف کرتے حتی کہ یہ اختلاف معلمین تک چلا گیا حتی کہ بعض نے بعض کی تکفیر کی۔ حضرت عثمانؓ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا: تم میرے پاس اختلاف کرتے ہو اور جو شہروں میں مجھ سے دور ہیں وہ سخت اختلاف کرنے والے ہوں گے ان اسباب و واقعات کے باعث حضرت عثمانؓ نے اپنی تہ تک پہنچنے والی رائے اور اپنی سچی نظر سے دیکھا کہ وہ پھٹن کو سی دیں قبل اس کے کہ وہ پیوند لگانے والے پر وسیع

يصعب الدواء، فجمع أعلام الصحابة، ورجال الرأي والبصر فيهم، واستشارهم في علاج تلك الفتنة، وعلاج ذلك الاختلاف، فأجمعوا أمرهم على أن يستنسخ أمير المومنين مصاحف عديدة، ويبعث الى كل بلد او مصر بمصحف منها، وان يأمر الناس باحراق كل ما عداها، حتى لا يبقى ثمة طريق للنزاع والاختلاف في وجوه القراء ة، فشرع. رضي الله عنه. بتنفيذ هذا القرار الحكيم، فعهد الى أربعة من خيرة الصحابة، وثقات الحفاظ وهم (زيد بن ثابت) و (عبدالله بن الزبير) و (سعيد بن العاص) و (عبدالرحمن بن هشام) وقد كانوا جميعاً من قريش من المهاجرين الا (زيد بن ثابت) فقد كان من الأنصار، وكان هذا العمل الجليل سنة ٢٤ هجرية، وقال لهؤلاء اذا اختلفتم في شيء من وجوه القراء ة فاكتبوه بلغة قريش، فان القرآن نزل بلغتهم. وطلب عثمان من (حفصه بنت عمر) أن تعطيه المصحف الذي كان عندها، والذي جمعه أبو بكر لينسخ منه عدة نسخ ثم يعيده إليها، ففعلت.

سبب جمع عثمان للقرآن الكريم:

روى البخاري عن أنس بن مالك أنه قال:

(أن (حذيفة بن اليمان) قدم على عثمان، وكان يغازي أهل الشام في فتح أرمينية وأذربيجان مع أهل العراق، فأفزع حذيفة

ہو جائے اور بیماری کہ قبل اس کے کہ اس کا علاج مشکل ہو جائے جڑ سے اکھیڑ دیں آپ نے بڑے بڑے صحابہؓ اور اصحاب فہم و بصیرت کو جمع کیا اور اس فتنہ و اختلاف کے علاج کے متعلق ان سے مشورہ طلب کیا اور ان کا اس امر پر اتفاق ہوا کہ امیر المومنین متعدد مصاحف لکھوائیں۔ اور ان میں سے ہر شہر کی طرف ایک مصحف بھیج دیں اور ان کے سوا جو مصحف ہیں ان کے جلانے کا لوگوں کو حکم دیدیں حتی کہ وجوہ قرأت کے بارے میں وہاں اختلاف و نزاع باقی نہ رہے آپ نے اس حکیمانہ قرارداد کی تنفیذ شروع کر دی آپ نے چار بہترین صحابہ اور ثقات حفاظ کو ذمہ دار بنایا اور وہ حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن ہشام رضی اللہ عنہم تھے اور یہ سب حضرت زید بن ثابتؓ کے سوا جو انصار میں سے تھے مہاجرین قریش میں سے تھے اور یہ عمل جلیل ۲۴ھ میں ہوا اور آپ نے ان سے فرمایا کہ جب تم وجوہ قرأت میں سے کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے قریش کی لغت میں لکھو بلاشبہ قرآن انہی کی لغت میں نازل ہوا ہے اور حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ بنت عمر سے خواہش کی کہ وہ اس مصحف کو انہیں دیدیں جو ان کے پاس ہے جسے حضرت ابوبکرؓ نے جمع کیا ہے تاکہ وہ اس سے متعدد نسخے لکھ لیں پھر وہ اسے ان کو لوٹا دینگے تو حضرت حفصہؓ نے وہ نسخہ آپ کو دیدیا۔

حضرت عثمانؓ کے قرآن کو جمع کرنے کا سبب:

بخاری نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور وہ آرمینیا اور آذربائیجان کی فتح میں اہل شام کو اہل عراق کے ساتھ لڑائی کیلئے روانہ کیا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ کو ان کے

اختلافهم في القراءة، فقال حذيفة لعثمان: يا أمير المؤمنين أدرك هذه الأمة قبل ان يختلفوا في الكتاب اختلاف اليهود والنصارى، فأرسل عثمان الى حفصة ان أرسلي الينا بالصحف ننسخها في المصاحف ثم نردها اليك، فأرسلت بها حفصة الى عثمان فأمر زيد بن ثابت، وعبدالله بن الزبير، وسعيد بن العاص، وعبدالرحمن بن الحارث بن هشام فنسخوها في المصاحف، وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة: اذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فانما نزل بلسانهم، ففعلوا حتى اذا نسخوا المصحف في المصاحف رد عثمان الصحف الى حفصه وأرسل الى كل أفق بمصحف مما نسخوا، وأمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة أو مصحف أن يحرق)[1] ((رواه البخاري)).

اختلاف قرأت نے خوفزدہ کر دیا' حضرت حذیفہؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا: اے امیر المومنین! اس امت نے قبل اس کے وہ کتاب کے بارے میں اختلاف کریں' یہود و نصاریٰ کے اختلاف کو پالیا ہے سو حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کو پیغام بھیجا کہ مصحف کو ہماری طرف بھیج دیجئے۔ ہم انہیں مصاحف میں لکھیں گے پھر آپ کو واپس کر دیں گے۔ حضرت حفصہؓ نے انہیں حضرت عثمانؓ کے پاس بھیج دیا تو آپ نے حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا اور انہوں نے ان کو مصاحف میں لکھ دیا اور حضرت عثمان نے تینوں قریشیوں کی جماعت سے کہا جب تم اور زید بن ثابت قرآن کی کسی بات پر اختلاف کرو تو اسے قریش کی زبان میں لکھنا وہ ان کی زبان میں نازل ہوا ہے تو انہوں نے ایسے ہی کیا حتیٰ کہ جب انہوں نے ایک مصحف کو مختلف مصاحف میں لکھ لیا تو حضرت عثمانؓ نے مصحف حضرت حفصہؓ کو واپس کر دیا اور جو مصاحف انہوں نے لکھے ان میں سے ایک مصحف ہر افق کی طرف بھیج دیا اور حکم دیا کہ اس کے سوا جو قرآن کسی صحیفہ یا مصحف میں ہو اسے جلا دیا جائے اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

الفرق بين جمع أبي بكر وجمع عثمان:

الفرق بين جمع أبي بكر وجمع عثمان: ونستطيع مما سبق أن نعرف الفرق بين جمع أبي بكر وجمع عثمان، وهو أن الجمع في عهد أبي بكر كان عبارة عن نقل القرآن وكتابته في مصحف واحد مرتب الآيات، جمعه اللخاف والعسب والرقاع، وكان سبب الجمع (موت

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے جمع کرنے میں فرق:

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے جمع کرنے میں فرق پایا جاتا ہے اور جو کچھ پہلے بیان ہو چکا ہے اس سے ہم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے جمع کرنے کے درمیان جو فرق پایا جاتا ہے اسے معلوم کر سکتے ہیں حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جمع کرنے سے مراد قرآن اور اس کی کتابت کو ایک مرتب الآیات مصحف میں نقل کرنا تھا۔ آپ نے اسے کھجور کی

(۱) انظر: صحيح البخاري، باب جمع القرآن.

الحفاظ) وأما جمع عثمان فقد كان عبارة عن نسخ عدة نسخ من المصحف الذى جمع فى عهد أبى بكر لترسل الى الآفاق الاسلامية. وكان سبب الجمع انما هو (اختلاف القرآء) فى قراءة القرآن' والله اعلم وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم.

شاخوں' پرزوں اور نرم پتھروں سے جمع کیا اور جمع کرنے کا باعث حفاظ کی موت تھی اور حضرت عثمانؓ کے جمع کرنے سے مراد اس مصحف سے جو حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جمع کیا گیا تھا متعدد مصاحف میں لکھنا تھا تاکہ انہیں آفاق اسلامیہ کی طرف بھیجا جائے اور جمع کا سبب قرآن میں قراء کا اختلاف تھا۔ واللہ اعلم وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

الفصل الخامس

التفسير والمفسرون

أنزل الله كتابه العظيم، ليكون دستوراً للمسلمين، ومنهاجاً يسيرون عليه في حياتهم، فيستضيؤن بضيائه، ويهتدون بهديه، ويقبسون من تعاليمه الرشيدة، ونُظمه الحكيمة ما يجعلهم في أوج السعادة والعزة، ويرفع بهم الى ذرى المجد والكمال، ويؤهلهم الى قيادة ركب الانسانية ويجعلهم السادة والقادة في هذه الحياة، يسيرون بالأمم الى حياة العزة والكرامة، ويوصلونهم الى شاطئ الأمين والاستقرار والسلام.

ولا ريب أن البشرية تتخبط اليوم في ظلمات الشقاوة والجاهلية، وتغرق في بحار التحلل وعبادة المال، وليس لها من منقذ الا الاسلام، عن طريق الاسترشاد بتعاليم القرآن ونظمه الحكيمة، التي روعيت فيها جميع عناصر السعادة للنوع البشري، على ما أحاط به علم الخالق الحكيم، ومن البدهي أن العمل بهذه التعاليم لا يكون الا بعد فهم القرآن وتدبره، والوقوف على ما حوى من نصح وارشاد، وهذه لا يتحقق الا عن طريق الكشف والبيان، لما تدل عليه آيات القرآن، وهو ما نسميه ب(علم التفسير) خصوصاً في هذه العصور الأخيرة التي فسدت فيها ملكة البيان العربي، وضاعت فيها

پانچویں فصل

تفسیر اور مفسرین

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو نازل کیا تاکہ وہ مسلمانوں کیلئے دستور ومنہاج ہو اور وہ اپنی زندگی میں اس پر چلیں اور اس کی روشنی سے ضیاء حاصل کریں اور انہیں مجد وکمال کی چوٹی تک پہنچائیں اور انہیں انسانی قافلہ کی قیادت کا اہل بنادیں اور اس زندگی میں انہیں قائد وسردار بنادیں اور وہ قوموں کے ساتھ' عزت وکرامت کی زندگی کی طرف چلیں اور انہیں امن و استقرار اور سلامتی کے کنارے تک پہنچاویں۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ آج بشریت شقاوت و جاہلیت کی تاریکیوں میں ٹاک ٹوئیاں مار رہی ہے اور تحلل اور مال کی پرستش کے سمندروں میں غرق ہو رہی ہے اور اسلام کے سوا اسے کوئی بچانے والا نہیں وہ یوں کہ وہ قرآن کی تعلیمات اور اس کے نظم حکیمہ سے راہنمائی حاصل کرے جن میں نوع بشر کی سعادت کے تمام عناصر کو محفوظ کر دیا گیا ہے اور خالق و حکیم کے علم نے ان کا احاطہ کیا ہوا ہے اور یہ واضح بات ہے کہ ان تعلیمات پر عملدرآمد قرآن کے فہم وتدبر اور جو بھلائی اور راہنمائی وہ اپنے اندر لئے ہوئے ہے اس سے آگاہی کے بعد ہی ہو سکتا ہے اور اس کا تحقق کشف و بیان کے طریق سے ہی ہو سکتا ہے جس پر قرآن کی آیات دلالت کرتی ہیں اور اسے ہم علم تفسیر کا نام دیتے ہیں خصوصا ان آخری ادوار میں جن میں عربی بیان کا ملکہ خراب ہو گیا ہے اور خصائص

خصائص العروبة' حتى من سلائل العرب أنفسهم. فالتفسير هو المفتاح لهذه الكنوز والذخائر' التي احتواها هذا الكتاب المجيد' وبدونه لا يمكن الوصول الى هذه الكنوز والذخائر' واللآليء والجواهر' مهما بالغ الناس في ترديد ألفاظ القرآن' وقرء وا آياته في كل صباح ومساء.

عروبہ ضائع ہو گئے ہیں حتیٰ کہ خود عربوں کی اولاد سے بھی ضائع ہو گئے ہیں پس تفسیر ان خزائن و ذخائر کی چابی ہے جن کو اس کتاب مجید نے جمع کیا ہے اور علم تفسیر کے بغیر ان خزائن و ذخائر اور جواہرات تک پہنچنا ناممکن ہے خواہ لوگ قرآن کے الفاظ دہرانے اور ہر صبح و شام اس کی آیات کے پڑھنے میں کس قدر مبالغہ کریں۔

وانه لمن المؤسف أن يكتفي المسلمون من القرآن بألفاظ يرد دونها' وأنغام يلحّنونها' في المآتم والمقابر' وعند الا حتفالات الرسمية' ثم لا يكون للقرآن نصيب منهم الا الطرب بالسماع أو التبرك بالتلاوة. وهذا ما عناه الرسول ﷺ بقول ((يتخذون القرآن مزامير)) وقد نسي المسلمون أو تناسوا أن بركة القرآن العظمى انما هي في تدبره وتفهمه' وفي الاهتداء بهديه' والاستفادة من تعاليمه وتوجيهاته' ثم الوقوف عند أوامره ومراضيه' والبعد عن مساخطه ونواهيه' والله تعالىٰ يقول: ﴿ **كتاب انزلناه إليك مبارك ليتدبروا آياته وليتذكر اولو الالباب**﴾(سورة ص:٢٩) ويقول سبحانه ﴿**افلا يتدبرون القرآن؟ ام على قلوب اقفالها**﴾(سورة محمد:٢٤) ويقول جل ذكره ﴿**ولقد يسرنا القرآن للذكر' فهل من مدكر**﴾.(سورة القمر:١٧-٢٢-٣٢)

اور یہ ایک افسوس ناک بات ہے کہ مسلمان ماتم و مقابر اور رواجی محافل میں قرآن کے الفاظ کو ترنم سے پڑھنے اور دہرانے پر اکتفا کریں پھر قرآن کو ان سے صرف طرب و سماع اور تلاوت کے تبرک کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اور رسول کریم ﷺ نے اپنے قول (وہ قرآن کو مزامیر بنائیں گے) سے بھی یہی مراد لیا ہے اور مسلمان بھول گئے ہیں یا انہیں بھلا دیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی برکت تو صرف اس کے فہم و تدبر اس کی ہدایت سے راستہ حاصل کرنے اور اس کی تعلیمات و توجیہات سے استفادہ کرنے اور اس کے اوامر و پسندیدہ کاموں سے آگاہ ہونے اور اس کے نواہی اور اس کی ناپسندیدہ باتوں سے دوری اختیار کرنے میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**كتاب انزلناه اليك مبارك ليتدبروا آياته وليتذكر اولوا الباب**"(ص۲۹) پھر فرمایا ہے:"**افلا يتدبرون القرآن ام على قلوب اقفالها**"(محمد:۲۴) نیز فرماتا ہے:"**ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر**"(القمر:۱۷)

فما أشبه المسلمين اليوم بالرجل العطشان يموت من الظمأ والماء بين يديه' أو

آج مسلمان' اس پیاسے شخص سے کس قدر مشابہت رکھتے ہیں جو پیاسا مر رہا ہے اور پانی اس کے سامنے پڑا ہے یا

بالحيوان يهلك من الجوع والعطش والزاد والماء على ظهره، وما أجمل قول القائل:

كالعيس في البيداء يقتلها الظما
والماء فوق ظهورها محمول

ولقد صدق رسول الله ﷺ حين قال:

((لقد تركت فيكم أمرين، لن تضلوا ما تمسكتم بهما بعدي أبداً، كتاب الله، وسنتي)).(۱)

اس حیوان سے کس قدر مشابہت رکھتے ہیں جو بھوک اور پیاس سے مر رہا ہے اور زاد اور پانی اس کی پشت پر ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

(ترجمہ) ''وہ ویرانے میں اونٹ کی مانند ہے جسے
پیاس مار رہی ہے اور پانی اس کی پشت پر لدا ہوا ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے:

''میں نے تم میں دو باتیں چھوڑتی ہیں میرے بعد تم ان دونوں میں جب تک منہمک رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور میری سنت۔''

لماذا نفسر القرآن؟

أسئلة تخطر ببال كل إنسان.. وتجول في كل فكر ((لماذا نفسر القرآن))؟ النجيد قراءته ونتقن تلاوته؟

أم لنزيل الستار عن غامض معانيه؟

أم لنجلو أسراره، ونبرز محاسنه؟

لا.. لا.. ليس لهذا، ولا لذاك فقط، بل لنتحرر من عبادة العباد، وتبعية البشر، الى عبادة رب العابد جل وعلا.. ونربط الفرد والجماعة بخالق العوالم، ومدبر الكون، رب السموات العلى، ورب العرش العظيم!!

فالقرآن الكريم دستور الأمة، وهداية الخالق، وشريعة الله لأهل الأرض، وهو النور الرباني، والهدى السماوى، والتشريع العالم الخالد، الذى تكفل بكل ما يحتاج اليه البشر في أمور دينهم و دنياهم. ولا عجب فهو كتاب

ہم قرآن کی تفسیر کیوں کرتے ہیں؟

ہر انسان کے دل اور سوچ میں کچھ سوالات گزرتے ہیں کہ ''ہم قرآن کی تفسیر کیا اس کی قرأت وتلاوت کو عمدہ اور پختہ بنانے کیلئے؟ یا اس کے معانی کی پیچیدگی سے پردہ ہٹانے کیلئے؟ یا اس کے اسرار ومحاسن کو واضح کرنے کیلئے؟ نہیں نہیں، نہ یہ اس کے لئے ہے اور نہ اس کیلئے کرتے ہیں؟ بلکہ اس لئے کہ ہم بندوں کی بندگی اور پیروی سے آزاد ہو کر رب العباد کی عبادت کی طرف آ جائیں اور انفرادی اور اجتماعی طور پر خالق عوالم اور مدبر کائنات سے جو رب عرش عظیم ہے، رابطہ کریں۔

پس قرآن کریم امت کا دستور ہے خالق کی ہدایت ہے، اہل ارض کیلئے اللہ کی شریعت ہے اور وہ نورِ ربانی ہدایت آسمانی اور ہمہ گیر دائمی قانون ہے جو ان تمام امور کا جن کا انسان اپنے دینی اور دنیاوی امور میں محتاج ہے کفیل ہے اور یہ عجیب بات نہیں ہے وہ کتاب کامل اور نظام شامل ہے جو

(۱) الحديث رواه أصحاب السنن.

كامل، ونظام شامل، يشمل جوانب الحياة بأجمعها، فى العقائد. والعبادات. والاخلاق. والمعاملات. وفى السياسية والحكم وفى السلم والحرب. وفى الشئون الاقتصادية والعلاقات الدولية. فهو كتاب جامع أنزله الله تبياناً لكل شيء وهدى ورحمة لقوم يؤمنون، وهو فى ذلك كله حكيم كل الحكمة، لا يعتريه خلل ولا اختلاف، فلا عجب أن كانت السعادة لا تنال الا بهديه، والتزام ما جاء به، فهو شفاء لما فى الصدور، وعلاج لما حل أول يحل بالمجتمع من شرور ﴿**وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين، ولا يزيد الظالمين الا خساراً**﴾.(سورة الاسراء:٨٢)

الفرق بين التفسير والتاويل:

التفسير فى اللغة هو: الايضاح والتبيين. قال تعالىٰ ﴿ **ولا يأتونك بمثل الا جئناك بالحق وأحسن تفسيرا**﴾(سورة الفرقان:٣٣) فقولنا: فسر بمعنى بيّن ووضّح، وكلام مفسَّر: أى واضح ظاهر. وأما التفسير فى الاصطلاح فهو: علم يعرف به فهم كتاب الله المنزل على نبيه محمدصلى الله عليه وآله وسلم وبيان معانيه، وإستخراج أحكامه وحكمه[1]. وعرفه غيره بأنه (علم يبحث فيه عن القرآن الكريم من حيث دلالته على مراد الله تعالىٰ بقدر الطاقة البشرية)[2]

زندگی کے تمام پہلوؤں یعنی عقائد و عبادات اخلاق و معاملات، سیاست وحکم، صلح و جنگ، اقتصادی معاملات اور بین الاقوامی تعلقات پر حاوی ہے پس وہ ایک جامع کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے بیان کرنے کیلئے نازل کیا ہے اور وہ مومنین کیلئے ہدایت و رحمت ہے اور وہ ان تمام باتوں میں پوری حکمت والا ہے اسے خلل و اختلاف لاحق نہیں ہوسکتا یہ عجیب بات نہیں کہ سعادت اسی کی ہدایت سے اور جو وہ لایا ہے اس کے التزام سے حاصل ہو وہ سینوں کی بیماریوں کی شفا ہے اور معاشرے میں جو شرور پیش آئے ہیں یا آئیں گے ان کا علاج ہے۔ "**وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنين ولا يزيد الظالمين الاخسارا**"(اسراء:۸۲)

تفسیر وتاویل کے درمیان فرق:

لغت میں تفسیر ایضاح وتبیین کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**ولا ياتونك بمثل الا جئناك بالحق واحسن تفسيرا**" (الفرقان ۳۳) اور ہمارے قول فَسَّرَ کا معنی ہے: اس نے واضح اور ظاہر کیا اور کلام مفسر سے مراد ہے۔ واضح اور ظاہر کلام اور اصطلاح میں تفسیر وہ علم ہے جس سے حضرت نبی کریم ﷺ پر نازل شدہ کتاب کا فہم اور اس کے معانی کا بیان اور اس کے احکام وحکم کا استخراج معلوم ہوتا ہے اور بعض دوسرے علماء نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ یہ وہ علم ہے جس میں انسانی طاقت کے بقدر قرآن کریم کے بارے میں بحث کی جاتی ہے کہ وہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کرتا ہے۔

(١) التعريف للزركشى من كتاب البرهان ص١٣.

(٢) انظر: مناهل العرفان للزرقانى۔

معنى التأويل:

وأما التأويل فهو لغة من الأول بمعنى الرجوع، فكأن المفسر أرجع الآية إلى ما يحتمله من المعاني. ويرى بعض العلماء أن التأويل مرادف للتفسير حتى قال صاحب القاموس: أول الكلام تأويلاً وتأوله بمعنى: دبره وقدره وفسره، ومنه قوله تعالىٰ ﴿ابتغاء الفتنة وابتغاء تأويله﴾(سورة آل عمران:٧) أما في الاصطلاح فهو عند المتقدمين بمعنى التفسير، فيقال تفسير القرآن، ويقال تأويل القرآن، بمعنى واحد. قال (ابن جرير الطبري) في تفسيره: (القول في تأويل قوله تعالىٰ كذا.. واختلف أهل التأويل في هذه الآية..) يريد بذلك أهل التفسير.

وقال (مجاهد): ان العلماء يعملون تأويله (يعني القرآن) ويريد تفسير معناه وذهب فريق من العلماء الى أن بين (التفسير والتأويل) فرقاً جليلاً وقد اشتهر هذا عند المتأخرين.

التفسير: هو المعنى الظاهر من الآية الكريمة. وأما التأويل: فهو ترجيح بعض المعاني المحتملة من الآية الكريمة التي تحتمل عدة معان. وقد أفاض العلامة (السيوطي) في كتابه (الاتقان في علوم القرآن) في هذا البحث ونقل نقولاً كثيرة عن العلماء نكتفي بأجمعها وأقربها الى الصواب وهو أن نقول (بأن التفسير هو كشف معاني القرآن الظاهرة، والتأويل ما استنبطه العارفون من المعاني الخفية والاسرار

تاویل کا مفہوم:

تاویل لغتاً اول سے مشتق ہے جس کے معنے رجوع کے ہیں گویا مفسر آیت کو ان معانی کی طرف لوٹاتا ہے جن کی وہ متحمل ہوتی ہے اور بعض علماء کا خیال ہے کہ تاویل تفسیر کا مرادف ہے حتیٰ کہ صاحب قاموس نے بیان کیا ہے کہ اوّل الکلام تاویلا و تاوله کا معنی ہے کہ اس نے غور کیا اس کا اندازہ کیا اور اس کو واضح کیا اور اسی سے اللہ کا قول "ابتعاء الفتنة وابتعاء تاويله" (آل عمران ۷) ہے اور اصطلاح میں متقدمین کے نزدیک تفسیر کے معنی میں ہے اور تفسیر القرآن اور تاویل القرآن کا ایک ہی معنی ہے ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں ''القول فی تاویل قولہ تعالیٰ..... واختلف اھل التاویل فی ھذہ الآیۃ......'' بیان کیا ہے کہ اس سے مراد اہل تفسیر ہیں اور مجاہد نے بیان کیا ہے کہ علماء قرآن کی تاویل کا کام کرتے ہیں اس سے مراد اس کے معنوں کی تفسیر کرتے ہیں اور علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ تفسیر تاویل کے درمیان واضح فرق پایا جاتا ہے اور متاخرین کے ہاں یہ مشہور بات ہے۔

تفسیر آیت کریمہ کے ظاہری معنی کو کہتے ہیں اور تاویل یہ ہے کہ آیت کریمہ جو متعدد معانی کا احتمال رکھتی ہو اس کے ایک معانی کو ترجیح دینا اور علامہ سیوطی نے اپنی کتاب (الاتقان فی علوم القران) میں اس بارے میں کافی بحث کی ہے اور علماء کی بہت سی نقول نقل کی ہیں ہم ان سب کی جامع اور صواب سے اقرب پر اکتفا کریں گے اور وہ یہ ہے کہ ہم کہیں کہ تفسیر قرآن کے ظاہری معنی کا واضح کرنا ہے اور تاویل وہ ہے جسے عارفین نے معانی خفیہ اور اسرار ربانیہ لطیفہ سے جن کی آیت قرآنیہ متحمل ہے مستنبط کیا ہے یہ وہ

الربانية اللطيفة التي تحملها الآية الكريمة).

وهذا الذين اخترناه هو الذی ذهب اليه (الألوسی) رحمة الله حيث قال:

(قد تعورف عن المؤلفين من غير نكير أن التأويل معان قدسية، ومعارف ربانية تنهل من سحب الغيب على قلوب العارفين، والتفسير غير ذلك..).

والخلاصة: أن التفسير هو المعاني الظاهرة من القرآن الكريم التي هي واضحة الدلالة على المعنى المراد لله عزوجل. والتأويل، هو المعاني الخفية التي تستنبط من الآيات الكريمة والتي تحتاج الى تأمل وتفكر واستنباط والتي تحتمل عدة معان فيرجح المفسر منها ما كان أقوى عن طريق النظر والاستدلال، وليس هذا الترجيح بقطعي بل هو ترجيح للأظهر والأقوى اذ الحكم بأنه المراد القطعي تحكم في كتاب الله، والله تعالى يقول ﴿ **وما يعلم تأويله الا الله..** ﴾(سورة آل عمران:٧)الاية والله اعلم.

اقسام التفسير:

يقسم التفسير حسب الاصطلاح العلمی الدقيق الى ثلاثة اقسام:

اولاً: (التفسير بالرواية) وهذا الذی يسمی التفسير بالنقل أو التفسير بالمأثور.

ثانياً: (التفسير بالدارية) وهذا الذی يسمی التفسير بالرأی.

ثالثاً: (التفسير بالإشارة) وهو الذی يسميه

بات ہے جسے ہم نے پسند کیا ہے اور یہی الوسی رحمہ اللہ کا خیال ہے وہ کہتے ہیں:

''مؤلفین سے کسی اعتراض کے بغیر یہ بات مشہور ہے کہ تاویل وہ معانی قدسیہ اور معارف ربانیہ ہیں جو غیب کے بادلوں سے عارفین کے قلوب پر جاری ہوتے ہیں اور تفسیر اس کے سوا ہے۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تفسیر وہ ظاہری معنی ہیں جو اللہ کی مراد پر واضح الدلالۃ ہیں اور تاویل وہ معانی خفیہ ہیں جو آیت کریمہ سے مستنبط کئے جاتے ہیں اور تامل وتفکر اور استنباط کے محتاج ہوتے ہیں اور متعدد معانی کے متحمل ہوتے ہیں اور مفسر ان میں سے نظر واستدلال کے طریق سے اقویٰ معنے کو ترجیح دیتا ہے اور یہ ترجیح قطعی نہیں ہوتی بلکہ وہ اظہر اور اقرب کے معنوں کی ترجیح ہوتی ہے جبکہ حکم یہ ہے کہ قطعی مراد کا فیصلہ کتاب اللہ میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**وما يعلم تاويله الا الله**'' (آل عمران ۷) واللہ اعلم۔

تفسیر کی اقسام:

دقیق علمی اصطلاح کے مطابق تفسیر کی تین اقسام ہیں۔

اول: تفسیر بالروایۃ: اسے تفسیر بالنقل یا تفسیر بالماثور کا نام دیا گیا ہے۔

دوم: تفسیر بالدرایۃ: اسے تفسیر بالرائے کہتے ہیں۔

سوم: تفسیر بالاشارۃ: علماء اسے تفسیر اشاری کا نام دیتے

العلماء (التفسير الاشارى)

وسنتحدث عن كل قسم من هذه الأقسام بالتفصيل ان شاء الله ونوضح السليم من.

ہیں۔

ہم ابھی ان اقسام میں سے ہر قسم پر تفصیل سے گفتگو کریں گے اور صحیح کو واضح کریں گے۔

القسم الاول

قسم اول

التفسير بالروايه

هو ما جاء في القرآن' أو السنة' أو كلام الصحابة' بياناً لمراد الله تعالىٰ تفسير القرآن بالسنة النبوية' فالتفسير المأثور إما أن يكون تفسير القرآن بالقرآن' أو تفسير القرآن بالسنة النبوية أو تفسير القرآن بالمأثور عن الصحابة.

أ. مثال ما جاء تفسيره في القرآن الكريم قوله تعالىٰ: ﴿ **أحلت لكم بهيمة الأنعام الا ما يتلى عليكم..** ﴾ (سورة المائدة:١) فقد جاء تفسير قوله ﴿ **الا ما يتلى عليكم** ﴾ في آية كريمة أخرى هي قوله تعالىٰ ﴿ **حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل لغير الله به..** ﴾ (سورة المائدة:٣) الآية. وكذلك قوله تعالىٰ: ﴿ **والسماء والطارق** ﴾ (سورة الطارق:١) جاء تفسير الطارق في نفس السورة ﴿ **النجم الثاقب** ﴾ (سورة الطارق:٣) وكذلك قوله تعالىٰ ﴿ **فتلقى آدم من ربه كلمات فتاب عليه** ﴾ (سورة البقرة:٣٧) الآية. جاء تفسير الكلمات التي تلقاها آدم في موطن آخر من القرآن' وهي قوله تعالىٰ ﴿ **قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم**

تفصیل بالروایۃ

یہ وہ تفسیر ہے جو قرآن یا سنت یا صحابہ کے کلام میں اللہ تعالیٰ کی مراد کی وضاحت کیلئے آئی ہے یہ سنت نبویہ سے قرآن کی تفسیر ہے اور تفسیر بالماثور یا تو قرآن کی قرآن سے تفسیر ہوگی یا سنت نبویہ سے قرآن کی تفسیر ہوگی یا صحابہ سے منقول روایات سے تفسیر قرآن ہوگی۔

ا۔ قرآن کریم میں جس کی تفسیر آئی ہے اس کی مثال اللہ کا قول: "**احلت لكم بهيمة الانعام الا ما يتلىٰ عليكم**" (سورۃ المائدہ:١) اور "**مايتلى عليكم**" کی تفسیر ایک دوسری آیت میں آئی ہے اور وہ یہ ہے: "**حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به**" (سورۃ المائدہ:٣) اور اسی طرح "**والسماء والطارق**" (سورۃ الطارق:١) کی تفسیر اسی سورت میں "**النجم الثاقب**" آئی ہے اور اسی طرح "**فتلقى آدم من ربه كلمات فتاب عليه**" (سورۃ البقرہ:٣٧) قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ ان کلمات کی تفسیر آئی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سیکھے اور وہ یہ ہے: "**قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين**" (سورۃ الاعراف:٢٣) اسی

16114

تغفرلنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين﴾ (سورة الأعراف:۲۳) ومن الأمثلة أيضا على تفسير القرآن بالقرآن قوله تعالیٰ ﴿انا نزلناه في ليلة مباركة﴾ (سورة الدخان:۳) جاء تفسير الليلة المباركة بأنها ليلة القدر في قوله جل ذكره ﴿انا انزلناه في ليلة القدر﴾ (سورة القدر:۱) إلى آخر ما هنالك.

طرح تفسیر القرآن بالقرآن کی مثال ”انا انزلناه في ليلة مباركة“ ہے لیلہ مبارکہ کی تفسیر لیلۃ القدر سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”انا انزلناه في ليلة القدر“ الخ

ب. ومثال ما جاء في السنة المطهرة تفسيراً وشرحاً للقرآن أنه ﷺ فسر الظلم بالشرك في قوله سبحانه ﴿الذين آمنوا ولم يلبسوا ايمانهم بظلم، أولئك لهم الأمن وهم مهتدون﴾ (سورة الأنعام:۸۲) وأيد تفسيره هذا بقوله تعالى ﴿ان الشرك لظلم عظيم﴾ (سورة لقمان:۱۳).

ب۔ اور سنت مطہرہ میں قرآن کی جو تفسیر وتشریح آئی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظلم کی تفسیر شرک سے کی ہے اللہ فرماتا ہے: ”الذين امنوا ولم يلبسوا ايمانهم بظلم اولئك لهم الأمن وهم مهتدون“ (الانعام ۸۲) اور اللہ تعالیٰ کے قول: ”ان الشرك لظلم عظيم“ نے آپ کی تفسیر کی تائید کی ہے۔

وفسر ﷺ الحساب اليسير ب (العرض) أي عرض الأعمال على المؤمنين وتذكيره بها فقط وذلك حين قال: ((من نوقش الحساب عذب)) فقالت السيدة عائشه له: يا رسول الله أو ليس قد قال الله تعالى ﴿فأما من أوتي كتابه بيمينه فسوف يحاسب حساباً يسيرا وينقلب الى أهله مسرورا﴾ (سورة الانشقاق:۷-۹) فقال ﷺ ((ذلك العرض)) (بياناً للحساب اليسير) وأما من نوقش الحساب عذب. وكتفسيره ﷺ الصلاة الوسطى في قوله تعالىٰ ﴿حافظوا على الصلوات والصلاة الوسطى﴾ (سورة البقرة:۲۳۸) بأنها صلاة العصر.. وتفسير المغضوب عليهم، والضالين في سورة

اور آپ نے حساب یسیر کی تفسیر (العرض) سے کی ہے یعنی مومن پر اعمال کا پیش ہونا اور اس کے ذریعہ ان کو نصیحت کرنا ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ نے فرمایا: جس کا کرید کرید کر حساب ہوا اسے عذاب ہوگا تو حضرت عائشہؓ آپ سے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا: ”اما من اوتي كتاب بيمينه فسوف يحاسب حسابا يسيرا وينقلب الى اهله مسرورا“ (الانشقاق ۷۔۹) آپ نے فرمایا: یہ عرض ہے (حساب یسیر کی وضاحت کیلئے) اور جس کا کرید کرید کر حساب ہوا وہ معذب ہوگا اور ایسے ہی حضور علیہ السلام نے ”حافظوا على الصلوات والصلوٰة الوسطیٰ“ کی تفسیر کی ہے کہ وہ نماز عصر ہے اور سورہ فاتحہ میں ”المغضوب عليهم اور ولا الضالين کی تفسیر یہود ونصاریٰ سے کی ہے ایسے ہی حضور علیہ السلام نے

الفاتحة باليهود والنصارى، ومن الأمثلة أيضاً على تفسير النبیﷺ للآيات الكريمة تفسيره الزيادة في قوله تعالىٰ ﴿ **للذين أحسنوا الحسنى وزيادة..** ﴾(سورة يونس:٢٦) الآية. فقد فسرها بأنها النظر الى وجه الله الكريم، وكتفسيرهﷺ القوة (بالرمي) في قوله تعالىٰ: ﴿**واعدوا لهم ما استطعتم من قوة**﴾(سورة الأنفال:٦٠) فقد قال ﷺ ألا ان القوة الرمي، الا ان القوة الرمي. وكتفسير قوله تعالىٰ ﴿**يومئذ تحدث اخبارها**﴾(سورة الزلزلة:٤) قالﷺ : ((أتدرون ما أخبارها؟ قالوا: الله ورسوله أعلم. قال: ((أن تشهد على كل عبد أو أمة بما عمل على ظهرها))، تقول: عملت يوم كذا وكذا، وأمثال هذه التفاسير كثير، وقد جمع (السيوطي) في كتابه (الاتقان في علوم القرآن) طائفة كبيرة من التفاسير النبوية فليرجع إليه.

آیات کریمہ کی جو تفسیر کی ہے "الناس للذین احسنوا الحسنی وزیادہ" (یونس۲۶) میں زیادہ کی تفسیر اللہ کے چہرہ کا دیدار کرنا ہے اور آپ نے "واعدوا لھم مااستطعتم من قوۃ" (الانفال۶۰) میں قوت کی تفسیر رمی سے کی ہے اور فرمایا ہے: آگاہ رہو قوت سے مراد رمی ہے آگاہ رہو قوت سے مراد رمی ہے، ایسے ہی آپ نے "یومئذ تحدث اخبارھا" کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ تم جانتے ہو اخبارھا سے کیا مراد ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ یعنی زمین پر آدمی اور عورت کے متعلق جو کچھ اس نے زمین کی پشت پر کیا شہادت دے گی وہ کہے گی تو نے فلاں دن یوں یوں کیا اور ان تفاسیر کی مثالیں بہت ہیں اور سیوطی نے اپنی کتاب اتقان میں ان تفاسیر نبویہ کا بہت بڑا حصہ جمع کیا ہے اس کی طرف رجوع کیجئے۔

وكلا هذين القسمين (تفسير القرآن بالقرآن) وتفسير (القرآن بالسنة) لا شك في أنه أعلى أنواع التفسير، ولا شك في قبوله، أما الأول فلأن الله تعالىٰ اعلم بمراد نفسه من غيره، وكتاب الله تعالىٰ أصدق الحديث لأنه لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه. وأما الثاني. فلان الرسولﷺ قد بين مهمته القرآن، وذكر أنها مهمة التوضيح والبيان ﴿**وأنزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم** ﴾(سورة النحل:٤٤) الآية. فما جاء عن رسول الله ﷺ

اور یہ دونوں تفسیریں (تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالسنۃ) بلا شبہ تفسیر کی اعلیٰ انواع میں سے ہیں اور اسکے قبول کرنے میں کوئی شبہ نہیں ہے پہلی تفسیر کے قبول کرنے میں اس لئے شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ دوسروں کی نسبت اپنی مراد کو بہتر سمجھتا ہے اور کتاب اللہ، اصدق الحدیث ہے اس لئے کہ باطل اس کے آگے اور پیچھے راہ نہیں پا سکتا اور دوسری تفسیر کے قبول کرنے میں اس لئے کوئی شک نہیں پایا جاتا کہ رسول اللہ ﷺ کے اہم کاموں کو قرآن کے واضح کر دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ آپ کا اہم کام توضیح و بیان ہے۔ "وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل

من شرح أو بيان بسند صحيح ثابت فانه مما لا شك في أنه حق يجب اعتماده.

الیھم"(النمل ۴۴)پس جو شرح و بیان ثابت صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے آیا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ حق ہے اس پر اعتماد واجب ہے۔

ج. تفسير الصحابة:

بقى القسم الثالث من اقسام التفسير المأثور ألا وهو (تفسير الصحابة) فانه أيضاً من التفسير المعتمد المقبول' لأن الصحابة رضوان الله عليهم قد اجتمعوا بالرسول ﷺ ونهلوا من معينه الصافى' وشاهدوا الوحى والتنزيل' وعرفوا أسباب النزول' ولهم من صفاء نفوسهم' وسلامة فطرتهم' وعلو منزلتهم فى الفصاحة والبيان' ما يؤهلهم من الفهم الصحيح السليم لكلام الله' وما يجعلهم يدركون أسرار هذا القرآن أكثر من أى انسان.

قال الحاكم: (ان تفسير الصحابى الذى شهد الوحى والتنزيل له حكم المرفوع) ومعنى هذا ان تفسير الصحابى له حكم الحديث النبوى الذى رفع الى النبى ﷺ فهو اذاً من المأثور.

وأما التابعى: فقد اختلف فى تفسيره' فذهب بعض العلماء الى أنه من المأثور لأنه تلقاه من الصحابة غالباً' ومنهم من قال انه من التفسير بالرأى' أى له حكم بقية المفسرين فسروا حسب قواعد اللغة العربية دون التزام للمأثور.

ملاحظة: التفسير بالمأثور من أجود أنواع

ج۔تفسیر صحابہ:

تفسیر ماثور کی اقسام میں سے تیسری قسم باقی رہ گئی اور وہ تفسیر صحابہ ہے یہ بھی اسی طرح معتمد ومقبول تفسیر ہے اس لئے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے رسول اللہ ﷺ پر اتفاق کیا اور آپ کے شفاف چشمہ سے سیراب ہوئے اورانہوں نے وحی وتنزیل کا مشاہدہ کیا اسباب نزول کی معرفت حاصل کی اور انہیں اپنے نفوس کی صفائی فطرت کی سلامتی اور وضاحت و بیان میں علومنزلت کے باعث وہ کچھ حاصل تھا جوانہیں اللہ تعالیٰ کے کلام کے صحیح وسلیم فہم کا اہل بناتا تھا ورانہیں کسی انسان سے بھی زیادہ اس قرآن کے اسرار کا پانے والا بناتا تھا۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ اس صحابی کی تفسیر جس نے وحی وتنزیل کو دیکھا ہے مرفوع کے حکم میں ہے اوراس کا مفہوم یہ ہے کہ صحابی کی تفسیر کو اس حدیث نبوی کا حکم حاصل ہے جو حضرت نبی کریم ﷺ تک مرفوع ہے اس صورت میں وہ ماثور ہوگی۔

اور تابعی کی تفسیر میں اختلاف کیا گیا ہے بعض علماء کا خیال ہے کہ وہ بھی ماثور میں سے ہے اس لئے اس نے اسے غالبا صحابہؓ سے حاصل کیا ہے اوران میں سے کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ وہ تفسیر بالرائے میں سے ہے یعنی اسے بقیہ مفسرین کا حکم حاصل ہے انہوں نے ماثور کا التزام کئے بغیر لغت عربیہ کے قواعد کے مطابق تفسیر کی ہے۔

نوٹ:تفسیر بالماثور تفسیر کی بہترین انواع میں سے ہے جب

التفسير اذا صح سنده الى الرسول ﷺ أو الى الصحابة. وينبغي التثبت من الرواية عند ذكر التفسير بالمأثور.. قال الحافظ (ابن كثير) رحمه الله: ان اكثر التفسير المأثور قد سرى الى الرواة من زنادقة اليهود والفرس، ومسلمة أهل الكتاب، وجل ذلك في قصص الرسل مع أقوامهم، وما يتعلق بكتبهم ومعجزاتهم، وفي تاريخ غيرهم كأصحاب الكهف.. الخ. فينبغي اذا التثبت من الرواية.

اس کی سند رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کی طرف صحیح ہو تفسیر بالماثور کے ذکر کے وقت روایت کی چھان بین کرنا چاہئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ تفسیر ماثور کا اکثر حصہ یہودیوں، ایرانیوں اور مسلمہ اہل کتاب کی طرف چلا گیا ہے اور اس کا بڑا حصہ رسولوں کے اپنی اقوام کے ساتھ واقعات اور ان کی کتابوں اور ان کے معجزات کے بارے میں ہے۔ اور ان کے غیر کی تاریخ جیسے اصحاب کہف کے بارے میں ہے اس صورت میں روایت کی چھان کرنی چاہئے۔

أسباب ضعف الرواية بالمأثور:

ذكرنا فيما تقدم أن تفسير بعض القرآن ببعض، وتفسير القرآن بالسنة الصحيحة المرفوعة الى النبي ﷺ لا شك في قبوله ولا خلاف في أنه من أعلى مراتب التفسير، وأما تفسير القرآن بالماثور عن الصحابة والتابعين فانه يتطرق اليه الضعف من وجوه:

أولاً: اختلاط الصحيح بغير الصحيح، ونقل كثير من الأقوال المنسوبة الى الصحابة أو التابعين من غير اسناد ولا تثبت، مما ادى الى التباس الحق بالباطل.

ثانياً: أن تلك الروايات مليئة (بالاسرائيليات) ومنها كثير من الخرافات التي تصادم العقيدة الاسلامية، والتي قام الدليل على بطلانها، وهي مما دخل على المسلمين من أهل الكتاب.

ثالثاً: أن بعض أصحاب المذاهب المتطرفة لفقوا أقوالاً، وصنعوا أباطيل نسبوها الى بعض

روایت بالمأثور کے اسبابِ ضعف:

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القران بالسنۃ الصحیحۃ المرفوعۃ کے قبول کرنے میں کوئی شک نہیں اور نہ ہی اس بارے میں کوئی اختلاف ہے کہ وہ تفسیر کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے اور باقی صحابہ اور تابعین سے منقول روایات سے تفسیر تو اس میں کئی وجوہ سے ضعف آ جاتا ہے۔

اول: صحیح کا غیر صحیح سے اختلاط ہونا اور بغیر اسناد اور چھان بین کے صحابہ اور تابعین کی طرف منسوب اقوال کا نقل ہونا حق کے ساتھ باطل کے التباس تک پہنچاتا ہے۔

دوم: یہ روایات اسرائیلیات سے ملی ہوئی ہیں اور ان میں بہت سے خرافات پائی جاتی ہیں جو اسلامی عقیدے سے ٹکراتی ہیں اور ان کے بطلان پر دلیل قائم ہے اور وہ یہ کہ یہ روایات اہل کتاب کی طرف سے مسلمانوں میں داخل کی گئی ہیں۔

سوم: مذاہب کے بعض بے اعتدال لوگوں نے جھوٹے اور باطل اقوال گھڑے اور بعض صحابہ کی طرف منسوب

الصحابة مثل (الشيعة) شيعة على المتطرفين نسبوا اليه ما هو منه بريء، ومثل أولئك المتزلفين للعباسيين نسبوا الى (ابن عباس) مالم يصح نسبته اليه، تملقاً للحكام.

رابعاً: أن بعض الزنادقة من أعداء الاسلام دسوا على الصحابة والتابعين كما دسوا على رسول الله ﷺ في الأحاديث النبوية: وذلك بفرض هدم الدين عن طريق (الدس والوضع) فمن هذه الناحية ينبغي الاحتياط والتثبيت والحذر من الأقوال التي تنسب الى الصحابة الكرام أو التابعين.(۱)

رأى الزرقاني في مناهل العرفان:

وقد ذكر الأستاذ (الزرقاني) في كتابه مناهل العرفان كلاماً حسناً حول التفسير بالمأثور بعد أن ذكر نقولاً عن الامام أحمد رحمه الله، وعن ابن تيمية رحمه الله فقال: (وكلمة الانصاف في هذا الموضوع أن التفسير بالمأثور نوعان:

أحدهما: ما توافرت الادلة على صحته وقبوله، وهذا لا يليق بأحد رده، ولا يجوز اهماله واغفاله، ولا يجمل ان نعتبره من الصوارف عن هدى القرآن، بل هو على العكس عامل من أقوى العوامل على الاهتداء بالقرآن.

ثانيهما: مالم يصح لسبب من الأسباب

کر دیئے جیسے شیعہ۔ حضرت علیؓ کے بے اعتدال پیروکاروں نے آپ کی طرف وہ باتیں منسوب کی ہیں جن سے آپ بری ہیں ایسے ہی عباسیوں کا قرب حاصل کرنے والوں نے حکام کی چاپلوسی کیلئے حضرت ابن عباسؓ کی طرف وہ باتیں منسوب کر دی ہیں جن کی نسبت آپ کی طرف صحیح نہیں ہے۔

چہارم: دشمنانِ اسلام میں سے بعض زنادقہ نے صحابہ اور تابعین کے خلاف ایسے ہی سازش کی ہے جیسے انہوں نے احادیث نبویہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیں اور یہ سازش بناوٹ کے طریق سے دین کو تباہ کرنا تھا اس پہلو سے ان اقوال میں سے جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منسوب ہیں احتیاط کرنی چاہئے اور ان کی چھان بین کرنی چاہئے۔

مناھل العرفان میں زرقانی کی رائے:

استاذ زرقانی نے اپنی کتاب مناھل العرفان میں امام احمد رحمہ اللہ اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی نقول کے ذکر کے بعد تفسیر بالماثور کے بارے میں بہت اچھی گفتگو کی ہے۔ (اور اس موضوع کے متعلق انصاف کی بات یہ ہے کہ تفسیر بالماثور کی دو قسمیں ہیں:

ایک یہ کہ جس کی صحت و قبول پر وافر دلائل ہوں اور اس کا رد کرنا کسی کو مناسب نہیں اور نہ اس سے اہمال و اغفال جائز ہے اور نہ ہی یہ اچھی بات ہے کہ ہم اسے قرآنی ہدایت سے پھیر دینے والی چیز خیال کریں بلکہ یہ اس کے الٹ قرآن سے ہدایت پانے کا قوی ترین عامل ہے۔

دوسرے یہ کہ جب تک وہ اسباب آنفہ یا دیگر اسباب

(۱) أنظر كتاب (مناهل العرفان) للزرقاني ص ۴۹۱.

الآنفة أو غيرها، وهذا يجب رده ولا يجوز قبوله ولا الاشتغال به، ولا يزال كثير من أيقاظ المفسرين كابن كثير يتحرون الصحة فيما ينقلون، ويزيفون ما هو باطل أو ضعيف).

میں سے کسی سبب سے صحیح ثابت نہ ہو تو اس کا رد کرنا واجب ہے اور اس کا قبول کرنا اور اس میں مشغول ہونا جائز نہیں اور ہمیشہ ہی محتاط مفسرین جیسے ابن کثیر وغیرہ۔ جسے وہ نقل کرتے ہیں اس کی صحت کی جستجو کرتے تھے اور جو باطل یا ضعیف ہوتا اس کو باطل وضعیف قرار دیتے ہیں۔

أشهر المفسرين من الصحابه:

قال السيوطى فى (الاتقان): (اشتهر بالتفسير من الصحابة عشرة: الخلفاء الأربعة، وابن مسعود، وابن عباس، وأبى بن كعب، وزيد بن ثابت، وأبو موسىٰ الأشعرى، وعبدالله بن الزبير... أما الخلفاء فأكثر من روى عنه فهم: (على بن ابى طالب) كرم الله وجه، والرواية عن الثلاثة قليلة جداً، وكان السبب فى ذلك تقدم وفاتهم) انتهى.

وأما السبب فى قلة الرواية عن الثلاثة (أبى بكر و عمر وعثمان) فإنما يرجع كما نبه اليه السيوطى الى قصر مدة خلافتهم وتقدم وفاتهم، ومن ناحية أخرى. فانهم قد عاشوا فى وسط اغلب اهله كانوا علماء بكتاب الله، لأنهم صاحبوا الرسول ﷺ فكانوا واقفين على أسرار التنزيل عارفين بمعانيه وأحكامه، أما (على) رضى الله عنه فقد عاش بعد الخلفاء الثلاثه فى وقت اتسعت فيه رقعة الاسلام، ودخل كثير من العجم فى الدين الجديد، ونشأ جيل من أبناء الصحابة كانوا بحاجة الى دراسة القرآن، وتفهم أسراره وحكمه، ولذلك اشتهرت الرواية عنه أكثر

مشہور مفسر صحابہؓ:

سیوطی نے اتقان میں بیان کیا ہے کہ صحابہ میں سے دس صحابہ نے تفسیر میں شہرت پائی ہے۔ خلفاء اربعہ، حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابی بن کعبؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم...... خلفاء میں سے سب سے زیادہ روایات حضرت علیؓ بن ابی طالب کی ہیں اور باقی خلفائے ثلاثہ کی بہت کم روایات ہیں اور اس کا سبب ان کا پہلے وفات پا جانا ہے اور خلفائے ثلاثہ سے قلت روایت کا سبب یہ ہے کہ جیسا کہ سیوطی نے بیان کیا ہے ان کی مدت خلافت کا کم ہونا اور ان کی وفات کا پہلے ہونا ہے اور دوسرے پہلو سے ان کا ان لوگوں کے درمیان زندگی گزارنا ہے جن میں سے اکثر لوگ کتاب اللہ کے عالم تھے اس لئے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کی تھی اور وہ اسرار تنزل کے واقف اور اس کے احکام ومعانی کے عارف تھے اور حضرت علیؓ خلفائے ثلاثہ کے بعد ایسے وقت میں زندہ رہے جس میں اسلام کا علاقہ وسیع ہو گیا اور بہت سے عجمی، دین مدید میں داخل ہو گئے اور صحابہ کے بیٹوں میں سے ایک نسل پروان چڑھی جسے قرآن کے پڑھنے اور اس کے اسرار وحکم کی تفہیم کی ضرورت تھی اس لئے بقیہ خلفائے راشدین کی نسبت ان کی روایت زیادہ شہرت پا گئی اور ہم اب بعض ان صحابہ کی تفصیل بیان کرینگے جنہوں

من بقية الخلفاء الراشدين. وسنتكلم بشيء من التفصيل عن بعض هؤلاء الصحابة الذين اشتهروا بتفسير القرآن.

١- عبدالله بن عباسؓ:

عبدالله بن العباس رضى الله عنهما حبر هذه الأمة' وهو ابن عم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الذى دعا له الرسول الكريم بقوله: ((اللهم فقهه فى الدين وعلمه التأويل)) وهو المسمى ب (ترجمان القرآن). قال عبدالله بن مسعود: (نعم ترجمان القرآن عبدالله بن عباس). كان أعلم الصحابة بتفسير القرآن الكريم' وقد شهد له بالفضل. وهو شاب فى عنفوان الصبا. كبار الصحابة حتى كان ينافسهم وينتزع اعجابهم مع حداثة سنه' وكان عمر رضى الله عنه يدخله الى مجلس الشورى مع كبار الصحابة الأجلاء يستشيرهم' وربما عرض الأمر عليه' وكان تقدير عمر لابن عباس مثار جدل عند بعض الصحابة' حتى قال بعضهم: لم يدخل هذا الشاب معنا وعندنا من الأولاد من هو أكبر منه سناً.. وله قصة رواها البخارى فى صحيحه تدل على غزارة علمه' وعلو شأنه فى الغوص على دقائق أسرار القرآن.

رواية البخارى:

روى البخارى من طريق (سعيد بن جبير)

نے تفسیر قرآن میں شہرت پائی۔

ا-حضرت عبداللہ بن عباسؓ:

آپ اس امت کے عالم اور رسول اللہ ﷺ کے وہ چچا زاد ہیں جن کے لئے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔ اللھم فقهه فى الدين وعلمه التاويل۔ ترجمہ: اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے تاویل سکھا۔ آپ کو ترجمان القرآن کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا (عبداللہ بن عباسؓ کیا ہی اچھا ترجمان القرآن ہے) آپ صحابہ میں سے قرآن کریم کی تفسیر کے بڑے عالم تھے اور کبار صحابہ نے آپ کی فضیلت کی گواہی دی ہے۔ حالانکہ آپ نوعمر جوان تھے۔ حتیٰ کہ آپ نوعمری کے باوجود ان سے مقابلہ کرتے اور ان کی خود پسندی کو دور کر دیتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلیل القدر کبار صحابہ کے ساتھ آپ کو مجلس شوریٰ میں شامل کرتے تھے اور ان سے مشورہ لیتے تھے اور بسا اوقات آپ ان پر معاملے کو پیش کرتے اور حضرت عمرؓ کا حضرت ابن عباسؓ کی قدر دانی کرنا بعض صحابہ کے نزدیک جھگڑا پیدا کرنے کا موجب بن جاتا حتیٰ کہ بعض صحابہ نے آپ سے کہا اس نوجوان کو ہمارے ساتھ شامل نہ کیجئے ہمارے بیٹے اس سے زیادہ عمر کے ہیں اور بخاری نے آپ کے ایک واقعہ کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے جو آپ کی غزارت علم اور اسرار قرآن کے دقائق میں آپ کی غوطہ زنی کی علوشان پر دلالت کرتا ہے بیان کیا ہے۔

بخاری کی روایت:

بخاری نے سعید بن جبیرؒ کے طریق سے بحوالہ ابن

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كان عمر يدخلني مع أشياخ بدر، فكان بعضهم وجد في نفسه، فقالوا: لم يدخل هذا معنا وان لنا أبناء مثله؟ فقال عمر: انه ممن علمتم (يعني انه من عرفتم ذكاء وعلمه) فدعاهم ذات يوم فأدخلني معهم، فما رأيت أنه دعاني فيهم يومئذ الا ليريهم.! فقال: ما تقولون في قول الله تعالىٰ ﴿اذا جاء نصر الله والفتح ﴾ (سورة النصر:١)... فقال بعضهم: أمرنا أن نحمد الله ونستغفره اذا نصرنا وفتح علينا، وسكت بعضهم فلم يقل شيئاً، فقال لي: أكذلك تقول: ابن عباس؟ فقلت: لا، فقال: ما تقول؟ فقلت: هو أجل رسول الله صلى الله عليه وسلم أعلمه له، قال: اذا جاء نصر الله والفتح، فذلك علامة أجلك، فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان تواباً، فقال عمر. والله لا اعلم منها الا ما تقول[1]. فهذه القصة تدل على مدى قوة فهمه، ودقة رأيه في استنباط الارشادات القرآنية التي لا يدركها الا الراسخون في العلم.. ولا عجب أنه ينال ابن عباس تلك الرتبة الرفيعة في فهم أسرار القرآن، فقد دعا له الرسول صلى الله عليه وسلم بالفهم والفقة في الدين كما روى الشيخان عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: ضمني رسول الله الى صدره وقال: ((اللهمّ فقهه في الدين وعلمه التأويل))، وفي رواية -((اللهمّ علمه

عباسؓ روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ مجھے اشیاخ بدر میں شامل کیا کرتے تھے اور بعض نے گویا اس سے دکھ محسوس کیا اور انہوں نے کہا اسے ہمارے ساتھ شامل نہ کیا جائے کیونکہ اس جیسے ہمارے بیٹے بھی ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ ان لوگوں میں سے ہے جس کے علم و ذکاء کو تم جانتے ہو، سو ایک روز آپ نے ان کو بلایا اور مجھے بھی ان کے ساتھ داخل کیا اور اس روز آپ نے ان کو دکھانے کے لیے مجھے بلایا آپ نے پوچھا آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے قول اذا جاء نصر الله والفتح کے بارے میں کیا کہتے ہیں بعض نے کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب وہ ہماری مدد کرے اور فتح دے تو ہم اس کی حمد کریں اور اس سے بخشش طلب کریں اور بعض خاموش رہے اور انہوں نے کچھ نہ کہا آپ نے مجھے فرمایا اے ابن عباسؓ کیا تم بھی یہی کہتے ہو میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا تو کیا کہتا ہے میں نے کہا اس سے رسول اللہ ﷺ کی موت مراد ہے جسے اللہ نے آپ کو بتایا اور فرمایا جب اللہ کی مدد اور فتح آئے تو یہ آپ کی اجل کی علامت ہوگی پس تو اپنے رب کی حمد کر اور اس سے بخشش طلب کر بلاشبہ وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا قسم بخدا میں بھی اس بارے میں وہی بات سمجھتا ہوں جو تو نے کہی ہے یہ واقعہ آپ کی قوت فہم کی غایت اور ان ارشادات قرآنیہ کے استنباط (جنہیں راسخون فی العلم ہی پا سکتے ہیں) میں آپ کی دقت رائے پر دلالت کرتا ہے اور اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ حضرت ابن عباسؓ اسرار قرآن کے فہم میں اس رتبہ عالیہ کو حاصل کر لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دین میں ان کے فہم وتفقہ کی دعا کی ہے جیسا کہ شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی

(١) أنظر: صحيح البخاري، باب فضائل الصحابة.

الحکمة)).. وکان (ابن عباس) یسمی البحر لکثرة علمه.

ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے سینے کے ساتھ لگایا اور فرمایا: اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا کر اور اسے تاویل سکھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ اسے حکمت سکھا دے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کو آپ کے کثرت علم کی وجہ سے علم کا سمندر کہا جاتا تھا۔

روی أن رجلاً أتی (عبدالله بن عمر) یسأله عن السموات والأرض (کانتا رتقاً ففتقناهما) فقال: اذهب الی ابن عباس فاسأله ثم تعال فأخبرنی! فذهب فسأله فقال: کانت السموات رتقاً لا تمطر، وکانت الأرض رتقاً لا تنبت، ففتق هذه بالمطر، وهذه بالنبات، فرجع الی ابن عمر فأخبره فقال: قد کنت أقول ما یعجبنی جراءة ابن عباس علی تفسیر القرآن، فالآن، فالآن قد علمت أنه أوتی علماً.

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آسمانوں اور زمین کے متعلق پوچھتے ہے کہ وہ (کانتا رتقاً ففتقناهما) دونوں جڑے ہوئے تھے ہم نے انہیں کھول دیا حضرت عبداللہؓ نے کہا حضرت ابن عباس کے پاس جا اور ان سے پوچھ پھر آ کر مجھے بتا۔ وہ آدمی گیا اور اس نے آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا: آسمان جڑے ہوئے تھے بارش نہیں برساتے تھے اور زمین بھی جڑی ہوئی تھی۔ اگاتی نہیں تھی پس (آسمان) بارش سے پھٹ گیا اور یہ (زمین) نباتات سے پھٹ گئی اس شخص نے حضرت ابن عمرؓ کے پاس واپس آ کر آپ کو بتایا تو آپ نے کہا میں کہا کرتا تھا کہ تفسیر قرآن پر ابن عباس کی جرأت مجھے حیرت میں ڈالتی ہے اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اسے علم دیا گیا ہے۔

وروی أن عمر بن الخطاب قال یوماً لأصحاب النبی ﷺ فیمن ترون هذه الآیة نزلت ﴿**أیود أحدکم أن تکون له جنة من نخیل واعناب..**﴾(سورة البقرة:٢٦٦) الآیة. قالوا: الله أعلم فغضب عمر، فقال: قولوا: نعلم أولا نعلم، فقال ابن عباس: فی نفسی منها شیء فقال: یا ابن أخی قل ولا تحقر نفسك!! قال ابن عباس، ضربت مثلاً لعمل، فقال عمر: أی عمل؟ قال ابن عباس: لرجل غنی یعمل بطاعة الله ثم

روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت نبی کریم ﷺ کے صحابہ سے فرمایا آپ لوگوں کے خیال میں یہ آیت **أیود أحدکم أن تکون له جنة من نخیل واعناب..** (سورۃ البقرہ:۲۶۶) کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہوں نے کہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے تو حضرت عمر غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہو ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میرے دل میں اس کے متعلق کچھ بات تھی حضرت عمرؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے کہہ اور اپنے آپ کو حقیر خیال نہ کر۔ حضرت ابن عباسؓ

بعث له الشيطان فعمل بالمعاصي حتى أغرق أعماله. ((رواه البخاري)).

نے کہا۔ عمل کے لیے مثال بیان کی گئی ہے حضرت عمرؓ نے پوچھا کون سا عمل؟ حضرت ابن عباسؓ نے کہا مالدار شخص کے لیے جو اللہ کی اطاعت کے لیے کام کرتا ہے پھر شیطان اسے برانگیختہ کرتا ہے تو وہ گناہ کرنے لگتا ہے حتیٰ کہ اپنے اعمال کو غرق کر دیتا ہے اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

كل هذه وأمثاله كثير يدل على مبلغ علم ابن عباس وفهمه الثاقب منذ حداثة سنه، ولهذا أصبح في مصاف كبار شيوخ الصحابة، وأصبح يدعى حبر الأمة بشهادة الصحابة أنفسهم.

یہ سب اور اس کی بہت سی مثالیں حضرت ابن عباس کی نوعمری سے ہی آپ کے مبلغ علم اور فہم ثاقب پر دلالت کرتی ہیں اس لئے آپ کبار شیوخ صحابہ کے میدان میں ہو گئے ہیں اور خود صحابہ کی شہادت سے آپ کو حبر الأمة یعنی امت کا سب سے بڑا عالم کہا جانے لگا ہے۔

شيوخ ابن عباس:

ومن شيوخ ابن عباس الذين استقى منهم علومه بعد رسول الله ﷺ، وكان لهم أبرز الأثر في توجيهه وثقافته (عمر بن الخطاب، وأبي بن كعب، وعلي بن أبي طالب، وزيد بن ثابت) وهؤلاء الخمسة هم أهم شيوخه الذين أخذ عنهم أكثر علمه وتلقى منهم معظم ثقافته، وكان لهم أثر في توجيهه تلك الوجهة العلمية الدقيقة.

حضرت ابن عباسؓ کے شیوخ:

رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے جن شیوخ سے اپنے علوم حاصل کئے اور آپ کی تعلیم وتربیت میں ان کا نمایاں اثر تھا وہ حضرت عمر بن الخطاب، حضرت ابی بن کعب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم تھے اور یہی پانچوں آپ کے اہم شیوخ ہیں جن سے آپ نے اپنا اکثر علم حاصل کیا اور اپنی تعلیم کا بڑا حصہ ان سے حاصل کیا اور اس دقیق علمی جانب کی اصلاح میں ان کا اثر تھا۔

تلامذة ابن عباس:

تلقى العلم عن ابن عباس عدد كبير من التابعين كان من أشهرهم تلامذته المشهورون الذين نقلوا تفسيره وعلمه الغزيه وهم: (سعيد بن جبير، ومجاهد بن جبر الخزرمي، وطاووس بن كيسان اليماني، وعكرمة مولى ابن عباس، وعطاء بن أبي رباح) وهؤلاء هم أظهر تلامذة الذين نقلوا مدرسة ابن عباس في التفسير إلينا

حضرت ابن عباسؓ کے تلامذہ:

تابعین کی ایک بڑی تعداد نے حضرت ابن عباس سے علم حاصل کیا ہے آپ کے مشہور تلامذہ میں سے جنہوں نے آپ کی تفسیر اور آپ کے علم کثیر کو نقل کیا وہ سعید بن جبیر، مجاہد بن جبیر الخزرمی، طاؤس بن کیسان یمانی، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں اور یہ وہ نمایاں تلامذہ ہیں جنہوں نے تفسیر کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دروس کو ہماری طرف منتقل کیا ہے۔ اللہ سب سے

رضی الله عنه جميعاً.

٢- عبدالله بن مسعود:

ومن أعلام الصحابة الذين اشتهروا بالتفسير. ونقلوا لنا آثار الرسول وأقواله (عبدالله بن مسعود) رضي الله عنه، فقد كان من السابقين الى الاسلام، وكان سادس ستة ما على وجه الأرض مسلم سواهم، وكان خادم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يلبسه نعليه، ويمشي معه وأمامه، فكان له من هذه الصلة النبوية خير مثقف ومؤدب، لذلك عدّوه من أعلم الصحابة بكتاب الله، ومعرفة محكمه ومتشابهه، وحلاله وحرامه، قال السيوطي. قد روى عن ابن مسعود في التفسير أكثر مما روى عن علي كرم الله وجهه. روى الشيخان عنه أنه قال: (والذي لا إله غيره ما نزلت سورة من كتاب الله تعالىٰ إلا وأنا أعلم أين أنزلت، ولا أنزلت آية من كتاب الله تعالىٰ إلا وأنا أعلم فيم أنزلت، ولو أعلم أحداً أعلم مني بكتاب الله تبلغه الابل لركبت إليه..) روى عنه كثير من التابعين.

راضی ہو۔

۲-حضرت عبداللہ بن مسعودؓ:

آپ ان سردار صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے تفسیر میں شہرت پائی اور ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ کے اقوال وآثار کونقل کیا آپ اسلام کی طرف سبقت لے جانے والوں میں سے ہیں آپ چھ سال کے تھے اور سطح زمین پر ان کے سوا کوئی مسلمان نہ تھا آپ رسول ﷺ کے خادم تھے آپ حضور علیہ السلام کو آپ کے جوتے پہناتے تھے اور کبھی آپ کے ساتھ اور کبھی آپ کے آگے آگے چلتے تھے اور اس نبوی تعلق سے آپ بہترین مہذب ومودب تھے اسی لئے انہوں نے آپ کو کتاب اللہ اور اس کے محکم ومتشابہ اور اس کے حلال وحرام کی معرفت میں اعلم صحابہ میں شمار کیا گیا ہے سیوطی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے تفسیر میں حضرت علی بن ابی طالب سے بھی زیادہ روایت کی گئی ہے۔ شیخین نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کتاب اللہ میں جو سورت بھی نازل ہوئی ہے جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی ہے اور کتاب اللہ میں جو آیت بھی نازل ہوئی ہے میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اگر میں کسی کو جانتا کہ وہ مجھ سے کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہے اور اونٹ اس تک مجھے پہنچا سکتے ہیں تو میں سوار ہو کر اس کے پاس جاتا۔ آپ سے بہت سے تابعین نے روایت کی ہے۔

الفصل السادس

المفسرون من التابعين

اذا ذكر المفسرون من التابعين فانهم يعتبرون كثرة كثيرة، ويعدون في العدد أكثر من الصحابة، ذلك لأن الذين اشتهروا بالتفسير من الصحابة لا يزيدون على عشرة. كما ذكر ذلك السيوطي في كتابه الاتقان. وقد تقدم معنا أسماؤهم، وذكرنا نبذة عن ترجمة مشاهيرهم، أما التابعون فقد كثرفيهم المفسرون، واشتهروا شهرة واسعة، ونبغ فيهم رجال أفذاذ، اعتنوا عناية كبيرة بتفسير كتاب الله تعالى وعنهم نقل المفسرون معظم الآراء، وقد انقسموا إلى طبقات ثلاث:

١- طبقة أهل مكة.

٢- طبقة أهل المدينة.

٣- طبقة أهل العراق.

ا- أما الطبقة الأولى:

وهي طبقة اهل مكة، فقد أخذوا علومهم، من شيخ المفسرين، وترجمان القرآن، سيدنا عبدالله بن عباس رضي الله عنه وأرضاه، وقد نقل السيوطي عن ابن تيمية رحمه الله أنه قال: (أعلم الناس بالتفسير أهل مكة، لأنهم أصحاب عبدالله بن عباس) . وقد اشتهر فيهم عدد كبير، وظهر فيهم رجال أفذاذ، على رأسهم (مجاهد، وعطاء،

چھٹی فصل

مفسر تابعین

جب تابعین میں سے مفسرین کا ذکر کیا جائے گا تو وہ بہت سے ہوں گے اور صحابہ سے بھی زیادہ تعداد میں ہوں گے اس لئے کہ صحابہ میں سے جن لوگوں نے تفسیر میں شہرت پائی وہ دس سے زیادہ نہ ہوں گے جیسا کہ سیوطی نے اپنی کتاب اتقان میں بیان کیا ہے اور قبل ازیں ان کے نام بیان ہو چکے ہیں اور ہم نے ان کے مشاہیر کے مختصر سوانح کا ذکر کیا ہے اور تابعین میں بہت مفسر ہوئے ہیں اور انہوں نے بڑی شہرت پائی ہے اور ان میں یگانہ فائق لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے کتاب اللہ کی تفسیر کا بڑا اہتمام کیا ہے اور مفسرین نے ان سے آراء کا بڑا حصہ روایت کیا ہے اور وہ تین طبقات میں تقسیم ہوئے ہیں۔

ا۔ اہل مکہ کا طبقہ

۲۔ اہل مدینہ کا طبقہ

۳۔ اہل عراق کا طبقہ

ا۔ پہلا طبقہ:

اہل مکہ کا طبقہ ہے انہوں نے اپنے علوم شیخ المفسرین ترجمان القرآن سیدنا حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حاصل کئے ہیں اور سیوطی نے ابن تیمیہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اہل مکہ سب لوگوں سے زیادہ تفسیر کو جانتے ہیں اس لئے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اصحاب ہیں اور ان میں سے بڑی تعداد نے شہرت پائی ہے اور ان میں یگانہ لوگ ہوئے ہیں ان کے سرکردہ مجاہد، عطاء، عکرمہ، طاؤس اور سعید

وعكرمة، وطاووس وسعيد بن جبير) وسنعرض بترجمة موجزة لحياة هؤلاء العلماء الاعلام.

بن جبیر ہیں اور ہم ان بڑے علماء کی زندگی کے مختصر سوانح بیان کریں گے۔

(مجاهد بن جبر):

أما مجاهد: فقد ولد سنة ٢١ وتوفي سنة ١٠٣ هجرية، وهو مجاهد بن جبر، وكنيته (أبو الحجاج) المكي كان من أشهر العلماء في التفسير، قال عنه الذهبي: ((شيخ القراء والمفسرين بلا مراء، أخذ التفسير عن ابن عباس)).[1]

حضرت مجاہد بن جبرؒ:

آپ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳ھ میں وفات پائی آپ مجاہد بن جبر ہیں اور آپ کی کنیت ابوالحجاج مکی ہے آپ تفسیر کے مشہور علماء میں سے ہیں ذہبی نے آپ کے متعلق بیان کیا ہے کہ آپ بلا نزاع شیخ القراء والمفسرین ہیں اور آپ نے حضرت ابن عباس سے تفسیر سیکھی ہے۔

وكان من أخص تلامذته، ومن أوثق من روى عنه، ولهذا يعتمد البخاري كثيراً على تفسيره كما يعتمد كثير من المفسرين على روايته، تنقل في الأسفار، واستقر في الكوفة، وكان لا يسمع بأعجوبة إلا ذهب فنظر إليها.

اور آپ ابن عباسؓ کے خاص تلامذہ میں سے تھے اور جن لوگوں نے ان سے روایت کی ہے ان میں سے زیادہ ثقہ تھے اسی لئے امام بخاری آپ کی تفسیر پر بڑا اعتماد کرتے ہیں ایسے ہی بہت سے مفسرین بھی آپ کی روایت پر اعتماد کرتے ہیں آپ اسفار میں نقل مکانی کرتے رہے اور کوفہ میں ٹک گئے اور آپ جس عجیب چیز کے متعلق سنتے اسے جا کر دیکھتے۔

تلقى مجاهد تفسير كتاب الله عن شيخه الجليل (ابن عباس) وقرأه عليه قراءة تفهم وتدبر، ووقوف عند كل آية من آيات القرآن، يسأله عن معناها، ويستفسره عن أسرارها، روى الفضيل بن ميمون عن مجاهد أنه قال:

((عرضت القرآن على ابن عباس ثلاث عرضت، أقف عند كل آية منه أسأله عنها: فيما أنزلت؟ وكيف أنزلت))؟.

وهذا العرض من (مجاهد) رضى الله عنه على شيخه الجليل انما كان طلباً لتفسير ومعرفة

مجاہد نے کتاب اللہ کی تفسیر اپنے شیخ ابن عباسؓ سے سیکھی اور اسے آپ کو سنایا اور فہم و تدبر کیا اور قرآن کی ہر آیت پر واقفیت حاصل کی آپ حضرت ابن عباسؓ سے آیت کے معنی پوچھتے اور اس کے اسرار کے متعلق آپ سے استفسار کرتے، فضیل بن میمون نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ: میں نے قرآن کریم کو حضرت ابن عباسؓ پر تین بار پیش کیا میں اس کی ہر آیت پر ٹھہرتا اور اس کے بارے میں آپ سے پوچھتا کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی ہے اور کیسے نازل ہوئی ہے اور مجاہد کی طرف سے اپنے جلیل القدر شیخ پر یہ پیشی آپ کی تفسیر کی طلب اور آپ کے اسرار و دقائق کی

(١) أنظر الأعلام، ج٦، ص١٦١.

أسراره ودقائقه' وتفهم حكمه وأحكامه' ولهذا قال الامام النووى رحمه الله:

((اذا جاء ك التفسير عن مجاهد فحسبك به)) أى يكفى هذا التفسير ويغنى عن غيره من التفاسير اذا كان روايه الإمام مجاهد.

(عطاء بن أبي رباحؒ):

وأما عطاء بن أبي رباح: فقد ولد سنة ٢٧ هجرية وتوفي سنة ١١٤ هجرية نشأ بمكة وكان مفتي أهلها ومحدثهم' وهو تابعي من أجلاء الفقهاء' وكان ثبتاً ثقةً في الرواية عن ابن عباس.[1] قال عنه الإمام الأعظم أبو حنيفة النعمان: ما لقيت أحداً أفضل من عطاء بن أبي رباح.وقال قتادة: أعلم التابعين أربعة: عطاء بن أبي رباح أعلمهم بالمناسك' وسعيد بن جبير أعلمهم بالتفسير.. الخ.توفي رضي الله عنه بمكة ودفن فيها عن (٨٧) سبع وثمانين سنة.

(عكرمة مولى ابن عباس):

وأما عكرمة: فقد ولد سنة ٢٥ هجرية وتوفي سنة ١٠٥ هجرية قال عنه الامام الشافعي رحمه الله: ما بقي أحد أعلم بكتاب الله من عكرمة. وهو مولى ابن عباس رضي الله عنه' تلقى علمه على ابن عباس' وأخذ عنه القرآن والسنة' وكان رضي الله عنه يقول: لقد فسرت ما بين اللوحين[2] وكل شيء أحدثكم في القرآن

معرفت اور آپ کے حکم واحکام کے تفہم کیلئے تھی اسی لئے امام نووی نے کہا ہے کہ: جب مجاہد کی طرف سے تیرے پاس تفسیر آئے تو وہ تجھے کافی ہوگی اور تجھے دوسری تفاسیر سے بے نیاز کردے گی جب اس کا راوی مجاہد ہو۔

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ:

آپ ۲۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔ آپ مکہ میں پروان چڑھے آپ اہل مکہ کے مفتی اور محدث تھے آپ تابعی ہیں اور جلیل القدر فقہاء میں سے ہیں اور آپ حضرت ابن عباسؓ سے روایت میں ثبت اور ثقہ ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے آپ کے متعلق فرمایا کہ میں عطاء بن ابی رباح سے افضل کسی آدمی کو نہیں ملا اور قتادہ نے بیان کیا ہے کہ اعلم التابعین چار ہیں۔ عطاء بن ابی رباح ان سب سے بڑھ کر مناسک کو جاننے والے ہیں اور سعید بن جبیر ان سب سے بڑھ کر تفسیر کا علم رکھتے ہیں آپ نے مکہ میں وفات پائی اور ۸۷ سال کی عمر میں وہاں دفن ہوئے۔

حضرت عکرمہ مولی ابن عباسؓ:

آپ ۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۵ھ میں وفات پائی امام شافعیؒ نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے کہ عکرمہ سے بڑھ کر کتاب اللہ کا علم رکھنے والا باقی نہیں رہا آپ حضرت ابن عباسؓ کے غلام تھے آپ نے حضرت ابن عباسؓ سے اپنا علم پایا اور آپ سے قرآن وسنت کو سیکھا اور آپ فرمایا کرتے تھے جو کچھ دو جلدوں کے درمیان ہے میں نے اس کی تفسیر کر دی ہے اور قرآن کے بارے میں جو کچھ میں تم سے بیان

(١) الأعلام للزركلي' ج٥' ص٢٩.

(٢) يريد باللحوين: ما بين دفتي المصحف.

فهو عن ابن عباس.

جاء في تعريفة في كتاب الأعلام ما يلي:

((عكرمة بن عبدالله البريرى المدنى' أبو عبدالله' مولى عبدالله بن عباس' تابعي' كان من أعلم الناس بالتفسير والمغازى' طاف البلدان' وروى عنه زهاء ثلاثمائة رجل' منهم أكثر من سبعين تابعياً' وخرج إلى بلاد المغرب' فأخذ عن أهلها ثم عاد الى المدينة المنورة' فطلبه أميرها فتغيّب عنه حتى مات' وكانت وفاته بالمدينة هو والشاعر المشهور (كثيّر عزة) في يوم واحد فقيل: مات أعلم الناس' وأشعر الناس[(١)].

کروں وہ حضرت ابن عباسؓ کی طرف سے ہوگا' کتاب الاعلام میں آپ کی تعریف میں درج ذیل بیان آیا ہے۔

عکرمہ بن عبداللہ بریری مدنی ابوعبداللہ مولی عبداللہ بن عباس' تابعی تفسیر ومغازی کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے آپ شہروں میں گھومے اور آپ سے تقریباً تین سو آدمیوں نے روایت کی ہے ان میں سے ستر سے زیادہ تابعی ہیں آپ بلاد مغرب کی طرف گئے اور وہاں کے باشندوں سے آپ نے علم حاصل کیا پھر مدینہ منورہ واپس آ گئے مدینہ کے امیر نے آپ کو طلب کیا تو آپ اس سے پوشیدہ ہو گئے حتیٰ کہ فوت ہو گئے آپ کی وفات مدینہ میں ہوئی آپ اور مشہور شاعر کثیر عزۃ ایک ہی دن میں فوت ہوئے لوگوں نے کہا ''اعلم الناس اوراشعر الناس فوت ہو گئے۔

(طاووس بن كيسان اليمانيؒ):

وأما طاووس: فقد ولد سنة ٣٣ هجرية وتوفي سنة ١٠٦ هجرية: وهو (طاووس بن كيسان اليماني) اشتهر بتفسير كتاب الله تعالى' وكان آية في الحفظ والنبوغ والذكاء' وآية في الورع والتقشف والصلاح' ادرك من الصحابة نحو (٥٠) خمسين صحابياً' وتلقى العلم عنه خلق كثير' وقد كان عابداً زاهداً' ورد أنه حج بيت الله الحرام أربعين مرة' وكان مستجاب الدعوة' قال فيه ابن عباس: انى لأظن طاووسا من أهل الجنة.

حضرت طاووس بن کیسان یمانیؒ:

آپ ۳۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۶ھ میں وفات پائی آپ نے کتاب اللہ کی تفسیر میں شہرت پائی آپ حفظ وذکاء اور فصاحت میں ایک نشان تھے اور تقویٰ اور خوف خدا اور صلاح میں بھی ایک علامت تھے آپ نے پچاس کے قریب صحابہ کو پایا اور خلق کثیر نے آپ سے علم حاصل کیا آپ زاہد وعابد تھے آپ نے بیت اللہ کے چالیس حج کئے آپ مستجاب الدعوۃ تھے حضرت ابن عباسؓ نے آپ کے متعلق فرمایا ہے کہ میرا یقین ہے کہ طاوس اہل جنت میں سے ہیں۔

جاء في تعريفه في كتاب الأعلام ما يلي:

((طاووس بن كيسان الخولاني الهمداني'

کتاب الاعلام میں آپ کی تعریف میں درج ذیل عبارت آئی ہے۔ ''طاوس بن کیسان الخولانی ہمدانی' ابو

(١) الأعلام للزركلي ج٥' ص٤٣.

أبو عبدالرحمن' من أكابر التابعين تفقها في الدين' ورواية للحديث' وتقشفاً في العيش' وجرأة على وعظ الخلفاء والملوك' أصله من الفرس' ومولده ومنشأه باليمن توفي حاجاً بالمزدلفة' وكان (هشام بن عبدالملك) حاجاً تلك السنة فصلى عليه وكان يأبى القرب من الملوك والأمراء' قال ابن عيينة: متجنبوا السلطان ثلاثة: أبو ذر' وطاووس' والثوري))[١].

(سعيد بن جبير):

وأما سعيد بن جبير: فقد ولد سنة ٤٥ هجرية وتوفي سنة ٩٤ هجرية' وهو من أكابر التابعين علماً وورعاً' وقد اشتهر بتفسير كتاب الله عزوجل وكان طوداً شامخاً' وعلماً لامعاً' تناقل علمه الرجال' وسرت بذكره الركبان وقد قال (سفيان الثوري): خذوا التفسير عن أربعة: عن سعيد بن جبير' ومجاهد' وعكرمة' والضحاك' وقال (قتادة): كان سعيد بن جبير أعلمهم بالتفسير[٢].

كان آية في الحفظ' يحفظ ما يسمع' وقد شهد له ابن عباس بالحفظ حتى قال له: ((انظر كيف تحدث عني فإنك قد حفظت عني حديثاً كثيراً)).

وكان ابن عباس بعد أن فقد بصره اذا أتاه أهل الكوفة يسألونه قال: تسألوني وفيكم ابن ام

عبدالرحمٰن' آپ روایت حدیث تفقہ فی الدین تنگدستی اور خلفاء وملوک کو وعظ کی جرأت کرنے میں اکابر تابعین میں سے تھے۔ اصلاً ایرانی تھے اور آپ کا مولد ومقام تربیت منشاء یمن ہے مزدلفہ میں حج کرتے ہوئے فوت ہوئے' ہشام بن عبدالملک بھی اس سال حج کر رہا تھا اس نے آپ کا جنازہ پڑھایا آپ ملوک و اُمراء کے قرب کو ناپسند کرتے تھے ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ بادشاہ سے اجتناب کرنے والے تین ہیں۔ ابوذر' طاؤس اور ثوری۔

حضرت سعید بن جبیرؒ:

سعید بن جبیر ۴۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۴ھ میں وفات پائی' آپ علم وورع میں اکابر تابعین میں سے تھے اور کتاب اللہ کی تفسیر میں شہرت پائی آپ بلند پہاڑ اور چمکدار جھنڈے تھے آپ کے علم کو بہت سے لوگوں نے روایت کیا اور بہت سے سوار آپ کے ذکر کو لے کر چلے' سفیان ثوری نے بیان کیا ہے کہ چار آدمیوں سے تفسیر سیکھو' سعید بن جبیر' مجاہد' عکرمہ اور ضحاک سے...... اور قتادہ نے بیان کیا ہے کہ سعید بن جبیر' علم تفسیر میں ان سب سے زیادہ عالم تھے آپ حفظ میں ایک نشان تھے جو سنتے تھے حفظ کر لیتے تھے حضرت ابن عباسؓ نے آپ کے حفظ کی شہادت دی ہے حتیٰ کہ آپ نے ان سے فرمایا میں دیکھتا ہوں آپ مجھ سے کیسے روایت کرتے ہیں آپ نے مجھ سے بہت سی احادیث حفظ کی ہیں اور حضرت ابن عباسؓ کے نابینا ہونے کے بعد جب اہل کوفہ آپ سے پوچھنے آتے تو آپ فرماتے تم مجھ سے پوچھتے ہو اور تم میں ابن ام دھماء (یعنی سعید بن جبیر) موجود ہے۔

(١) الأعلام' ج٣' ص٣٢٢.

(٢) أنظر: الاتقان: ص١٨٩.

دهماء، یعنی (سعید بن جبیر) رضی الله عنه.

وقد کان عابداً زاهداً یختم القرآن فی کل لیلتین، وقد قرأ ذات مرة القرآن کله فی رکعة واحدة فی الکعبة.

وجاء فی ترجمته فی الأعلام ما یلی:

((سعید بن جبیر الأسدی الکوفی، أبو عبدالله تابعی، کان أعلمهم علی الاطلاق، وهو حبشی الأصل، أخذ العلم عن ابن عباس وابن عمر، ولما خرج عبدالرحمن بن الأشعث علی عبدالملك بن مروان، کان سعید بن جبیر معه، فلما قتل عبدالرحمن ذهب سعید الی مکة، فقبض علیه والیها (خالد القسری) وأرسله الی الحجاج فقتله، وکان الحجاج یخاطبه (بشقی بن کسیر) بدل سعید بن جبیر.

قال أحمد بن حنبل: ((قتل الحجاج سعیداً، وما علی وجه الأرض أحد الا وهو مفتقر الی عمله)).

وروی أن الحجاج لما أراد قتله أمر الجلاد أن ینطلق به فیضرب عنقه، فقال له سعید: دعنی أصلی رکعتین، قال الحجاج ماذا یقول؟ قال: یرید الصلاة، فأبی إلا أن یصلی الی المشرق. قبلة النصاری. ثم امر أن تضرب عنقه ووجهه موجه الی غیر القبلة، فأدا روا وجهه فقال سعید عندئذ: ﴿ **فأینما تولوا فثم وجه الله** ﴾ ثم ضربت عنقه وهو یردد: لا إله إلا الله محمد رسول الله، وذهبت نفسه البریئة الطاهرة الی

آپ عابد وزاہد تھے اور ہر دو راتوں میں قرآن ختم کرتے تھے ایک دفعہ آپ نے کعبہ میں ایک رات میں قرآن پڑھا۔ آپ کے سوانح میں کتاب الاعلام میں درج ذیل عبارت آئی ہے۔

سعید بن جبیر اسدی کوفی، ابوعبداللہ، تابعی، آپ علی الاطلاق ان کے بڑے عالم تھے اور حبشی الاصل تھے، آپ نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے علم حاصل کیا اور جب عبدالرحمٰن بن اشعث نے عبدالملک بن مروان کے خلاف بغاوت کی تو سعید بن جبیر ان کے ساتھ تھے اور جب عبدالرحمٰن قتل ہوگیا تو سعیدؒ مکہ چلے گئے اور اس کے والی خالد القسری نے آپ کو گرفتار کرلیا اور حجاج کے پاس بھیج دیا اس نے آپ کو قتل کر دیا اور حجاج آپ کو سعید بن جبیر کی بجائے شقی بن کسیر کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا۔ احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ حجاج نے سعید کو قتل کیا تو روئے زمین کا ہر شخص آپ کے عمل کا محتاج تھا روایت ہے کہ جب حجاج نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو جلاد کو حکم دیا کہ انہیں لے جا کر قتل کر دو۔ سعید نے اسے کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو حجاج نے پوچھا وہ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا: نماز پڑھنا چاہتے ہیں اس نے انکار کیا اور کہا اگر وہ مشرق کی طرف یعنی نصاریٰ کے قبلہ۔ نماز پڑھنا چاہیں تو پڑھ لیں پھر اس نے حکم دیا کہ آپ کی گردن اور چہرے کو غیر قبلہ کی طرف کر کے مارا جائے تو اس آپ کے چہرے کو پھیر دیا اس وقت سعید نے کہا: "فاینما تولوا فثم وجه الله" (البقرہ ۱۱۵) پھر آپ کو قتل کر دیا گیا اور آپ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دہرا رہے تھے اور آپ کی پاکیزہ جان اپنے رب کے پاس حجاج کے ظلم کی شکایت کرتے ہوئے چلی گئی اور آپ نے اپنے عقیدے اور دین کی خاطر اپنی جان

ربها تشكو اليه ظلم الحجاج، وجاد بأنفاسه فى سبيل عقيدته ودينه، رحمه الله وأسكنه فسيح جناته)) (۱).

دے دی رحمہ اللہ واسکنہ فسیح جنانہ۔

۲–طبقة أهل المدينة:

وقد أشتهر منهم عدد، على رأسهم (محمد بن كعب القرظى، وأبو العالية الرياحى، وزيد بن أسلم) رضى الله عنهم جميعاً.ونحن نتحدث عن هؤلاء الثلاثة الذين اشتهروا بالتفسير من أهل المدينة المنورة والذين كان لهم أثر عظيم فى نقل علوم الصحابة، سواءً كان ذلك فى الفقه او الحديث أو التفسير، وان كان هناك غيرهم ممن اشتهروا من التابعين ولكن شهرة هؤلاء كانت أوسع، وأثرهم كان أظهر.

۲۔اہل مدینہ کا طبقہ:

ان حضرات سے ایک بڑی تعداد نے شہرت پائی جن کے سرکردہ، محمد بن کعب قرظی، ابوالعالیہ ریاحی اور زید بن اسلم رضی اللہ عنہم ہیں ہم ان تین کے متعلق جنہوں نے اہل مدینہ میں سے تفسیر میں شہرت پائی، گفتگو کریں گے اور علوم صحابہ کی نقل میں ان کا بڑا ہاتھ ہے خواہ وہ روایات فقہ یا حدیث یا تفسیر میں ہو ان کے علاوہ دیگر تابعین نے بھی شہرت پائی ہے لیکن ان کی شہرت، زیادہ وسیع تھی اور ان کا اثر نمایاں تھا۔

(محمد بن كعب القرظى):

جاء فى تهذيب التهذيب للعسقلانى فى ترجمته ما يلي:

((هو محمد بن كعب القرظى، أبو حمزة المدنى، من حلفاء الأوس، سكن الكوفة ثم المدينة، روى عن جمع غفير من الصحابة وخاصة عن على بن أبى طالب، وعبدالله بن مسعود:

قال ابن سعد: كان ثقة عالماً كثير الحديث، ورعاً صالحاً.

قال عون بن عبدالله: ما رأيت أحداً أعلم بتأويل القرآن منه.

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ:

عسقلانی کی تہذیب التہذیب میں آپ کے سوانح میں درج ذیل عبارت آئی ہے:

محمد بن کعب القرظی، ابوحمزہ المدنی، اوس کے حلفاء میں سے تھے آپ نے کوفہ میں سکونت اختیار کی پھر مدینہ میں صحابہ کی بڑی جماعت سے آپ نے روایت کی ہے خصوصاً حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے، ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ آپ ثقہ، عالم، کثیر الحدیث، متقی اور صالح تھے، عون بن عبداللہؒ نے بیان کیا ہے کہ میں نے کسی کو آپ سے بڑھ کر تاویل قرآن کا عالم نہیں پایا۔ اور امام بخاری نے آپ کے نام قرظی کے سبب کے بارے میں بیان کیا ہے کہ آپ کے والد ان لوگوں میں

(۱) انظر الطبقات الكبرى لابن سعد ج٦ ص٢٥٧.

ويذكر البخاري في سبب تسمية ب (القرظي) أن أباه كان ممن لم ينبت يوم قريظة فترك، وذلك أن النبيﷺ قتل الرجال من بني قريظة حينما خانوا العهود وغدروا بالرسول، فأمر بقتل مقاتلتهم وترك الأطفال والصبيان والنساء. وقد كان من أفاضل أهل المدينة علماً وفقهاً، وكان يحدث في المسجد فسقط عليه السقف وعلى أصحابه، فمات تحت الهدم، وكان ذلك سنة ١١٧ هجرية رضي الله عنه وأرضاه(١).

سے تھے جو یوم قریظہ میں نہ تھے اور اسے چھوڑ دیا تھا اور یہ بات یوں ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے بنی قریظہ کے مردوں کو جب انہوں نے عہد شکنی کی اور رسول اللہ ﷺ سے خیانت کی قتل کیا تو آپ نے ان کے جانبازوں کے قتل کا حکم دیا اور بچوں اور عورتوں کو چھوڑ دیا آپ علم وفقہ میں اہل مدینہ کے افاضل میں سے تھے آپ مسجد میں حدیث بیان کیا کرتے تھے' ایک مرتبہ چھت آپ اور آپ کے اصحاب پر گر پڑی اور آپ دیوار کے نیچے آ کر شہید ہو گئے یہ ۱۱۷ھ کا واقعہ ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

(أبو العالية الرياحي):

اسمه رفيع بن مهران، وكنيته أبو العالية، وهو مولى امرأة من بني رياح وهو تابعي ثقة من أهل البصرة، اشتهر بالفقة والتفسير، رأى أبا بكر وقرأ القرآن على (أبي بن كعب) وغيره، وسمع من عمر، وابن مسعود، وعلي وعائشة، وغيرهم.

روى عنه أنه قال: قرأت القرآن بعد وفاة نبيكم بعشر سنين. وكان منذ حداثة سنه راغباً في العلم، مكبا على طلبه، حتى نبغ فيه وفاق الأقران وخاصة في التفسير، وقد كان ابن عباس رضي الله عنهما يرفعه على سريره وقريش أسفل منه، ويقول: هكذا العلم يزيد الشريف شرفاً، ويجلس المملوك على الأسرة، مات سنة ٩٣ هجرية عن عمر يناهز الثمانين رضي الله عنه وأرضاه.

حضرت ابوالعالیہ ریاحیؒ:

آپ کا نام رفیع بن مہران اور کنیت ابوالعالیہ ہے' آپ بنی ریاح کی ایک عورت کے غلام تھے آپ اہل بصرہ کے ثقہ تابعی ہیں آپ نے فقہ وتفسیر میں شہرت پائی ہے آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ وغیرہ کو قرآن سنایا ہے اور آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ وغیرہ سے سماع کیا ہے۔ آپ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے نبی کی وفات کے دس سال بعد قرآن پڑھا ہے اور آپ نوعمری ہی سے علم میں رغبت رکھنے والے اور اس کی طلب میں پورا انہماک رکھنے والے تھے حتی کہ آپ اس میں فائق ہو گئے اور اپنے ساتھیوں سے فوقیت لے گئے خصوصاً تفسیر میں اور حضرت ابن عباسؓ آپ کو اپنے تخت پر بٹھاتے تھے اور قریش آپ سے نیچے ہوتے تھے اور فرماتے تھے: علم اس طرح شریف کو شرف میں زیادہ کرتا ہے اور غلاموں کو تختوں پر بٹھاتا ہے آپ نے ۸۰ سال سے زیادہ عمر پا کر ۹۳ھ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

(١) أنظر: تهذيب التهذيب. ج٥، ص ٤٢١.

(زيد بن أسلم):

هو زيد بن أسلم العدوى العمرى، يكنى (أبا أسامة) وهو فقيه محدث من أهل المدينة، كان مع عمر بن عبدالعزيز أيام خلافته، واستقدمه الوليد بن يزيد في جماعة من فقهاء المدينة الى دمشق مستفتياً في أمر، وكان ثقة كثير الحديث له حلقة في المسجد النبوى، وله كتاب في التفسير رواه عنده ولده (عبدالرحمن) وقد كان رجلاً مهيباً، قال ابن عجلان: ((ما هبت أحداً قط هيبتي لزيد بن أسلم)). وحدث ذات يوم بحديث ولم يسنده، فسأله رجل يا أبا أسامة عمن هذا؟ فقال: يا ابن أخي ما كنا نجالس السفهاء.وكان له حلقة كبيرة في المسجد النبوى الشريف، وكان (على بن الحسين) يجلس اليه فيستمع له ويترك مجالس قومه، فقيل له في ذلك: تترك مجالس قومك الى عبد عمر بن الخطاب (حيث كان مولى لعمر) فقال علي: انما يجلس الرجل الى من ينفعه في دينه، توفى رضى الله عنه بالمدينة المنورة سنة ١٣٦ هجرية.(١)

حضرت زید بن اسلمؒ:

زید بن اسلم العدوی العمری آپ کی کنیت ابواسامہ ہے آپ اہل مدینہ کے محدث ہیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں ان کے ساتھ تھے ولید بن یزید نے فقہائے مدینہ کی ایک جماعت کے ساتھ کسی امر میں فتویٰ حاصل کرنے کیلئے آپ کو دمشق بلایا آپ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے، مسجد نبوی میں آپ کا ایک حلقہ تھا اور تفسیر کے بارے میں آپ کی ایک کتاب بھی ہے آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن نے اسے آپ سے روایت کیا ہے آپ رعب دار آدمی تھے ابن عجلان نے کہا ہے: میں جیسے زید بن اسلم سے ڈرا کبھی کسی سے نہیں ڈرا۔ ایک روز آپ نے حدیث بیان کی اور اس کی سند بیان نہ کی ایک شخص نے آپ سے کہا: اے ابواسامہ! یہ کس شخص کی ہے؟ آپ نے کہا: اے میرے بھتیجے! ہم بے وقوفوں سے ہم نشینی نہیں کیا کرتے۔ مسجد نبوی میں ان کا ایک بڑا حلقہ تھا اور علی بن حسین بھی اس میں شریک ہوا کرتے اور ان کو سنا کرتے تھے اور انہوں نے ان کی خاطر اپنی قوم کی مجلسوں کو چھوڑ دیا اس بارے میں کسی نے علی بن حسین سے کہا: تم نے حضرت عمرؓ کے غلام کے لیے اپنی قوم کی مجلسوں کو کیوں چھوڑ دیا؟ تو انہوں نے جواب دیا: آدمی کو اس کی ہمنشینی اختیار کرنی چاہئے جس سے اس کو دینی فائدہ ہو۔ حضرت زید بن اسلمؒ ۱۳۶ ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔

٣- طبقة أهل العراق:

وقد أشتهر منهم عدد وعلى رأسهم (الحسن البصرى، ومسروق بن الأجدع، وقتادة ابن دعامة، وعطاء بن أبي مسلم الخراساني، ومرة الهمذاني).

۳۔ اہل عراق کا طبقہ:

ان میں سے ایک تعداد نے شہرت پائی ہے اور ان کے سرکردہ حسن بصری، مسروق بن اجدع، قتادہ ابن دعامہ، عطاء بن ابومسلم خراسانی اور مرۃ ہمذانی ہیں۔ ہم ان شیوخ کے مختصر سوانح ابھی بیان کریں گے اور ہم اللہ سے مدد کے

(١) أنظر: تذكرة الحفاظ للذهبي، ج١ ص٦٢.

ونحن نتحدث عن ترجمة هؤلاء الأعلام بشيء من الايجاز فنقول ومن الله نستمد العون.

(الحسن البصري):

هو الحسن بن يسار البصري، إمام أهل البصرة، وحبر الأمة في زمانه، يكنى (أبا سعيد) وهو أحد العلماء، والفصحاء، والشجعان، والنساك، ولد بالمدينة المنورة، وشب في كنف (علي بن أبي طالب) واستكتبه الربيع بن زياد والي خراسان في عهد معاوية فسكن البصرة، وعظمت هيبته في القلوب، فكان يدخل على الولاة فيأمرهم وينهاهم، لا يخاف في الحق لومة لائم، رأى مائة وعشرين صحابياً، وكان من أفصح أهل البصرة وأعبدهم وأفقهم.

قال الغزالي: كان الحسن البصري أشبه الناس كلاماً بكلام الأنبياء، وأقربهم هدياً من الصحابة، وكان في غاية من الفصاحة، تتصبب الحكمة من فيه[1].

قال أيوف: ما رأت عيناي رجلاً قط كان أفقه من الحسن البصري، كان يعي الحكمة وينطق بها، وكان اذا وعظ أبكى الحاضرين، كأنما كان في الآخرة ثم جاء منها فهو يخبر عما رأى وعاين، ولهذا فقد اشتهر بالوعظ، وكان رقيق القلب، فصيح اللسان. وكان يحدث بالأحاديث النبوية فإذا حدث عن (علي بن أبي طالب) لم يذكره خشية من بطش

خواہاں ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ:

حسن بن یسار بصری' امام اہل بصرہ' اپنے زمانے میں امت کے بڑے عالم' کنیت ابوسعید آپ ایک عالم' فصیح' بہادر اور عبادت گذار آدمی تھے' مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور حضرت علی بن ابی طالب کے سائے میں جوان ہوئے حضرت معاویہ کے عہد میں خراسان کے والی ربیع بن زیاد نے آپ کو کاتب مقرر کیا اور آپ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی اور دلوں میں آپ کی ہیبت بڑھ گئی آپ اہل عہدہ حضرات سے ملاقات کرتے اور انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے اور حق کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خوف نہ کھاتے تھے آپ نے ایک سوبیں صحابہ کو دیکھا اور آپ اہل بصرہ کے بڑے فصیح' بڑے عبادت گذار اور بڑے فقیہ تھے غزالی نے بیان کیا ہے کہ حسن بصری کی گفتگو انبیاء کی گفتگو کے بہت مشابہ تھی اور ہدایت کے لحاظ سے صحابہ سے اقرب تھی آپ غایت درجہ کے فصیح تھے آپ کے منہ سے حکمت ٹپکتی تھی۔

ایوف نے کہا ہے کہ میری دونوں آنکھوں نے حسن بصری سے بڑا فقیہ کبھی نہیں دیکھا آپ حکمت پر غور کرتے تھے اور اس کے ساتھ گفتگو کرتے تھے اور آپ جب وعظ کرتے تو لوگوں کو رلا دیتے تھے گویا آپ آخرت میں تھے پھر آپ اس سے آئے ہیں اور جو کچھ آپ نے دیکھا اس کی خبر دے رہے ہیں اس لئے آپ وعظ میں مشہور ہو گئے آپ رقیق القلب اور فصیح اللسان تھے اور آپ احادیث نبویہ کو بیان کیا کرتے تھے اور جب حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت بیان کرتے تو

(١) فيه: أي فمه.

الحجاج، قال يونس بن عبيد: سألت الحسن قلت: يا أبا سعيد، إنك تقول قال رسول الله وانك لم تدركه؟ قال يا ابن أخي: لقد سألتني عن شيء ما سألني عنه احد قبلك، ولو لا منزلتك مني ما أخبرتك، اني في زمان كما ترى. وكان في عمل الحجاج. كل شيء سمعتني أقول قال رسول الله فهو عن علي بن أبي طالب، غير أبي في زمان لا أستطيع أن أذكر علياً[1].

ولما ولي عمر بن عبدالعزيز الخلافة كتب اليه: اني قد ابتليت بهذا الأمر، فانظر لي اعواناً يعينوني عليه، فأجابه الحسن: أما أبناء الدنيا فلا تريدهم، وأما أبناء الآخرة فلا يريدونك فاستعن بالله عن أمرك[2].

توفي بالبصرة سنة ١١٠ هجرية و دفن فيها رحمه الله رحمة واسعة.

حجاج کی گرفت کے خوف کا نام کا ذکر نہ کرتے' یونس بن عبیدؒ نے بیان کیا ہے میں نے حسن سے پوچھا اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حالانکہ آپ نے انہیں نہیں پایا؟ آپ نے کہا: اے میرے بھتیجے تو نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو تجھ سے پہلے کسی نے مجھ سے نہیں پوچھی اور اگر میرے ہاں تیرا مقام نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بتاتا میں جیسے کہ تو دیکھ رہا ہے ایک زمانے میں ہوں اور آپ حجاج کی عملداری میں تھے ہر بات جو تو نے مجھ سے سنی ہے میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: وہ حضرت علی بن ابی طالب سے ہے مگر میں ایسے زمانے میں ہوں کہ میں حضرت علیؓ کا نام ذکر نہیں کر سکتا۔ اور جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلافت سنبھالی تو آپ کو لکھا میں اس امر میں مبتلا ہو گیا ہوں میرے لئے مددگار تلاش کیجئے جو اس امر میں میری مدد کریں حضرت حسن نے آپ کو جواب دیا دنیا کے فرزندوں کو آپ نہیں چاہتے فرزندانِ آخرت آپ کو نہیں چاہتے اپنے معاملے کے بارے میں اللہ سے مدد طلب کیجئے آپ نے ۱۱۰ھ میں بصرہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

(مسروق بن الأجدع):

مسروق بن الأجدع الهمذاني، كوفي تابعي ثقة، من أصحاب ابن مسعود الذين نقلوا لنا هدى الرسول ﷺ.

وهو عابد فقيه يكنى (أبا عائشة) وقد اشتهر بالتفسير، ورواية الحديث كان أبوه أطرس فارس باليمن، وكان خاله (عمر بن

حضرت مسروق بن الأجدعؒ:

آپ کوفی' تابعی' ثقہ ہیں اور حضرت ابن مسعودؓ کے ان شاگردوں میں سے ہیں جنہوں نے ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کو نقل کیا ہے آپ عابد اور فقیہ تھے' کنیت ابو عائشہ تھی' آپ نے تفسیر اور روایت حدیث میں شہرت پائی آپ کے والد ایران کے سب سے بڑے شہسوار تھے' عمر بن معدیکرب آپ کے ماموں تھے جب آپ قاضی

(١) انظر: تهذيب التهذيب، ج٣، ص٣٩٦.

(٢) انظر الاعلام للزركلي ج٢ ص٢٤٢.

معديكرب) وقد تولى القضاء، فلم يكن يأخذ على القضاء رزقاً، وكان قانعاً زاهداً راضياً بما قسم الله، مع أنه كان صاحب عيال. جاءته امرأته يوماً فقالت: يا أبا عائشة! إنه ما أصبح اليوم لعيالك رزق، فتبسم ثم قال: والله ليأتينهم الله برزق، فرزقه الله رزقاً واسعاً.

روى عنه أنه لقي (عمر بن الخطاب) فسأله ما اسمك؟ قال: مسروق بن الأجدع، فقال له عمر: الأجدع شيطان، أنت مسروق بن عبدالرحمن فكان بعد ذلك يقول: أنا مسروق بن عبدالرحمن.

قال علي بن المديني شيخ البخاري: ما أقدم على مسروق من أصحاب عبدالله بن مسعود أحداً، صلى خلف أبي بكر، ولقي عمر وعثمان.

شهد القادسية مع أخوته الثلاثة، فقتلوا يومئذ بالقادسية، وجرح مسروق فشلت يده، وله طريقة لطيفة في النصح والوعظ، خرج يوماً ومعه بعض تلامذته فارتقى بهم على كناسة في الكوفة فقال: ألا أريكم الدنيا؟ هذه هي الدنيا، أكلوها فأفنوها، لبسوها فأبلوها، ركبوها فأنضوها، سفكوا فيها دماءهم، واستحلوا فيها محارمهم، وقطعوا فيها أرحامهم[1]

سئل يوماً عن بيت شعر فقال: أكره أن أرى

تھے اور قضاء پر آپ روزینہ نہ لیتے تھے قانع، زاہد اور خدا کی تقسیم پر راضی تھے، حالانکہ آپ عیالدار تھے ایک روز آپ کی بیوی آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی اے ابو عائشہ! آج آپ کے عیال کیلئے رزق نہیں ہے تو آپ مسکرا دیئے پھر فرمایا: خدا کی قسم اللہ ضرور رزق دے گا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو رزق واسع عطا فرمایا۔

آپ سے روایت ہے کہ آپ حضرت عمر بن الخطابؓ سے ملے تو حضرت عمرؓ نے آپ سے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے کہا: مسروق بن الاجدع، حضرت عمرؓ نے آپ سے کہا: اجدع، شیطان ہے تو مسروق بن عبدالرحمٰن ہے اس کے بعد آپ کہا کرتے تھے میں مسروق بن عبدالرحمٰن ہوں۔ شیخ البخاری علی بن المدینی نے کہا ہے: میں عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب میں سے کسی کو مسروق پر مقدم نہیں کرتا۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے ملاقات کی ہے۔

آپ اپنے تینوں بھائیوں کے ساتھ قادسیہ میں حاضر ہوئے وہ اس روز قادسیہ میں قتل ہو گئے اور مسروق زخمی ہو گئے آپ کا ہاتھ شل ہو گیا اور وعظ و نصیحت آپ کا لطیف انداز تھا ایک روز آپ اپنے بعض تلامذہ کے ساتھ باہر نکلے اور کوفہ میں ان کے ساتھ کوڑا کرکٹ پر چڑھ گئے اور فرمایا: ارے کیا میں تم کو دنیا دکھاؤں؟ یہی دنیا ہے انہوں نے اسے کھایا اور اسے فنا کر دیا۔ انہوں نے اسے پہنا اور اسے بوسیدہ کر دیا انہوں نے اس پر سواری کی اور اسے لاغر کر دیا انہوں نے اس میں ان کے خون بہائے اور اس میں اس کے محرمات کو حلال کر لیا اور اس میں ان کے ارحام کو قطع کیا۔

ایک روز آپ سے شعر کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا: میں

(۱) تہذیب التہذیب ج۶ ص۸۲.

(۱) [illegible]

في صحيفتي شعراً.

(قتادة بن دعامة):

وأما قتادة: فهو أبو الخطاب الدوسي البصري، ولد في البصرة، سنة ٦١ وتوفي سنة١١٧ هجرية ومات وعمره ٥٥ سنة. روى عن أنس بن مالك وسعيد بن المسيب، وجمع من الصحابة، وكان قوي الحفظ، شديد الذكاء، يروى عنه أنه قال: ((ما قلت لمحدث قط اعد علي، وما سمعت أذناي شيئاً الا وعاه قلبي)).

ويروى أنه دخل على (سعيد بن المسيب) فجعل يسأله أياماً، وأكثر عليه من السؤال، فقال له سعيد: أكلّ ما سألتني عنه تحفظه؟ قال: نعم فتعجب منه، فقال له قتادة: سألتك عن كذا، فقلت فيه كذا، وسألتك عن كذا، فقلت فيه كذا، حتى أورد عليه جميع ما سمعه منه، فقال له سعيد: ما كنت أظن أن الله خلق مثلك، وقال عنه مرة: ما أتاني عراقي أحسن من قتادة، وقرئت عليه مرة صحيفة جابر فحفظها[1].

وقد كان ضريراً فاقد البصر، حيث ولد وهو أعمى: ولكنه كان آية في الحفظ والنبوغ والذكاء، وكان أحمد بن حنبل يطنب في ذكره والثناء عليه، وينشر من علمه وفقهه، وكان إماماً في التفسير والفقة، ولكنه أخذ عليه أنه كان يأخذ عن كل أحد، حتى قال فيه الشعبي: قتادة حاطب ليل.

اپنے اعمال نامہ میں شعر کو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

حضرت قتادہ بن دعامہؒ:

ابوالخطاب الدوسی البصری ٦١ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور ١١٧ھ میں ٥٥ سال کی عمر میں وفات پائی آپ نے انس بن مالکؓ، سعید بن المسیبؒ اور صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کی ہے آپ قوی الحفظ اور بڑے ذہین تھے آپ سے روایت کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے کبھی کسی محدث سے یہ نہیں کہا کہ مجھ پر دہراؤ یعنی دہرا کر مجھے بتاؤ اور جو کچھ میرے کانوں نے سنا میرے دل نے اسے یاد کر لیا روایت ہے کہ آپ سعید بن المسیبؒ کی ملاقات کو آئے اور کئی روز آپ سے سوال کرتے رہے اور آپ سے بہت سوالات کئے تو سعید نے آپ سے کہا: کیا وہ سب باتیں جو آپ نے مجھ سے پوچھی ہیں آپ انہیں یاد رکھتے ہیں؟ آپ نے کہا: ہاں تو آپ اس سے متعجب ہوئے اور قتادہؒ نے آپ سے کہا میں نے آپ سے یوں سوال کیا اور آپ نے اس کے بارے میں یوں کہا اور میں نے آپ سے یوں سوال کیا اور آپ نے اس کے بارے میں یوں کہا۔ حتیٰ کہ آپ نے جو کچھ اس سے سنتا تھا سارے کا سارا ان سے بیان کر دیا تو سعید نے آپ سے کہا: میں خیال نہیں کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے جیسا آدمی پیدا کیا ہے اور ایک بار آپ کے متعلق انہوں نے کہا میرے پاس قتادہ سے بہتر عراقی نہیں آیا میں نے اسے ایک بار جابر کا صحیفہ سنایا تو اس نے اسے حفظ کر لیا۔ آپ نابینا تھے یعنی پیدائشی نابینا تھے لیکن حفظ وذکاء اور فصاحت میں ایک نشان تھے اور امام احمد بن حنبلؒ آپ کے ذکر وثنا کو طول دیا کرتے تھے اور آپ کے علم وفقہ کی نشر واشاعت کرتے تھے' آپ فقہ وتفسیر میں امام تھے لیکن آپ پر گرفت کی گئی ہے آپ ہر ایک سے نقل کرتے

(١) تهذيب التهذيب ج٨ ص ٣٥١.

توفي رضى الله عنه بالبصرة و دفن بها، وعمره خمس وخمسون سنة، ولما مات بكى عليه أهل البصرة.

تھے حتی کہ شعبی نے آپ کے بارے میں کہا ہے کہ قتادہ حاطب لیل ہیں یعنی رطب یابس کو ملانے والے ہیں۔ آپ نے بصرہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے آپ کی عمر ۵۵ سال تھی جب آپ فوت ہوئے تو اہل بصرہ نے آپ پر خوب گریہ کیا۔

(عطاء الخراساني):

قال الحافظ الأصبهاني: كان مولده سنة ٥٠ ووفاته سنة ١٣٥ هجرية. وهو عطاء ابن أبي مسلم الخراساني، يكنى (أبا عثمان) وكان ثقة صدوقاً، عابداً زاهداً، كثير العبادة والتبتل، كان يحيي الليل تهجداً وصلاة.

روى عبدالرحمن بن يزيد أنه كان يحيي الليل صلاة، فاذا ذهب من الليل ثلثه، أو نصفه نادانا يا فلان ويا فلان، قوموا فتوضأوا وصلوا، فإن قيام الليل وصيام النهار أيسر من شراب الـ مديد[1].

وكان يحب نشر العلم، فاذا لم يجد احداً من تلامذة يحدثه ذهب الى المساكين فحدثهم، خوفاً من الوعيد لكاتم العلم. وقد اشتهر بالفقة والحديث والتفسير، وكان على غاية من الزهد والورع، رحمه الله تعالى.

حضرت عطاء خراسانی ؒ:

حافظ اصبہانی نے بیان کیا ہے: کہ آپ کی پیدائش ۵۰ھ میں اور وفات ۱۳۵ھ میں ہوئی آپ عطاء ابن ابی مسلم خراسانی ہیں آپ کی کنیت ابو عثمان ہے آپ ثقہ، صدوق، عابد، زاہد، کثیر العبادت والتبتل تھے اور نماز اور تہجد سے شب زندہ داری کرتے تھے عبدالرحمٰن بن یزید نے روایت کی ہے کہ آپ نماز سے شب زندہ داری کرتے تھے اور جب رات کا تہائی یا نصف حصہ گزر جاتا تو یہی آواز دیتے اے فلاں! اے فلاں! اٹھو اور وضو کرو اور نماز پڑھو، بلاشبہ قیام اللیل اور صیام النھار پیپ کے پینے سے زیادہ آسان ہیں آپ نشر علم کو پسند کرتے تھے اور جب آپ اپنے کسی طالب علم کو نہ پاتے کہ اس سے حدیث بیان کریں تو آپ مساکین کے پاس چلے جاتے اور ان سے اس وعید کے ڈر سے جو علم چھپانے والے کیلئے آئی ہے حدیث بیان کرتے، آپ نے فقہ، حدیث اور تفسیر میں شہرت پائی اور آپ حد درجہ زاہد اور متقی تھے۔ رحمہ اللہ۔

(مرة الهمداني):

هو مرة بن شراحيل الهمداني، أدرك عدداً من الصحابة غير قليل، ويكنى (أبا اسماعيل) وهو المعروف بمرة الطيب، ومرة الخير، لقب بذلك لعبادته، كان عابداً ورعاً، وزاهداً صالحاً،

حضرت مرۃ الھمدانی ؒ:

مرۃ بن شراحیل الھمدانی آپ نے صحابہ کی بڑی تعداد کو پایا آپ کی کنیت ابو اسماعیل تھی اور آپ مرۃ الطیب اور مرۃ الخیر کے نام سے مشہور ہیں آپ کو یہ لقب آپ کی عبادت کی وجہ سے دیا گیا ہے آپ عابد، متقی، زاہد، اور صالح تھے، عجلی

(١) أنظر: تهذيب الكمال للمزي. ج٤ ص٤٦٩.

قال العجلي: كان يصلي في اليوم والليلة خمسمائة ركعة، وهو تابعي ثقة توفي سنة ٨٦ هجرية رحمه الله تعالى رحمة واسعة وأسكنه فسيح جناته.(۱)

نے بیان کیا ہے کہ آپ رات دن میں پانچ سو رکعت نماز پڑھتے تھے آپ ثقہ تابعی ہیں آپ نے ۸۶ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ واسکنہ فسیح جناتہ۔

هؤلاء هم اعلام المفسرين من التابعين، استمدوا علومهم وقبسوا معارفهم من الصحابة الكرام رضوان الله عليهم أجمعين.

یہ سارے کے سارے تابعین میں سے بڑے مفسرین ہیں انہوں نے اپنے علوم و معارف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حاصل کیے۔

ثم عنهم أخذ تابعو التابعين، ومن بعدهم من العلماء العالمين، وهكذا حفظ دين الله، وكتابه، وشريعته، وعلومه، ومعارفه، سليمة، كاملة عن طريق التلقي والتلقين، جيلاً عن جيل مصداقاً لقول الله سبحانه وتعالى ﴿إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون﴾ (سورة الحجر: ٩)

اور ان سے تبع تابعین اور ان کے بعد آنے والے علماء عالمین نے حاصل کیے اس طرح تلقی و تلقین کے طریق سے اللہ کا دین اس کی کتاب اس کے علوم و معارف نسل در نسل محفوظ ہو گئے جیسے وہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" (الحجر:۹)

ولقد صدق الرسول الكريم فيما نبأ عنه وأخبر حيث قال:

اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کے بارے میں سچی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے

((يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله، ينفون عنه تحريف الغالين، وانتحال المبطلين، وتأويل الجاهلين))

کہ ہر نسل کے عادل لوگ اس علم کو اٹھائیں گے اور غالیوں کی تحریف اور مبطلین کی منسوب کردہ باتوں اور جاہلوں کی تاویل کو اس سے دور کریں گے۔

وهكذا حفظ الله كتابه بحفظ هؤلاء الرجال الأعلام والثقات الأفاضل الذين كرسوا جهودهم في خدمة العلم والدين، فجزاهم الله عن الإسلام والمسلمين خير الجزاء، وأسكنهم فسيح جناته آمين.

یوں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو ان بڑے آدمیوں اور ثقات افاضل کی نگرانی کے ذریعے سے اپنی کتاب کی حفاظت کی جنہوں نے اپنی کوششوں کو علم و دین کی خدمت کیلئے وقف کر دیا، اللہ انہیں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہتر جزا دے اور انہیں اپنی وسیع جنات میں آباد کر دے۔ آمین

تنبيه: يلاحظ على تفسير التابعين رضوان الله

تنبیہ: تابعین کی تفسیر میں دیکھا جاتا ہے کہ ان کے اقوال

(۱) انظر تهذيب التهذيب، ج ۱۰، ص ۸۸.

عليهم. أنه قد دخلت الى اقوالهم بعض الروايات الإسرائيلية واختلط الصحيح بالعليل، ونقل على لسانهم بعض الروايات التي لم تثبت، فينبغي التنبه عند نقل أقوالهم الى الصحيح منها، وأن يرجع الانسان الى المراجع الموثوقة من كتب التفسير، كتفسير ابن جرير وغيره من التفاسير الموثوقة.

قال (السيوطي) في كتابه الاتقان بعد أن ذكر أشهر المفسرين من التابعين ما نصه:

((فهؤلاء قدماء المفسرين، وغالب أقوالهم تلقوها من الصحابة، ثم بعد هذه الطبقة ألفت تفاسير تجمع أقوال الصحابة والتابعين، كتفسير (سفيان بن عيينة) و (وكيع بن الجراح) و (شعبة بن الحجاج) و (يزيد بن هارون) وآخرين. ثم جاء بعدهم (ابن جرير الطبري) وكتابه أجل التفاسير وأعظمها))[1].

میں بعض اسرائیلی روایات داخل ہوگئی ہیں اور صحیح کا علیل کے ساتھ اختلاط ہوگیا ہے اور ان کی زبانوں سے بعض ایسی روایات بھی نقل کی گئی ہیں جو ثابت نہیں ہیں پس ان کے اقوال کو نقل کرتے وقت ان میں سے صحیح سے آگاہ ہونا چاہئے اور کتب تفسیر میں سے انسان کو موثوق مراجع کی طرف رجوع کرنا چاہئے جیسے تفسیر ابن جریر اور دوسری قابل اعتماد تفاسیر ہیں

سیوطی نے اپنی کتاب اتقان میں تابعین کے مشہور ترین مفسرین کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے:

یہ قدیم مفسرین ہیں اور ان کے اقوال کا اکثر حصہ انہوں نے صحابہ سے حاصل کیا ہے پھر اس طبقہ کے بعد تفاسیر تالیف کی گئیں جو صحابہ اور تابعین کے اقوال کی جامع ہیں جیسے تفسیر سفیان بن عیینہ اور وکیع بن الجراح اور شعبہ بن الحجاج اور یزید بن ہارون اور دیگر لوگوں کی تفاسیر پھر ان کے بعد ابن جریر طبری آئے اور آپ کی تفسیر اجل و اعظم ہے۔

(۱) الإتقان للسيوطي ج ٢ ص ١٩٠.

الفصل السابع

اعجاز القرآن

العناية بدراسة القرآن العظيم:

لم يحدث فى تاريخ البشرية أن امة من الأمم اعتنت بكتابها السماوى كما اعتنت هذه الأمة المحمدية' ولم نسمع عن كتاب مقدس نال من الحفظ والرعاية. والإجلال والاكبار. كما ناله هذا الكتاب المجيد' معجزة محمد الخالدة' وحجته البالغة' ودعوته الى الناس أجمعين. ولا عجب أن ينال القرآن العظيم هذه المنزلة الرفيعة' ويحتل من نفوس المسلمين تلك المكانة الجليلة' ذلك لأن الأحداث التى رافقت نزول هذا الكتاب المقدس' تجعله يتبوأ مكان الصدارة بين جميع الكتب السماوية' ويفوق كل ما جاء به الأنبياء والمرسلون صلوات الله وسلامه عليهم أجمعين من هداية وإصلاح. وتربية وتعليم' وسمو وتشريع' ولقد أحسن وأبدع من قال:

الله اكبر ان دين محمد
وكتابه اهدى واقوم قيلا
لا تذكروا الكتب السوالف عنده
طلع الصباح فأطفئ القنديلا

القرآن معجزة محمد الخالدة:

وقد جرت حكمة الله الأزلية' أن يؤيد

ساتویں فصل

اعجاز القرآن

قرآن کریم کی تعلیم کا اہتمام:

تاریخ بشری میں یہ واقعہ نہیں ہوا کہ امتوں میں سے کسی امت نے اپنی آسمانی کتاب کا ایسے اہتمام کیا ہو جیسے اس وقت امت محمدیہ نے کیا ہے اور نہ ہم نے کسی کتاب مقدس کے متعلق سنا ہے کہ اس نے حفظ و رعایت اور اجلال و اکبار کا وہ مقام حاصل کیا ہے جو اس کتاب مجید کو حاصل ہوا ہے یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ خالدہ اور آپ کی حجت بالغہ ہے اور اس کی دعوت سب لوگوں کو ہے اور یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ قرآن عظیم اس بلند مقام کو حاصل کرے اور مسلمانوں کے دلوں میں اس جلیل مرتبہ پر اترے یہ اس لئے کہ وہ واقعات جو اس کتاب مقدس کے نزول کے ساتھ تھے وہ اسے تمام کتب سماویہ کے درمیان صدارت کے مقام پر جگہ دیتے ہیں اور جو کچھ انبیاء اور مرسلین ہدایت و اصلاح' تربیت و تعلیم اور بلندی اور قانون لائے ان سب پر فوقیت رکھتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اللہ اکبر' بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اور آپ کی کتاب' زیادہ ہدایت دینے والی اور پختہ کلام والی ہے گذشتہ کتابوں کا اس کے پاس ذکر نہ کرو۔ صبح طلوع ہو گئی ہے اور اس نے قندیلوں کو بجھا دیا۔

قرآن مجید حضرت محمد ﷺ کا دائمی معجزہ ہے:

اللہ تعالیٰ کی ازلی حکمت یوں جاری ہے کہ وہ اپنے

أنبياء ه ورسله بالمعجزات الباهرات والدلائل الواضحات. والحج والبراهين الدامغة' التي تدل على صدقهم' وعلى انهم أنبياء مرسلون من عند الله العزيز القدير' وقد خص الله تبارك وتعالى نبيناﷺ بالمعجزة العظمى (القرآن الكريم) ذلك النور الرباني' والوحي السماوي' الذي القاهٗ على قلب نبيه قرآناً عربياً غير ذي عوج ' يتلوه آناء الليل وأطراف النهار' والذي أحيا به أجيالاً من العدم' كانت في عداد الموتى فأحياها الله بنور هذا القرآن' وهداها أقوم طريق وانتشلها من الحضيض فجعلها خير أمة أخرجت للناس' وصدق الله حيث يقول: ﴿ اومن كان ميتاً فأحييناه وجعلنا له نوراً يمشي به في الناس كمن مثله في الظلمات ليس بخارج منها؟ كذلك زين للكافرين ما كانوا يعملون﴾ (سورة الأنعام:١٢٢)۔

لقد أحيا القرآن امما' وأوجد مجتمعاً' وألف جيلاً لم يعرف له التاريخ مثيلاً' فأخرج من العرب الذين كانوا رعاة الابل والغنم' سادةً الشعوب والأمم' فملكهم الدنيا حتى حكموا أقاصي المعمورة وكل ذلك بفضل هذا القرآن' معجزة خاتم الأنبياء والمرسلين. وفي ذلك يقول أمير الشعراء:

أخوك عيسى دعا ميتاً فقام له
وأنت أحييت أجيالاً من العدم.

انبیاء و رسل کی ان واضح معجزات و دلائل اور مضبوط براہین سے تائید کرتا ہے جو ان کے صدق پر دلالت کرتے ہیں اور اس بات پر بھی کہ وہ عزیز و قدیر خدا کی طرف سے انبیاء و مرسلین ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو معجزہ عظمیٰ (قرآن کریم) سے خاص کیا ہے یہ وہ نور ربانی اور وحی آسمانی ہے جسے اس نے ہمارے نبی کے دل پر کسی کجی کے بغیر قرآن عربی کی صورت ڈالا' آپ اسے رات دن کے اوقات میں پڑھتے جس سے آپ نے عدم سے ان قوموں کو زندہ کیا جو مردوں کے شمار میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قرآن کے نور سے زندہ کیا اور ان کی سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کی اور انہیں پستی سے نکالا اور انہیں خیر امت بنا دیا جو لوگوں کے فائدے کیلئے پیدا کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:"أو من كان ميتا فأحييناه وجعلنا له نورا يمشي به في الناس كمن مثله في الظلمات ليس بخارج منها كذلك زين للكافرين ماكانوا يعملون"(سورۃ الانعام:۱۲۲)

قرآن کریم نے قوموں کو زندہ کر دیا ہے اور ایک معاشرہ بنایا ہے اور ایسی قوم کو اکٹھا کیا ہے جس کی تاریخ میں نظیر نہیں پائی جاتی اس نے عربوں سے ان لوگوں کو جو اونٹوں اور بکریوں کے چرواہے تھے شعوب و امم کا سردار بنا دیا اور ان کو دنیا کا بادشاہ بنا دیا حتی کہ انہوں نے معمور عالم کے متعدد علاقوں پر حکومت کی اور یہ سب کچھ قرآن کی مہربانی سے ہوا اور یہ خاتم النبین والمرسلین کا معجزہ ہے اور اس بارے میں امیر الشعراء کہتا ہے:

"تیرے بھائی عیسیٰ نے مردے کو آواز دی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور تو نے عدم سے قوموں کو زندہ کر دیا۔"

ولئن كانت معجزة الأنبياء السابقين معجزات ((حسية)) تتناسب مع العصر والزمان الذي بعثوا فيه، كمعجزة (موسى) عليه السلام حيث كانت (اليد والعصا) لأنه بعث في زمن كثر فيه السحرة واشتهر فيه السحر، وكذلك معجزة (عيسى) عليه السلام حيث كانت بإحياء الموتى وإبراء الأكمه[(1)] والأبرص والإخبار عن بعض المغيبات، لأنه بعث في عصر كثر فيه الطب والحكمة، وظهر فيه الأطباء البارعون، فأتاهم عيسى بن مريم بما أدهشهم وأعجزهم من شفاء المرضى، وإحياء الموتى وتبرئة الأعمى الأبكم الأصم.

أقول: إذا كانت معجزات الأنبياء السابقين معجزات (مادية حسية) فإن معجزة محمد بن عبد الله معجزة (روحية عقلية) وقد خصه الله بالقرآن معجزة العقل الباقية على الزمان ليراها ذووا القلوب والبصائر فيستنيروا بضيائها وينتفعوا بهديها في المستقبل والحاضر، لقد ورد عن سيد المرسلين أنه قال:

((ما من نبي من الأنبياء إلا أعطي من الآيات ما مثله آمن عليه البشر، وإنما كان الذي أوتيته وحياً أوحاه الله إلي، فأرجو أن أكون أكثرهم تابعاً)) رواه البخاري.

أجل: هذا الوحي السماوي الذي ألقاه

اگرچہ سابق انبیاء کے معجزات حسی تھے جو اس زمانے کے مناسب حال تھے جس میں وہ مبعوث ہوئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضاء کا معجزہ ہے اس طرح کہ آپ اس زمانے میں مبعوث ہوئے جس میں بکثرت جادوگر تھے اور جادو ان میں شہرت پا چکا تھا ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کے زندہ کرنے اور اندھوں اور کوڑھیوں کے ٹھیک کرنے اور بعض امور غیبیہ کی خبر دینے کا معجزہ ہے اس لئے کہ آپ اس زمانے میں مبعوث ہوئے جس میں طب و حکمت کا بہت زور تھا اور ان میں ماہر اطباء ظاہر ہوئے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاس مریضوں کو شفا دینے مردوں کو زندہ کرتے اور اندھوں بہروں اور گونگوں کو ٹھیک کرنے کا وہ معجزہ لائے جس نے انہیں ششدر اور عاجز کر دیا۔

میں کہتا ہوں کہ جب سابق انبیاء ومرسلین کے معجزات مادی حسی تھے تو بلاشبہ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ روحی عقلی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن سے خاص کیا ہے جو عقلی معجزہ ہے جو ہمیشہ قائم رہے گا تا کہ اسے قلوب و نگاہیں دیکھیں اور اس کی ضیاء سے نور حاصل کریں اور حاضر و مستقبل میں اس کی ہدایت سے فائدہ اٹھائیں حضرت نبی کریم ﷺ سے روایت آئی ہے کہ:

”انبیاء میں سے جو بھی آیا ہے اسے کچھ معجزات دیئے گئے ہیں اس کی مثل پر بشر ایمان بھی لایا اور مجھے جو دیا گیا ہے وہ وحی ہے اللہ نے اسے میری طرف وحی کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ میں ان سے زیادہ پیروکاروں والا ہوں گا“

اسے بخاری نے روایت کیا۔

بیشک یہ وہ آسمانی وحی ہے جسے اللہ نے اپنے امین نبی

(۱) الأكمه: الأعمى. قال تعالى: ﴿ وأبرئ الاكمه والأبرص وأحي الموتى بإذن الله ﴾.

اللہ علی قلب نبیه الأمین، لیکون ضیاء و رحمة للعالمین، هو معجزة الاسلام الخالدة، و حجته الباقية، تقوم على أفق الدنيا شاهدة بصدق الرسول، ناطقة بعظمة الإسلام و خلود هذا الدين، بينما ذهبت المعجزات الحسية ومضت مع أحداثها الكونية، وتلاشت من الوجود بعد وفاة الأنبياء الكرام الذين أتوا بها، فلم يعد لها وجود و بيان الا في هذا القرآن الذي أخبر عنها، فكان له الفضل الأعظم عليها سابقاً ولاحقاً، ولله در القائل حيث يقول: [illegible]

[illegible]

[illegible] بكتابهم [illegible]

[illegible] آياته [illegible]

[illegible] العتق [illegible] القديم [illegible]

الآيات: المراد بها المعجزات جمع آية بمعنى المعجزة [illegible] ذهبت بذهابهم [illegible]

قال العلامة الزرقاني: (وهنا نلفت النظر إلى أن القرآن بما اشتمل عليه من المعجزات الكثيرة قد كتب له الخلود فلم ينته بذهاب الأيام ولم يمت بموت الرسول عليه الصلاة والسلام بل هو قائم على قدم الدنيا يحاج كل مكذب، ويتحدى كل منكر، ويدعو أمم العالم جميعاً الى ما فيه من هداية الاسلام وسعادة بني الانسان.

وفي هذا يظهر الفرق جلياً بين معجزات نبي الاسلام ﷺ و معجزات اخوانه الانبياء عليهم

کے دل پر القاء کیا ہے تاکہ وہ عالمین کے لیے ضیاء اور رحمت ہو اور یہ اسلام کا معجزہ خالدہ اور حجت باقیہ ہے جو دنیا کے منہ پر صدق رسول کی شاہد بن کر قائم رہے گی اور عظمت اسلام اور اس دین کے خلود کی حجت ناطقہ ہوگی جبکہ حسی معجزات ختم ہو گئے ہیں اور اپنے وقوع پذیر ہونے کے بعد گذر گئے ہیں اور ان انبیاء کرام کی وفات کے بعد جو انہیں لائے تھے ان کا وجود معدوم ہو گیا ہے اور ان کا وجود اور بیان صرف اس قرآن میں رہ گیا ہے جس نے ان کے بارے میں خبر دی ہے اور اسے ان کے سابق و لاحق پر فضیلت حاصل ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے: [illegible]

[illegible] معجزات [illegible]

معجزات ختم ہو گئے اور آپ [illegible] ختم۔)

[illegible] ہونے والی کتاب [illegible]

[illegible] قرآن کی آیات میں جدت پیدا ہوتی جاتی ہے جبکہ [illegible]

سابقہ انبیاء کے معجزات کو کہنگی اور قدامت کا

[illegible] جمال زینت بخشتا ہے [illegible]

علامہ زرقانی نے بیان کیا ہے کہ یہاں ہم اس پر نظر ڈالتے ہیں کہ قرآن بہت سارے معجزات پر مشتمل ہے اور اس کے لیے ہمیشگی خلود لکھ دیا گیا ہے اور زمانے کے گذرنے کے ساتھ ختم نہیں ہوا اور نہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی وجہ سے معدوم ہوا ہے بلکہ وہ دنیا کے منہ پر ہر مکذب سے جھگڑنے اور ہر منکر کو للکارنے کے لیے کھڑا ہے اور وہ تمام اقوام عالم کو اپنے میں پائی جانے والی ہدایت اسلام اور سعادت بنی نوع انسان کی طرف دعوت دیتا ہے اس سے نبی اسلام ﷺ کے معجزات اور دوسرے انبیاء کے معجزات کے درمیان واضح

اذكى الصلاة واتم التسليم فمعجزات محمد في القرآن وحده آلاف مؤلفة وهي متمتعة بالبقاء الى اليوم والى ما بعد اليوم حتى يرث الله الارض ومن عليها أما معجزات سائر الرسل فمحدودة العدد قصيرة الأمد ذهبت بذهاب زمانهم وماتت بموتهم ومن يطلبها الآن لا يجدها الا في خبر كان ولا يسلم شاهد له بها الا هذا القرآن؟ وتلك نعمة يمنها القرآن على سائر الكتب والرسل وما صح من الأديان كافة قال تعالى : ﴿ **وانزلنا اليك الكتاب بالحق مصدقاً لما بين يديه من الكتاب ومهيمنا عليه..** ﴾ (سورة المائدة:٤٨) الآية. وقال عزاسمه:﴿ **آمن الرسول بما انزل اليه من ربه والمومنون كل آمن بالله وملائكته وكتبه ورسله لا نفرق بين احد من رسله..** ﴾[1] الآية.

لهذا لم تكن معجزة سيد الانبياء معجزة حسية تقرع الحسّ وتستولى على النفوس فلم تكن عصا تنقلب حية كعصا موسى أو ناراً تصير برداً وسلاماً كالنار التي ألقى فيها الخليل أو ناقة تخرج من صخر أصم ولها رغاء كناقة صالح أو مريضاً يشفى أو أعمى يبرأ كما فعل عيسى عليه السلام وانما كانت معجزة ((عقلية خالدة)) لأنها خاتمة الرسالات فهي خالدة خلود الدهر باقية بقاء الانسان.

فرق نمایاں ہوتا ہے پس قرآن میں محمد ﷺ کے ہزاروں معجزات ہیں جو آج تک اور آج کے بعد تک بقاء سے شاد کام رہیں گے حتیٰ کہ قیامت آ جائے اب رہے دیگر انبیاء کے معجزات تو ان کی تعداد محدود ہے اور ان کا زمانہ بھی چھوٹا ہے وہ ان کے زمانے کے گذرنے کے ساتھ ختم ہو گئے ہیں اور ان کے مرنے کے ساتھ مر گئے ہیں اور اب جو ان کو تلاش کرے گا وہ انہیں کان کی خبر میں پائے گا اور صرف یہ قرآن ہی ان کا شاہد باقی رہ گیا ہے اور یہ وہ احسان ہے جو قرآن دیگر کتب و رسل پر اور سارے صحیح ادیان پر کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وانزلنا اليك الكتاب بالحق مصدقاً لما بين يديه من الكتاب ومهيمنا عليه** ۔ (المائدہ:۴۸) پھر فرماتا ہے **امن الرسول بما انزل اليه من ربه والمومنون كل آمن بالله وملائكته وكتبه ورسله لا نفرق بين احد من رسله** ۔ (البقرۃ:۲۸۵)

اس لئے سید الانبیاء کا معجزہ حسی معجزہ نہیں جو حس پر دستک ہے اور نفوس پر غالب آ جائے اور نہ یہ عصا ہے جو منقلب ہو کر سانپ بن جاتا ہے جیسے عصائے موسیٰ اور نہ یہ آگ ہے جو ٹھنڈک اور سلامتی کا باعث بن جاتی ہے جیسے وہ آگ جس میں خلیل اللہ کو ڈالا گیا اور نہ یہ اونٹنی ہے جو ٹھوس چٹان سے نکلتی ہے اور بلبلاتی ہے جیسا کہ حضرت صالح کی اونٹنی ہے اور نہ یہ مریض ہے جو شفا پاتا ہے اور نہ یہ اندھا ہے جو ٹھیک ہو جاتا ہے جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا یہ صرف ہمیشہ رہنے والا عقلی معجزہ ہے کیونکہ یہ خاتمۃ الرسالات ہے پس یہ زمانے کے خلود کی طرح خالدہ (ہمیشہ رہنے والا)

---

(١) سورة البقرة: الآية: ٢٨٥. أنظر مناهل العرفان ج٢: ص٢٣٢.

ہے اور انسان کی بقا تک باقی رہنے والا ہے۔

يقول الشيخ (محمد البنا) ما نصه: وإذا كان قد جرت خوارق المعادات على يد النبي ﷺ غير القرآن كما ورد في صحاح السنة فإن النبي ﷺ لم يتحد بها، بل كان التحدي بالقرآن وحده، ولهذا كان القرآن معجزة الرسول التي تؤيد رسالته، وتشرق في قلوب الذين اتبعوه من المؤمنين..

شیخ محمد البنا کہتے ہیں اس کی عبارت یہ ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر قرآن کے علاوہ خارق عادت واقعات ظاہر ہوئے جیسا کہ صحاح السنۃ میں آیا ہے حضرت نبی کریم ﷺ نے ان کی تحدی نہیں کی بلکہ آپ نے صرف اکیلے قرآن کی تحدی کی اس لئے قرآن رسول کریم ﷺ کا وہ معجزہ ہے جو آپ کی رسالت کی تائید کرتا ہے اور جن مومنین نے آپ کی اتباع کی ہے ان کے دلوں میں چمکتا ہے۔

ورسالة النبي ﷺ شاملة خالدة لأنها خاتمة الرسالات فكانت الحكمة أن تتفق معجزته من نوع رسالته، إذ كل نبي سبق كان يأتي برسالة لقوم بأعيانهم وتنتهي بما يأتي بعدها من الرسالات، ولم يكن من الممكن ان تكون معجزة خاتم الأنبياء أمراً حسياً يراه جماعة حين يقع، فاذا لحق الرسول بالرفيق الأعلى انقضى ذلك الأمر المحسوس ولا يراه أحد من بعده، لأن الأمور المحسوسة لا تتفق مع نوع هذه الرسالة ولا مع خلودها، لقد كان، القرآن معجزة للناس جميعاً، ولذلك جاء من نوع آخر غير نوع المعجزات السابقة، وقد جاء للدنيا بعد أن اكتملت المدارك البشرية، وارتقى الفكر الانساني، لأن رسالة سيدنا محمد ﷺ، وافت البشرية بعد أن أدركت رشدها وتكامل النمو العقلي في مجموعها، فكانت معجزته تدرك (بالعقل) ولا تحتاج الى أي نوع من الحسّ، فهي معان خالدة، يدرك سموها الانساني في

اور حضرت نبی کریم ﷺ کی رسالت، دائمی اور ہمہ گیر ہے اس لئے کہ وہ خاتمۃ الرسالات ہے پس حکمت یہ ہے کہ آپ کا معجزہ آپ کی رسالت کی نوع سے متفق ہو جبکہ ہر پہلا نبی قوم کے لیے رسالت لاتا تھا اور جو رسالات اس کے بعد آتیں وہ اسے ختم کر دیتیں اور یہ ممکن نہ تھا کہ خاتم الانبیاء کا معجزہ حسی ہو اور جب وہ وقوع پذیر ہو تو اسے لوگوں کی ایک جماعت دیکھے پس جب رسول اللہ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملتے تو یہ امر محسوس بھی ختم ہو جاتا اور اس کے بعد اسے کوئی نہ دیکھ سکتا اس لئے کہ امور محسوسہ اس نوع کی رسالت کے ساتھ اور نہ اس کے خلود کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں قرآن سب لوگوں کے لیے معجزہ ہے اس لئے یہ دوسری نوع سے آیا ہے جو سابقہ معجزات کی نوع سے الگ ہے اور یہ مدارک بشریہ کے مکمل ہونے اور فکر انسانی کے ارتقاء کے بعد دنیا کے لیے آیا اس کے لیے سیدنا محمد ﷺ کی رسالت، بشریت کے پاس اس وقت آئی جب اس کا رشد پختہ ہو گیا تھا اور اس کا نمو عقلی مکمل ہو گیا تھا سو آپ کا معجزہ عقل سے معلوم کیا جاتا ہے اور وہ حس کی کسی نوع کا محتاج نہیں ہے پس یہ ہمیشہ رہنے والے معانی ہیں جن کی انسانی بلندی تمام قوموں میں پائی جاتی ہے اور یہ

كل الأجيال، وهي معجزة يخاطب بها الناس جميعاً(1).

معنى اعجاز القرآن:

الإعجاز في اللغة العربية هو نسبة العجز إلى الغير قال تعالى: ﴿أعجزت أن أكون مثل هذا الغراب فأواري سوأة أخي﴾ (سورة المائدة: ٣١) وتسمى المعجزة (معجزة) لأن البشر يعجزون عن الإتيان بمثلها لأنه أمر خارق للعادة، خارج عن حدود الأسباب المعروفة

وإعجاز القرآن معناه: إثبات عجز البشر متفرقين ومجتمعين عن الإتيان بمثله، وليس المقصود من (إعجاز القرآن) هو تعجيز البشر لذات التعجيز أي تعريفهم بعجزهم عن الإتيان بمثل القرآن، فإن ذلك معلوم لدى كل عاقل، وإنما الغرض إظهار أن هذا الكتاب حق، وأن الرسول الذي جاء به رسول صادق، وهكذا سائر معجزات الأنبياء الكرام التي يعجز البشر عنها ليس الغرض منها إلا إظهار صدقهم وإثبات أن ما جاءوا به إنما هو بوحي من الحكيم العليم وتنزيل من الإله القادر وأنهم إنما يبلغون رسالات الله، وليس لهم إلا الإخبار والتبليغ، فالمعجزات إذاً براهين من الله سبحانه إلى عباده، لصدق رسله وأنبيائه، فكأن الله تعالى بواسطة هذه المعجزة يقول: صدق عبدي فيما بلغ عني، وأنا أرسلته ليبلغكم ذلك، والدليل على

وہ معجزہ ہے جس سے سب انسانوں کو مخاطب کیا جاتا ہے۔

اعجاز القرآن کا مفہوم:

عربی زبان میں اعجاز دوسرے کی طرف عجز کی نسبت کرنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أعجزت أن أكون مثل هذا الغراب فأواري سوأة أخي. (المائدہ:۳۱) اور معجزہ کو معجزہ اس لیے کہتے ہیں کہ تمام انسان اس کی مثل لانے سے عاجز آ جاتے ہیں کیونکہ وہ خارق عادت امر ہوتا ہے اور معروف اسباب کی حدود سے خارج ہوتا ہے اور اعجاز القرآن کے معنی ہیں کہ اس کی مثل لانے سے تمام انسان کے عجز کا اثبات کرتا ہے (خواہ وہ الگ الگ ہوں یا اکٹھے) اور اعجاز القرآن کا مقصد ذات تعجیز کے لیے بشر کا عاجز کرنا نہیں ہے یعنی انہیں بتانا کہ وہ قرآن کی مثل لانے سے عاجز ہیں اور یہ بات ہر عاقل کو معلوم ہے بلکہ مقصد اس بات کا اظہار ہے کہ یہ کتاب حق ہے اور جو رسول اسے لایا ہے وہ سچا رسول ہے ایسے ہی بقیہ انبیاء کرام کے معجزات ہیں جن سے بشر عاجز ہیں اور ان کا مقصد صرف ان کے صدق کا اظہار کرنا ہے اور اس بات کا اثبات کرتا ہے کہ جو وہ لائے ہیں وہ علیم وحکیم کی وحی ہے اور خدائے قادر کی تنزیل ہے اور وہ صرف اللہ پیغامات کو پہنچاتے ہیں۔ ان کا کام صرف اخبار وتبلیغ ہے پس اس صورت میں معجزات بندوں کی طرف اللہ کی براہین ہیں اور اس کے انبیاء ورسل کے صدق کی دلیل ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ اس معجزے کے واسطے سے کہتا ہے میرے بندے نے میری طرف سے جو پہنچایا ہے اس میں وہ سچا ہے اور میں نے اسے بھیجا ہے تا کہ وہ میرے پیغامات تمہیں پہنچا دے اور اس کی

(١) انظر الكتاب والسنة، ص ٢٢.

صدقه أن أجرى على يديه خوارق العادات مما لا يستطيع احد منكم ان ياتي بمثله، ومما ليس بمقدور أحد من الناس أن يجاريه في مثل هذا الأمر العجيب ذالك هو معنى الإعجاز، وذلك هو مفهوم المعجزة.

سچائی کی دلیل یہ ہے کہ میں اس کے ہاتھ پر خارق عادت واقعات جاری کروں گا کہ لوگوں میں سے کسی کے بس میں نہیں ہوگا کہ وہ اس امر عجیب میں اس کا مقابلہ کرے۔ یہی معنی ہے اعجاز کا اور یہ مفہوم ہے معجزہ کا۔

متى يتحقق الإعجاز:

والاعجاز لا يتحقق إلا إذا توافرت أمور ثلاثة نجملها فيما يلي:

أ- الأول: التحدى' أى (طلب المبارزة والمعارضة)

ب- الثاني: أن يكون الدافع إلى رد التحدى قائماً.

ج- الثالث: أن يكون المانع منتفياً.

ولنوضح هذه الأمور الثلاثة ببعض الأمثلة فنقول:

١- هذا القرآن العظيم (معجزة محمد الكبرى) الذى تحدى الله به العرب خاصة، والناس أجمعين' يأتى به نبى امى' لا يعرف القراءة والكتابة' ولم يدرس في مدرسة' أو يتلق علومه في جامعة من الجامعات الكبيرة' ولم يثبت عنه انه كان تلقى شيئاً من العلوم والمعارف عن بعض النابغين من العلماء' أو المبرزين في صنوف الثقافة والعرفان' ولم يتصل بأحد من علماء أهل الكتاب (لليهود والنصارى) حتى يطلع على أنباء الأمم السابقين' وأخبار الأنبياء المتقدمين' جاء هم بهذا الكتاب المجيد'

اعجاز کب ثابت ہوتا ہے:

جب تین امور پورے ہو جائیں تو اعجاز ثابت ہو جاتا ہے ہم ذیل میں انہیں اختصاراً بیان کرتے ہیں۔

اول: تحدی' للکار، چیلنج یعنی مقابلہ اور معارضہ کی پیش کش کرنا۔

دوم: یہ کہ چیلنج کے رد کا محرک قائم ہو۔

سوم: یہ کہ مانع' موجود نہ ہو۔

ہم ان تینوں امور کی بعض مثالوں سے وضاحت کرتے ہیں۔

ا- یہ قرآن عظیم (محمد ﷺ کا بڑا معجزہ) جس سے اللہ تعالیٰ نے عربوں اور سب لوگوں کو چیلنج کیا کہ اسے امی نبی لاتا ہے جو قرأت و کتابت کو نہیں جانتا نہ اس نے کسی مدرسہ میں پڑھا ہے اور نہ اپنے علوم کو بڑی بڑی یونیورسٹیوں سے حاصل کیا ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ اس نے بعض نابغہ روزگار علماء یا تعلیم و معرفت کی اقسام میں نمایاں لوگوں سے علوم و معارف کا کچھ حصہ حاصل کیا ہے اور نہ ہی اس نے اہل کتاب کے علماء سے ملاقات کی ہے کہ وہ سابقہ اقوام اور متقدمین انبیاء کے حالات سے آگاہ ہوتا وہ ان کے پاس یہ کتاب لایا۔ انہیں چیلنج کرتا ہوا۔ ان لوگوں کے پاس جو فصاحت کے ائمہ اور بلاغت کے شہسوار تھے اور جنہوں نے قوی عبارات اور عمدہ

متحدياً لهم. وهم أئمة الفصاحة وفرسان البلاغة. وطلب منهم معارضة القرآن' بعبارات قوية. ولهجات واخزة تستفز العزيمة وتدفع إلى المباراة' وتنزل معهم من التحدي بجميع القرآن الى التحدي بعشر سور مثله' ثم الى التحدي بسورة واحدة من مثله' وهم في كل هذا واجمون' لا ينبسون ببنت شفة' وهم رغم هذا التحدي ينتقلون من عجز إلى عجز' ومن هزيمة إلى هزيمة' أفليس في هذا أكبر شاهد وبرهان على إعجاز القرآن؟!.

لہجات کے ساتھ جو عزیمت کو برانگیختہ کرتے ہیں اور مقابلے کی طرف دھکیلتے ہیں۔ ان سے قرآن کے مقابلے کا مطالبہ کیا اور وہ تمام قرآن کے مقابلہ کے چیلنج کو چھوڑ کر دس سورتوں کی مثل لانے کے چیلنج پر آ گیا پھر ایک سورت کی مثل کے چیلنج پر آیا اور وہ ان تمام باتوں میں سر جھکائے رہے اور انھوں نے ہونٹ بھی نہ ہلائے۔ اور اس چیلنج کے مقابلہ میں وہ عجز سے عجز کی طرف اور شکست سے شکست کی طرف منتقل ہوتے رہے کیا یہ بات اعجاز قرآن پر سب سے بڑی گواہ اور برہان نہیں ہے؟

اسلوب القرآن في التحدي:

چیلنج کرنے میں قرآن کا اسلوب:

جاء التحدي في القرآن الكريم بصور متعددة' وبأساليب متنوعة' تهز كيان العرب هزاً' وتجرهم الى الميدان جراً' في أسلوب ممتع أخاذ' يملك عليهم شعورهم' ويستحوذ على افئدتهم' بسحره وجماله ورونقه.

فتتنزل معهم الى (عشر سور) من مثله مفتريات' فانقطعوا واندحروا وعجزوا عن الاتيان بتلك السور العشر.

فتتنزل معهم الى ما هو أسهل وأيسر' إلى الإتيان بمثل (سورة واحدة) فقط من سور القرآن' فلم يتقدم واحد منهم الى حلبة الميدان.. وبذلك سجل عليهم القرآن العجز والهزيمة' وثبتت معجزة محمد' النبي الأمي [illegible] على أن هذا القرآن تنزيل من رب العالمين [illegible] ﴿وانه لتنزيل رب العالمين نزل به الروح

قرآن کریم میں متعدد سورتوں اور متنوع اسالیب میں مقابلہ کی للکار اور چیلنج آیا ہے جس نے عربوں کے وجود کو ہلا دیا اور انہیں میدان کی طرف گھسیٹا ... یہ للکار فائدہ بخش گرفت میں سے لینے والے اسلوب میں آئی ہے جو ان کے شعور پر قابو پا لیتا ہے اور اپنے سحر و جمال اور چمک دمک سے ان کے دلوں پر غلبہ پا لیتا ہے اس نے انہیں چیلنج کیا کہ قرآن کی مثل لائیں تو وہ عاجز آ گئے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے حالانکہ وہ فصاحت کے شہسوار اور بیان کے بادشاہ تھے پھر اس سے اتر کر وہ اس جیسی دس خود ساختہ اور من گھڑت سورتوں تک آیا پس وہ ان سورتوں کی مثل لانے سے عاجز آ گئے اور خاموش ہو گئے۔ اس سے اتر کر وہ آسان تر بات کی طرف آیا کہ وہ قرآن کی سورتوں میں سے فقط ایک سورت کی مثل لائیں پس ان میں سے کوئی ایک بھی میدان کی دوڑ میں آگے نہ بڑھا اس سے قرآن نے ان کے عجز و ہزیمت کا [illegible] دے دیا اور محمد ﷺ نبی امی کا معجزہ ثابت ہو گیا کہ یہ

الأمين على قلبك لتكون من المنذرين بلسان عربي مبين﴾.(سورة الشعراء: ١٩٢-١٩٥)
وصدق الله حيث يقول:
﴿ قل نزله روح القدس من ربك بالحق ليثبت الذين آمنوا وهدى وبشرى للمسلمين ﴾(سورة النحل:١٠٢)

انواع التحدی:

والتحدى الذى جاء فى القرآن الكريم كان على نوعين:
١ - التحدى العام.
٢ - التحدى الخاص.
أما الأول: فقد ورد لجميع الخلائق بما فيهم الفلاسفة' والعباقرة' والعلماء' والحكماء' وجاء لجميع البشر بدون استثناء' عربهم وعجمهم' أبيضهم وأسودهم' مؤمنهم وكافرهم' استمع الى هذا التحدى الصارخ فى سورة الإسراء:
﴿ قل لئن اجتمعت الانس والجن على أن يأتوا بمثل هذا القرآن' لا يأتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا ﴾.(۱)
وأما الثانى: (التحدى الخاص) فقد جاء للعرب خاصة' وعلى الأخص منهم لكفار قريش' وقد ورد هذا التحدى على نوعين أيضاً:
١-تحدى كلى: وهو التحدى بجميع القرآن' فى أحكامه' وروعته وبلاغته' وبيانه.

قرآن رب العالمین کی تنزیل ہے' وانه لتنزيل رب العالمين نزل به الروح الأمين على قلبك لتكون من المنذرين بلسان عربي مبين-(سورۃ الشعراء: ۱۹۲-۱۹۵) اور اس نے سچ فرمایا ہے قل نزله روح القدس من ربك بالحق ليثبت الذين آمنوا وهدى وبشرى للمسلمين. (سورۃ النحل:۱۰۲)

چیلنج کی انواع:

قرآن کریم میں آنے والے چیلنج کی دو قسمیں ہیں۔
۱-عام چیلنج۔
۲-خاص چیلنج۔
قسم اوّل تمام مخلوق کے لیے آئی ہے جس میں فلاسفہ' دانشور' علماء اور حکماء شامل ہیں اور بلا استثناء تمام انسانوں کے لیے ہے عرب ہوں عجم ہوں۔ سفید ہوں' سیاہ ہوں' مومن ہوں' کافر ہوں' اس گونجدار چیلنج کو سورہ اسراء میں سنئے۔
قل لئن اجتمعت الانس والجن على أن يأتوا بمثل هذا القرآن' لا يأتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيراً۔(سورۃ الاسراء:۸۸)
قسم ثانی: خاص عربوں کے لیے آئی ہے اور ان میں سے اخص طور پر کفار قریش کے لیے آئی ہے یہ للکار بھی دو قسموں میں آئی ہے۔
۱-کلی:- یہ تمام قرآن کے لانے کا چیلنج ہے۔اس کے احکام میں اس کے حسن و جمال میں اور اس کی بلاغت میں اور

(۱) ظهيرا: أى معيناً وناصراً- سورة الاسراء: ۸۸.

ب) التحدي الجزئي: وهو التحدي بمثل سورة من سور القرآن الكريم، ولو من أقصر سورة كسورة الكوثر.

فالأول مثل قوله تعالى: ﴿فليأتوا بحديث مثله ان كانوا صادقين﴾ (سورة الطور: ٣٤) والمراد بالحديث في هذه الآيات الكريمة (قرآن مثله) أي يأتوا بقرآن يشبه هذا الذي جاء هم به محمد رسول الله، والذي زعموا أنه افتراء وتقوله على الله، كما ورد التحدي بالقرآن كله في سورة القصص في قوله تعالى: ﴿قل فاتوا بكتاب من عند الله هو اهدى منهما اتبعه ان كنتم صادقين﴾ (سورة القصص: ٤٩) فقد طلب منهم أن يأتوا بكتاب كامل غير هذا الكتاب الكريم، فإذا لم يستجيبوا لدعوته فانما هم أناس متعنتون، يعبدون الهوى، ويسيرون على غير هدى الله.

أما التحدي الجزئي، فقد ورد في سورة (هود) في قوله تعالى: ﴿ام يقولون افتراه؟ قل فاتوا بعشر سور مثله مفتريات، وادعوا من استطعتم من دون الله إن كنتم صادقين فإن لم يستجيبوا لكم فاعلموا انما انزل بعلم الله، وان لا اله الا هو فهل انتم مسلمون﴾ (سورة هود: ١٣-١٤).

كما ورد التحدي بأقل من ذلك، تحداهم (بسورة) واحدة من أقصر سور القرآن، وجاء

اس کے بیان میں [illegible]

۲- جزئی: یہ قرآن کریم کی سورتوں میں سے کسی سورت کے مثل کا چیلنج ہے خواہ وہ سب سے چھوٹی سورت ہو جیسے سورۃ کوثر [illegible]

پہلی کی مثال اللہ کا یہ قول ہے: فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صادقین (سورۃ الطور: ۳۴) ان آیات کریمہ میں حدیث سے مراد اس جیسا قرآن ہے یعنی وہ قرآن لائیں جو اس کی مثل ہو جو محمد رسول اللہ ﷺ لائے ہیں۔ اور جن لوگوں کا خیال ہے کہ یہ افتراء اور خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے جیسا کہ سورۃ قصص میں پورے قرآن کی تحدی آئی ہے۔ قل فاتوا بکتاب من عند اللہ هو اهدى منهما اتبعه ان كنتم صادقين (سورۃ قصص: ۴۹) اس نے ان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس کتاب کریم کے سوا کامل کتاب لائیں اور جب وہ اس کی دعوت کو قبول نہ کریں تو وہ ہلاک ہونے والے لوگ ہیں، خواہشات کی پوجا کرتے ہیں اور اللہ کی ہدایت پر نہیں چلتے۔

رہا جزئی چیلنج سورۃ ھود میں آیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ام یقولون افتراه قل فاتوا بعشر سور مثله مفتريات، وادعوا من استطعتم من دون الله ان كنتم صادقين فان لم يستجيبوا لكم فاعلموا انما انزل بعلم الله، وان لا اله الا هو فهل انتم مسلمون (سورۃ ھود: ۱۳-۱۴)

ایسے ہی اس سے بھی کم قرآن لانے کا چیلنج بھی کیا گیا ہے اس نے انہیں قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت لانے کا

هذا التحدی مقروناً بالتعجیز الفاضح' فی الحاضر والمستقبل' مسجلاً علیهم ذلك العجز' بما یثیر حمیتهم ویغریهم بتكلف المعارضة' لا سیما بعد قولتهم القبیحة ودعواهم الكاذبة حین قالوا: ﴿ **لو نشاء لقلنا مثل هذا' ان هذا الا اساطیر الأولین**﴾.(سورة الأنفال:٣١)

چیلنج بھی کیا ہے اور یہ چیلنج ان کے متعلق عجز کا فیصلہ دیتے ہوئے اور حاضر و مستقبل میں رسوا کن تعجیز کے ساتھ ملے ہوئے آئی ہے جوان کی حمیت کو بھڑکاتی ہے اور انہیں معارضہ کے تکلف پر اکساتی ہے خصوصا ان کے قبیح قول اور جھوٹے دعویٰ کے بعد جب انہوں نے کہالو نشاء لقلنا مثل هذا' ان هذا الا اساطیر الأولین (سورۃ الانفال:۳۱)

جاء هم التحدی فی سورة البقرة فی قوله تعالی:﴿ **وان كنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء كم من دون الله ان كنتم صادقین فان لم تفعلوا. ولن تفعلوا. فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرین**﴾. (سورة البقرة:٢٣-٢٤)

سورۂ بقرہ میں ان کو چیلنج ہوا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وان كنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء كم من دون الله ان كنتم صادقین فان لم تفعلوا. ولن تفعلوا. فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرین** (سورۂ بقرہ:۲۳-۲۴)

قال العلامة (القرطبی) فی تفسیره (الجامع لأحكام القرآن): قوله ﴿ **فان لم تفعلوا**﴾ یعنی فیما مضی' ﴿ **ولن تفعلوا** ﴾ أی تطیقوا ذلك فیما یأتی' وفیه اثارة لهممهم' وتحریك لنفوسهم' لیكون عجزهم بعد ذلك أبدع' وهذا من الغیوب التی أخبر بها القرآن قبل وقوعها[1].

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر الجامع لأحکام القرآن میں بیان کیا ہے کہ ﴿ **فان لم تفعلوا**﴾ اگر تم نے نہیں کیا یعنی تم گذشتہ میں نہ کر سکے اور ﴿ **ولن تفعلوا** ﴾ یعنی آئندہ آنے والے زمانہ میں بھی تم اس کی طاقت ہرگز نہ پاؤ گے اس میں ان کی ہمتوں کے لیے اکساہٹ اور ان کے نفوس کے لیے تحریک پائی جاتی ہے تاکہ اس کے بعد ان کا عجز انوکھا ہو اور یہ بھی ثابت ہو کہ وہ غیب کی خبر ہے جس کی قرآن نے اس کے وقوع سے قبل خبر دی ہے۔

أما الأمر الثانی وهو: (قیام المقتضی للمباراة والمعارضة) عند العرب فقد كان حاصلاً وقائماً' فان النبی علیه الصلاة والسلام جاء هم بدین جدید' أبطل فیه دینهم' وسفه

اور دوسری بات عربوں کے نزدیک مقابلے اور معارضے کے لیے مقتضی کا قیام ہے اور وہ حاصل اور قائم تھا حضرت نبی کریم ﷺ ان کے پاس نیا دین لائے آپ نے ان کے دین کو باطل قرار دیا اور ان کے عقلمندوں کو بے وقوف

(١) تفسیر القرطبی: ج١ ص٣٢.

احلامهم' وسخر من آلتهم وأصنامهم' وجعلهم اضحوكة بين الناس' ثم دعاهم الى اتباعه والى اعتقاد انه رسول من عند الله' وقال لهم: ان الحجة على صدقى هذا الكتاب الذى أوحاه الى' فإذا لمْ تصدقونى فى ذلك فأنا اتحداكم ان تأتوا بمثله' او بمثل سورة منه' واذا عجزتم فذلك آية صدقى' وبرهان رسالتى اليكم.. فما كان احوجهم الى ان يأتوا بمثله خاصة بعد هذا التحدى السافر' والتهكم الشديد اللاذع' بعقولهم وآلهتهم وأصنامهم' أقول ما كان أحوجهم الى دحض ما ادعاه' وإبطال أنه من عند الله' وذلك بسلوك ايسر الطرق' وولوج اقرب الابواب لرد دعواه وذلك عن طريق ما برعوا فيه' واشتهروا بجودته واتقانه الا وهو (البيان) فى النطق و (الفصاحة) فى اللسان' وكان ذلك انفع لهم من الحرب التى ذاقوا ويلاتها' وخاضوا غمارها' حتى شربوا كؤوس الأسى وتجرعوا الموت الذؤام' ولكنهم اختاروا طعن الرماح' ووقع النبال' ولم يدخلوا فى المباراة.

قرار دیا اوران کے معبودوں اور اصنام سے مذاق کیا اور انہیں لوگوں کے درمیان قابل ہنسی چیز بنا دیا پھر انہیں اپنی اتباع اور اعتقاد کی دعوت دی کہ آپ اللہ کی جانب سے رسول ہیں اور آپ نے ان سے فرمایا کہ میرے صدق پر یہ کتاب حجت ہے جسے اللہ نے میری طرف وحی کیا ہے پس جب تم اس بارے میں میری تصدیق نہیں کرو گے تو میں تمہیں چیلنج کروں گا کہ تم اس کی مثل لاؤ یا اس کی سورت کی مثل لاؤ اور جب تم عاجز آ جاؤ گے تو یہ میرے صدق کی دلیل اور میری رسالت کی برہان ہوگی پس انہیں کس قدر ضرورت تھی کہ اس کھلے چیلنج اور اپنے دانشمندوں' معبودوں اور اصنام کے بارے میں شدید استہزاء اور تمسخر کے بعد اس کی مثل لائیں میں کہتا ہوں انہیں آپ کے دعوے کو باطل کرنے اور یہ کہ آپ اللہ کی طرف سے رسول اسے جھوٹا ثابت کرنے کی کس قدر ضرورت تھی اور آسان تر طریق اور آپ کے دعویٰ کے رد کے لیے قریب تر دروازے سے داخل ہونے سے ہوسکتا تھا اور یہ اس طریق سے ہوسکتا تھا جس میں وہ ماہر تھے اور اس کی عمدگی و پختگی میں مشہور تھے اور وہ چیز کلام میں وضاحت اور زبان میں فصاحت کا جوہر تھا اور یہ ان کے لیے اس جنگ سے زیادہ فائدہ بخش تھا جس کی ہلاکتوں کا مزہ وہ چکھ چکے تھے اور اس کی گہرائیوں میں گھس چکے تھے حتیٰ کہ انہوں نے غم کے پیالے پئے اور رسوا کن موت کو گھونٹ گھونٹ پیا لیکن انہوں نے نیزوں کی چبھن اور تیروں کی چوٹ کو پسند کیا اور مقابلے میں نہ آئے۔

يقول القاضى (الباقلانى) رحمه الله: (كيف يجوز أن يقدروا على معارضة القرآن' السهلة عليهم' وذلك يد حض حجته' ويفسد دلالته' ويبطل أمره' فيعدلون عن ذلك الى سائر

قاضی باقلانی فرماتے کیسے ممکن ہے کہ وہ قرآن کے مقابلے کی قوت پائیں جوان پر آسان تھا یا اس کی حجت کو باطل کرنے اور اس کی دلالت کو خراب کرنے اور اس کے امر کو باطل کرنے سے ہوسکتا تھا وہ اس سے اعراض کر کے

ما صاروا اليه من الأمور التي ليس عليها مزيد في المنابذة والمعاداة، ويتركون الأمر الخفيف؟ هذا ما يمتنع وقوعه في العادات ولا يجوز اتفاقه من العقلاء).

وأما الأمر الثالث: وهو (انتقاء ما يمنعهم من معارضة القرآن) فلأنه نزل بلسان عربي، هو لسانهم، وألفاظه من أحرف العرب، وعباراته على اسلوب العرب، وهم أهل البيان واللسن، وأمراء الفصاحة والبلاغة، وقد دلت أشعارهم ونطقت خطبهم وحكمهم على براعتهم في ذلك، وعلى انهم حازوا قصب السبق في مضمار الفصاحة والبيان، كما أثبتت الأيام أنهم من ذوى القدرة والاستطاعة على ان يبرزوا في الشعر والنثر، وان يحلقوا في سماء الفصحى ألا وهي لغتهم الأساسية (لغة القرآن) التي بها يتفاخرون ويتبارون، ويعقدون المنتديات، ويجتمعون في المحافل، ليستمعوا أروع القصائد والخطب، ويصوغوا اجمل الالفاظ والعبارات، ولم يكونوا في عجز من قدرتهم، او نقص في عقولهم، بل كانت قدرتهم موفورة، واستطاعتهم مشهورة، وهم أولو النهى والألباب، ومع ذلك فالقرآن دعاهم أن يستعينوا بمن شاء وا، ويكملوا ما ينقصهم بأهل الأديان، ويستحضروا عدتهم بالاتصال بالسحرة والكهان، وبمن شاء وا من طوائف الانس والجان، فليس أمامهم ثمة مانع، والنبي ﷺ لم

دوسرے امور کی طرف جاتے ہیں جن پر دشمنی اور عداوت میں مزید اضافہ نہیں ہوسکتا اور وہ خفیف امر کو چھوڑ دیتے ہیں؟ معمولات میں اس کا وقوع ممتنع ہے اور دانشمندوں سے اس کا وقوع ممکن نہیں۔

تیسری بات اس چیز کا کفار کے لیے ممتنع ہونا جو انھیں مقابلے سے روک دے۔ اس لئے کہ یہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے وہ ان کی زبان ہے اور اس کے الفاظ عربوں کے حروف سے ہیں اور اس کی عبارات عربوں کے اسلوب پر ہیں اور وہ اہل زبان و بیان ہیں اور امرائے فصاحت و بلاغت ہیں اور ان کے اشعار و خطبات اور ان کی حکیمانہ باتیں اس بارے میں ان کی مہارت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ وہ فصاحت و بیان کے میدان میں سبقت لے گئے ہیں ایسے ہی زمانے نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ شعر و نثر میں سبقت کی قدرت رکھتے ہیں اور یہ کہ وہ فصاحت کے آسمان میں چکر لگائیں اور ان کی بنیادی لغت 'لغت قرآن' ہے جس پر وہ فخر کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں اور مجالس منعقد کرتے ہیں اور محافل میں اکٹھے ہوتے ہیں تاکہ شاندار قصائد اور خطبات سنیں اور خوبصورت ترین الفاظ اور عبارات بنائیں اور ان کی قدرت میں عجز اور ان کی عقلوں میں نقص نہیں ہے بلکہ ان کی قدرت مکمل ہے اور ان کی استطاعت مشہور ہے اور وہ دانشمند ہیں اس کے باوجود قرآن نے انہیں دعوت دی کہ وہ جس سے چاہیں مدد لیں اور اہل ادیان نے انہیں جو نقصان پہنچایا ہے اسے پورا کر لیں اور ساحروں اور کاہنوں سے تعلق پیدا کر کے اپنی تیاری کر لیں اور انس و جان کی جماعتوں میں سے جن سے چاہیں مدد لیں وہاں ان کے آگے کوئی مانع نہ ہوگا اور حضرت نبی کریم ﷺ

يضرب لهم أجلا للمعارضة' ولم يحدد زمناً للمناقضة' حتى يقول قائل منهم: ان الزمن لا يكفي وليس فيه سعة' كما ان القرآن لم ينزل جملة واحدة حتى يحتجوا بذلك' بل نزل مفرقاً في ثلاث وعشرين سنة' بين كل مجموعة واخرى زمن متسع للمعارضة وللاتيان بمثله لو كان في مقدورهم ذلك' فلما عجزوا دل على انه تنزيل رب العباد' وكفى بذلك دليلاً وبرهاناً.

نے مقابلہ کے لیے ان سے کوئی مدت بیان نہیں کی اور نہ مناظرہ کے لیے کوئی زمانہ مقرر کیا ہے کہ ان میں کوئی کہنے لگے کہ زمانہ کافی نہیں کیونکہ اس میں وسعت ہے ایسے ہی قرآن یکبارگی نازل نہیں ہوا کہ وہ اس سے حجت پکڑیں بلکہ ۲۳ سال میں متفرق صورت میں نازل ہوا ہے اور ہر ایک مجموعہ اور دوسرے مجموعہ کے درمیان مقابلے اور اس کی مثل لانے کے لیے وسیع زمانہ ہے کاش یہ بات ان کے بس میں ہوتی پس جب وہ عاجز آ گئے تو یہ اس بات کی دلیل ہوئی کہ وہ رب العباد کی تنزیل ہے اور یہی دلیل و برہان کافی ہے۔

مثل على إعجاز القرآن:

وقد ذكر المرحوم (الشيخ الزرقاني) كلاماً نفيساً في كتابه (مناهل العرفان) ننقله بنصه. قال رحمه الله في بحث تعريف (المعجزة) ما يلي:

(المعجزة: هي أمر خارج للعادة' خارق عن حدود الأسباب المعروفة' يخلقه الله تعالىٰ على يد مدعي النبوة' عند دعواه إياها: شاهداً على صدقه... فإذا قام إنسان ما ' وادعى أنه مبعوث من الله تعالىٰ الى خلقه' ورسوله الى عباده' وقال: ان آية صدقي فيما أدعيه' أن يغير الله الذى ارسلني عادة من عاداته على يدي' وأن يخرج الآن عن سنة من سننه العامة في وجوده ثم قال: وسيأتيكم الله بهذا الأمر العجاب' من باب ترون انكم فيه نابغون وعليه قادرون' واني أتحداكم زرافات ووحداناً أن تأتوا بمثل هذا الآية' وأمامكم الباب مفتوحاً كما تعتقدون' وفيكم النبوغ موفوراً كما تدعون' ثم أنتم مجتمعون

اعجاز قرآن کی مثال:

شیخ زرقانی مرحوم نے اپنی کتاب مناهل العرفان میں بڑی نفیس گفتگو کی ہے ہم اس کی عبارت کو نقل کرتے ہیں معجزہ کی تعریف کی بحث میں مرحوم نے درج ذیل بیان فرمایا ہے۔

معجزہ: ایک خارق عادت امر ہے' جو معروف اسباب کی مدد سے بھی خارج ہے اللہ تعالیٰ اسے مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس کے دعویٰ کے وقت پیدا کرتا ہے جسے اس کے صدق پر گواہ بنا کر پیدا کرتا ہے اور جب کوئی انسان کھڑا ہو اور دعویٰ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مخلوق کی طرف مبعوث ہے اور اس کے بندوں کی طرف اس کا رسول ہے اور کہے کہ میں جو دعویٰ کرتا ہوں اس کی سچائی کی علامت یہ ہے کہ جس خدا نے مجھے بھیجا ہے وہ اپنی عادات میں سے ایک عادت کو میرے ہاتھ پر بدل دے گا اور یہ کہ اب وہ اپنی عام سنتوں میں سے ایک سنت (جو اس کے وجود میں پائی جاتی ہے) سے باہر نکل جائے گا پھر کہے کہ عنقریب اللہ اس امر عجیب کو ایک دروازے سے لائے گا جس میں تم اپنے آپ کو بڑی شان والے اور قدرت والے خیال کرتے ہو اور میں تم کو

وأنا وحدي، قال ذلك بلغة الواثق، وتحدانا هذا التحدي الظاهر، في وقت يثور فيه على عقائدنا وعاداتنا وأخلاقنا، ويسفه فيه أحلامنا وأحلام أمثالنا من آبائنا، ونحن أحرص ما نكون على تعجيزه وتبهيته والغلبة عليه والظفر به، دفاعاً عن كرامتنا وانتصاراً لأعز شيء لدينا، ثم لم يلبث أن قام وقمنا، وأجمع امره وأجمعنا، واذا نحن جمعياً بعد محاولات ومصاولات لم نستطع أن نأتي بمثل ما أتى به، فضلاً عن أعظم منه، مع أننا أمة وهو فرد، ومع انه قد دخل الينا من أيسر الطرق في نظرنا، ومن أشهر فن في زماننا، ومع أنه قد أعطانا الفرصة الكافية لمناظرته، وأنصفنا كل إنصاف من نفسه!!

انفرادی اور اجتماعی طور پر چیلنج کرتا ہوں کہ تم اس آیت کی مثل لاؤ اور جیسا کہ تم اعتقاد رکھتے ہو تمہارے آگے دروازے کھلا ہوا ہے اور تمہارے دعوے کے مطابق تم میں مکمل شان پائی جاتی ہے پھر تم اکٹھے ہو اور میں اکیلا ہوں آپ نے یہ بات پر اعتماد شخص کی زبان میں کہی اور اس نے ہمیں یہ کھلا چیلنج اس وقت دیا جس میں وہ ہمارے عقائد و عادات اور اخلاق پر حملہ آور ہے اور ہمارے عقلمندوں کو اور ہمارے آباء کے دانشوروں کو بے وقوف قرار دیتا ہے اور ہم اپنی عزت کے دفاع اور ہمارے ہاں جو سب سے عزیز چیز ہے اس کا بدلہ لینے کے لیے اس کو عاجز کرنے اور اس پر غلبہ پانے اور اس پر کامیاب ہونے کے بڑے شوقین ہیں پھر جلد ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ہم بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس نے اپنے معاملے کو سمیٹا اور ہم نے بھی اور ہم سب اس سے بڑی چیز لانا تو کجا کوششوں اور مقابلوں کے بعد بھی اس کی مثل بھی لا سکے جو وہ لایا ہے حالانکہ ہم ایک قوم ہیں اور وہ ایک فرد ہے اور ہماری نظر میں وہ سب کے آسان طریق سے اور ہمارے زمانے کے مشہور ترین فن سے ہمارے پاس آیا ہے اس کے باوجود اس نے ہمیں اپنے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے کافی مدت دی ہے اور اس نے اپنی طرف سے ہم سے پورا انصاف کیا ہے۔

هل يشك كل ذي مسكة من عقل، في أن هذا الانسان المتفوق الممتاز صادق في رسالة ومحق في دعوته، خصوصاً اذا عرفنا فوق ذلك كله انه نشأ فينا على الصدق والأمانة ومكارم الاخلاق، من لدن صباه وطفولته الى يوم مبعثه ورسالته!

کیا تمام بھلی عقل والے اس ممتاز انسان کے بارے میں جو اپنی رسالت میں صادق اور اپنی دعوت میں حق پر ہے شک کر سکتے ہیں خصوصاً جب اس سے بڑھ کر ہمیں یہ بھی معلوم ہو کہ وہ اپنے بچپن اور طفولت سے لے کر اپنے مبعوث ہونے کے دن تک ہم میں ہی صدق و امانت اور مکارم اخلاق پر پروان چڑھا ہے۔

لو أنه جاء بالمعجزة من باب لا نعرفه، لقلنا: رجل حذق فناً من الفنون التي لا علم لنا

اگر وہ معجزے کو اس طریقہ سے لاتا جس سے ہم ناواقف ہوتے تو ہم کہتے کہ ایک شخص ان فنون میں سے

بها، او تعلم صناعة من الصناعات التي لم تحط بخبرها، أما وقد جاء نا من الناحية التي تشهد لأنفسنا فيها بالتفوق والسبق، فلا يسعنا إلا الاذعان له، والايمان بما جاء به ما دمنا منصفين. ولنضرب لك مثلاً: جاء موسىٰ عليه السلام بمعجزته عصاً من الخشب، لا روح فيها ولا حركة، ولا لين ولا رطوبة، ثم ألقاها باسم الذى أرسله، فإذا هى حية تسعى، بينما الأمة التى تحداها بذلك كانت قد تفوقت فى السحر وحذقته وضربت فيه بأوفر سهم وأوفى نصيب، خصوصاً انهم امة وهو فرد، وهم نابغون فى السحر وهو مع نشأته فيهم لم يعرف يوماً من الأيام بمعالجة السحر، فهل يبقى للشك ظل بعد ان القى موسى عصاه ﴿**فاذا هي تلقف ما يأفكون**﴾(سورة الأعراف:١١٧)؟ ﴿**فوقع الحق وبطل ما كانوا يعملون**﴾.(سورة الاعراف:١١٨). ﴿**والقى السحرة ساجدين. قالوا آمنا برب العالمين رب موسىٰ وهرون**﴾(سورة الاعراف:١٢٠-١٢٢)؟؟ الحق أبلج، ولذلك كان أول من آمن به هم السحرة أنفسهم لأنهم أعرف بالسحر ومقدماته ونتائجه، وقد رأوا رأى العين أن ذلك الإعجاز ليس من نوع السحر الذى عرفوه.

قل مثل ذلك فى معجزة كل رسول أرسله الله، قله فى عيسى بن مريم عليه السلام، وإبرائه الأكمه والأبرص، وإحيائه الموتى، وخلقه من

جنہیں ہم نہیں جانتے ایک فن کا ماہر ہوگیا ہے یا اس نے ان ہنروں میں سے ایک ہنر سیکھ لیا ہے جس کی حقیقت کا ہم احاطہ نہیں کر سکے یہ بات نہیں بلکہ وہ ہمارے پاس اس جہت سے آیا ہے جس میں ہم اپنے متعلق، سبقت وتفوق کی گواہی دیتے ہیں پس ہمیں جب تک ہم انصاف پسند ہیں اس کی مطیع ہونے اور جو وہ لایا ہے اس پر ایمان لانے کے سوا چارا نہیں ہے ہم آپ کے لیے ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام لکڑی کے عصا کا معجزہ لائے اس میں نہ روح تھی نہ حرکت نہ نرمی اور نہ رطوبت پھر آپ نے اسے اس کے نام سے جس نے آپ کو بھیجا تھا پھینکا تو وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا جبکہ وہ امت جسے آپ نے چیلنج کیا تھا۔ جادو میں فوقیت اور مہارت رکھتی تھی اور اس میں اس کا بڑا حصہ تھا۔ بالخصوص وہ ایک قوم تھے اور آپ ایک فرد اور وہ سحر میں بڑی شان کے مالک تھے اور آپ نے باوجود ان میں پرورش پانے کے ایک دن بھی سحر کی مشق نہیں کی کیا حضرت موسیٰ کے عصا پھینکنے کے بعد کوئی شک رہ گیا ہے فاذا ھی تلقف ما یأفکون (سورۃ الاعراف:۱۱۸) والقی السحرۃ ساجدین۔ قالوا آمنا برب العالمین رب موسیٰ وھرون (سورۂ اعراف: ۱۲۰-۱۲۲) حق ظاہر ہو گیا اس لئے آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے خود جادوگر تھے اس لئے کہ وہ سحر کے مقدمات اور اس کے نتائج کو زیادہ جاننے والے تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ اعجاز اس سحر کی نوع میں سے نہیں ہے جسے وہ جانتے ہیں۔

ہر رسول جسے اللہ نے بھیجا ہے اس کے معجزے میں اس کی ہم مثل کم ہی ہوگی۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور آپ کے اندھوں اور کوڑیوں کے ٹھیک کرنے مردوں کے زندہ کرنے

الطين كهيئة الطير بإذن الله، أمام قوم نبغوا في الطب أيما نبوغ، ومهروا فيه أيما مهارة!..

اور حکم الٰہی سے پرندوں کی مانند مٹی سے پیدا کرنے میں بھی کم ہی ہوں گے آپ نے یہ معجزات اس قوم کے سامنے پیش کئے جو طب میں بڑی مہارت اور شان رکھتے تھے۔

وقل مثل ذلك وأكثر من ذلك في خاتم الأنبياء سيدنا محمد ﷺ وما جاء به من آيات بينات ومعجزات واضحات، وحسبك القرآن وحده برهاناً ساطعاً، بل براهين ساطعات، كل مقدار ثلاث آيات منه حجة قاطعة تقوم في فم الدنيا الى يوم الساعة، تتحدى العالم بما يكون فيها من أسرار الفصاحة والبيان، والعلوم والمعارف، وأنباء الغيب وشواهد الحق(١).

اس کی مثال کم ہے اور خاتم الانبیاء سیدنا محمد ﷺ ہیں اور آپ جو آیات بینات اور واضح معجزات لائے ان میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔ تیرے لئے قرآن اکیلا ہی ایک برہان ساطع ہے بلکہ براہین ساطعات ہیں اس کی تین آیات کی ہر مقدار قیامت کے دن تک دنیا کے منہ میں حجت قاطعہ بن کر قائم رہے گی اس میں جو اسرار فصاحت اور علوم و معارف اور جو غیب کی خبریں اور حق کے شواہد پائے جاتے ہیں وہ ان کے بارے میں دنیا کو چیلنج کرتا ہے۔

شروط المعجزة الإلهية:

وللمعجزة شرائط خمسة نبه عليها العلماء، فإن اختل منها شرط لا تكون معجزة:

١- الشرط الأول: أن تكون مما لا يقدر عليه إلا الله رب العالمين.

٢- الشرط الثاني: أن تخرق العادة وتكون مخالفة للسنن الكونية.

٣- الشرط الثالث: أن يستشهد بها مدعى الرسالة على صدق دعواه.

٤- الشرط الرابع: أن تقع على وفق دعوى النبي المتحدى بتلك المعجزة.

٥- الشرط الخامس: ألا يأتي أحد بمثل تلك المعجزة على وجه المعارضة.

فهذه الشروط الخمسة إن تحققت كان

معجزہ الٰہیہ کی شروط:

معجزہ کی پانچ شرائط ہیں جن سے علماء نے آگاہ کیا ہے اگر ان میں سے ایک شرط خراب ہو جائے تو وہ معجزہ نہ ہوگا۔

۱- پہلی شرط یہ ہے کہ وہ ایسا ہو جس پر اللہ رب العالمین کے سوا کوئی قدرت نہ رکھتا ہو۔

۲- دوسری شرط یہ ہے کہ وہ خلاف عادات اور سنن کونیہ کے مخالف ہو۔

۳- تیسری شرط یہ ہے کہ مدعی رسالت اپنے دعویٰ کے صدق پر اسے گواہ بنائے۔

۴- چوتھی شرط یہ ہے کہ چیلنج کرنے والے نبی کے دعویٰ کے مطابق واقع ہو۔

۵- پانچویں شرط یہ ہے کہ مقابلے میں کوئی شخص اس معجزے کی مثل نہ لا سکے۔

اگر یہ پانچوں شروط محقق ہو جائیں تو یہ خارق عادت

(١) مناهل العرفان ج١ ص٦٨.

ذلك الأمر الخارق للعادة معجزة دالة على نبوة صاحب الدعوى' التي ظهرت المعجزة على يده' وان لم تتحقق خرجت عن كونها معجزة' ولم تدل على صدق صاحب الدعوى.

أما الشرط الأول: فانه لو أتى آت. في زمن يصح فيه مجيء الرسل. وادعى الرسالة وجعل معجزته أن يقوم ويقعد' ويأكل ويشرب' ويتحرك من مكان الى مكان لم يكن هذا الذى إدعاه معجزة' ولا دالاً على صدقه لقدرة الخلق على مثله' وانما يجب أن تكون المعجزات مما لا يقدر عليها البشر كفلق البحر' وانشقاق القمر' وإحياء الموتى.. الخ.

وأما الثاني: وهو خرق العادة فلو قال المدعي للنبوة معجزتي أن تطلع الشمس من المشرق وتغرب من المغرب' وأن يأتي النهار بعد الليل' لم يكن فيما ادعاه معجزة' لأن هذه الأمور وإن كان لا يقدر عليها إلا الله' لكنها لم تفعل من أجله' وقد كانت من قبله' فليس فيها دلالة على صدقه.

وأما الثالث: وهو أن يستشهد بها مدعى للنبوة وتحصل عند طلبها تصديقاً لدعواه' فلو ادعى انسان أن معجزته ان ينقلب الجماد الى حيوان أو انسان' ولم ينقلب لا يدل على صدق دعواه.

وأما الرابع: وهو أن تقع المعجزة على وفق الدعوى لا على خلافه لأنها حينذاك تكون

امر معجزہ ہوگا اور صاحب دعویٰ کی نبوت کی دلیل ہوگا جس کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر ہوا ہے اور اگر یہ متحقق نہ ہوں تو وہ معجزہ ہونے سے خارج ہو جائے گا اور صاحب دعویٰ کے صدق پر دلیل نہ ہوگا۔

شرط اول: اگر ایک آنے والا اس زمانے میں آئے جس میں رسولوں کا آنا درست ہو اور وہ رسالت کا دعویٰ کرے اور وہ اپنے کھڑے ہونے اور بیٹھنے اور کھانے اور پینے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ تک حرکت کرنے کو اپنا معجزہ قرار دے تو اس کا یہ دعویٰ کرنا معجزہ نہ ہوگا اور نہ اس کے صدق پر دلیل ہوگا اس لئے کہ مخلوق ان جیسی باتوں پر قدرت رکھتی ہے اور ضروری ہے کہ معجزات وہ ہوں جن پر انسان قدرت نہ رکھتا ہو جیسے سمندر کا راستہ دینا، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اور مردوں کو زندہ کرنا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ خارق عادت ہو اگر مدعی نبوت یہ کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ آفتاب مشرق سے طلوع ہوگا اور مغرب میں غروب ہوگا اور رات کے بعد دن آ جائے گا تو اس کا یہ ادعا معجزہ نہ ہوگا ان امور پر اگر چہ اللہ کے سواء کوئی قدرت نہیں رکھتا' لیکن اس نے یہ کام اس کی وجہ سے نہیں کئے یہ اس سے پہلے ہی تھے اور ان میں اس کے صدق پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی۔

تیسری شرط یہ کہ مدعی نبوت ان معجزات کو گواہ بنائے اور وہ اس کے دعویٰ کی تصدیق کے لیے اس کے مطالبہ پر ظہور پذیر ہوں۔ اگر کوئی انسان دعویٰ کرے کہ اس کا معجزہ یہ ہے کہ جماد منقلب ہو کر انسان یا حیوان بن جائے گا اور وہ منقلب نہ ہو تو وہ اس کے دعویٰ کے صدق پر دلالت نہیں کرے گا۔

چوتھی شرط: یہ ہے کہ معجزہ دعویٰ کے موافق واقع ہو اس کے خلاف نہ ہو اس لئے کہ اس صورت میں وہ اس کی تکذیب

تكذيباً له. روى أن (مسيلمة الكذاب) لعنه الله طلب منه أصحابه أن يتفل في بئر ليكثر فيها الماء فغارت البئر فدل على كذبه(۱).

خامساً: ألا تعارض المعجزة فإن عورضت بطل كونها معجزة، ولم تدل على صدق صاحبها، فلو استطاع أحد فلق البحر أو شق القمر لم تعد معجزة ولهذا قال تعالىٰ في خطاب المشركين ﴿ **فليأتوا بحديث مثله ان كانوا صادقين** ﴾(سورة الطور:٣٤).

بم كان إعجاز القرآن؟

القرآن العظيم كلام الله المعجزة للخلق، في اسلوبه ونظمه، وفي روعته وبيانه. وفي علومه وحكمه، وفي تأثير هدايته، وفي كشفه الحجب عن الغيوب الماضية والمستقبلة، ولقد جاء العلماء في كشف أسرار البيان، عن وجوه إعجاز القرآن، بعد أن ثبتت عندهم بالوجدان والبرهان، وقد أجمع أهل العربية قاطبة، وأهل اللسن منهم والبيان، على أن القرآن (معجز بذاته) أي أن إعجازه إنما كان بفصاحة ألفاظه، وروعة بيانه، وأسلوبه الفريد، الذي لا يشابه في أسلوب، لا من نثر، ولا من شعر، ومسحته اللفظية الخلابة، التي تتجلى في نظامه الصوتي، وجماله اللغوي، وبراعته الفنية.

کے لیے ہوگا روایت ہے کہ مسیلمہ کذاب سے اس کے اصحاب نے مطالبہ کیا کہ وہ کنوئیں میں تھوکے تاکہ اس میں پانی زیادہ ہو جائے لیکن جب اس نے تھوکا تو کنوئیں کا پانی نیچے چلا گیا اور اس کے کذب کی دلیل بن گیا۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ معجزہ کا معارضہ نہ ہو سکے اور اگر اس کا معاوضہ کیا جائے تو اس کا معجزہ ہونا باطل ہو جائے گا اور وہ صاحب معجزہ کے صدق پر دلالت نہیں کرے گا پس اگر کوئی شخص مدعی کے مقابلہ میں سمندر کو پھاڑنے اور چاند کو ٹکڑے کرنے کی طاقت رکھتا ہوتا ہوتو مدعی کا یہ عمل معجزہ شمار نہ ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے خطاب میں فرمایا ہے۔ (**فليأتوا بحديث مثله ان كانوا صادقين**) (سورۃ الطّور:۳۴)

اعجاز قرآن کس وجہ سے ہے:

قرآن عظیم اپنے نظم و اسلوب، حسن وبیان، علوم و حکمت، تاثیر ہدایت اور غیوب ماضیہ ومستقبلہ سے پردے ہٹانے کی وجہ سے معجز ہے۔ مخلوق کو عاجز کرنے والا کلام الٰہی ہے علماء نے وجوہ اعجاز قرآن کے بیان کے اسرار کو نمایاں کرنے کی بڑی کوشش کی ہے حالانکہ وہ قبل ازیں ان کے ہاں وجدان و برہان سے ثابت ہو چکے ہیں اور ان میں سے تمام اہل عربیت اور اہل زبان و بیان اس امر پر اتفاق کر چکے ہیں کہ قرآن بذاتہ معجز ہے یعنی اس کا اعجاز اس کے الفاظ کی فصاحت اس کے بیان کے جمال اور اس کے یکتا اسلوب کی وجہ سے ہے جس میں کوئی اسلوب اس کی مشابہت نہیں کر سکتا نہ نثر کا نہ شعر کا اور نہ اس کی دلکش لفظی شان کا جو اس کے صوتی نظام لغوی جمال اور فنی مہارت میں جگمگا رہا ہے۔

(۱) أنظر تفسير القرطبي ج١ ص٧٠.

مذهب أهل الصرفة:

وقد ذهب بعض المعتزلة منهم (أبو اسحق النظام) إلى أن إعجاز القرآن إنما كان ب (الصرفة) بمعنى أن الله عزوجل صرف البشر عن معارضة القرآن مع قدرتهم عليها وخلق فيهم العجز عن محاكاته في أنفسهم وألسنتهم، ولو لا أن الله صرفهم عن ذلك لاستطاعوا أن يأتوا بمثله.. ولعمري هذا قول من لم يذوق طعم العربية، ولا عرف أسرارها، بل قول من لم يدرك من العلوم إلا قشوراً لا تسمن ولا تغني من جوع، وهو قول ساقط مرذول، مخالف لما أجمع عليه العلماء والفصحاء والبلغاء في القديم والحديث.

اہل صرفہ کا مذہب:

بعض معتزلہ جن میں ابواسحاق نظام بھی شامل ہے اس طرف گئے ہیں کہ اعجاز قرآن فقط صرفہ کی وجہ سے ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قرآن کے معارضہ سے روک دیا ہے باوجودیکہ وہ اس کے معارضہ کی قدرت رکھتا ہے اور اس نے ان کے نفوس اور زبانوں میں اس کی مشابہت کرنے سے عجز پیدا کر دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ انہیں اس سے نہ روکتا تو وہ اس کی مثل لانے کی طاقت پا لیتے اور بلاشبہ یہ اس شخص کا قول ہے جس نے عربی زبان کا مزا نہیں چکھا اور نہ اس کے اسرار کو معلوم کیا ہے بلکہ یہ اس کا قول ہے جس نے علوم کے صرف چھلکے ہی پائے ہیں۔ جو نہ موٹا کرتے ہیں اور نہ بھوک مٹاتے ہیں او یہ ردّی اور گھٹیا قول ہے اور قدیم وجدید زمانے کے علماء فصحاء اور بلغاء نے جس امر پر اجماع کیا ہے اس کے مخالف ہے۔

يقول حجة الأدب العربي (مصطفى الرافعي) رحمه الله: (وقد اختلفت آراء المعتزلة في وجه إعجاز القرآن، فذهب شيطان المتكلمين (أبو اسحق النظام) إلى أن الإعجاز كان بالصرفة، وهي أن الله صرف العرب عن معارضة القرآن مع قدرتهم عليها، فكان هذا الصرف خارقاً للعادة وقال (المرتضى من الشيعة): بل معنى الصرفة أن الله سلبهم العلوم التي يحتاج إليها في المعارضة ليجيئوا بمثل القرآن.. فكأنه يقول: إنهم بلغاء يقدرون على مثل النظم والأسلوب ولا يستطيعون ما وراء ذلك مما لبسته ألفاظ القرآن من المعاني، اذ لم

ادب عربی کی حجت مصطفیٰ الرافعی مرحوم فرماتے ہیں اعجاز قرآن کی وجہ کے بارے میں معتزلہ کی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے اور شیطان المتکلمین ابواسحاق نظام کا خیال ہے کہ اعجاز قرآن صرفہ سے ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو قرآن کے معارضہ سے روک دیا ہے باوجودیکہ وہ اس کی قدرت رکھتے ہیں اور یہ صرف خارق عادت ہے اور شیعوں میں سے مرتضیٰ نے کہا ہے کہ صرفہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ان سے وہ علوم سلب کر لئے ہیں جن کی معارضہ میں ضرورت ہوئی ہے تا کہ وہ قرآن کی مثل نہ لا سکیں گویا وہ کہتا ہے کہ وہ بلغاء تھے اور وہ نظم واسلوب قرآن کی مثل پر قدرت رکھتے تھے اور اس سے ماوراء کی طاقت نہیں رکھتے جس سے الفاظ قرآن نے معانی کا فائدہ اٹھایا ہے۔ جبکہ وہ

يكونوا أهل علم، ولا كان العلم في زمنهم.. وهذا رأى بيّن الخلط كما ترى!

ثم قال: وعلى الجملة فإن القول بالصرفة لا يختلف عن قول العرب فيه ﴿ **ان هذا الاّ سحر يؤثر** ﴾(سورة المدثر:٢٤) وهذا زعم رده الله على أهله، وأكذبهم فيه، وجعل القول به ضرباً من العمى ﴿ **افسحر هذا أم أنتم لا تبصرون** ﴾(١)

وعلى ذلك المذهب الفاسد يمكن أن يقال: ان المعجز ليس هو القرآن الكريم على حد زعمهم انما هو (الصرفة) التي بسببها عجزوا عن الاتيان بمثله ﴿ **صرف الله قلوبهم بأنهم قوم لا يفقهون** ﴾(سورة التوبة:١٢٧).

وقد أسف (ابن حزم) الظاهري حين سلك ذلك المسلك الملتوي، وذهب الى ما ذهب اليه سلفه (النظام) من سخف الكلام، ولكن بأسلوب رشيق رقيق حيث يقول في كتابه (الفصل) في سبب الإعجاز ما نصه:

(لم يقل أحد ان كلام الله تعالىٰ غير معجز، ولكن لما قاله الله تعالىٰ، وجعله كلاماً له أصاره معجزاً، ومنع من مماثلته، وهذا برهان كافٍ لا يحتاج الى غيره)

فأنت ترى صاحب هذا الرأى يجعل القرآن الكريم معجزاً بمنع الله عزوجل من

اہل علم نہ تھے اور نہ ہی علم ان کے زمانے میں تھا اور یہ رائے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں واضح بکواس ہے۔

پھر اس نے بیان کیا ہے، مختصر یہ کہ صرفہ کا قول، عربوں کے قول سے مختلف نہیں ہے جو انہوں نے قرآن کے بارے میں کہا ہے کہ ﴿ **ان هذا ان سحر يؤثر** ﴾(سورۃ المدثر:۲۴) یہ ایک زعم ہے اسے اللہ نے اس کے اہل کی طرف لوٹا دیا ہے اور اس میں ان کو جھٹلایا ہے اور اس قول کو اندھے پن کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ ﴿ **افسحر هذا أم أنتم لا تبصرون** ﴾(الطور:۱۵)

اور اس خراب مذہب کے مطابق یہ کہنا ممکن ہے کہ ان کے زعم کی حد تک قرآن کریم معجز نہیں ہے بلکہ وہ ''صرفہ'' ہے جس کے باعث وہ اس کی مثل لانے سے عاجز آ گئے ہیں ﴿ **صرف الله قلوبهم بانهم قوم لا يفقهون** ﴾ (سورۃ التوبۃ:۱۲۷) اور ابن حزم ظاہری بھی ادنیٰ باتوں کے پیچھے پڑ گیا ہے جب وہ اس پیچ دار مسلک پر چلا ہے اور اسی طرف گیا ہے جس کی طرف اس کا سلف نظام کمزور کلام کے باعث گیا ہے لیکن خوبصورت اور شیریں اسلوب کے ساتھ، وہ اپنی کتاب ''الفصل'' میں اعجاز کے سبب کے بارے میں کہتا ہے۔

''کسی نے یہ بات نہیں کہی کہ کلام اللہ غیر معجز ہے لیکن جب اللہ نے اسے کہا ہے اور اسے اپنا کلام بنایا ہے تو اسے معجز بنایا ہے اور اس کی مماثلت سے روک دیا ہے اور یہ کافی دلیل ہے کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔''

آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس رائے کا صاحب قرآن کو اس وجہ سے معجز بناتا ہے کہ اللہ نے اس کی مماثلت سے روک

(١) سورة الطور:١٥ ـ انظر: إعجاز القرآن للرافعي ص ١٦٤

مماثلته وهذا عين رأى النظام الذى يقول بالصرفة' وهو رأى باطل كما أسلفنا' والقوم محجوبون عن ضياء الحق الساطع' وما أجمل قول القائل:

قد تنكر العين ضوء الشمس من رمد
وينكر الفسم طعم الماء من سقم

دیا ہے اور یہ عین نظام کی رائے ہے جسے وہ "صرفہ" کہتا ہے اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یہ باطل رائے ہے اور یہ جاہل لوگ حق کی پھیلنے والی روشنی سے حجاب میں ہیں اور کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ (ترجمہ)

آنکھ آشوب چشم کے باعث آفتاب کی روشنی کا انکار کرتی ہے اور منہ بیماری کے باعث پانی کے مزے کا انکار کرتا ہے۔

آراء العلماء فى الاعجاز:

بعد أن أجمع العلماء على إعجاز القرآن بذاته' وعلى عدم استطاعة أحد من البشر الاتيان بمثله' اختلفت آراؤهم فى وجه إعجاز القرآن على آراء:

اعجاز قرآنی کے متعلق علماء کی آراء:

اور اس اتفاق کے بعد کہ کوئی بشر قرآن کی مثل لانے کی استطاعت نہیں رکھتا' علماء کی آراء اعجاز قرآن کی وجہ کے بارے میں مختلف ہو گئی ہیں۔

أ- يرى بعضهم: أن وجه الإعجاز فى القرآن هو ما اشتمل عليه من النظم الغريب المخالف لنظم العرب ونثرهم' فى مطالعه' ومقاطعه' وفواصله.

ا-بعض کی رائے ہے کہ قرآن میں اعجاز کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے مطالع' مقاطع اور فواصل میں عربوں کی نظم ونثر کے مخالف نظم غریب پر مشتمل ہے۔

ب- ويرى البعض الآخر: أن وجه الإعجاز إنما يكمن فى فصاحة ألفاظه' وبلاغه عباراته' وجودة سبكه' اذ هو فى الدرجة العليا من البلاغة التى لم يعهد مثلها.

ب-بعض دوسرے حضرات کی رائے یہ ہے کہ وجہ اعجاز اس کے الفاظ کی فصاحت اس کی عبارات کی بلاغت اور اس کے ڈھالنے کی عمدگی میں پوشیدہ ہے جبکہ وہ بلاغت کے اس اعلیٰ درجہ میں ہے جس کی مثل نہیں دیکھی گئی۔

ج- ويرى آخرون أن الإعجاز فى خلوه من التناقض' واشتماله' على المعانى الدقيقة' والأمور الغيبية التى ليست بمقدور البشر' ولا فى استطاعتهم معرفتها' وما أنه سليم من التناقض والتعارض.

ج-بعض اور لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اعجاز اس کے تناقض سے خالی ہونے اور دقیق معانی پر مشتمل ہونے اور ان پوشیدہ امور پر مشتمل ہونے میں ہے جو بشر کے بس میں نہیں اور نہ ہی ان کی معرفت حاصل کرنا ان کی استطاعت میں ہے۔اسی طرح وہ تناقض وتعارض سے بھی محفوظ ہے۔

د- وهناك من يقول: إن وجه الإعجاز هو ما تضمنه القرآن من المزايا الظاهرة والبدائع

د-کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وجہ اعجاز فواتح' مقاصد اور تمام سورتوں کے خواتیم میں پائی جانے والی ظاہری

الرائقة' في الفواتح' والمقاصد' والخواتيم في كل سورة' والمعول عليه عندهم ما يلي:

١-الفصاحة في الألفاظ.

٢-البلاغة في المعاني.

٣-صور النظم البديع.

وهذه الأقوال كلها لا تخرج عن دائرة واحدة هي (الدائرة البيانية) التي امتاز بها القرآن' وهي وان كانت حقاً إلا أن إعجاز القرآن ليس في (الفصاحة والبلاغة) فحسب' بل هناك وجوه أخرى لإعجاز القرآن' وقد أجاد العلامة (القرطبي) رحمه الله في تفسيره القيم المسمى (الجامع لأحكام القرآن) فعد عشرة وجوه لإعجاز القرآن' كما ذكر فضيلة الشيخ (الزرقاني) في كتابه (مناهل العرفان) أربعة عشر وجهاً من وجوه الإعجاز' منها ما ذكره القرطبي ومنها ما لم يذكره' ونحن نذكر هذه الوجوه بالإيجاز ثم نعقبها بشيء من التفصيل' فنقول ومن الله نستمد العون:

خوبیاں اور شاندار بدائع ہیں جن کا قرآن حامل ہے اور ان کے نزدیک درج ذیل باتوں پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

۱-الفاظ میں فصاحت۔

۲-معانی میں بلاغت۔

۳-نظم بدیع کی صورت۔

یہ تمام اقوال ایک دائرہ سے باہر نہیں جاتے اور وہ دائرہ بیانیہ ہے جس سے قرآن ممتاز ہے اگرچہ یہ بات حق ہے مگر اعجاز قرآن' فصاحت و بلاغت میں نہیں ہے بلکہ اعجاز قرآن کی کچھ اور وجوہ بھی ہیں علامہ قرطبیؒ نے اپنی شاندار تفسیر الجامع لأحکام القرآن میں خوب بیان کیا ہے آپ نے اعجاز قرآن کی دس وجوہ کو شمار کیا ہے ایسے ہی فضیلۃ الشیخ زرقانی نے اپنی کتاب مناھل العرفان میں چودہ وجوہ اعجاز بیان کی ہیں ان میں سے کچھ وجوہ کا ذکر قرطبی نے کیا ہے اور کچھ وجوہ کا ذکر نہیں کیا ہم ان وجوہ کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں پھر ان کے بعد کچھ تفصیل بیان کریں گے ہم اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

وجوه إعجاز القرآن الكريم:

أولاً: النظم البديع المخالف لكل نظم معهود في لسان العرب.

ثانياً: الأسلوب العجيب المخالف لجميع الأساليب العربية.

ثالثاً: الجزالة التي لا يمكن لمخلوق أن يأتي بمثلها.

رابعاً: التشريع الدقيق الكامل' الذي يبز كل

قرآن کریم کے اعجاز کی وجوہ:

۱-نظم بدیع' جو عربوں کی زبان کے تمام رائج نظموں کے مخالف ہے۔

۲-عجیب اسلوب' جو عربی زبان کے تمام اسالیب کے مخالف ہے۔

۳-وہ جزالت (فصاحت) جس کی مثل لانا مخلوق کے لیے ممکن نہیں ہے۔

۴-کامل و دقیق قانون سازی جو ہر وضعی قانون سازی

تشريع وضعي.

خامساً: الإخبار عن المغيبات التي لا تعرف إلا بالوحي.

سادساً: عدم التعارض مع العلوم الكونية المقطوع بصحتها.

سابعاً: بالوفاء بكل ما اخبر عنه القرآن الكريم من وعد ووعيد.

ثامناً: العلوم والمعارف التي اشتعل عليها (العلوم الشرعية والعلوم الكونية)

تاسعاً: وفاؤه بحاجات البشر.

عاشراً: تأثيره في قلوب الأتباع والأعداء.

أما الوجه الأول: من وجوه إعجازه فهو (النظم البديع) المخالف لكل نظم معهود في لسان العرب، فالقرآن الكريم لا يشبهه شيء في نظمه، لا من شعر ولا من نثر، وذلك بشهادة أساطين البلاغة، وأئمة الفصاحة والبيان، (الوليد بن المغيرة) و (عتبة بن ربيعة) وغيرهما من فصيحاء العرب ومشاهيرهم.

پر غالب آ جاتی ہے۔

۵-غیب کی خبریں دینا جو صرف وحی سے ہی معلوم ہو سکتی ہیں۔

۶-علوم کونیہ (جن کی صحت قطعی ہے) پر مشتمل ہونے کے باوجود اس کا عدم متعارض ہونا۔

۷-قرآن کریم نے جو تمام وعدے اور وعید کہئے ہیں ان کو پورا کرنا۔

۸-وہ علوم و معارف، جن پر علوم شرعیہ اور علوم کونیہ مشتمل ہیں۔

۹-انسان کی ضروریات کو پورا کرنا۔

۱۰-متبعین اور دشمنوں کے قلوب میں اس کی تاثیر۔

پہلی وجہ: وجوہ اعجاز میں سے پہلی وجہ نظم بدیع ہے جو عربوں کی زبان کی تمام رائج نظموں کے مخالف ہے پس قرآن کریم سے اس کے نظم میں کوئی چیز مشابہت نہیں رکھتی نہ نظم سے نہ نثر سے اور یہ اساطین بلاغت اور ائمہ فصاحت ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ اور دیگر فصحائے عرب اور مشاہیر کی شہادت سے ثابت ہے۔

أمثلة من التاريخ:

١- يروى أن الوليد بن المغيرة جاء الى النبي ﷺ فقرأ عليه القرآن، فكأنه رق له، فبلغ ذلك أبا جهل فأتاه فقال: يا عم، ان قومك يريدون أن يجمعوا لك مالاً ليعطوه لك، فإنك أتيت محمداً لتعرض لما قبله (أي لتنال من فضله) فقال الوليد: لقد علمت قريش أني من أكثرها مالاً، فقال له أبو جهل: فيه قولاً يبلغ

تاریخ سے مثالیں:

۱-روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس آیا آپ نے اسے قرآن سنایا گویا وہ اس کے لئے نرم ہو گیا ابوجہل کو اس کی اطلاع ملی تو وہ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا اے چچا تیری قوم کے لوگ چاہتے ہیں کہ تیرے لئے مال جمع کر کے تجھے دیں جبکہ تو محمد ﷺ کے پاس آیا ہے کہ اس کے فضل کو حاصل کرے ولید نے کہا قریش کو معلوم ہے کہ میں ان سے بڑا مالدار ہوں تو ابوجہل نے اسے کہا اس کے

قومك أنك منكر له، قال: وماذا أقول؟ فوالله ما فيكم رجل أعلم بالشعر مني، لا برجزه، ولا بقصيده، ولا بأشعار الجن، والله ما يشبه هذا الذى يقول شيئاً من هذا، ووالله ان لقوله لحلاوة وان عليه لطلاوة، وان اعلاه لمثمر، وان أسفله لمغدق، وانه ليعلو وما يعلى عليه.. فقال أبو جهل اللعين: والله ما يرضى قومك حتى تقول فيه، قال: فدعني حتى أفكر، فلما فكر قال: ﴿ ان هذا الا سحر يؤثر﴾ فنزل فيه قول الله تعالى ﴿**ذرني ومن خلقت وحيداً وجعلت له مالاً ممدوداً..**﴾ الى قوله :﴿ **انه فكر وقدر. فقتل كيف قدر. ثم قتل كيف قدر. ثم نظر. ثم عبس وبسر. ثم ادبر واستكبر. فقال ان هذا الا سحر يؤثر. ان هذا الا قول البشر**﴾[1].

بارے میں ایسی بات کیجئے جو تیری قوم کو پہنچے کہ تو اس کا منکر ہے اس نے کہا میں کیا کہوں؟ قسم بخدا تم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو مجھ سے زیادہ شعر کو جانتا ہو خواہ وہ اس کے جز میں سے ہو یا اس کے قصیدہ میں سے اور نہ ہی اشعار جن کو قسم بخدا جو وہ کہتا ہے وہ اس سے کچھ مشابہت نہیں رکھتا اور قسم بخدا اس کے قول کے لیے حلاوت اور خوبصورتی ہے اور اس کا بالائی حصہ پھلدار ہے اور اس کے نیچے کا حصہ سرسبز ہے اور وہ ضرور غالب آئے گا اور اس پر غلبہ نہیں پایا جائے گا ابوجہل لعین نے کہا خدا کی قسم تیری قوم راضی نہیں ہوگی حتی کہ تو اس کے بارے میں کہے اس نے کہا چھوڑ مجھے سوچنے دے پس جب اس نے سوچا تو اس نے کہا ان هذا الا سحر يؤثر تو اس کے بارے میں قول الٰہی نازل ہوا﴿ **انه فكر وقدر. فقتل كيف قدر. ثم قتل كيف قدر. ثم نظر. ثم عبس وبسر. ثم ادبر واستكبر. فقال ان هذا الا سحر يؤثر. ان هذا الا قول البشر** ﴾۔ (سورۃ المدثر:۱۱-۲۵)

٢- ويروى أن (الوليد) لما سمع القرآن من النبى ﷺ تأثر تأثراً بالغاً فجاء لقومه (بنى مخزوم) وقال لهم: والله لقد سمعت من محمد آنفاً (أى سابقاً) كلاماً ما هو من كلام الإنس، ولا من كلام الجن، والله إن له لحلاوة، وان عليه لطلاوة... الخ. فقالت قريش: صبأ والله الوليد، لتصبأن قريش كلها، فقال أبو جهل: أنا أكفيكموه، فقعد إليه حزيناً وكلمه بما أغاظه، فقام الوليد وقام معه أبو جهل، فلما أتى قومه قال: تزعمون أن محمداً

۲- روایت ہے کہ جب ولید نے حضرت نبی کریم ﷺ سے قرآن کو سنا تو بہت متاثر ہوا اور اپنی قوم بنی مخزوم کے پاس آ کر انہیں کہنے لگا خدا کی قسم میں نے محمد ﷺ سے ابھی کچھ کلام سنا ہے وہ نہ انسانوں کے کلام میں سے ہے اور نہ جنوں کے کلام میں سے ہے خدا کی قسم اس کے لئے حلاوت اور خوبصورتی ہے قریش نے کہا خدا کی قسم ولید بددین ہو گیا ہے اور سب قریش بددین ہو جائیں گے۔ ابوجہل نے کہا میں اس سے تمہیں کفایت کروں گا وہ اس کے پاس غمگین ہو کر بیٹھ گیا اور اس سے وہ بات کی جس نے اسے غصہ دلایا۔ پس ولید اٹھ کھڑا ہوا اور ابوجہل بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور جب وہ

(١) سورة المدثر: ١١-٢٥. رواه البيهقى فى دلائل النبوة.

مجنون فهل رأيتموه يخنق؟ وتقولون إنه كاهن فهل رأيتموه يتكهن؟ وتزعمون أنه شاعر، فهل رأيتموه يتعاطى شعراً قط؟ و تزعمون أنه كذاب فهل جربتم عليه شيئاً من الكذب؟ فقالوا في كل ذلك. اللهم لا... ثم قالوا: فما هو ؟ ففكر، فقال: ما هو إلا ساحر، اما رأيتموه يفرق بين الرجل وأهله، وبين الوالد وولده، وما الذي يقوله إلا سحر يأثره (أي ينقله) عن أهل بابل، فارتج النادي فرحاً وتفرقوا معجبين بقوله، متعجبين منه فنزلت الآيات الكريمة.[1]

اپنی قوم کے پاس آیا تو اس نے کہا کیا تم محمد ﷺ کو مجنون خیال کرتے ہو کیا تم نے اسے گلا گھونٹتے دیکھا ہے؟ تم کہتے ہو وہ کاہن ہے کیا تم نے اسے کہانت کرتے دیکھا ہے؟ تمہارا خیال ہے کہ وہ شاعر ہے کیا تم نے کبھی اسے شعر میں مشغول دیکھا ہے؟ تمہارا خیال ہے کہ وہ کذاب ہے کیا تم نے اس کے کذب کا کچھ تجربہ کیا ہے؟ ان سب باتوں کے متعلق انہوں نے کہا ہرگز نہیں...... پھر انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے غور وفکر کر کے کہا وہ صرف جادوگر ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ مرد اور اس کی بیوی میں اور والد اور اس کے بیٹے میں جدائی ڈال دیتا ہے اور جو وہ کہتا ہے وہ صرف جادو ہے اور وہ اسے اہل بابل سے نقل کرتا ہے تو پکارنے والا خوشی سے جھوم گیا اور وہ اس کی بات سے خوش ہوتے ہوئے اور اسے پسند کرتے ہوئے منتشر ہو گئے تو آیات کریمہ نازل ہوئیں۔

٣- وفي صحيح مسلم أن (أنيساً الغفاري) أخا أبي ذر، قال لأبي ذر: لقيت رجلاً بمكة على دينك، يزعم أن الله أرسله، قلت: فما يقول الناس: قال يقولون: شاعر، ساحر، كاهن، وكان (أنيس) أحد الشعراء قال أنيس: لقد سمعت قول الكهنة، فما هو بقولهم، ولقد وضعت قوله عن اقراء الشعر (يريد أنواعه وبحوره) فلم يلتئم على لسان أحد منهم أنه شعر، والله إنهم لكاذبون وإنه لصادق[2].

٣- صحیح مسلم میں ہے کہ ابوذر کے بھائی انیس غفاری نے ابوذر سے کہا کہ میں مکہ میں ایک آدمی سے ملا جو تیرے دین پر تھا اس کا خیال ہے کہ اللہ نے اسے بھیجا ہے میں نے پوچھا لوگ کیا کہتے ہیں اس نے کہا وہ اسے شاعر جادوگر اور کاہن کہتے ہیں۔ انیس بھی ایک شاعر تھا۔ انیس نے کہا میں نے کاہنوں کا قول سنا ہے وہ ان کا قول نہیں ہے اور میں نے اس کے قول کو شعر کی انواع و بحور پر پرکھا ہے تو وہ ان میں سے کسی کی زبان کے موافق نہیں ہوا، قسم بخدا لوگ جھوٹے ہیں اور وہ سچا ہے۔

٤- وأخرج ابن إسحق في السيرة (أن أبا جهل قال في ملاء من قريش: لقد التبس

ابن اسحاق نے السیرۃ میں بیان کیا ہے کہ ابوجہل نے قریش کی ایک جماعت سے کہا کہ محمد ﷺ کا معاملہ ہم پر مشکوک

(١) أنظر الكشاف ج٤ ص٦٤٩.

(٢) أنظر تفسير القرطبي ج١ ص٧٣.

علينا أمر محمد، فلو التمستم لنا رجلاً عالماً بالشعر، والكهانة، والسحر، فكلمه ثم أتانا ببيان عن أمره؟ فقال (عتبة بن ربيعة). ومن من أشراف القوم وسادتهم. أنا أقوم إليه وأكلمه! فأتاه فقال يا محمد: أنت خير أم هاشم؟ أنت خير أم عبدالمطلب؟ أنت خير ام عبدالله؟ فبم نشتم آلهتنا وتضللنا؟ فإن كنت تريد الرياسة، عقد لك اللواء فكنت رئيسنا، وإن كنت تريد النساء زوجناك ما تشاء منهن، تختار من اىّ بنات قريش ما شئت، وان كنت تريد المال جمعنا لك من أموالنا حتى تكون أغنانا وأكثرنا مالاً، والنبي صلى الله عليه وسلم ساكت لا يجيبه، فلما فرغ من عرضه، قال له النبيﷺ: افرغت؟ قال: نعم، قال فاسمع اذاً فتلا عليه سورة فصلت ﴿ **حم. تنزيل من الرحمن الرحيم. كتاب فصلت آياته قرآناً عربياً لقوم يعلمون. بشيراً ونذيراً فاعرض اكثرهم فهم لا يسمعون..**﴾ الخ حتى بلغ قوله تعالىٰ ﴿**فان اعرضوا فقل أنذرتكم صاعقة..**﴾(سورة فصلت:۱-۱۳) الآية

فأمسك عتبة على فيه وناشده بالرحم أن يكف، ورجع الى أهله ولم يخرج الى قريش، فلما احتبس عنهم قالوا: ما نرى عتبة إلا قد صبأ! فانطلقوا إليه وقالوا يا عتبة: ما حبسك عنا إلا أنك قد صبأت، فغضب ثم قال لهم: والله لقد كلمته فأجابني بشيء والله ما هو

ہو گیا ہے اگر تم ہمارے لئے شعر کہانت اور سحر کا کوئی عالم شخص تلاش کر لوں اور وہ اس سے بات کرتا پھر وہ اس کے معاملے میں ہمارے پاس ایک واضح بیان لائے تو اچھا؟ عتبہ بن ربیعہ نے جو قوم کے اشراف وسادات میں سے تھا کہا: میں اس کے پاس جاؤں گا اور اس سے بات کروں گا وہ حضورؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد آپ بہتر ہیں یا ہاشم؟ آپ بہتر ہیں یا عبدالمطلب؟ آپ بہتر ہیں یا عبداللہ؟ آپ ہمارے معبودوں کو کیوں گالیاں دیتے ہیں اور ہمیں گمراہ قرار دیتے ہیں؟ اگر آپ سرداری چاہتے ہیں ہم آپ کے لیے جھنڈا باندھتے ہیں اور آپ ہمارے سردار ہوں گے اور اگر آپ عورتیں چاہتے ہیں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں گے ہم آپ سے اس کی شادی کرا دیں گے آپ قریش کی بیٹیوں میں سے جنہیں چاہیں پسند کر لیں اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو ہم اپنے اموال سے آپ کے لیے مال جمع کر دیتے ہیں حتیٰ کہ آپ ہم سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے۔ حضرت نبی کریم ﷺ خاموش رہے اور اسے جواب نہ دیا۔ جب وہ اپنی پیشکش سے فارغ ہوا تو حضرت نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا کیا تو فارغ ہو گیا ہے؟ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا پھر سن اور آپ نے اسے سورت فصلت سنائی۔ حم. تنزيل من الرحمن الرحيم. كتاب فصلت آياته قرآناً عربياً لقوم يعلمون. بشيراً ونذيراً فاعرض اكثرهم فهم لا يسمعون.. جب آپؐ (فان اعرضوا فقل انذرتكم صاعقة) (سورة فصلت:۱-۱۳) تک پہنچے تو عتبہ نے آپ کے منہ کو بند کر دیا اور آپ سے رحم کی اپیل کی کہ آپ رک جائیں اور اپنے اہل کے پاس واپس آ گیا اور قریش کے پاس نہ گیا جب وہ ان سے چھپا رہا تو لوگوں نے کہا ہم عتبہ کو نہیں دیکھتے شاید وہ بے دین ہو

بشعر، ولا بسحر، ولا بكهانة، وقد ناشدته بالرحم أن يكف خشية أن ينزل بكم العذاب، وقد علمتم أن محمداً اذا قال شيئاً لم يكذب..)(۱).

گیا ہے سو وہ اس کے پاس گئے اور کہنے لگے اے عتبہ تجھے صرف اس بات نے ہم سے روکا ہے کہ تو بے دین ہو گیا ہے تو اس نے غصے میں آ کر ان سے کہا خدا کی قسم میں نے آپ سے بات کی ہے اور آپ نے مجھے جواب بھی دیا ہے۔ خدا کی قسم وہ نہ شعر ہے نہ سحر ہے اور نہ کہانت ہے اور میں نے آپ سے رحم کی اپیل کی ہے کہ آپ رک جائیں اس خوف سے کہ تم پر عذاب نازل ہوگا اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ محمد ﷺ جب کوئی بات کرتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے۔

قال العلامة (القرطبي) رحمه الله.

(و اذا اعترف عتبة علي موضعه من اللسان، وموضعه من الفصاحة والبلاغة، بأنه ما سمع مثل القرآن قط، كان في هذا القول، مقراً باعجاز القرآن له ولضربائه من المتحققين بالفصاحة والقدرة على التكلم بجميع أجناس القول وأنواعه)

علامہ قرطبیؒ نے بیان کیا ہے کہ جب عتبہ نے لغت اور فصاحت و بلاغت میں اپنے مقام کے باوجود اعتراف کیا کہ اس نے کبھی قرآن کی مانند کلام نہیں سنا تو اس قول میں وہ اعجاز قرآن کا مقر ہے اس کے لئے اور اس کے ہم مثلوں کے لیے جو فصاحت پر یقین رکھتے ہیں اور قول کی تمام اجناس وانواع پر گفتگو کرنے کی قدرت رکھتے ہیں ان کا بھی اقرار پایا جاتا ہے۔

أما الوجه الثاني لإعجاز القرآن: فهو (الأسلوب العجيب) المخالف لجميع الأساليب العربية. فقد جاء القرآن بذلك الأسلوب الرائع الخلاب، الذي بهر العرب برونقه وجماله، وعذوبته وحلاوته، وقد كانت فيه من الخصائص العليا مالم توجد في كلام بشر على نحو ما وجدت في القرآن، خصوصاً وأن النبي ﷺ تحدى به فأعجز أساطين الفصحاء و أعيا مقاويل البلغاء وأخرس ألسنة فحول البيان وذلك في عصر كانت القوى في

اعجاز قرآن کی دوسری وجہ: وہ اسلوب عجیب ہے جو عربی زبان کے تمام اسالیب کے مخالف ہے۔ قرآن اس شاندار اور دلکش اسلوب کو لایا ہے جس نے عربوں کو اپنے حسن و جمال اور عذوبت اور حلاوت سے مغلوب کر لیا او اس میں خصائص عالیہ ہیں جو کلام بشر میں اس طرح نہیں پائے جاتے جیسے قرآن میں پائے جاتے ہیں۔ خاص طور پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا چیلنج کیا ہے اور اس نے اساطین فصحاء کو عاجز کر دیا ہے اور شیریں بیان بلغاء کو درماندہ کر دیا ہے اور بیان کے فضلاء کی زبانوں کو گونگا کر دیا ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب اس

(۱) أنظر الكشاف، ج٤، ص١٩٧.

قد توافرت على الإحادة والتبريز في هذا الميدان، وفي أمة كانت مواهبها محشودة للتفوق في هذه الناحية.

میدان میں عمدگی کے قویٰ مکمل تھے اور یہ معاملہ اس قوم میں ہوا جس کے مواہب اس جہت میں فوقیت کے لیے اکھٹے ہو چکے تھے۔

يقول (الزرقاني) رحمه الله: (وها قد مرت على اللغة العربية، من عهد نزول القرآن الى عصرنا هذا، أدوار مختلفة بين علو ونزول، واتساع وانقباض، وحركة وجمود، وحضارة وبداوة، والقرآن في كل هذه الأدوار، واقف في عليائه، يطل على الجميع من سمائه وهو يشع نوراً وهداية، ويفيض عذوبة وجلالة، ويسيل رقة وجزالة، ويرف جدة وطلاوة، ولا يزال كما كان غضاً طرياً، يحمل راية الاعجاز، ويتحدى أمم العالم في يقين وثقة، قائلاً في صراحة الحق وقوته، وسلطان الاعجاز وصولته ﴿قل لئن اجتمعت الانس والجن على ان ياتوا بمثل هذا القرآن لا ياتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيراً﴾.(۱)

زرقانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نزول قرآن کے زمانے سے لے کر ہمارے اس زمانے تک عربی زبان پر علو ونزول، اتساع وانقباض، حرکت و جمود اور حضارت وبداوت کے مختلف ادوار گذر چکے ہیں اور قرآن ان سب ادوار میں اپنی بلندیوں پر کھڑا ہے اور وہ اپنے آسمان سے سب کو دیکھ رہا ہے اور وہ نور ہدایت کو پھیلا رہا ہے اور عذوبت وحلاوت کا اضافہ کر رہا ہے اور رقت و جزالت سے رواں ہے اور جدت و خوبصورتی سے لہلہا رہا ہے اور جیسے وہ تر و تازہ ہے اسی طرح ہمیشہ رہے گا وہ اعجاز کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہے اور یقین و اعتماد سے اقوام عالم کو چیلنج کر رہا ہے اور حق کی صراحت وقوت اور اعجاز کے اقتدار و سطوت سے کہہ رہا ہے۔ ﴿قل لئن اجتمعت الانس والجن على ان ياتوا بمثل هذا القرآن لا ياتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا﴾. (سورۃ الاسراء:۸۸)

خصائص أسلوب القرآن:

اسلوب قرآن کے خصائص:

وللقرآن الكريم في أسلوبه العجيب المخالف لجميع الأساليب البشرية خصائص عديدة نجملها فيما يلي:

قرآن کریم جو اپنے اسلوب عجیب میں تمام اسالیب بشریہ کے مخالف ہے بہت سے خصائص پر مشتمل ہے ہم ذیل میں انہیں اختصار سے بیان کرتے ہیں۔

الخاصة الأولى: مسحة القرآن اللفظية، التي تتجلى في نظامه الصوتي، وجماله اللغوي.

پہلی خصوصیت: قرآن کا لفظی نشان جو اس کے صوتی نظام اور لغوی جمال میں جلوہ گر ہے۔

الخاصة الثانية: إرضاؤه العامة والخاصة، بمعنى أن الجميع يحسون بجلاله ويشعرون

دوسری خصوصیت: عوام اور خواص کو اس کا راضی کرنا ہے اس مفہوم میں کہ سب اس کے جلال اور اس کے حسن کو محسوس

(۱) سورة الاسراء:۸۸. أنظر مناهل العرفان ج۲، ص۲۲۹.

بروعته.

الخاصة الثالثة: إرضاوه العقل والعاطفة معاً فالقرآن يخاطب العقل والقلب، ويجمع الحق والجمال معاً.

الخاصة الرابعة: جودة سبك القرآن وإحكام سرده، فكأنه سبيكة واحدة تلعب بالعقول وتأخذ بالأبصار.

الخاصة الخامسة: براعته في تصريف القول، وتفننه في ضروب الكلام، بمعنى أنه يورد المعنى الواحد بألفاظ شتى، وطرق مختلفة، وكلها رائعة فائقة.

الخاصة السادسة: جمع القرآن بين الإجمال والبيان.

الخاصة السابعة: الوفاء بالمعنى مع القصد في اللفظ.[1]

أمثلة توضيحية على خصائص أسلوب القرآن:

يقول حجة الأدب العربي الفقيد(مصطفى الرافعي) رحمه الله :

١-(لو تدبرت ألفاظ القرآن في نظمها، لرأيت حركاتها الصرفية واللغوية، تجري في الوضع والتركيب مجرى الحروف أنفسها فيما هي له من أمر الفصاحة، ولن تجدها الا مؤتلفة مع اصوات الحروف مساوقة لها في النظم الموسيقي، حتى ان الحركة ربما كانت ثقيلة، فلا تعذب ولا تساغ فاذا هي استعملت في القرآن

کرتے ہیں۔

تیسری خصوصیت: اس کا عقل اور جذبے کو معاً راضی کرنا ہے۔ پس قرآن، عقل اور دل کو مخاطب کرتا ہے اور حق اور جمال کو معاً اکٹھا کر دیتا ہے۔

چوتھی خصوصیت: قرآن کے الفاظ کی بناوٹی عمدگی اور اس کے بیان کی مضبوطی ہے گویا وہ ایک ایسی عمدہ چیز ہے جو عقلوں سے کھیلتی ہے اور آنکھوں کو پکڑ لیتی ہے۔

پانچویں خصوصیت: قول کی تصریف میں اس مہارت اور ضروب کلام میں اس کا تفنن ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک معنیٰ کو مختلف الفاظ اور مختلف طرق سے بیان کرتا ہے اور وہ سب کے سب خوشنما اور فائق ہوتے ہیں۔

چھٹی خصوصیت: قرآن کا اجمال و وضاحت کے درمیان اتفاق کرنا ہے۔

ساتویں خصوصیت: لفظ میں اعتدال کے ساتھ مفہوم کا پورا کرنا۔

خصائص اسلوب قرآن کے متعلق توضیحی مثالیں:

حجت ادب عربی مصطفیٰ رافعیؒ فرماتے ہیں:

۱- اگر تو قرآن کے الفاظ کے نظم میں تدبر کرتا ہے تو تو اس کی حرکات صرفیہ اور لغویہ کو دیکھے گا جو وضع و ترکیب میں خود حروف کی جگہ چلتی ہیں اور یہ بھی اس کی فصاحت کے بیان میں سے ہے اور تو انہیں اصوات حروف کے ساتھ موافق پائے گا اور نظم موسیقی میں ان کے ساتھ ساتھ چلتا پائے گا حتی کہ بعض اوقات حرکت ثقیل ہوتی ہے اور وہ شیریں اور خوشگوار نہیں ہوتی لیکن جب وہ قرآن میں استعمال ہوتی ہے

(١) أنظر: مناهل العرفان للزرقاني.

رأيت لها شأناً عجيباً... من ذلك لفظة (النذر) جمع نذير، فان الضمة ثقيلة فيها لتواليها على النون والذال معاً، فضلاً عن جساءة هذا الحرف، ونبوه في اللسان، ولكنه جاء في القرآن على العكس في قوله تعالىٰ ﴿ **ولقد أنذرهم بطشتنا فتماروا بالنذر**﴾ (سورة القمر:٣٦) فتأمل هذا التركيب، وأنعم ثم أنعم على تأمله، وتذوق مواقع الحروف، وأجر حركاتها في حسّ السمع، وتأمل مواضع القلقلة في دال (لقد) وفي الطاء من (بطشتنا) وفي الفتحات المتوالية فيما وراء الطاء الى الواو من قوله (بطشتنا فتماروا) مع الفصل بالمد، ليكون ثقل الضمة عليه مستخفاً بعد، ولتكون هذه الضمة قد أصابت موضعها كما تكون الاحماض في الأطعمة.

٢- وفي القرآن لفظة غريبة هي من اغرب ما فيه، وما حسنت في كلام قط الا في موقعها فيه، وهي كلمة (ضيزى) من قوله تعالى ﴿**تلك اذاً قسمة ضيزى**﴾ ومع ذلك فان حسنها في نظم الكلام من أغرب الحسن ومن أعجبه، ولو أردت اللغة العربية ما صلح لهذا الموضع غيرها، فإن السورة التي هي منها وهي سورة (النجم) مفصلة كلها على الباء، فجاء ت الكلمة فاصلة من الفواصل، ثم هي في معرض الانكار على العرب، اذ وردت في ذكر الاصنام، وزعمهم في قسمة الاولاد، فانهم جعلوا الملائكة والأصنام بنات الله، مع وأدهم

تو تو اس کی عجیب شان پائے گا ان میں سے لفظ ''النذر'' ہے جو نذیر کی جمع ہے بلاشبہ اس میں ضمہ ثقیل ہے۔ چونکہ وہ معاً نون اور ذال پر مسلسل آیا ہے اس کے علاوہ اس حرف کا سخت ہونا اور زبان میں اس کا کرخت ہونا بھی ہے لیکن وہ قرآن میں اس کے الٹ آیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿**ولقد أنذرهم بطشتنا فتماروا بالنذور**﴾ (سورة القمر:٣٦) اس ترکیب پر غور کر اور پھر گہرا غور وفکر کر اور مواقع الحروف کا مزا چکھ اور کان کے باغ میں اس کی حرکات کو جاری کر اور (لقد) کی دال میں قلقلہ کی جگہوں پر تامل کر اور (**بطشتنا**) کی طاء میں غور کر اور فتحات متوالیہ پر جو طاء سے پیچھے واؤ تک ہیں اس کے قول **بطشتنا فتماروا** سے لے کر مد سے فصل کے ساتھ غور کرتا کہ بعد میں ضمہ کا ثقل ہلکا ہو جائے اور یہ ضمہ اپنی جگہ پر ٹھیک ہو جائے جیسے کھانوں میں کھٹائی ہوتی ہے۔

٢-قرآن کریم میں ایک عجیب لفظ ہے اور جو الفاظ اس میں آتے ہیں یہ ان میں سے سب سے زیادہ عجیب ہے اور یہ کبھی کسی کلام میں اچھا معلوم نہیں ہوا مگر قرآن میں اپنی جگہ پر واقع ہونے میں اچھا ہے اور یہ ''ضیزی'' کا لفظ ہے اللہ فرماتا ہے ''**تلك اذاً قسمة ضيزى**'' اس کے ساتھ نظم کلام میں اس کا حسن، بہت عجیب وغریب خوبصورتی کا حامل ہے اور اگر تو لغت عربی کا ارادہ کرتا تو اس جگہ کے لیے دوسرا لفظ مناسب نہ ہوتا اور یہ جس سورت میں ہے وہ سورت نجم ہے جو ساری کی ساری یاء پر مفصل ہے پس فواصل میں سے فصل کرنے والا لفظ آیا پھر یہ عربوں پر عیب لگانے کے نشانہ میں ہے اور یہ اصنام کے ذکر میں آیا ہے اور اولاد کی تقسیم میں ان کے زعم کے مطابق آیا ہے۔ انہوں نے فرشتوں اور

للبنات فقال تعالى ﴿ **الكم الذكر وله الأنثى. تلك اذاً قسمةٌ ضيزى** ﴾ (سورة النجم: ٢١-٢٢) فكانت غرابة اللفظة أشد الاشياء ملائمة لغرابة هذه القسمة التى انكرها، وكانت الجملة كلها كأنها تصور فى هيئة النطق بها الانكار فى الأولى، والتهكم فى الاخرى، وكان هذا التصوير أبلغ ما فى البلاغة، وخاصة فى اللفظة الغريبة التى تمكنت فى موضعها من الفصل..

٣- ومما لا يسعه طوق انسان فى نظم الكلام البليغ، ثم مما يدل على ان نظم القرآن مادة فوق الصنعة، ومن وراء الفكر، وكأنها صبت على الجملة صباً، انك ترى بعض الالفاظ لم يأت فيه لا مجموعاً، ولم يستعمل منه صيغة المفرد، فاذا احتاج الى هذه الصيغة استعمل مرادفها، كلفظة (اللب) فانها لم ترد الا مجموعة كقولة تعالىٰ ﴿ **ان فى ذلك لذكرى لأولى الألباب** ﴾(سورة الزمر: ٢١) وقوله ﴿**وليذكر اولو الالباب**﴾(سورة ابراهيم: ٥٢) ونحوهما ولم ترد فىہ مفردة، بل جاء مكانها (القلب) فى قوله تعالىٰ ﴿**ان فى ذلك لذكرى لمن كان له قلب أو القى السمع وهو شهيد**﴾(سورة ق: ٣٧) وذلك لان لفظ (الباء) شديد مجتمع ولا يفضى الى هذه الشدة الا من اللام الشديدة المسترخية، فلما لم تحسن اللفظة اسقطها من نظمه بتة..

اصنام کو اللہ کی بیٹیاں بنایا ہے حالانکہ وہ بیٹیوں کو زندہ در گور کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ **الكم الذكر وله الأنثى. تلك اذاً قسمةٌ ضيزى** ﴾(سورۃ النجم: ۲۱-۲۲) پس لفظ کی غرابت اس تقسیم کی غرابت سے جس کا اس نے انکار کیا ہے سب چیزوں سے بڑھ کر موافقت کرنے والی ہے اور سارا جملہ گویا نطق کی ہیئت میں تصور کیا گیا ہے پہلے جملے میں انکار اور دوسرے میں ٹھٹھا ہے اور یہ صورت اس سے ابلغ ہے جو بلاغت میں ہے اور بالخصوص اس عجیب لفظ میں جو فصل میں اپنی جگہ ٹک گیا ہے۔

۳- اور جس بات سے کوئی چارا نہیں وہ یہ کہ انسان کو بلیغ کلام کی تکلیف دی گئی ہے پھر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ نظم قرآن ہنر سے اوپر کا مادہ ہے اور فکر سے ماوراء ہے گویا وہ جملہ پر گرایا گیا ہے آپ دیکھیں گے کہ اس میں بعض الفاظ جمع نہیں آئے۔ لیکن ان میں مفرد کا صیغہ مستعمل نہیں ہوا اور جب اس صیغہ کی ضرورت ہوئی تو اس کا مرادف لفظ استعمال کیا گیا جیسے "اللب" کا لفظ ہے یہ جمع کی صورت میں آیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ **ان فى ذلك لذكرى لأولى الألباب** ﴾(سورۃ الزمر: ۲۱) اور فرمایا ہے ﴿**وليذكر اولو الالباب**﴾ (سورۃ ابراہیم: ۵۲) اور اس قسم کے الفاظ اس میں مفرد نہیں آئے بلکہ اس جگہ "قلب" کا لفظ آیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**ان فى ذلك لذكرى لمن كان له قلب أو القى السمع وهو شهيد**﴾(سورۃ ق: ۳۷) اس لئے لفظ "باء" شدید مجتمع ہے اور وہ اس شدت تک عدم شدیدہ مسترخیہ کے بغیر نہیں پہنچا جا سکتا۔ پس جب لفظ خوبصورت نہ ہو تو اس نے اسے اپنے نظم سے قطعاً ساقط کر دیا ہے۔

وكذلك لفظ (الكوب) استعملت في مجموعه ولم يات بها مفردة لانه لا يتهيأ فيها ما يجعلها في النطق من الظهور والرقة والانكشاف وحسن التناسب كلفظ (اكواب) الذي هو الجمع و(الأرجاء) لم يستعمل القران لفظها الا مجموعاً وترك المفرد وهو الرجا اى الجانب لعلة لفظه انه لا يسوغ في نظمه كما ترى وعكس ذلك لفظة (الأرض) فانها لم ترد فيه الا مفردة، ولم يرد في القرآن صيغة الجمع (أرضين) ولما احتاج الى جمعها اخرجها على هذه الصورة التي ذهبت بسر الفصاحة، وذهب بها حتى خرجت من الروعة بحيث يسجد لها كل فكر سجدة طويلة، وذلك في قوله تعالىٰ : ﴿ **الله الذي خلق سبع سموات ومن الأرض مثلهن، يتنزل الأمر بينهن**﴾(سورة الطلاق:١٢) ولم يقل (وسبع أرضين) لهذه الجسأة التي تدخل للفظ، ويختل بها النظم اختلالاً...

٤ – وتأمل قوله تعالىٰ ﴿ **فأرسلنا عليهم الطوفان، والجراد والقمل، والضفادع، والدم، آيات مفصلات**﴾ (سورة الأعراف:١٣٣) فإنها خمسة اسماء، أخفها في اللفظ (الطوفان، والجراد، والدم) وأثقلها (القمل والضفادع) فقدم (الطوفان) لمكان المدين فيها، حتى يأنس اللسان بخفتها، ثم (الجراد) وفيها كذلك مد، ثم جاء باللفظين الشديدين مبتدئاً باخفهما في اللسان،

ایسے ہی لفظ ''الکوب'' ہے اس میں جمع استعمال ہوا ہے اور اسے مفرد نہیں لایا گیا اس لئے کہ اس میں وہ چیز مہیا نہیں ہوتی جو اسے نطق میں ظہور، رقت، انکشاف اور حسن تناسب والا بنا دے جیسے لفظ ''اکواب'' ہے جو جمع ہے اور ''الارجاء'' کا لفظ قرآن میں جمع استعمال ہوا ہے اور اس میں مفرد کو چھوڑ دیا گیا ہے اور وہ ''الرجاء'' ہے یعنی جانب۔ ایسا کرنا اس کے لفظ کی علت کی وجہ سے ہے وہ قرآن کی نظم میں خوشگوار نہیں ہے۔ اور اس کے الٹ ''الارض'' کا لفظ ہے یہ قرآن میں مفرد ہی آیا ہے اور قرآن میں جمع کے صیغہ ''ارضین'' کو استعمال نہیں کیا اور جب اس کی جمع کی ضرورت ہوئی تو اسے اس صورت میں لایا گیا جو فصاحت کے راز پر مشتمل ہے حتیٰ کہ وہ اس خوبصورتی سے ادا ہوا کہ اسے ہر فکر طویل سجدہ کرے گی اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے ﴿ **الله الذي خلق سبع سموات ومن الأرض مثلهن، يتنزل الأمر بينهن**﴾ (سورۃ الطلاق:۱۲) اللہ تعالیٰ اس سختی کی وجہ سے جو لفظ میں داخل ہو جاتی ہے اور اس سے نظم میں اختلال واقع ہو جاتا ہے سبع ارضین نہیں کہا۔

۴- اور اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ **فأرسلنا عليهم الطوفان، والجراد والقمل، والضفادع، والدم، آيات مفصلات**﴾ (سورۃ الأعراف:۱۳۳) یہ پانچ نام ہیں ان میں لفظ میں سب سے خفیف، طوفان، جراد اور دم ہیں اور سب سے ثقیل، قمل اور ضفادع ہیں سو اس نے طوفان مقدم کیا اس لئے کہ اس میں دو مدیں ہیں تا کہ زبان اس کی خفت سے مانوس ہو جائے پھر اس نے جراد کا ذکر کیا ہے اس میں بھی اسی طرح ایک مد ہے پھر وہ دو شدید لفظ لایا ہے اور دونوں میں سے جو زبان میں زیادہ خفیف ہے اس سے ابتداء کرتے ہوئے اور صورت

وابعدهما في الصوت لمكان تلك الغنّة فيه، ثم جئ بلفظة (والدم) آخراً، وهي اخف الخمسة واقلها حروفاً، ليسرع اللسان فيها، ويستقيم لها ذوق النظم، ويتم بها هذا الاعجاز في التركيب، وانت فمهما قلبت هذه الاسماء الخمسة، فانك لا ترى لها فصاحة الا في هذه الوضع، فلو قدمت او أخرت لبادرك التهافت والتعثر، ولأعنتك ان تجيء منها بلفظ او نظم فصيح..

من ذلك يخلص لنا أن القرآن الكريم انما ينفرد بأسلوبه، لأنه ليس وضعاً انسانياً البتة، ولو كان من وضع انسان لجاء على طبقة تشبه أسلوبا من أساليب العرب، او من جاء بعدهم الى هذا العهد ﴿ ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً﴾(سورة النساء:٨٢) ولقد احس العرب بهذا المعنى، واستيقنه بلغاؤهم، ولو لاه ما افحموا، ولا انقطعوا من دونه، لأنهم رأوا جنسا من الكلام غير ما توديه طباعهم، وكيف لهم في معارضته بطبيعة غير مخلوقة[1]؟!..

ويقول المرحوم فضيلة الشيخ (الزرقاني) في موضوع خصائص أسلوب القرآن:

للقرآن مسحة خلابة عجيبة، تتجلى في نظامه الصوتي، وجماله اللغوي.. ونريد بنظام القرآ الصوتي: اتساق القرآن وائتلافه في حركاته

میں (اس میں غنہ ہونے کی وجہ سے) آواز میں دونوں کے دور ہونے کی وجہ سے پھر آخر میں لفظ دم لایا گیا ہے اور یہ پانچوں سے زیادہ خفیف اور کم تر حروف والا ہے تاکہ اس میں زبان جلدی چلے اور اس کے لئے ذوق نظم مستقیم رہے اور ترکیب میں یہ اعجاز اس سے مکمل ہو جانے اور ان پانچوں اسماء میں تو جو کچھ بھی الٹ پلٹ کرے تو اس وضع کے سوا ان میں فصاحت نہیں پائے گا اگر تو آگے یا پیچھے کرے تو اوچھے پن اور گراوٹ کا شکار ہوگا اور ان کے بدلے تجھے کسی لفظ یا نظم فصیح کا لانا مشقت میں ڈال دے گا۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم اپنے اسلوب میں منفرد ہے اس لئے کہ وہ قطعاً انسانی بناوٹ نہیں ہے اور اگر وہ انسانی بناوٹ ہوتا تو وہ اسالیب عرب کے کسی اسلوب کے مشابہ ہوتا یا جو لوگ ان کے بعد میں اس عہد تک ہوئے ہیں ان کے مشابہ ہوتا ﴿ ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً﴾(سورة النساء:٨٢) عربوں نے اس مفہوم کو محسوس کیا اور ان کے بلغاء کو اس کا یقین تھا اور اگر وہ نہ ہوتا تو وہ خاموش نہ رہتے اور نہ اس کے مقابلے میں باز آتے کیونکہ انہوں نے کلام کی وہ جنس دیکھی جو ان کے فطرتی کلام کے خلاف تھی پس وہ غیر مخلوق طبیعت معارضہ کیسے کر سکتے تھے۔

شیخ زرقانی مرحوم خصائص اسلوب قرآن کے موضوع کے متعلق فرماتے ہیں۔ قرآن کے لیے ایک عجیب دلفریب نشان ہے جو اس کے صوتی نظام اور اس کے لغوی جمال میں جلوہ گر ہے اور صوتی نظام سے ہماری مراد قرآن کا اپنی حرکات و سکنات، مدات وغنات اور

(١) إعجاز القرآن للرافعي، ص ٢٦١.

وسكناته، ومداته وغناته، واتصالاته، وسكتاته، اتساقاً عجيباً، وائتلافاً رائعاً، يسترعي الاسماع ويستهوي النفوس، بطريقة لا يمكن أن يصل اليها أي كلام آخر من منظوم ومنثور..

اتصالات و سکنات میں عجیب اتفاق اور خوبصورت اختلاف ہے جو کانوں سے توجہ چاہتا ہے اور نفوس کو ایسے طریقے سے مدہوش کر دیتا ہے کہ کسی طریقہ سے منظوم و منثور کلام کا اس تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

ونريد بجمال القرآن اللغوي، تلك الظاهرة العجيبة التي امتاز بها القرآن في وصف حروفه وترتيب كلماته، ترتيباً دونه كل ترتيب تعاطاه الناس في كلامهم، ولقد وصل هذا الجمال اللغوي الى قمة الاعجاز، بحيث لو دخل في القرآن شيء من كلام الناس، لاعتل مذاقه في افواه قارئيه، واختل نظامه في آذان سامعيه، ومن عجيب أمر هذا الجمال اللغوي، وذلك النظام الصوتي، انهما كما كانا دليل اعجاز من ناحية، كانا سوراً منيعاً لحفظ القرآن من ناحية اخرى، وذلك ان من شأن الجمال اللغوي، والنظام الصوتي، ان يسترعي الاسماع، ويثير الانتباه، ويحرك داعية الاقبال في كل انسان، الى هذا القرآن الكريم، وبذلك يبقى أبد الدهر سائداً على السنة الخلق وفي آذانهم، ويعرف بذاته ومزاياه بينهم فلا يجرؤ احد على تغييره وتبديله، مصداقاً لقوله سبحانه: ﴿ **انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون** ﴾.(1)

اور قرآن کے جمال لغوی سے ہماری مراد وہ عجیب بلندی ہے جس سے قرآن اپنے حروف کے وصف اور اپنے کلمات کی ایسی ترتیب سے ممتاز ہے کہ ہر وہ ترتیب جسے لوگ اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں اس سے زیادہ ہیچ ہے اور یہ جمال لغوی اعجاز کی چوٹی تک پہنچ گیا ہے وہ یوں کہ اگر قرآن میں لوگوں کا کلام داخل کر دیا جائے تو اس کے قارئین کے مونہوں کا مزا بگڑ جائے اور اس کے سامعین کے کانوں میں اس کا نظام خراب ہو جائے اور اس جمال لغوی اور نظام صوتی کی یہ ایک عجیب بات ہے کہ یہ دونوں ایک جہت سے اعجاز کی دلیل ہیں اور دوسری جہت سے حفظ قرآن کے لیے مضبوط دیوار ہیں اور وہ یوں کہ جمال لغوی اور نظام صوتی کا یہ کام ہے کہ وہ کانوں کو متوجہ کرے اور انتباہ (آگاہی) کو برانگیختہ کرے اور ہر انسان میں اس قرآن کریم کی طرف متوجہ کرنے والے اسباب کو حرکت دے اس سے وہ ہمیشہ مخلوق کی زبانوں اور کانوں پر غالب ہو کر باقی رہے گا اور اس کی ذات اور اس کی خوبیاں ان کے درمیان مشہور رہیں گی اور کوئی شخص اس کو تبدیل کرنے کی جرأت نہیں کرے گا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ **انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون** ﴾۔ (سورۃ الحجر:۹)

ومن خصائص اسلوب القرآن العظيم انه يخاطب العقل والقلب معاً، ويجمع الحق

اور قرآن عظیم کے اسلوب کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عقل اور دل کو معاً مخاطب کرتا ہے اور حق اور جمال کو

(١) سورة الحجر: ٩. أنظر: مناهل العرفان، ج٢ ص٢٠٨.

والجمال معاً' انظر اليه وهو فى معمعان اقامة الدليل العقلى على البعث والنشور فى مواجهة المنكرين المكذبين' كيف يسوق استدلاله سوقاً يهز القلوب هزاً' ويمتع العاطفة امتاعاً' بما جاء فى طى هذه الادلة المسكتة المقنعة' اذ قال سبحانه فى سورة (فصلت).

﴿ **ومن آياته انك ترى الارض خاشعة فاذا انزلنا عليها الماء اهتزت وربت' ان الذى أحياها لمحى الموتى انه على كل شيء قدير**﴾(سورة فصلت:٣٩) واستمع اليه فى سورة (ق) اذ يقول:

﴿ **ونزلنا من السماء ماء مباركاً فانبتنا به جنات وحب الحصيد. والنخل باسقات لها طلع نضيد. رزقاً للعباد وأحيينا به بلدة ميتاً كذلك الخروج**﴾.(سورة ق:٩-١١)

تأمل هذا الاسلوب البارع' الذى اقنع العقل' وامتع العاطفة فى آن واحد' حتى فى الجملة التى هى بمثابة النتيجة من مقدمات الدليل' اذ قال فى الآية الأولى ﴿ **ان الذى احياها لمحى الموتى**﴾ وفى الآيات الأخيرة قال ﴿**كذلك الخروج**﴾ أى الخروج من القبور' والبعث والنشور..

يا للجمال الساحر' ويا للإعجاز الباهر' الذى يستقبل عقل الانسان وقلبه معاً' بأنصع الأدلة' واجمل البيان' فى هذه الكلمات المعدودات!!.

معاً اکھٹے کر دیتا ہے اس کی طرف دیکھئے اور وہ مکذبین اور منکرین کے مقابلے میں بعث ونشور پر عقلی دلیل قائم کرنے میں سرگرم ہے وہ اپنے استدلال کو کیسے بیان کرتا ہے جو دلوں کو ہلا دیتا ہے اور جذبات کو فائدہ بخشتا ہے کیونکہ وہ سر بلند مسکت دلائل کے ضمن میں آیا ہے اللہ تعالیٰ سورۂ فصلت میں فرماتا ہے۔

﴿ **ومن آياته انك ترى الارض خاشعة فاذا انزلنا عليها الماء اهتزت وربت' ان الذى أحياها لمحى الموتى انه على كل شيء قدير**﴾(سورۃ فصلت:۳۹)اور سورۂ ق میں اسے سنئے جب وہ فرماتا ہے:

﴿ **ونزلنا من السماء ماء مباركاً فانبتنا به جنات وحب الحصيد. والنخل باسقات لها طلع نضيد. رزقاً للعباد وأحيينا به بلدة ميتاً كذلك الخروج**﴾.(سورۃ ق:۹-۱۱)

اس شاندار اسلوب پر غور کیجئے جو بیک وقت عقل کو متوجہ کرتا اور جذبات کو فائدہ بخشتا ہے حتیٰ کہ اس جملہ میں جو دلیل کے مقامات میں سے نتیجہ کے قائم مقام ہے اس میں غور کیجئے فرماتا ہے **ان الذى احياها لمحى الموتى** اور دوسری آیت میں فرماتا ہے **كذلك الخروج** یعنی قبروں سے خروج اور بعث ونشور ہوگا۔

اس ساحرانہ جمال اور حیران کن اعجاز کا کیا کہنا جو ان چند کلمات میں واضح دلائل اور خوبصورت بیان کے ساتھ انسان کے قلب اور عقل کی طرف معاً متوجہ ہوتا ہے۔

ثم أنظر الى القرآن وهو يسوق قصة (يوسف) مثلاً' كيف يأتي في خلالها بالعظات البالغة' ويطلع من خلالها بالبراهين الساطعة' على وجوب الاعتصام' بالعفاف' والشرف' والأمانة' اذ قال في فصل من فصول تلك القصة الرائعة:

﴿ وراودته التي هو بيتها عن نفسه' وغلقت الأبواب' وقالت: هيت لك' قال معاذ الله إنه ربي أحسن مثواي' انه لا يفلح الظالمون﴾.(سورة يوسف:٢٣)

فتأمل في هذه الآية كيف قوبلت دواعي الغواية الثلاث' بدواعي العفاف الثلاث' مقابلة صورت من القصص الممتع جدالاً عنيفاً بين (جند الرحمن) و (جند الشيطان) ووضعتهما امام العقل المنصف في كفتي ميزان!! وهكذا تجد القرآن كله مزيجاً حلواً سائغاً' يخفف على النفوس ان تجرع الأدلة العقلية' ويرفه عن العقول باللفتات العاطفية' فهل تسعد بمثل هذا في كلام البشر؟ لا ثم لا فكلام البشر ان وفى بحق العقل' بخس العاطفة حقها' وان وفى بحق العاطفة بخس العقل حقه' حتى لقد بات العرف العام يقسم الاساليب البشرية الى قسمين' لا ثالث لهما (اسلوب علمي) و (اسلوب ادبي) فطلاب العلم لا يرضيهم اسلوب الادب' وطلاب الادب لا يرضيهم اسلوب العلم' وهكذا تجد كلام العلماء والمحققين فيه من الجفاء

پھر قرآن کی طرف دیکھئے مثلاً وہ حضرت یوسفؑ کے واقعہ کو بیان کرتا ہے اور اس کے درمیان پراثر نصائح لاتا ہے اور پاکدامنی اور شرف و امانت سے وابستگی کے وجوب کو براہین ساطعہ سے آگاہ کرتا ہے اس خوبصورت واقعہ کی ایک فصل میں وہ بیان کرتا ہے۔

﴿ وراودته التي هو بيتها عن نفسه' وغلقت الأبواب' وقالت: هيت لك' قال معاذ الله إنه ربي أحسن مثواي' انه لا يفلح الظالمون﴾.(سورة يوسف:٢٣)

اس آیت پر غور کیجئے کہ کس طرح اس میں غوایت (گمراہی) کے تین اسباب کو پاکدامنی کے تین اسباب کے مقابلہ میں پیش کیا گیا ہے اور فائدہ بخش بیان کی صورت میں بیان کیا گیا ہے کہ رحمٰن کی فوج اور شیطان کی فوج میں زبردست جنگ پائی جاتی ہے اور دونوں کو ترازو کے دونوں پلڑوں میں رکھ کر منصف عقل کے سامنے پیش کیا گیا ہے اسی طرح آپ سارے قرآن کو شیریں خوشگوار ملاوٹ والا پائیں گے وہ نفوس پر عقلی دلائل کو گھونٹ گھونٹ پینا آسان کر دیتا ہے اور جذباتی نگاہوں کے ساتھ عقول سے رنج کو دور کرتا ہے کیا اس قسم کی رفعت بشر کے کلام میں پائی جاتی ہے؟ نہیں نہیں بشر کا کلام اگر عقل کا حق پورا کرے گا تو جذبات کا حق کم کر دے گا اور اگر جذبات کا حق پورا کرے گا تو عقل کا حق کم کر دے گا اور حتیٰ کہ عرف عام اسالیب بشریہ کو دو قسموں میں تقسیم کرتا ہے ان دونوں کی کوئی تیسری قسم نہیں۔ علمی اسلوب اور ادبی اسلوب' علم کے طالبوں کو ادبی اسلوب خوش نہیں کرتا اور ادب کے طالبوں کو علمی اسلوب خوش نہیں کرتا اور اسی طرح تو علماء اور محققین کے کلام کو پائے گا اس میں روشنی اور

والعری، ما لا یهز القلوب ویحرك النفوس، وتجد فی كلام الأدباء والشعراء، من الهزال والعقم العلمی ما لا یغذی الأفكار ویقنع العقول، اما القرآن فقد انفرد بهذه المزية بين أنواع الكلام، لأنه تنزيل من القادر الذی لا يشغله شأن عن شأن ﴿ فتبارك الله رب العالمين﴾..[١]

وضاحت پائی جاتی ہے جو نہ دلوں کو ہلاتی ہے اور نہ نفوس کو حرکت دیتی ہے اور تو ادباء اور شعراء کے کلام میں کمزوری اور علمی بانجھ پن پائے گا جو نہ افکار کو غذا دیتا ہے اور نہ عقول کو متوجہ کرتا ہے اب رہا قرآن تو وہ اس خوبی میں انواع کلام کے درمیان منفرد ہے اس لئے کہ وہ اس قادر کی تنزیل ہے جسے کوئی کام کسی کام سے غافل نہیں کرتا فتبارك الله رب العالمين۔

٣- الوجه الثالث من وجوه الاعجاز، ذلك الايجاز الرائع، والجزالة[٢] الخارقة التی ليس يا مكان مخلوق من البشر ان يحيط بها، أو يأتی بمثلها لأنها فوق الطاقة البشرية، والقدرة الانسانية. لقد كان البدوی، راعی الغنم، يسمع القرآن فيخر ساجداً لله رب العالمين، و ذلك لروعة هذا الكتاب المجيد، ولما يفعل به فی نفوس السامعين، وهو دليل رقة الاحساس، ولطف الشعور من اولئك الرعاة الجفاة.

٣- اعجاز قرآن کی تیسری وجہ: خوبصورت ایجاز اور خارق عادت فصاحت ہے جو مخلوق بشر کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ اس کا احاطہ کرے یا اس کی مثل لائے اس لئے کہ وہ بشری طاقت اور انسانی قدرت سے بالاتر ہے۔ جنگلی بکریوں کا چرواہا۔ قرآن سنتا ہے تو رب العالمین کے آگے سجدہ ریز ہو جاتا ہے اور یہ کتاب مجید کے جمال اور جو وہ سامعین کے دلوں میں اثر پیدا کرتا ہے اس کی وجہ سے ہے اور یہ ان اجڈ چرواہوں کے احساس کی رقت اور شعور کے لطیف ہونے کی دلیل ہے۔

قصة الجارية والأصمعی:

يروى أن (الاصمعی) خرج ذات يوم فلقی جارية خماسية او سداسية، وسمعها تنشد أبياتاً من الشعر رائعة، فأعجب بتلك الابيات وهزت منه النفس والقلب، بجمال إسلوبها، وروعة بيانها، وفصاحة الفاظها، فقال لها: قاتلك الله ما أفصحك؟ فقالت له: ويحك أو يعد هذا فصاحة بعد قول الله تبارك وتعالى ﴿ و أوحينا الى ام

لڑکی اور اصمعی کا واقعہ:

روایت ہے کہ اصمعیؒ ایک روز باہر نکلے تو وہ پانچ چھ سال کی ایک لڑکی سے ملے اور اس نے انھیں خوبصورت شعر گا کر سنائے پس وہ ان اشعار سے حیران رہ گئے اور نفس وقلب ان کے جمال اسلوب اور بیان کی خوبصورتی اور الفاظ کی فصاحت سے جھوم گئے۔ اصمعیؒ نے اسے کہا اللہ تیرا بھلا کرے تو کس قدر فصیح ہے؟ لڑکی نے انھیں کہا تو ہلاک ہو جائے کیا تو اسے اللہ تعالیٰ کے قول۔ ﴿ و أوحينا الى ام

(١) سورة غافر: ٦٤. أنظر مناهل العرفان ص ٢١٠.

(٢) المراد بالجزالة: الفخامة فی الألفاظ، والاجادة فی التعبير مع قوة الحبك وعدم التعقيد.

موسى أن أرضعيه' فاذا خفت عليه فألقيه في اليم' ولا تخافي ولا تحزني انا رادوه اليك وجاعلوه من المرسلين ﴾(سورة القصص:۷)
ثم قالت له: فقد جمعت هذه الآية على وجازتها بين أمرين' ونهيين' وخبرين' وبشارتين[1].. الخ.
قال الاصمعي فأعجبت بفهمها وإدراكها اكثر ما اعجبت بشعرها' فهي جارية بدوية صغيرة السن ولكنها واسعة العلم والفهم' أما الأبيات التي كانت تنشدها فهي قولها:

أستغفر الله لذنبي كله
قبلت انساناً بغير حله
مثل الغزال ناعماً في دله
وانتصف الليل ولم أصله

وقد أشارت هذه الجارية على الأصمعي بروعة ما في القرآن من بلاغة وفصاحة' وإيجاز وإعجاز' فالآية الكريمة جمعت بين امرين وهما (أرضعيه) و (ألقيه في اليم) ونهيين وهما (لا تخافي) و (لا تحزني) وخبرين وهما (أوحينا) و (خفت) وبشارتين وهما (انا رادوه اليك) و (جاعلوه من المرسلين) فالبشارة الأولى برده اليها سليماً كريماً' والبشارة الثانية وهي أن الله سبحانه وتعالىٰ سيجعله رسولاً هادياً. فانظر. رعاك الله. كيف أدركت هذه الجارية البدوية' بفطرتها العربية' سراً من أسرار هذا الايجاز

موسى أن أرضعيه' فاذا خفت عليه فألقيه في اليم' ولا تخافي ولا تحزني انا رادوه اليك وجاعلوه من المرسلين ﴾(سورۃ القصص:۷) کے بعد بھی فصاحت میں شمار کرتا ہے پھر وہ کہنے لگی اس آیت نے اپنے اختصار کے باوجود دو امروں' دو نہیوں' دو خبروں اور دو بشارتوں کو جمع کر دیا ہے۔ اصمعیؒ کہتا ہے کہ میں اس کے شعر سے بڑھ کر اس کے فہم و ادراک سے زیادہ حیران ہوا وہ چھوٹی عمر کی ایک دیہاتی لڑکی تھی لیکن وسیع علم وفہم کی مالک تھی اور جو اشعار وہ گا رہی تھی وہ اسی کے تھے۔ وہ اشعار یہ تھے (ترجمہ:)

میں اپنے تمام گناہوں کے لیے اللہ سے بخشش طلب
کرتی ہوں میں نے انسان کو جواز کے بغیر بوسہ دیا ہے۔
اس ہرن کی مانند جو اپنے سکون واطمینان میں آسودہ ہے
نصف رات ہوگئی ہے اور میں نے نماز نہیں پڑھی۔

اس لڑکی نے اصمعی کو قرآن میں پائے جانے والی فصاحت و بلاغت اور ایجاز و اعجاز کی خوبصورتی کے متعلق بتایا پس ثابت کریمہ نے جو دو امر جمع کئے ہیں وہ یہ ہیں۔ أرضعيه والقيه في اليم اور جو دو نہیوں کو جمع کیا وہ لاتخافي ولا تحزني ہیں اور دو خبریں او حینا اور خفت ہیں اور دو بشارتیں انا رادوه اليك وجاعلوه من المرسلين ہیں پہلی بشارت آپ کا صحیح سالم آپ کی ماں کو واپس کرنا ہے اور دوسری بشارت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب انھیں رسول اور ہادی بنائے گا دیکھئے کس طرح اس دیہاتی لڑکی نے اپنی عربی فطرت کے ساتھ اس ایجاز واعجاز کے اسرار میں سے ایک سر (راز) کو پا لیا ہے اور وہ

(۱) القصة ذكرها القرطبي في تفسيره الجزء الثالث عشر ص ۲۵۲' وذكرها صاحب المنار في الجزء الأول ص ۲۸ والمراد بقوله (خماسية او سداسية) أي طولها خمسة او ستة أشبار. أي أنها معتدلة القامة.

والاعجاز' وانتبهت الى مالم يدركه هو من أسرار هذا القرآن' فكأن الآية نظمت في عقد من اللؤلؤ والمرجان' فكانت لآلئها بميزان..

ب- ويروى أن (ابن المقفع) الكاتب البليغ المشهور' حاول أن يعارض القرآن ذات مرة' فسمع صبياً يقرأ قوله تعالى: ﴿ وقيل يا أرض ابلعي ماء ك' ويا سماء أقلعي' وغيض الماء' وقضى الأمر' واستوت على الجودى' وقيل بعدًا للقوم الظالمين﴾ (سورة هود:٤٤) فكسر الأقام' ومزق الصحف التي كان قد بدأ بها في المعارضة وقال: هذا والله مما لا يستطيع البشر أن يأتوا بمثله' فمزق ما جمع واستحيا على نفسه من إظهاره..

وهكذا رجع الأديب الكبير البليغ عن عزمه' بعد ان حدثته نفسه بمعارضة بعض سورة لأنه شعر بروعة القرآن..

ثم انظر الى الجزالة والايجاز في أسلوب القرآن' وقارنها بأروع اسلوب نطق به عربي' وهو أسلوب افصح من نطق بالضاد' سيد المرسلين محمد بن عبدالله' الذى شهد ببلاغته وفصاحته اعداؤه قبل أنصاره' قارن بين (القرآن والسنة النبوية) تجد الفرق شاسعاً' والبون بعيداً' كفرق ما بين السماء والأرض' فبلاغة القرآن ونضارته واشراقته في أعلى طبقات الاحسان' وأرفع درجات الايجاز والبيان' تأمل قوله ﷺ

اس راز سے آگاہ ہوئی ہے جسے اصمعیؒ اسرار قرآن میں سے نہیں پا سکے گا گویا آیت نے موتی اور مرجان کا ایک ہار پرویا ہے اور اس کے موتی ترازو میں ہیں۔

ب- روایت ہے کہ مشہور بلیغ ادیب ابن المقفع نے ایک دفعہ قرآن کا معارضہ کرنے کی کوشش کی تو اس نے ایک بچے کو یہ قول الٰہی پڑھتے سنا ﴿ وقيل يا أرض ابلعي ماءك' ويا سماء أقلعي' وغيض الماء' وقضى الأمر' واستوت على الجودى' وقيل بعد اللقوم الظالمين﴾ (سورۃ ھود:۴۴) تو اس نے قلموں کو توڑ دیا اور ان کاغذات کو پھاڑ دیا جن سے اس نے معارضہ کا آغاز کیا تھا اور اس نے کہا خدا کی قسم یہ ان باتوں میں سے ہے کہ بشر جس کی مثل لانے کی طاقت نہیں رکھتا سو اس نے جو کچھ جمع کیا تھا اسے پھاڑ دیا اور اس کے اظہار سے باز رہا۔

یوں اس ادیب کبیر نے اپنے عزم سے رجوع کیا حالانکہ قبل ازیں اس کے نفس نے اسے قرآن کی بعض سورتوں کے معارضہ کی بات بتائی تھی اس لئے کہ وہ قرآن کے جمال کو سمجھ گیا تھا۔

پھر اسلوب قرآن میں ایجاز و جزالت کو دیکھئے اور اس کا مقابلہ اس خوبصورت اسلوب سے کیجئے جو کسی عربی شخص نے بیان کیا ہے اور یہ ضاد بولنے والوں کے افصح آدمی سید المرسلین محمد بن عبداللہ ﷺ کا اسلوب ہے جس کی فصاحت و بلاغت کی شہادت اس کے انصار سے پہلے اس کے دشمنوں نے دی ہے۔ اگر قرآن اور سنت نبویہ کے درمیان موازنہ کیا جائے تو ان کے درمیان دور کا فرق پایا جائیگا زمین و آسمان کے فرق کی طرح پس قرآن کی بلاغت اور تروتازگی اور چمک دمک خوبصورتی کے اعلیٰ طبقات اور ایجاز بیان کے بلندترین درجات میں ہے۔

في صفة الجنة وما فيها من نعيم و خلود:.

((فيها ما لا عين رأت، ولا أذن سمعت، ولا خطر على قلب بشر...)) الحديث، وقارن بين هذه الألفاظ على روعتها وبين قوله تعالىٰ في وصف نعيم أهل الجنة..

﴿ وفيها ما تشتهيه الأنفس، وتلذ الأعين..﴾(سورة الزخرف:٧١) الآية. وقوله تعالىٰ ﴿فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرة أعين﴾(سورة السجدة:١٧) فهذا أعدل وزناً، وأحسن تركيباً، وأعذب لفظاً، وأجزل عبارة، وأقل حروفاً.!!

ووازن بين قوله ﷺ ((كلكلم راع وكلكم مسؤول عن رعيته، الرجل راع في بيته ومسؤول عن رعيته)) الحديث. وبين قوله تعالىٰ ﴿فوربك لنسألنهم أجمعين. عما كانوا يعملون﴾ (سورة الحجر: ٩٢-٩٣) وقوله ﴿فلنسالن الذين أرسل اليهم ولنسألن المرسلين﴾ (سورة الاعراف:٦) وكذلك قارن بين سائر اقواله ﷺ وبين القرآن الكريم تجد أن كلام الرسول على بلاغته لا يخرج عن كونه كلام بشر في الذروة العليا من الكلام، أما كلام الله تعالى فلا يشبهه كلام لانه كلام خالق البشر، انظر اليه وهو يتحدث في جزء آية من آياته المجيدة عن احوال الامم السابقين، ومآل الجاحدين المكذبين، وما حل بهم من كوارث

حضرت نبی کریم ﷺ کے قول پر غور کیجئے جو جنت اور اس میں پائی جانے والی نعمتوں اور ہیشگی کے بارے میں ہے۔ فرمایا (فیھا مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر) اس میں وہ نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں اور نہ کانوں نے سنی ہیں اور نہ قلب بشر پر ان کا گذر ہوا ہے ان الفاظ اور ان کی خوبصورتی کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے قول کے درمیان جو اہل جنت کی نعمتوں کے بیان میں ہے۔ موازنہ کیجئے ﴿ وفيها ما تشتهيه الأنفس، وتلذ الأعين..﴾(سورۃ الزخرف:۷۱) پھر فرمایا﴿فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرة أعين﴾(سورۃ السجدۃ:۱۷) اور یہ معتدل وزن، بہت خوبصورت ترکیب بہت شیریں الفاظ بہت فصیح عبارت اور بہت کم حروف والاقول ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے قول (کلکم راع و کلکم مسؤول عن رعيته الرجل راع في بيته ومسؤول عن رعيته...) کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے قول﴿فوربك لنسألنهم أجمعين. عما كانوا يعملون﴾(سورۃ الحجر:۹۲-۹۳) اور ﴿فلنسالن الذين أرسل اليهم ولنسألن المرسلين﴾(سورۃ الاعراف:۶) کے درمیان موازنہ کیجئے اسی طرح آپؐ کے بقیہ اقوال اور قرآن کریم کے درمیان موازنہ کیجئے آپ محسوس کریں گے کہ رسول کا کلام اپنی بلاغت کے باوجود کلام کی بلند چوٹی پر ہوتے ہوئے بھی کلام بشر ہونے سے باہر نہیں ہوا اب رہا اللہ کا کلام تو کوئی کلام اس کی مانند نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ بشر کے خالق کا کلام ہے دیکھئے وہ اپنی آیات میں سے ایک آیت میں امم سابقہ کے احوال اور منکرین ومکذبین کے مآل اور ان کے طغیان وتمرد کے نتیجے میں جو غم انگیز واقعات اور مصائب ان

ونكبات' نتيجة لطغيانهم وتمردهم' ثم كيف انتقم الله منهم جميعاً بعد ان جاوزوا الحد في الطغيان' فلم ينج منهم انسان يقول جل ثناؤه:.

﴿ **فمنهم من أرسلنا عليه حاصباً ومنهم من أخذته الصحية' ومنهم من خسفنا به الأرض' ومنهم من اغرقنا' وما كان الله ليظلمهم ولكن كانوا أنفسهم يظلمون**﴾.(سورة العنكبوت:٤٠)

يقول القرطبي رحمه الله نقلاً عن (ابن الحصار): وهذه الثلاثة اوجه من (النظم' والاسلوب' والجزالة) لازمة كل سورة' بل هي لازمة كل آية' وبمجموع هذه الثلاثة يتميز مسموع كل آية وكل سورة عن سائر كلام البشر' وبها وقع التحدي والتعجيز' ومع هذا فكل سورة تنفرد بهذه الثلاثة' من غير ان ينضاف اليها أمر آخر من الوجوه العشرة' فهذه سورة (الكوثر) ثلاث آيات قصار' وهي اقصر سورة في القرآن' وقد تضمنت الإخبار عن معنيين:.

أحدهما: الإخبار عن الكوثر (نهر في الجنة) وعظمه وسعته وكثرة اوانيه' وذلك يدل على ان المصدقين به أكثر من أتباع سائر الرسل..

والثاني: الإخبار عن (الوليد بن المغيرة) وكان عند نزول الآية ذا مال وولد' ثم أهلك الله سبحانه ماله وولده[1] وانقطع نسله[2].. انتهى.

پر نازل ہوئے ان کو بیان کرتا ہے اور جب وہ سرکشی میں حد سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسے سزا دی اور ان میں ایک آدمی بھی نجات نہ پا سکا فرماتا ہے۔

فمنهم من ارسلنا عليه حاصبا و منهم من أخذته الصحية' ومنهم من خسفنا به الأرض' ومنهم من اغرقنا' وما كان الله ليظلمهم ولكن كانوا أنفسهم يظلمون﴾. (سورۃ العنکبوت:۴۰)

قرطبیؒ ابن الحصارؒ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ تینوں یعنی نظم اسلوب اور جزالت ہر سورت کو لازم ہیں بلکہ ہر آیت کو لازم ہیں اور ان تینوں کے مجموعے سے ہر آیت اور ہر سورت کا مسموع' بقیہ کلام بشر سے متمیز ہوتا ہے اور اسی سے تحدی اور تعجیز واقع ہوتی ہے باوجودیکہ ہر سورت ان تینوں سے منفرد ہوتی ہے بغیر اس کے کہ وجوہ عشرہ میں سے کوئی اور بات ان میں شامل کی جائے یہ سورۂ کوثر کی چھوٹی چھوٹی تین آیات ہیں اور یہ قرآن کی سب سے چھوٹی سورت ہے اور یہ دو معنوں کی خبر دینے کی متضمن ہے۔

۱۔ایک کوثر (جنت میں ایک نہر ہے) اس کی بڑائی اس کو وسعت اور اس کے برتنوں کی کثرت کے بارے میں خبر دینا یہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کے مصدقین بقیہ رسولوں کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے۔

۲۔دوسرے ولید بن مغیرہ کے بارے میں خبر دینا وہ نزول آیت کے وقت مال واولاد والا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے مال واولاد کو ہلاک کر دیا اور اس کی نسل منقطع ہوگئی۔

(١) معنى الأبتر: الذي لا ولد له ولا نسل' والثاني' معناه: المبغض' وقد قال الزمخشري أنها نزلت في (العاص بن وائل).

(٢) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي' ج١ ص٧٤.

٤- التشريع الالهي الكامل:

ومن وجوه اعجاز القرآن الكريم ذلك التشريع الالهي الكامل، الذى يسمعو فوق كل تشريع وضعى عرفه البشر، في القديم والحديث، فالقرآن الكريم هو الذى وضح أصول العقائد، وأحكام العبادات و قوانين الفضائل والآداب، وقواعد التشريع الاقتصادى، والسياسى، والمدنى، والاجتماعى، وهو الذى نظم حياة الاسرة، والمجتمع، ووضع أعدل المبادى الانسانية الكريمة التي ينادى بها دعاة الإصلاح في القرن العشرين ألا وهى (المساواة، الحرية، العدالة التي يسمونها (الديمقواطية) الشورى) الى غير ما هنالك من أسس الحضارة والتشريع، الذى تسعى اليه المدينة الحديثة. ففى العقائد دعا القرآن الى عقيدة طاهرة سامية، واضحة جليلة، عمادها الايمان بالله عزوجل والتصديق بجميع انبيائه ورسله، والايمان بجميع الكتب السماوية مصداقاً لقوله تعالى:.

﴿ آمن الرسول بما انزل اليه من ربه والمؤمنون، كل آمن بالله وملائكته وكتبه ورسله، لا نفرق بين احد من رسله ﴾.(سورة البقرة:٢٨٥) ودعا أهل الكتاب (اليهود والنصارى) الى كلمة سواء، لا انحراف فيها ولا التواء قال تعالىٰ : ﴿قل يا أهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئاً ولا يتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله، فان تولوا فقولوا اشهدوا بأنا

٤- وجوہ اعجاز قرآن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کامل خدائی قانون سازی بھی ہے جو ہر وضعی قانون سازی سے بالاتر ہے جس سے انسان قدیم وجدید زمانے میں واقف ہوا ہے پس قرآن کریم ایسی کتاب ہے جس نے اصول عقائد' احکام عبادات' قوانین وفضائل وآداب اقتصادی' سیاسی' مدنی اور اجتماعی قانون سازی کے قواعد کو واضح کیا ہے اور اس نے بڑے عادلانہ انسانی اصول وضع کئے ہیں جن کا بیسویں صدی میں اصلاح کے داعی اعلان کر رہے ہیں اور وہ اصول مساوات حریت عدالت کے ہیں جن کو وہ جمہوریت کا نام دیتے ہیں ان کے علاوہ وہ بھی معاشرہ بندی اور قانون سازی کی بنیادیں ہیں جن کی طرف جدید شہریت دوڑتی ہے۔عقائد میں قرآن نے بلند واضح روشن اور پاکیزہ عقیدے کی طرف دعوت دی ہے جس کا ستون ایمان باللہ اور تمام انبیاء ورسل کی تصدیق اور تمام آسمانی کتب پر ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ آمن الرسول بما انزل اليه من ربه والمؤمنون، كل آمن بالله وملائكته وكتبه ورسله، لا نفرق بين احد من رسله ﴾.(سورة البقرة:٢٨٥) اور اس نے اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کو ایک بات کی دعوت دی ہے جس میں کوئی انحراف اور کوئی کج روی نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قل يا أهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئاً ولا يتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله، فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا

مسلمون﴾.(سورة آل عمران:٦٤)

وفي العبادات جاء القرآن العظيم بأسس العبادات ودعائمها' فشرع الصلاة' والصيام' والحج' والزكاة' وسائر اعمال البر والطاعة' وليست (العبادة) في الأسلام قاصرة على هذه الدعائم والأركان' بل هي تشمل كل عمل خير' وفعل بر او طاعة' ولهذا فان العلماء قرروا أن كل عمل يقصد به الانسان وجه الله يكون عبادة' وقالوا (ان النية الصالحة تقلب العادة الى عبادة) فاذا عمل الانسان واحترف له صنعة بقصد التعفف عن الحرام والانفاق على أهله وعياله' واذا اكل أو شرب بقصد التقوى على طاعة الله كان عمله عبادة يثاب عليها' والاصل في هذا قول النبي الكريم ((وانك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله الا اجرت عليها' حتى اللقمة تضعها في في امرأتك) الحديث[1]. وقوله ﷺ ((وفي بضع احدكم صدقة' قالوا يا رسول الله : اياتي احدنا شهوته ويكون له فيها اجر؟ قال: أرأيتم لو وضعها في حرام اكان عليه وزر؟ فكذلك اذا وضعها في حلال كان له أجر))[2] واذا امعنا النظر في اصول العبادات المفروضة نجد ان الاسلام قد وسعها ونوعها' وجعلها ضروباً

مسلمون﴾. (سورۃ آل عمران:۶۴)

اور عبادات میں قرآن کریم عبادات کی بنیادوں اور اس کے ستونوں کو لایا ہے اور اس نے صلوٰۃ' صیام' حج زکوٰۃ اور بقیہ نیکی اور اطاعت کے کاموں سے آغاز کیا ہے اور اسلام میں عبادت انہی ستون وارکان پر اکتفاء نہیں کرتی بلکہ وہ ہر عمل خیر اور نیکی اور اطاعت کے کام کو شامل ہے اسی لئے علماء نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر وہ عمل جس سے انسان کا مقصد رضائے الٰہی ہو وہ عبادت ہوگا اور انہوں نے بیان کیا ہے کہ نیک نیت عادت کو عبادت میں بدل دیتی ہے پس جب انسان عمل کرتا ہے اور حرام سے بچنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کے ارادے سے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے اور جب وہ اطاعت الٰہی پر تقویٰ کے قصد سے کھائے پئے گا تو اس کا وہ عمل عبادت ہوگا اور اسے اس پر ثواب ملے گا اور اس کی اصل حضرت نبی کریم ﷺ کا قول ہے کہ تو اللہ کی رضاء کے لیے جو بھی خرچ کرے گا تجھے اس پر اجر ملے گا حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے اور حضور علیہ السلام کا یہ قول بھی ہے کہ تمہارے جماع کرنے میں بھی صدقہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی اپنی شہوت کے لیے آتا ہے تو کیا اسے بھی اس میں اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا بتاؤ اگر وہ اسے حرام جگہ میں رکھے تو کیا اس پر گناہ ہوگا؟ ایسے ہی جب وہ اسے حلال جگہ رکھے تو اسے اجر ملے گا اور جب ہم مفروضہ عبادات پر گہری نظر ڈالتے ہیں

(١) الحديث من رواية البخاري في قصة (سعد بن أبي وقاص) حين دخل الرسول صلى الله عليه وسلم يزوره من وجع اشتد به.

(٢) الحديث من رواية مسلم' وهو في باب كثرة طرق الخير وأوله: أن ناساً قالوا يا رسول الله ذهب أهل الدثور بالأجور.

متفاوتة، فمنها ما هو (عبادة مالية) كالزكاة والصدقات، ومنها ما هو (عبادة بدنية) كالصلاة والصيام، ومنها ما هو يجمع بين الامرين (عبادة مالية وبدنية) كالجهاد في سبيل الله يكون بالمال والنفس وهذا التنويع له مغزاه وحكمته السامية وذلك لئلا تألف النفس شيئاً فتصبح لها عادة او تمل وتضجر من العبادة الواحدة. وفي مجال (التشريع العام) نجد القرآن العظيم قد وضع قواعد عامة في الشريع المدني، والجنائي، والسياسي، والاقتصادي، ووضع أسساً للتعامل الدولي في حالة السلم والحرب، على اكمل وجه واعدل نظام، ففي أمر المعاملات حرم القرآن اكل اموال الناس بالباطل ﴿ **يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل الا أن تكون تجارة عن تراض منكم**﴾(سورة النساء:٢٩) الآية، ودعا الى الاشهاد عند إبرام البيع وبكتابة الدين ﴿ **يا ايها الذين آمنوا اذا تداينتم بدين الى اجل مسمى فاكتبوه وليكتب بينكم كاتب بالعدل**﴾ (سورة البقرة:٢٨٢) الآية. وفي الأمور الجنائية شرع القرآن الحدود، وأوجب على الأمة تنفيذها، من أجل حماية المجتمع وصيانته من الفوضى والاضطراب وتأمين الأمة على حياتها ومستقبلها، وأموالها وأعراضها لتعيش الحياة الكريمة السعيدة التي لن تكون الا عن طريق (الأمن والاستقرار).

تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے ان کو وسعت دی ہے اور ان کی انواع بنائی ہیں اور ان کی متفاوت قسمیں بنائی ہیں ان میں اسے کچھ مالی عبادات ہیں جیسے زکوٰۃ اور صدقات، اور کچھ بدنی عبادات ہیں جیسے نماز و روزہ، ان میں سے کچھ دونوں کی جامع عبادات ہیں جیسے جہاد فی سبیل اللہ یہ مال اور جان سے ہوگا اور اس تنویع کا مقصد بھی ہے اور اس کی بلند شان حکمت بھی اور وہ یہ ہے کہ نفس ایک چیز سے مالوف ہے اور وہ اس کی عادت بن جاتی ہے یا وہ ایک عبادت سے اکتا جاتا ہے اور عام قانون سازی کے میدان میں ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نے مدنی، جنائی سیاسی اور اقتصادی قانون سازی میں عام قوانین بنائے ہیں اور صلح اور جنگ میں بین الاقوامی تعامل کے لیے اکمل طریق اور بڑے عادلانہ نظام پر بنیادیں رکھی ہیں اور معاملات کے بارے میں قرآن نے لوگوں کے اموال کو باطل طریقوں سے ہڑپ کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ ﴿ يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل الا أن تكون تجارة عن تراض منكم﴾ (سورۃ النساء:۲۹) اور بیع کے پختہ کرنے کے لیے گواہ بنانے اور قرض کے لکھنے کی دعوت دی ہے ﴿ يا ايها الذين آمنوا اذا تداينتم بدين الى اجل مسمى فاكتبوه وليكتب بينكم كاتب بالعدل﴾ (سورة البقرة:۲۸۲) اور جنائی امور میں قرآن نے حدود بنائی ہیں اور امت پر ان کی تنفیذ کو معاشرے کے بچاؤ اور اسے افسردگی اور اضطراب سے محفوظ رکھنے اور امت کی زندگی اور اس کے مستقبل میں اس کے اموال و عزت کی گارنٹی دینے کے لیے واجب کیا ہے تاکہ وہ سعادت مند زندگی بسر کرے جو صرف امن و استقرار سے ہی مل سکتی ہے۔

وقد نص القرآن الكريم على أمهات الجرائم، وأعظمها خطراً على مستقبل الفرد والجماعة، ووضع لكل منها عقوبات مقدرة لا يجوز الزيادة عليها او النقصان منها أو التساهل في تطبيقها، وترك ما سوى ذلك من (الجرائم الخفيفة) للحاكم المسلم، ينفذ فيها ما يراه من العقوبة على ضوء السنة النبوية المطهرة، وبالشكل الذي يحقق روح الاسلام من إرادة الخير للناس، وتطهير المجتمع من المفاسد والمظالم الاجتماعية، أما الجرائم الكبيرة التي عين لها القرآن عقوبات رادعة فهي خمسة: (جريمة القتل، جريمة الزنى، جريمة السرقة، جريمة قطع الطريق، جريمة الاعتداء على كرامة الناس بالقذف)..

قرآن کریم نے امہات الجرائم اور مستقبل میں فرد اور جماعت کے لیے بڑے خطرناک جرائم کی صراحت سے وضاحت کی ہے اور ہر ایک جرم پر مقررہ سزائیں رکھی ہیں ان میں کمی بیشی کرنا جائز نہیں اور نہ ان کی نفاذ میں تساہل کرنا جائز ہے اور ان کے سوا جو خفیف جرائم ہیں وہ مسلم حکمران کے ذمہ دیئے ہیں وہ سنت نبویہ کی روشنی میں ان کے بارے میں مناسب سزا دے گا اور اس صورت میں دے گا جو ثابت کرے گی کہ روح اسلام لوگوں کی بھلائی کا اور معاشرے کو اجتماعی مفاسد و مظالم سے پاک کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اب رہے وہ بڑے جرائم جن کے لیے قرآن نے عبرت ناک سزائیں مقرر کی ہیں وہ پانچ ہیں۔ جرم قتل، جرم زنا، جرم سرقہ، جرم ڈاکہ اور تہمت تراشی کر کے لوگوں کی عزت و کرامت پر زیادتی کرنا۔

ولعل أروع مثل للمقارنة بين (التشريع الالهي القرآني) وبين (التشريع الوضعي) الذي هو من صنيع البشر ذلك الأثر العظيم الذي تركه القرآن الكريم في نفوس العرب بسبب تلك الطريقة الحكيمة التي سلكها في معالجة المفاسد والأمراض الاجتماعية، حيث قضى على كل فساد، واستأصل كل جريمة من نفوسهم، وجعلهم خير أمة اخرجت للناس، فملكوا الدنيا وسادوا العالم..

اور شائد قرآنی خدائی قانون سازی اور وضعی قانون سازی جو بشر کی تیار کردہ ہے کے درمیان موازنہ کی بڑی خوبصورت مثال وہ عظیم اثر ہے جسے قرآن نے عربوں کے دلوں میں اس کی حکیمانہ طریق کے باعث چھوڑا جو اس نے اجتماعی امراض و مقاصد کے لیے اختیار کیا اس طرح اس نے ہر فساد کا قلع قمع کر دیا اور ان کے دلوں سے تمام جرائم کا استیصال کر دیا اور انہیں خیر امت بنا دیا جو لوگوں کے فائدے کے لیے پیدا کی گئی ہے پس وہ دنیا کے مالک بن گئے اور انہوں نے عالم کی سیادت کی۔

أمثلة من واقع الحياة:

واقعاتی زندگی سے مثالیں:

ومن الأمثلة على تفوق ذلك التشريع القرآني الحكيم، على بقية التشاريع البشرية

بقیہ بشری قانون سازیوں اور ارضی نظاموں پر قرآن کی حکیمانہ قانون سازی کی فوقیت کی مثالوں میں سے وہ

والنظم الارضية ما نلمسه في واقع الحياة، ويمكن ان نشير إشارة خاطفة الى سمو الشريعة الاسلامية على بقية النظم فيما يلي:.

١- منذ زمن قريب حرمت (أمريكا) الخمر، ولكنها فشلت ولم تنجح لأنها لم توفق الى الطريقة الحكيمة التي اتبعها الاسلام في تحريم الخمر، فعادت الى إباحته مع اعتقادها بضرره الفادح.

٢- أباحت بعض الدول الغربية وخاصة (أمريكا) الطلاق بعد ان كان ممنوعاً لديها بسبب تعاليم الكنيسة، ولكنها أسرفت فيه الى درجة ضارة، ولا تزال تأخذ بتشريع الطلاق..

٣- مصلحو اوربا يرفعون اصواتهم بضرورة السماح (بتعدد الزوجات) حتى بعض نسائهم طالبن بذلك نتيجة لكثرة العوانس من النساء بحيث أصبحت المشكلة ذات أهمية خطيرة على المجتمع الاوربي..

٤-الخيانات الزوجية انتشرت في المجتمع الاوربي (المتمدن) بشكل فظيع، وبصورة مذهلة حتى أصبحت الاسر مهددة بانفصام عراها، وكثر فيها اللقطاء وذلك بسبب السفور والتبرج والاختلاط بين الجنسين..

٥- إسبانيا أصدرت حكومتها قراراً وسنت قانوناً بمنع البغاء الرسمي في بلادها، ويمنع النساء من البروز على الشواطيء في ثياب الاستحمام..

مثال بھی ہے جسے ہم واقعاتی زندگی میں تلاش کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ ہم ذیل میں بقیہ نظاموں پر اسلامی قانون کی برتری کی طرف ایک واضح اشارہ کریں۔

۱-قریب زمانے میں امریکہ نے شراب کو حرام قرار دیا لیکن وہ ناکام ہوا اور کامیاب نہ ہوا اس لئے کہ اسے اس حکیمانہ طریقہ کی توفیق نہیں ملی جسے اسلام نے تحریم خمر کے بارے میں اختیار کیا اور خطرناک ضرر کے اعتقاد کے باوجود اس نے اسے دوبارہ مباح قرار دے دیا۔

۲-بعض مغربی حکومتوں نے اور خصوصا امریکہ نے طلاق کو جائز قرار دیا حالانکہ گرجا کی تعلیم کے مطابق وہ ممنوع تھی لیکن اس نے اس میں ضرر رساں درجہ تک زیادتی کی گئی اور وہ ہمیشہ طلاق کی قانون سازی کو اختیار کیے رہے گا۔

۳-یورپ کے مصلحین تعدد ازواج کی اجازت کی ضرورت کے متعلق آوازیں بلند کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ان کی بعض عورتوں نے اس کا مطالبہ کیا ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں بلا شادی شدہ عورتوں کی کثرت ہوگئی ہے اور یہ بات پورے معاشرہ کے لیے بڑی زبردست مشکل بن گئی ہے۔

۴- یورپی متمدن معاشرے میں ازدواجی خیانات بری شکل اور خوفناک صورت میں پھیل گئی ہیں حتیٰ کہ خاندان اپنے کڑوں کے ٹوٹنے سے خوفزدہ ہو گئے ہیں اور ان میں حرامی بچوں کی کثرت ہوگئی ہے اور یہ بے پردگی، فیشن پرستی اور دوجنسوں کے درمیان اختلاط کے باعث ہوا ہے۔

۵-اسبانیہ کی حکومت نے ایک قرارداد شائع کی ہے اور اپنے ملک میں قانونی زنا کاری کے روکنے کے لیے اور عورتوں کو ساحلوں پر نہانے کے کپڑوں میں نکلنے سے روکنے کے لیے ایک قانون بنایا ہے۔

٦- زعيم فرنسا نادى غداة هزيمتها امام الألمان فى الحرب الاخيرة يقول: ان سبب انهيار دولة فرنسا وسبب هزيمتها وانكسارها هو انغماسهم فى الشهوات الجنسية' واسرافهم فى المفاسد والمفاتن.

٧- وأخيراً نجد ان الجرائم تزداد فى كل يوم فى المجتمع المتمدن (المجتمع العربى) مع صراحة العقوبات المشروعة' عندهم بالحبس والسجن السنوات الطوال' او الإعدام بالشنق' ومع ذلك نجد الجرائم المروعة من خطف للفتيات والفتيان' وإزهاق للأرواح' وسرقة. فى وضح النهار. للبيوت والبنوك والمحلات الكبيرة حتى لقد اصبحنا نسمع عن وجوه عصابات خطيرة' تهدد امن البلاد وسلامة العباد' وذلك من أعظم البراهين على فشل النظم الوضعية' والتشريعات البشرية' اما الاسلام فقد حقق الامن والسلام' وقضى على الجريمة فى مهدها ولقد أحسن من قال:

أينما نظمت عقول ضعاف
من نظام المهيمن الديان
أيه عصر العشرين ظنوك عصراً
نير الوجه مسعد الانسان
لست نوراً بل انت نار وظلم
مذ جعلت الإنسان كالحيوان

ذلك هو الفرق بين تشريع الرحمن'

٦-فرانس کے لیڈر نے آخری جنگ میں جرمنوں کے آگے شکست کھا جانے کی صبح کو اعلان کیا کہ فرانسیسی حکومت کی شکست اور ہلاکت کا سبب ان کا جنسی شہوات میں انہماک اور مفاسد وفتنوں میں ان کا حد سے بڑھ جانا ہے۔

۷-آخر میں ہم دیکھتے ہیں کہ متمدن معاشرے میں قانونی سزاؤں کی صراحت کے باوجود ہر روز جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے ان کے ہاں کی قید طویل سالوں تک حبس و قید یا رسی سے پھانسی کی سزا ہے اس کے باوجود ہم خوفناک جرائم کو دیکھتے ہیں نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کو اٹھا لیا جانا' جانوں کا ضیاع' دن کی روشنی میں گھروں' بنکوں اور بڑے بڑے محلات میں چوری کے واقعات حتیٰ کہ اب ہم ان خطرناک جماعتوں کے متعلق سن رہے ہیں جنہوں نے ملکوں کے امن اور انسانوں کی سلامتی کو خوفزدہ کر دیا ہے اور یہ وضعی نظاموں اور بشری قانون سازیوں کی ناکامی پر سب سے بڑی دلیل ہے اب رہا اسلام تو اس نے امن وسلامتی کو ثابت کر دیا ہے اور جرم کو اس کے گہوارے ہی میں ختم کر دیا ہے اور کسی نے کیا خوب کہا ہے۔(ترجمہ)

کمزور عقلوں نے جہاں بھی مھیمن اور دیان کے مقابلے میں کوئی نظام بنایا ہے اسے بیسویں صدی کے دور نے عمدہ دور خیال کیا ہے جو چہرے کو روشن کرنے والا اور انسان کو خوش بخت بنانے والا ہے حالانکہ نور نہیں ہے بلکہ تو آگ اور ظلم ہے کیونکہ تو نے انسان کو حیوان بنا دیا ہے۔

یہ ہے فرق' رحمان کی قانون سازی اور انسان کی

وتشريع الإنسان، ولكن أكثر الناس لا يعلمون[1].

٥-الاخبار عن المغيبات:

ومن وجوه اعجاز القرآن الكريم (إخباره عن المغيبات) وذلك برهان ساطع، ودليل قاطع على أن هذا القرآن ليس من كلام البشر، إنما هو كلام علام الغيوب، الذی لا تخفى عليه خافية، ولو كان من صنع محمد. كما زعموا. لظهرت علائم الوضع فى تلك الأخبار الغيبية، بوقوعها على خلاف ما اخبر ولا فتتضح امره بالكذب الصريح، وحاشاه صلى الله عليه وسلم من الكذب على الله..

أ- فمن هذه الاخبار الغيبية، اخباره عن الحرب التى ستقع بين الروم والفرس، وستكون الغلبة فيها والانتصار للروم بعد ان انكسروا فى الحرب السابقة وذلك فی قوله تعالى:

﴿ ألم. غلبت الروم. فی ادنى الارض وهم من بعد غلبهم سيغلبون. فی بضع سنين، لله الأمر من قبل ومن بعد ويؤمئذ يفرح المؤمنون. بنصر الله، ينصر من يشاء وهو العزيز الرحيم﴾. (سورة الروم:١-٥)

يذكر المفسرون فی سبب نزول هذه الآية ان حرباً وقعت بين دولة الروم وهی (مسيحية) و دولة الفرس وهی (وثنية) فانتصر الفرس على الروم، ففرح المشركون وشمتوا وقالوا

قانون سازی کے درمیان لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۵-مغیبات کے بارے میں خبر دینا:

قرآن کریم کے اعجاز کی وجوہ میں سے اس کا مغیبات کے بارے میں خبر دینا بھی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ یہ قرآن بشر کا کلام نہیں ہے ایک قاطع دلیل اور ساطع برہان ہے یہ اس علام الغیوب کا کلام ہے کہ کوئی پوشیدہ چیز اس سے مخفی نہیں ہے اگر یہ محمد ﷺ کا بنایا ہوا ہوتا۔ جیسا کہ کفار کا خیال ہے۔ تو ان مغیبات میں بناوٹ کی علامات نمایاں ہو جاتیں کیونکہ وہ آپ کے خبر دینے کے خلاف وقوع پذیر ہوتیں اور کذب صریح سے آپ کا معاملہ رسوا ہو جاتا اور آپ کی شان اللہ پر جھوٹ باندھنے سے بہت بعید ہے۔

ا- ان اخبار غیبیہ میں سے آپ کا اس جنگ کے متعلق خبر دینا بھی ہے جو رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان عنقریب ہونے والی تھی اور اس میں رومیوں کو گزشتہ جنگ میں شکست کھانے کے بعد غلبہ اور فتح حاصل ہوئی تھی۔

﴿ ألم. غلبت الروم. فی ادنى الارض وهم من بعد غلبهم سيغلبون. فی بضع سنين، لله الأمر من قبل ومن بعد ويؤمئذ يفرح المؤمنون. بنصر الله، ينصر من يشاء وهو العزيز الرحيم﴾. (سورة الروم:١-٥)

مفسرین میں آیت کے سبب نزول کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ مسیحی رومی حکومت کے درمیان اور ایرانی بت پرست حکومت کے درمیان جنگ ہوئی اور ایرانیوں نے رومیوں پر فتح پائی پس مشرکین خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے تم

(١) أنظر كتاب مناهل العرفان للزرقاني.

للمسلمين: تزعمون انكم أهل كتاب وأن النصارى أهل كتاب، وها قد ظهر إخواننا على إخوانكم، والنظهرن نحن عليكم، فاغتم المسلمون وحزنوا لا نهزام الروم وهم دولة متدينة، أمام دولة الفرس وهم وثنيون، فنزلت الآية الكريمة تبشر المسلمين بانتصار الروم على الفرس في مدة وجيزة تتراوح بين الثلاث والتسع من السنين (في بضع سنين) ولم يكن مظنوناً وقت تلك البشارة أن الروم تنتصر على الفرس، لأن الحروب الطاحنة انهكتها حتى غزيت في عقر دارها، ولأن دولة الفرس كانت قوية منيعة، وزادها الظفر الأخير قوة ومنعة. فلما نزلت الآية الكريمة راهن ابو بكر بعض المشركين وهو (أبي بن خلف) على مائة ناقة الى تسع سنين، ولم تمض المدة حتى وقعت الحرب بين الروم والفرس، فانتصر فيها الروم وانهزمت الفرس وتحققت نبوء ة القرآن وذلك. ٦٢٢. ميلادية الموافقة للسنة الثانية من الهجرة النبوية، وكسب أبو بكر الرهان فأمره ﷺ بالتصدق به..

وفي الآية نبوء ة اخرى وهي ان المسلمين سيفرحون بنصر قريب، في الوقت الذي ينتصر فيه الروم ﴿ ويومئذ يفرح المؤمنون. بنصر الله..﴾ ولقد صدق الله وعده في هذه كما صدقه في تلك، فكان ظفر المسلمين في بدر واقعاً في الظرف الذي انتصر فيه الروم، وهكذا تحققت النبوء تان في وقت واحد بفضل الله..

خیال کرتے ہو کہ تم اہل کتاب ہو اور نصاریٰ بھی اہل کتاب ہیں اور یہاں ہمارے بھائی تمہارے بھائیوں پر غالب آ گئے ہیں اور ہم بھی ضرور تم پر غالب آئیں گے تو مسلمان ایرانی حکومت کے آگے رومیوں کے شکست کھانے سے غمگین ہوئے جبکہ ایرانی بت پرست تھے اور رومی اہل کتاب تھے تو یہ آیت کریمہ مسلمانوں کو خوشخبری دیتے ہوئے نازل ہوئی کہ رومی تھوڑی مدت میں یعنی تین سے نو سالوں کے درمیان ایرانیوں پر فتح پائیں گے اور اس بشارت کے وقت خیال بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ رومی ایرانیوں پر فتح پائیں گے اس لئے کہ تباہ کن جنگوں نے انہیں کمزور کردیا تھا حتیٰ کہ ان کے صحنوں میں ان سے جنگ کی گئی اور اس لئے بھی یہ خیال نہیں کیا جاسکتا تھا کہ ایرانی حکومت بڑی مضبوط تھی اور آخری فتح نے اسے اور مضبوط بنا دیا پس جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے ایک مشرک ابی بن خلف سے ایک سو اونٹنیوں کی شرط لگائی کہ یہ فتح نو سالوں میں ہوگی اور ابھی کچھ مدت ہی گذری تھی کہ رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان جنگ ہوئی اور اس میں رومیوں نے فتح پائی اور ایرانی شکست کھا گئے اور قرآن کی پیشین گوئی پوری ہوگئی اور یہ فتح ۶۲۲ م بمطابق ہجرت نبویہ کے دوسرے سال ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ نے شرط جیت لی آپ ﷺ نے ان کو اسے صدقہ کرنے کا حکم دے دیا اور اس آیت میں ایک اور پیشین گوئی بھی ہے اور وہ یہ کہ مسلمان عنقریب قوی فتح سے خوش ہوں گے جس وقت رومی فتح یاب ہوں گے ﴿ ویومئذ یفرح المؤمنون. بنصر الله..﴾ اور اللہ تعالیٰ نے اس پیشین گوئی میں جو وعدہ تھا اسے سچ کر دکھایا جیسا کہ اس نے اس پیشین گوئی میں اسے سچا کر دکھایا تھا پس مسلمانوں کو بدر میں اس وقت فتح ہوئی جس وقت رومی فتح یاب ہوئے اور اسی

يقول الزمخشري: (وهذه الآية من الآيات البينة الشاهدة على صحة النبوة، وأن القرآن من عند الله، لأنها إنباء عن علم الغيب الذي لا يعلمه إلا الله)(١).

طرح دونوں پیشین گوئیاں اللہ کے فضل سے ایک ہی وقت میں پوری ہوگئیں۔ زمخشری فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان واضح آیات میں سے ہے جو صدق نبوت پر گواہ ہیں اور یہ کہ قرآن اللہ کی جانب سے ہے اس لئے کہ یہ اس علم غیب کی خبر دیتی ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ب- التنبؤ بدخول الرسول واصحابه مكة آمنين مطمئنين.. روى ان النبي ﷺ رأى رؤيا في منامه وذلك قبل خروجه الى الحديبية، رأى كأنه هو وأصحابه قد دخلوا مكة آمنين وقد حلقوا وقصروا فقص الرؤيا على أصحابه، ففرحوا واستبشروا، وحسبوا انهم داخلوها من عامهم، وقالوا: ان رؤيا رسول الله ﷺ حق، فلما كان صلح الحديبية خرجوا من المدينة محرمين يسوقون الهدى الى مكة لا يقصدون حرباً، وانما يقصدون العمرة والنسك، ولكن قريشاً صدتهم، وكادت تقع الحرب بين المسلمين والمشركين لو لا ان الرسول ﷺ رضى معهم بالصلح إثاراً منه للسلم وحباً للسلام العام، وكان من شروط ذلك الصلح ان يرجع الرسول ومن معه من ذلك العام على ان يدخلوا مكة في العام القابل، واتخذ المنافقون ضعفاء الايمان من ذلك سبيلاً الى الطعن والدس واللمز، حتى قال رئيس المنافقين (عبدالله بن أبي): والله ما حلقنا، ولا قصرنا، ولا رأينا المسجد الحرام، ولكن نزلت الآية الكريمة تحمل تلك الوعود الثلاثة المؤكدة وهي: دخول

ب- رسول کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کی مکہ میں امن واطمینان سے داخل ہونے کی خبر...... روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کی طرف جانے سے پہلے میں خواب دیکھا کہ آپ اور آپ کے اصحاب امن کے ساتھ مکہ میں داخل ہوگئے ہیں اور انہوں سر منڈائے اور بال کترائے ہیں آپ نے یہ خواب صحابہؓ کو بتایا تو وہ خوش ہوگئے اور انہوں نے خیال کیا کہ وہ اسی سال مکہ میں داخل ہونے والے ہیں اور کہنے لگے بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کا خواب سچا ہے پس جب صلح حدیبیہ ہوئی تو وہ مدینہ سے احرام باندھ کر مکہ کی طرف قربانی کے جانوروں کو ہانکتے ہوئے نکلے ان کا ارادہ جنگ کا نہ تھا وہ صرف عمرہ اور قربانی کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن قریش نے ان کو روک دیا اگر رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے یہ بتانے کے لئے کہ وہ صلح اور امن عامہ سے محبت رکھتے ہیں ان سے صلح کر کے راضی نہ ہوتے تو قریب تھا کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جنگ برپا ہو جاتی اور اس صلح کی شروط میں سے یہ شرط بھی تھی کہ رسول اللہ اور ان کے ساتھی اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال مکہ میں داخل ہوں اور کمزور ایمان منافقین نے اس بات کو طعنہ زنی، عیب چینی اور سازش کا ذریعہ بنالیا حتیٰ کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے کہا خدا کی قسم ہم نے سر منڈایا ہے نہ بال کترائے ہیں اور نہ ہم نے مسجد حرام کو دیکھا ہے اور آیت کریمہ تینوں پکے

(١) انظر الكشاف ج٤ ص ٣٤٥، في سبب نزول الآية الكريمة.

مكة، وأداء النسك، والأمن من قريش، على رغم ما هو معروف من غدر قريش ونكثهم العهود، وتقطيعهم الأرحام، وقد انجز الله وعده فتم الأمر ودخل المؤمنون مكة آمين مطمئنين وفي ذلك يقول القرآن الكريم:.

﴿ لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق، لتدخلن المسجد الحرام، ان شاء الله آمنين محلقين رؤوسكم ومقصرين، لا تخافون، فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلك فتحاً قريباً﴾.(سورة الفتح: ٢٧)

ج- تنبؤ القرآن بانهزام المشركين قبل وقوع الحرب وذلك في قوله تعالىٰ في سورة القمر:.

﴿ أم يقولون نحن جميع منتصر. سيهزم الجمع ويولون الدبر. بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر﴾.(سورة القمر:٤٤ - ٤٦)

وسورة القمر مكية، والجهاد لم يشرع الا في السنة الثانية من الهجرة، فأين هي اذا فكرة الحرب، ومن الذى كان يجول يخاطره ان ينهزم جمع المشركين، وينتصر عليهم المسلمون وهم قلة في العَدَد والعُدَد؟ ولكنه وعد الله لا يخلف..

روى عن عكرمة انه قال: لما نزلت هذه الآية ﴿ سيهزم الجمع ويولون الدبر﴾ قال عمر بن الخطاب: أي جمع هذا الذى سيهزم؟ فلما كانت غزوة بدر رأى رسول الله ﷺ وهو يثب في الذرع ويقول (سيهزم الجمع ويولون

وعدوں کی ضمانت دیتے ہوئے نازل ہوئی اور وہ وعدے دخول مکہ، قربانی کرنا اور قریش کی طرف سے امن کا ہونا تھا باوجودیکہ قریش کی عہد شکنی خیانت اور قطع رحمی مشہور تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو پورا کیا اور بات مکمل ہوگئی اور مومنین مکہ میں امن و اطمینان سے داخل ہوگئے اس بارے میں قرآن کہتا ہے۔

﴿ لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق، لتدخلن المسجد الحرام، ان شاء الله آمنين محلقين رؤوسكم ومقصرين، لا تخافون، فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلك فتحاً قريباً﴾.(سورة الفتح: ٢٧)

ج- قرآن نے جنگ کے برپا ہونے سے پہلے مشرکین کی شکست کی خبر دی۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ سورۂ قمر میں فرماتا ہے۔

﴿ أم يقولون نحن جميع منتصر. سيهزم الجمع ويولون الدبر. بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر﴾. (سورۃ القمر:۴۴-۴۶) سورۂ قمر مکی ہے اور جہاد ہجرت کے دوسرے سال شروع ہوا ہے پس اس وقت جنگ کی سوچ کہاں تھی اور کس شخص کے دل میں یہ خیال آ سکتا تھا کہ مشرکین کی فوج شکست کھا جائے گی اور مسلمان تعداد اور تیاری میں کم ہونے کے باوجود ان پر فتح پائیں گے لیکن یہ اللہ کا وعدہ ہے جو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت ﴿سيهزم الجمع ويولون الدبر﴾ نازل ہوئی تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا یہ کون سی فوج ہے جو عنقریب شکست کھائے گی پس جب جنگ بدر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ وہ زرہ میں اچھل رہے اور کہہ رہے ہیں سیھزم

الدبر) فعرف عمر تأویلها.[1] وروی عن ابن عباس: کان بین نزول هذه الآیة وبین بدرسبع سنین..

د- تنبؤ القرآن بذلك المستقبل الاسود الذی ینتظر کفار قریش، وذلك فی قوله تعالیٰ فی سورة الدخان:

﴿ فارتقب یوم تأتی السماء بدخان مبین. یغشی الناس هذا عذاب الیم ربنا اکشف عنا العذاب انا مؤمنون. انی لهم الذکری وقد جاء هم رسول مبین. ثم تولوا عنه وقالوا معلم مجنون. انا کاشفوا العذاب قلیلاً انکم عائدون. یوم نبطش البطشة الکبری انا منتقمون﴾.(سورة الدخان ۱۰-۱٦)

وسبب نزول هذه الآیات الکریمة أن أهل مکة لما کذبوا رسول الله ﷺ واستعصوا وتمردوا علیه، دعا علیهم فقال: ((اللهم اعنی علیهم بسبع کسبع یوسف، فأخذتهم سنة حصت کل شیء حتی أکلوا الجلود والمیتة من الجوع، وینظر احدهم الی السماء فیری کهیئة الدخان، فأتاه (أبو سفیان) فقال: یا محمد إنك جئت تأمر بطاعة الله، وبصلة الرحم، وان قومك قد هلکوا فادعوا الله لهم فأنزل الله هذه الآیات الکریمة)).[2]

قال الزرقانی رحمه الله : وفی هذه الآیات

الجمع ویولون الدبر سو حضرت عمرؓ نے اس کی تاویل کو معلوم کر لیا اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت اور جنگ بدر کے درمیان سات سال کا فرق ہے۔

د- قرآن کریم میں اس سیاہ مستقبل کی خبر دے رہا ہے جس کے کفار قریش منتظر تھے اور یہ سورہ دخان میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

﴿ فارتقب یوم تأتی السماء بدخان مبین. یغشی الناس هذا عذاب الیم ربنا اکشف عنا العذاب انا مؤمنون. انی لهم الذکری وقد جاء هم رسول مبین. ثم تولوا عنه وقالوا معلم مجنون. انا کاشفوا العذاب قلیلاً انکم عائدون. یوم نبطش البطشة الکبری انا منتقمون﴾.(سورة الدخان ۱۰-۱٦)

اور ان آیات کریمہ کے نزول کا سبب یہ ہے کہ جب اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی نافرمانی کی اور سرکشی کی تو آپ نے ان کے خلاف بددعا کی اور کہا۔ اے اللہ یوسف کے سات سالوں کی طرح ان کے خلاف میری سات سالوں سے مدد کر سو قحط نے انہیں آ لیا اور ہر چیز کو چٹ کر گیا حتیٰ کہ انہوں نے بھوک کی وجہ سے چمڑے اور مردار کو کھایا اور ان کا کوئی آدمی آسمان کی طرف دیکھتا تو وہ اسے دھوئیں کی مانند دیکھتا، ابوسفیان آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد ﷺ آپ اطاعت الٰہی اور صلہ رحمی کا حکم دینے آئے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو گئی ہے ان کے لیے اللہ سے دعا کیجئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کی۔ زرقانی نے بیان کیا ہے کہ غور کرنے

---

(۱) أنظر الکشاف، ص ٤٤٠، الجزء الرابع.

(۲) الحدیث من روایة البخاری و مسلم۔

عند التأمل خمسة تنبؤات:.

أولها: الاخبار بما يغشاهم من القحط والجوع حتى يرى الرجل بينه وبين السماء كهيئة الدخان..

الثاني: الاخبار بأنهم سيضرعون الى الله حين تحل بهم هذه الازمة..

الثالث: الاخبار بأن الله سيكشف عنهم ذلك العذاب قليلاً..

الرابع: الاخبار بأنهم سيعودون الى كفرهم وعتوهم..

الخامس: الاخبار بأن الله سينتقم منهم يوم البطشة وهو يوم بدر. ثم قال: ولقد حقق الله ذلك كله ما انخرم منه ولا نبوءة واحدة، فأصيبوا بالقحط حتى أكلوا العظام وجعل الرجل ينظر الى السماء فيرى بينه وبينها كهيئة الدخان من شدة جوعه وجهده، ثم قالوا متضرعين ﴿ **ربنا اكشف عنا العذاب انا مؤمنون** ﴾ ثم كشف الله عنهم العذاب قليلاً ثم عادوا الى كفرهم وعتوهم، فانتقم الله منهم يوم بدر فبطش بهم البطشة الكبرى حيث قتل منهم سبعون وأسر سبعون وأديل للمسلمين منهم. أرأيت ذلك كله هل يمكن ان يصدر مثله من مخلوق؟ كلا بل هو الله العزيز الحكيم[1]..

پران آیات میں پانچ پیشین گوئیاں معلوم ہوتی ہیں۔

۱-اس بات کی خبر دینا کہ انہیں قحط اور بھوک آ پکڑے گی حتیٰ کہ آدمی اپنے اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی مانند کوئی چیز دیکھے گا۔

۲-اس بات کی خبر دینا کہ وہ عنقریب اس وقت اللہ کے حضور فروتنی اور عاجزی کریں گے جب ان پر یہ مصیبت نازل ہوگی۔

۳-اس بات کی خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ اس عذاب کو تھوڑے عرصے کے لیے ان سے دور کر دے گا۔

۴-اس بات کی خبر دینا کہ وہ جلد ہی اپنے کفر و سرکشی کی طرف لوٹ آئیں گے۔

۵-اس بات کی خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی یوم بطشہ یعنی بدر کے روز ان کو سزا دے گا۔

پھر زرقانی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں کو پورا کیا اس میں سے کچھ کم نہ ہوا اور نہ ایک پیشین گوئی کم ہوئی ان پر قحط کی مصیبت آئی حتیٰ کہ انہوں نے ہڈیاں کھائیں اور آدمی آسمان کی طرف دیکھتا تو وہ بھوک کی شدت اور تکلیف سے اپنے اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی مانند دیکھتا پھر انہوں نے عاجزی کرتے ہوئے کہا اے ہمارے رب ہم سے عذاب دور کر دے ہم مومنین ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے کچھ عرصے کے لیے ان سے عذاب کو دور کر دیا پھر وہ اپنے کفر و تکبر کی طرف واپس آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے یوم بدر میں انہیں سزا دی اور بیک وقت ان پر بڑی سخت گرفت کی وہ یوں کہ ان کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قید ہو گئے اور ان میں سے مسلمانوں کے لیے بدلے میں آدمی دیئے گئے کیا آپ کے خیال میں یہ ممکن ہے کہ کسی مخلوق سے

(۱) أنظر مناهل العرفان، ج۲، ص۲۷۳.

هـ- التنبؤ باظهار الأسلام على جميع الأديان وذلك في قوله تعالى:

﴿ هو الذى أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون﴾.(سورة التوبة:٣٣)

وكذلك التنبؤ بالمستقبل الباسم الذى سيكون للمؤمنين وذلك في قوله تعالىٰ:

﴿ وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الأرض كما استخلف الذين من قبلهم' وليمكنن لهم دينهم الذى ارتضى لهم' وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا﴾..[1] الآية..

وقد تحقق هذا الوعد الإلهى فأظهر الله الإسلام على جميع الأديان' ومكن للمسلمين في الأرض في حياة النبیﷺ حتى استولوا على جميع البلاد العربية' ولم يبق جزء منها إلا دان للمسلمين بالطاعة ومن لم يدخل في الاسلام دخل في ذمة المسلمين' وخضع لسطانهم' : ودفع الجزية لهم' ثم سار أصحابه من بعده الى ارض كسرى وأرض هرقل' فأزالوا دولة الفرس' ودولة الرومان' ولم يمض قرن من الزمان حتى اتسعت رقعة الدولة الاسلامية' فصارت تمتد من بحر الظلمات في المغرب الى تخوم الصين في المشرق' فتحقق بذلك الوعد الكريم' وكان

اس کی مثل صادر ہو؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ عزیز حکیم اللہ ہے۔

ھ۔تمام ادیان پر اسلام کے غلبے کی خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ هو الذى أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون﴾.(سورة التوبة:٣٣)

ایسے ہی مسکراتے مستقبل کی خبر ہے جو عنقریب مسلمانوں کے لیے ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الأرض كما استخلف الذين من قبلهم' وليمكنن لهم دينهم الذى ارتضى لهم' وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا﴾۔(سورۃ النور:٥٥)

یہ وعدہ الٰہی پورا ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں زمین میں مسلمانوں کو قوت بخشی حتیٰ کہ وہ تمام بلاد عربیہ پر غالب ہو گئے اور اس کے تمام علاقوں نے مسلمانوں کی اطاعت اختیار کر لی اور جو اسلام میں داخل نہ ہوا وہ مسلمانوں کے امان میں داخل ہو گیا اور ان کی حکومت کے سامنے جھک گیا اور اس نے انہیں جزیہ دیا پھر آپ کے بعد آپ کے صحابہ قیصر وکسریٰ کے علاقوں میں گئے اور انہوں نے ایرانیوں اور رومیوں کی حکومتوں کا خاتمہ کر دیا اور ابھی ایک صدی کا عرصہ بھی نہ گذرا تھا کہ اسلامی حکومت کا علاقہ وسیع ہو گیا اور مغرب میں بحر ظلمات سے لے کر مشرق چین کی سرحدوں تک پھیل گیا پس یہ شاندار وعدہ پورا ہو گیا اور اللہ کا

(١) سورة النور:٥٥. أنظر: الكشاف للزمخشرى' ج٣' ص٢٥٢.

وعد الله مفعولاً..

وكل هذه. وأمثالها في القرآن كثير. أخبار عن المستقبل وقد تحققت جميعا' وهذا أمر خارق للعادة فكان وجهاً من وجوه الاعجاز لأن مثله لا يتفق الا باخبار من عند الله جل وعلا. ولا يغيب عن بالنا أن جميع القصص التي جاء في القرآن الكريم هو من باب الاخبار عن غيوب الماضي الذي أطلع الله رسوله الكريم عليه' وما كان له علم بها' ولهذا ذكر الله جل ثناؤه قصة نوح ثم اعقبها بهذه الآية الكريمة وهي قوله تعالى:

﴿ تلك من أنباء الغيب نوحيها إليك ما كنت تعلمها أنت ولا قومك من قبل هذا' فاصبر ان العاقبة للمتقين﴾.(سورة هود:٤٩)

وما اروع قصص القرآن الذي نزل على خاتم المرسلين' ليكون تثبيتاً لقلبه وذكرى للمؤمنين؟! وذلك أعظم برهان على أنه تنزيل رب العالمين' فيا لها من حكمة سامية' ومعجزة باهرة!!

سادساً: عدم التعارض مع العلم الحديث:

ومن وجوه اعجاز القرآن تلك الاشارات الدقيقة' الى بعض العلوم الكونية' التي سبق اليها القرآن قبل ان يكتشفها العلم الحديث' ثم عدم تعارضه مع ما يكتشفه العلم من نظريات علمية حديثة' وقد أشار القرآن الكريم الى هذه الناحية من نواحي الاعجاز بقوله جل شأنه:

وعدہ پورا ہوکر رہتا ہے۔

یہ سب.....اور قرآن میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔ مستقبل کے بارے میں خبریں ہیں اور وہ سب پوری ہو چکی ہیں اور یہ ایک خارق عادت امر ہے اور وجوہ اعجاز میں سے ایک وجہ ہے اس لئے کہ اس مثل کا اتفاق صرف اللہ کی جانب سے خبر دینے کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور ہمارے دل سے یہ بات اوجھل نہیں ہونی چاہئے کہ وہ تمام واقعات جو قرآن کریم میں آئے ہیں وہ اس کے ماضی کے غیوب کی خبر دینے کے باب سے تعلق رکھتے ہیں جس سے اللہ نے اپنے رسول کو آگاہ کیا ہے حالانکہ آپ کو ان کا علم نہ تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کا واقعہ بیان کیا ہے پھر اس کے بعد یہ آیت لایا ہے۔

﴿ تلك من أنباء الغيب نوحيها إليك ما كنت تعلمها أنت ولا قومك من قبل هذا' فاصبر ان العاقبة للمتقين﴾.(سورة هود:٤٩)

قرآن کریم کے واقعات کس قدر خوبصورت ہیں جو خاتم المرسلین پر نازل ہوا ہے تاکہ وہ آپ کے قلب کی مضبوطی کا باعث ہو اور مومنین کے لیے نصیحت ہو اور یہ اس کے تنزیل رب العالمین ہونے پر سب سے بڑی دلیل ہے اس کی بلند حکمت اور حیران کن معجزے کا کیا کہنا۔

٦- جدید علم سے عدم تعارض:

قرآن کی وجوہ اعجاز میں سے بعض ان علوم کونیہ کی طرف دقیق اشارات بھی ہیں۔ جن کی طرف قرآن نے سبقت کی ہے قبل اس کے کہ جدید علم ان کو ظاہر کرے پھر علم جو جدید نظریات ظاہر کرتا ہے ان سے ان کا عدم تعارض بھی ہے۔ قرآن کریم نے جہات اعجاز میں سے اس جہت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے فرمایا ہے:

﴿ سنريهم آياتنا في الآفاق وفي انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق' أولم يكف بربك أنه على كل شيء شهيد؟﴾(سورة فصلت:٥٣)

ومع اعتقادنا بأن القرآن العظيم ليس كتاب طبيعة أو هندسة او فيزياء' وانما هو كتاب (هداية وإرشاد) وكتاب (تشريع وإصلاح) ولكن مع ذلك لم تخل آياته من الاشارات الدقيقة' والحقائق الخفية' الى بعض المسائل الطبيعية' والطبية' والجغرافية مما يدل على اعجاز القرآن وكونه وحياً من عند الله' فمن المقطوع به ان محمداً ﷺ كان أمياً لا يقرأ ولا يكتب' وانه نشأ في بيئة بعيدة عن مظاهر الحضارة' حيث لم تكن علوم ولا معارف ولا مدارس تقرأ فيها العلوم الكونية' لأن قومه وعشيرته كانوا (اميين) ومع ذلك فان النظريات العلمية التي أشار إليها القرآن لم تكن معلومة في عصره' ولم يكتشف العلم أسرارها إلا منذ زمن قريب' وذلك من أصدق البراهين على ان هذا القرآن ليس من تأليف محمد. كما يزعم بعض المستشرقين. انما هو وحيٌ من الله' أنزله على قلب سيد المرسلين' بلسان عربي متين. ولقد أجاد الاستاذ (عفيف طبارة) في كتابه (روح الدين الاسلامي) فذكر بعض هذه الحقائق العليمة الدقيقة' ونحن ننقل بعضها بشيء من الايجاز مع التصرف.

﴿ سنريهم آياتنا في الآفاق وفي انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق' أولم يكف بربك أنه على كل شيء شهيد؟﴾(سورة فصلت:٥٣)

اپنے اس اعتقاد کے باوجود کہ قرآن مجید طبیعات یا ہندسہ یا فیزیاء کی کتاب نہیں ہے وہ صرف کتاب ہدایت و ارشاد اور کتاب قانون و اصلاح ہے لیکن اس کے باوجود اس کی آیات بعض طبیعاتی' طبی اور جغرافیائی مسائل کی طرف دقیق اشارات اور مخفی حقائق سے خالی نہیں ہیں جو اعجاز قرآن اور اس کے وحی الٰہی ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور یہ قطعی بات ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے لکھ پڑھ نہ سکتے تھے آپ نے شہر سے دور ماحول میں پرورش پائی جہاں نہ علوم و معارف تھے نہ مدارس تھے جن میں علوم کونیہ کو پڑھایا جاتا اس لئے کہ آپ کی قوم اور آپ خاندان والے امی تھے بلا شبہ وہ علمی نظریات جن کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے آپ کے زمانے میں معلوم نہ تھے اور علم نے ان کے اسرار کو زمانے گذشتہ میں ظاہر کیا ہے اور یہ اس امر پر سب سے سچی دلیل ہے کہ یہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تالیف نہیں ہے جیسا کہ بعض مستشرقین کا خیال ہے یہ صرف اللہ کی طرف سے وحی ہے جسے اس نے سید المرسلین کے قلب پر متین عربی زبان میں نازل کیا ہے اور استاذ عفیف طبارہ نے اپنی کتاب روح الدین الاسلامی میں بہت اچھے طرز میں بیان کیا ہے اور بعض ان علمی حقائق کا ذکر کیا ہے ہم ان میں سے بعض کو تصرف کے ساتھ کچھ اختصار سے بیان کرتے ہیں۔

الفصل الثامن

معجزات القرآن العلمية

أولاً: وحدة الكون:

أظهر النظريات العلمية الحديثة تقول: إن الأرض كانت جزءاً من المجموعة الشمسية ثم انفصلت عنها وتبردت وأصبحت صالحة لسكنى الانسان، ويبرهنون على صحة هذه النظرية بوجود البراكين والمواد الملتهبة في باطن الأرض، وقذف الارض بين حين وحين بهذه الحمم من المواد البركانية الملتهبة.. الخ.

هذه النظرية تتفق مع ما أشار اليه القرآن الكريم في قوله جل ثناؤه:.

﴿ **أو لم ير الذين كفروا ان السموات والأرض كانتا رتقاً**(١)**. ففتقناهما**(٢) **وجعلنا من الماء كل شيء حي، افلا يؤمنون**﴾.(سورة الأنبيا:٣٠)

يقول الاستاذ (طبارة): هذه معجزة من معجزات القرآن يؤيدها العلم الحديث الذى قرر ان الكون كان شيئاً واحداً متصلاً من غاز ثم انقسم الى سدائم، وعالمنا الشمسى كان نتيجة تلك الانقسامات.. اما الشطر الثاني من الآية ﴿**وجعلنا من الماء كل شيء**

آٹھویں فصل

قرآن کے علمی معجزات

اول: کائنات کی وحدت:

جدید علمی نظریات نے واضح کیا ہے کہ زمین مجموعہ شمسیہ کا ایک جز تھی پھر وہ اس سے الگ ہوگئی اور ٹھنڈی ہوگئی اور انسان کی رہائش کے مناسب حال ہوگئی اور وہ اس نظریے کی صحت پر زمین کے اندر آتش فشاں پہاڑوں اور بھڑکتے مواد کی موجودگی اور وقتاً فوقتاً زمین کے بھڑکتے آتش فشانی مواد سے ان کوئلوں کے پھینکنے کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

یہ نظریہ اس بات سے اتفاق کرتا ہے جس کی طرف قرآن کریم نے اللہ کے اس قول میں اشارہ کیا ہے:

"اولم یر الذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنا هما وجعلنا من الماء کل شیء حی افلا تومنون۔ (سورۃ الانبیاء:٣٠)

"کیا کفار نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے پس ہم نے ان کو الگ الگ کر دیا اور ہر چیز کو پانی سے زندہ بنایا کیا تم ایمان نہیں لاتے۔"

پروفیسر طبارہ کہتے ہیں کہ یہ معجزات قرآن میں سے ایک معجزہ ہے جس کی جدید علم تائید کرتا ہے اس نے فیصلہ کیا ہے کہ کائنات ایک یک جان چیز تھی اور گیس سے بنی ہوئی تھی

---

(١) الرتق: الضم والالتحام.

(٢) الفتق: الفصل بين الشيئين.

حی﴾ فهو من أبلغ ما جاء في تقرير حقيقة علمية أدرك العلماء سرها، فمعظم العمليات الكيمياوية تحتاج إلى الماء، وهو العنصر الأساسي لاستمرار الحياة لجميع الكائنات والنباتات وللماء خواص أخرى تدل على ان مبدع الكون قد صممه بما يحقق صالح مخلوقاته، والماء يمتص كميات كبيرة من الأوكسجين عند ما تكون درجه حرارته منخفضة، وعندما يتحمد تنطلق منه كميات كبيرة من الحرارة تساعد الأحياء التي تعيش في البحار من أسماك وغيرها، فما أعجب حكمة القرآن الذي يبين بكلمات جليلة سر الحياة؟!..

وقد روى عن ابن عباس رضي الله عنهما أنه قال في تفسير هذه الآية الكريمة: كانت السماء رتقاً لا تمطر، وكانت الأرض رتقاً لا تنبت، فلما خلق للأرض أهلاً، فتق السماء بالمطر، وفتق الأرض بالنبات[1]..

أقول: هذا التفسير جميل وحسن ويكون من باب (الاستعارة) وهو الذي ذهب إليه المفسرون القدامى، ولكن لا يمنع أن يكون في القرآن بعض هذه الروائع العلمية التي كشف عنها العلم الحديث، فالقرآن حمال وجوه،

پھر وہ مجموعات فلکیہ میں منقسم ہوگئی اور ہمارا عالم سورج انہیں تقسیمات کا نتیجہ ہے اور آیت کا دوسرا حصہ "وجعلنا من الماء كل شى حى" حقیقت علمیہ کے فیصلے کے مطابق آنے والی چیزوں میں سے سب سے زیادہ بلیغ ہے علماء نے اس کے راز کو پالیا ہے کہ بہت سے کیمیاوی عملیات پانی کے محتاج ہیں اور ساری کائنات اور نباتات کی زندگی کے استمرار کا اساسی عنصر پانی ہے اور پانی کے اور بھی خواص ہیں جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ کائنات کے ایجاد کرنے والے نے اسے یوں وجود دیا ہے جو اس کی مخلوقات کے مفاد کو پورا کرتا ہے اور جب پانی کا درجہ حرارت کم ہوتا ہے تو اس وقت وہ آکسیجن کی بہت سی مقدار کو چوس لیتا ہے اور جب وہ جم جاتا ہے تو حرارت کے باعث اس سے بہت کمیات (مقدار) رواں ہوجاتی ہیں جو ان زندہ چیزوں کی مدد کرتی ہیں جو سمندروں میں زندگی بسر کرتی ہیں جیسے مچھلیاں وغیرہ پس قرآن کی حکمت کیا ہی عجیب ہے جو بڑے شاندار الفاظ میں زندگی کے راز کو واضح کرتا ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ آسمان بند تھا بارش نہیں برساتا تھا اور زمین بھی بندتھی وہ گھاس اگاتی نہیں تھی پس جب اس نے زمین کیلئے اہل پیدا کئے تو آسمان بارش سے کھل گیا اور زمین پودوں سے کھل گئی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر خوبصورت ہے اور استعارہ کے باب سے ہے اور اسی کی طرف پہلے مفسرین گئے ہیں لیکن یہ اس بات کو مانع نہیں ہے کہ قرآن میں بعض اس قسم کی حیران کن علمی باتیں ہوں جنہیں جدید علم نے واضح کیا ہے قرآن کئی وجوہ کا حامل ہے اور اس کے اسرار کے فہم میں محکم نہیں

(۱) أنظر: تفسير ابن كثير: ج۳، ص۱۸۷..

وليس هناك تحكم في فهم أسراره' فربما فهم المتأخرون ما لم يفهمه المتقدمون' والله تعالىٰ يقول: ﴿ سنريهم آياتنا في الآفاق وفي انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق﴾.(سورة فصلت:۵۳) فلعل هذا من الآيات التي أطلعهم الله عليها في القرن العشرين.

ثانياً: نشأة الكون:

يقول العالم الفلكي (جينز): (ان مادة الكون بدأت غازاً منتشراً خلال الفضاء بانتظام' وان السدائم (المجموعات الفلكية) خلقت من تكاثف هذا الغاز)..

ويقول الدكتور (جامو): (إن الكون في بدء نشأته كان مملوئاً بغاز موزع توزيعاً منتظماً ومنه حدثت عمليات)...

هذه النظرية نجد لها في القرآن الكريم ما يؤيدها. ولولا أن القرآن أخبر عن ذلك لاستبعدنا هذه النظرية. يقول تعالى: ﴿ ثم استوى الي السماء وهي دخان' فقال لها وللارض: أتيا طوعاً أو كرهاً' قالتا: أتينا طائعين﴾(سورة فصلت:۱۱) فالقرآن صور مصدر خلق هذا الكون (بالدخان) وهو الشيء الذي يفهمه العرب من الأشياء الملموسة. أيكون في مقدور امي. منذ أربعة عشر قرناً. أن يدرك هذا في وقت كان الناس لا يعرفون شيئاً عن هذا الكون وخفاياه؟!.

ثالثاً: تقسيم الذرة:

ظلل الاعتقاد السائد حتى القرن التاسع

ہے بسا اوقات متاخرین نے وہ باتیں سمجھی ہیں جنہیں متقدمین نہیں سمجھ سکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "سنريهم آياتنا في الآفاق وفي انفسهم حتى يتبين لهم انه الحق" (سورۂ فصلت:۵۳) اور شاید یہ ان آیات میں سے ہے جن پر اللہ نے انہیں بیسویں صدی میں آگاہ کیا ہے۔

دوم: کائنات کی پیدائش:

ایک ماہر فلکیات جینز کہتا ہے کہ کائنات کا مادہ' فضا کے درمیان انتظام کے ساتھ منتشر گیس سے شروع ہوا اور مجموعات فلکیہ اس گیس کے تکاثف سے پیدا ہوا۔ اور ڈاکٹر جامو کہتا ہے کہ کائنات اپنی پیدائش کے آغاز میں مرتب و منظم گیس سے بھری ہوئی تھی اور اس سے خاص افعال پیدا ہوئے اس نظریے کی قرآن کریم تائید کرتا ہے اور اگر قرآن نے اس کے متعلق خبر نہ دی ہوتی تو ہم اس نظریے کو مستبعد خیال کرتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثم استوى الى السماء وهي دخان فقال لها وللأرض أتيا طوعا او كرها قالتا اتينا طائعين (سورۃ فصلت:۱۱) قرآن نے اس کائنات کی پیدائش کے سرچشمہ (دخان) کی تصویر کشی کی ہے اور یہ وہ چیز ہے جسے عرب چھوئی جانے والی چیزوں میں سے سمجھتے ہیں کیا یہ ناخواندہ اور امی آدمی کے بس کی بات ہے۔ چودہ سو سال ہے کہ وہ اس وقت اس کا ادراک کرے جب لوگ اس کائنات اور کسی پوشیدہ باتوں کے متعلق کچھ بھی نہ جانتے تھے۔

سوم: ایٹم کی تقسیم:

انیسویں صدی تک یہ اعتقاد غالب رہا ہے کہ ایٹم سب

عشر أن الذرة هي أصغر جزء يمكن ان يوجد في عنصر من العناصر. وانها غير قابلة للتجزئة لأنها الجزء الذي لا يتجزأ' وقد مضت قرون على هذا الاعتقاد ومنذ عشرات السنين الماضية حول العلماء اهتمامهم الى مشكلة (الذرة) فأمكنهم تجزئتها وتقسيمها' وقد وجدوا أنها تحتوي على الدقائق الآتية: (١) البروتون. (٢) النيترون. (٣) الالكترون' وبواسطة هذه التجزئة اخترعوا القنبلة الذرية' والقنبلة الهيدروجينية' ونعوذ بالله من قيام الساعة ومن شر ابليس اللعين. إستمع الى قوله تعالىٰ عند الاخبار عن الذرة ﴿ **وما يعزب عن ربك من مثقال ذرة في الأرض ولا في السماء ولا اصغر من ذلك ولا اكبر إلا في كتاب مبين**﴾[1]..

سے چھوٹا سا جز ہے ممکن ہے وہ عناصر میں سے کسی عنصر میں موجود ہو اور وہ تجزی کے قابل نہیں ہے کیونکہ وہ جزء لایتجزیٰ ہے اور اس اعتقاد پر صدیاں گزر گئیں اور گزشتہ دس سالوں سے علماء نے اپنی کوشش کو ایٹم کی شکل کی طرف پھیر دیا ہے اور انہوں نے اس کی تجزی و تقسیم کو ممکن بنا دیا ہے اور انہوں نے معلوم کر لیا ہے کہ وہ ان دقائق پر مشتمل ہے (۱) پروٹون (۲) نیوٹران (۳) الیکٹران اور اس تجزی کے واسطے سے انہوں نے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم ایجاد کیا ہے اور ہم قیام قیامت اور ابلیس لعین کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول کو سنئے جہاں وہ ایٹم کے متعلق خبر دیتا ہے: **وما يعزب عن ربك من مثقال ذرة في الارض ولا في السماء ولا اصغر من ذلك ولا اكبر الا في كتاب مبين**۔ (سورۃ یونس:٦١)

فكلمة (أصغر) من الذرة في الآية القرآنية تصريح جلي با مكان تجزئتها' وفي قوله (ولا في السماء) بيان بأن خواص الذراتِ في الأرض هي نفس خواص الذرات الموجودة في الشمس والنجوم والكواكب. فهل درس محمد خواص الذرة وأمكنه تجزئتها والوقوف على خواصها في الأرض والسماء؟ انها لدليل قوي على أن القرآن وحي إلهي.

آیت قرآنیہ میں ''اصغر'' کا لفظ ایٹم کی تجزی کے امکان کی واضح تصریح ہے اور ولا فی السماء میں یہ بیان ہے کہ زمین میں پائے جانے والے ایٹوں کے خواص وہی خواص ہیں جو آفتاب اور ستاروں میں موجود ہیں کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایٹم کے خواص اور ان کی تجزی کے امکان اور زمین و آسمان میں ان کے خواص کو پڑھا تھا؟ یہ قرآن کے وحی الٰہی ہونے پر قوی ترین دلیل ہے۔

رابعا: نقص الاوكسجين:

منذ اكتشاف الطيران ظهرت للعلماء بادرة طبيعية وهي نقص الاوكسجين في طبقات

چہارم: آکسیجن کی کمی:

پرواز کے اکتشاف سے سائنسدانوں کیلئے ایک طبعی خیال ظاہر ہوا ہے اور وہ بلند فضاء میں آکسیجن کی کمی ہے جوں

(١) سورة يونس:٦١. يعزب: أي يغيب ويخفى.

الجو العليا' فكلما حلق الانسان وارتفع في أجواء السماء كلما أدركته هذه الظاهرة' وشعر عند ذلك بضيق الصدر وصعوبة التنفس' حتى ليكاد يشعر بالاختناق' ولهذا فإن الطيارين يعطون تعليمات للركاب بأن يستعملوا (الأوكسيجن الصناعي) حين تعلوبهم الطائرة الى مرتفعات عالية تزيد عن ۳۵ خمسة وثلاثين الف قدم. هذه الظاهرة العلمية أشار اليها القرآن الكريم قبل اختراع الطيران وقبل أربعة عشر قرناً. استمع الى قوله تعالىٰ: ﴿ **فمن يرد الله ان يهديه يشرح صدره للإسلام' ومن يرد ان يضلّه يجعل صدره ضيقاً حرجاً كأنما يصعد في السماء**﴾.[1]

جوں انسان چکر لگا تا ہے اور آسمان کی فضاؤں میں بلند ہوتا ہے توں توں اسے یہ ظاہری واقعہ آ لیتا ہے اور اس وقت وہ سینے کی تنگی اور تنفس کی صعوبت کو محسوس کرتا ہے حتی کہ وہ گلا گھٹتا ہوا محسوس کرتا ہے اس لئے پائلٹ جب جہاز کو ۳۵ ہزار فٹ سے زائد بلندیوں پر لے جاتے ہیں تو سواریوں کو ہدایات دیتے ہیں کہ وہ مصنوعی گیس کو استعمال کریں اس ظاہری علمی واقعہ کی طرف قرآن کریم نے چودہ سو سال قبل ہوا بازی کی ایجاد سے پہلے اشارہ کیا ہے قول الٰہی کو سنئے:

فمن يرد الله ان يهديه يشرح صدره للاسلام ومن يردان يضله يجعل صدره ضيقا حرجا كانما يصعد في السماء (سورة الانعام۱۳۵)

ولقد كان القدماء يفسرون هذا الآية حسب مفاهيمهم التي تتفق مع زمانهم فكانوا يقولون (كأنما يصعد في السماء) أي كمن يحاول الصعود إلى السماء وهو ليس بمستطيع او كمن يحاول عمل المستحيل' وقد جاء هذا العصر فأظهر معجزة القرآن' وسجل اتفاقاً رائعاً للآية القرآنية مع الواقع العلمي فكان تأييداً لصدق نبوة محمد صلى الله عليه وآله وسلم' فلله ما أروع هذا القرآن وما أسماه ؟!؟.

قدیم مفسرین اس آیت کی تفسیر ان مفاہیم کے مطابق کرتے تھے جو ان کے زمانے کے مطابق تھے وہ کہتے تھے (کانما یصعد فی السماء) اس شخص کی طرح جو آسمان کی طرف چڑھنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ سکت نہیں رکھتا یا اس شخص کی طرف جو محال کام کی کوشش کرتا ہے لیکن جب یہ زمانہ آیا تو اس نے قرآن کے معجزہ کو نمایاں کیا اور آیت قرآنیہ کا علمی واقعہ کے ساتھ خوبصورت اتفاق ضبط کیا اور یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی سچائی کی تائید ہے قسم بخدا یہ قرآن کس قدر خوبصورت ہے اور کس قدر بلند ہے؟

خامساً: الزوجية منبثة في كل شيء:

پنجم: زوجیت (جوڑا ہونا) ہر چیز میں پھیلی ہوئی ہے:

كان الناس يعتقدون بأن الزوجية (الذكر

لوگوں کا خیال تھا کہ زوجیت فقط (نر اور مادہ) دونوں

(۱) سورة الأنعام: ۱۲۵. حرجاً: شديد الضيق.

والأنثى) منبثة بين النوعين (الإنسان والحيوان) فقط، فجاء العلم الحديث فأثبت انها الزوجية توجد في النبات كذلك وفي الجماد، وفي كل ذرة من ذرات الكون والوجود، حتى الكهربا ففيها (الموجب) وفيها (السالب) هذه فيها شحنة كهربائية موجبة، وتلك فيها شحنة كهربائية سالبة، وحتى الذرة فيها (البروتون) و (النيترون) وكل منهما يشبه الذكر والأنثى وهذا الاكتشاف سبق اليه القرآن العظيم في عديد من الآيات الكريمة استمع الى هذه الروائع البينات..

أ- ﴿ ومن كل شيء خلقنا زوجين لعلكم تذكرون﴾.(سورة الذاريات:٤٩)

فالعموم هنا واضح (ومن كل شيء)..

ب-﴿ أو لم يروا الى الارض كم انبتنا فيها من كل زوج كريم﴾.(سورة الشعرا:٧)(الاشارة هناللنبات)

ج- ﴿ سبحان الذى خلق الازواج كلها مما تنبت الارض. ومن انفسهم، ومما لا يعلمون﴾.(سورة يٰسين:٣٦)

فهذه الآية الكريمة عممت الزوجية في النبات والانسان وفي كل شيء مما نعلمه او لا نعلمه فسبحان الإله القدير العليم، الذى أحاط علمه بكل الأكوان وأحصى كل شيء عدداً..!

سادساً: أغشية الجنين:

ثبت علمياً أن الجنين في بطن أمه محاط بثلاثة أغشية، وهذه الأغشية لا تظهر إلا

(انسان اور حیوان) کے درمیان پھیلی ہوئی ہے، جدید علم آیا تو اس نے ثابت کیا کہ زوجیت، نباتات اور جمادات اور کائنات کے ہر ذرے میں پائی جاتی ہے حتی کہ بجلی میں بھی پائی جاتی ہے اس میں پازیٹو اور نیگیٹو پائے جاتے ہیں اس میں پازیٹو بجلی کا لوڈ ہے اور اس میں نیگیٹو بجلی کا لوڈ ہے حتی کہ ایٹم جس میں پروٹون اور نیوٹران ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک مذکر اور مؤنث کی مانند ہے قرآن کریم نے متعدد آیات میں اس اکتشاف کی طرف سبقت کی ہے ان خوبصورت آیات کو سنئے:

ا۔ "ومن كل شيء خلقنا زوجين لعلكم تذكرون"(سورۃ الذاریات:۴۹) من کل شیء سے عموم واضح ہو رہا ہے۔

ب۔ "أولم يرو انى الارض كم انبتنا فيها من كل زوج كريم"(سورۃ الشعراء:۷) اس میں نباتات کی طرف اشارہ ہے۔

ج۔ "سبحان الذى خلق الأزواج كلها مما تنبت الارض ومن انفسهم ومما لا يعلمون"(سورۃ یٰس:۳۶)

اس آیت نے نباتات، انسان ہر چیز میں زوجیت کو عام کر دیا ہے جسے ہم جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں پس پاک ہے وہ قدیر و علیم خدا جس کے علم نے تمام کائنات کو گھیر رکھا ہے اور ہر چیز کو عدداً شمار کر رکھا ہے۔

ششم: جنین کے پردے:

علمی طور پر ثابت ہے کہ رحم مادر میں موجود بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں تین پردوں میں گھرا ہوتا ہے اور یہ پردے

بالتشريع الدقيق، وتظهر بالعين المجردة كأنها غشاء واحد، وهذه الأغشية هي التي تسمى (الغشاء المنبارى) و (الخوربون) و (اللفائفي) هذا ما أثبته الطب الحديث، وقد جاء القرآن الكريم مؤيداً هذه الحقيقة العلمية، وذلك في سورة الزمر في قوله جل وعلا: ﴿ **يخلقكم في بطون امهاتكم خلقاً من بعد خلق في ظلمات ثلاث، ذلكم الله ربكم له الملك**﴾(سورة الزمر:٦) ففي هذه الآية معجزة علمية للقرآن، فقد أخبر ان الجنين له ثلاثة أغشية أسماها (ظلمات) لأن الغشاء حاجز وحجاب يحجز عنه النور والضياء وهي في العلم الحديث ثلاثة أغشية.

صرف دقیق تشریحی بحث سے واضح ہوتے ہیں اور جب کہ محض آنکھ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی پردہ ہے ان پردوں کو لفائفی کا نام دیا گیا ہے اور اسے طب جدید نے ثابت کیا ہے اور قرآن کریم نے اس حقیقت علمی کی تائید کی ہے اور یہ سورۃ زمر میں اللہ کا قول ہے: "**يخلقكم في بطون أمهاتكم خلقا من بعد خلق في ظلمات ثلاث ذلكم الله ربكم له الملك**" (سورۃ زمر:۶) اس آیت میں قرآن کا علمی معجزہ ہے اس نے بتایا ہے کہ جنین کے تین پردے ہوتے ہیں اس نے انہیں ''ظلمات'' کا نام دیا ہے اس لئے کہ پردہ، روک اور حجاب ہے اور وہ اس سے نور اور روشنی کو روکتا ہے اور یہ جدید علم میں تین پردے ہیں۔

سابعاً: التلقيح بواسطة الرياح:

أثبت العلم الحديث أن الهواء ينقل الأعضاء المذكرة إلى المؤنثة في التخيل والتين وغيرها من الأشجار المثمرة. فيكون التلقيح بواسطة الرياح[1] والهواء، وهذه الناحية العلمية تحدث عنها القرآن الكريمة في قوله جل ثناؤهُ ﴿**وارسلنا الرياح لواقح فانزلنا من السماء ماء فاسقينا كموه وما انتم له بخازنين**﴾(سورة الحجر:٢٢) وهذا سبق للقرآن في الحقائق العلمية الثابتة مما يدل على صدق النبوة.

ہفتم: ہواؤں کے واسطہ سے حاملہ کرنا:

جدید علم نے ثابت کیا ہے کہ ہوا، کھجوروں، انجیر اور دوسرے پھلدار درختوں میں مذکر اعضاء کو مؤنث کی طرف لے جاتی ہے اور ہواؤں کے واسطہ سے نر کا شگوفہ مادہ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اور اس علمی جہت کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے "**وارسلنا الرياح لواقع فانزلنا من السماء ماء فاسقينا كموه وما انتم له بخازنين**"(سورۃ الحجر:۲۲) قرآن کو حقائق علمیہ ثابتہ میں سبقت حاصل ہے جو اس کے صدق پر دال ہیں۔

(١) يقول المستشرق المستر (أجنيرى) الأستاذ في مدرسة (أكسفورد) في القرن الماضي: إن أصحاب الإبل قد عرفوا أن الريح تلقح الأشجار والثمار قبل أن يعلمها أهل أوروبا بثلاثة عشر قرناً، يشير بذلك إلى أن هذا مما سبق إليه القرآن والفضل ما شهدت به الأعداء.

ثامناً: الحيوان المنوى:

اكتشف الطب الحديث أن هذا السائل من منى الانسان يحوى حيوانات صغيرة تسمى (الحيوانات المنوية) وهى لا ترى بالعين المجردة، انما ترى (بالمكر سكوب) وكل حيوان منها له رأس ورقبة وذيل يشبه دودة العلق فى شكلها ورسمها، وأن هذا الحيوان يختلط بالبويضة الأنثوية فيلقحها، فإذا ما تم اللقاح انطبق عنق الرحم فلم يدخل شيء من بعده الى الرحم، وأما بقية الحيوانات فتموت، وهذه الناحية العلمية وهى أن الحيوان المنوى يشبه العلق فى الشكل والرسم فقد أثبتها القرآن، استمع الى قوله جل وعلا: ﴿ إقرأ باسم ربك الذى خلق. خلق الانسان من علق ﴾.(سورة العلق:١-٢) فهذه الآية معجزة بليغة من معجزات القرآن لم يظهر وقت نزولها ولا بعده بمئات السنين إلى أن اكتشف المجهر المكبر (المكرسكوب) وعرف كيف يتكون الإنسان بقدرة الله.

ہشتم: منوی حیوان:

جدید علم نے اکتشاف کیا ہے کہ انسان کی منی کا بہنے والا مادہ چھوٹے چھوٹے حیوانات کو جمع کئے ہوتا ہے جس منوی حیوانات کا نام دیا گیا ہے اور یہ محض آنکھ سے نظر نہیں آتے بلکہ مائیکروسکوپ (خوردبین) سے نظر آتے ہیں اور ان میں سے ہر حیوان کا سر گردن اور دم ہوتی ہے جو اپنی شکل میں جونک کے کیڑے کی مانند ہوتا ہے اور یہ حیوان مادہ انڈے سے مل کر اسے حاملہ کر دیتا ہے اور بقیہ حیوانات مر جاتے ہیں اور ہر علمی پہلو کہ معنوی حیوان شکل میں جونک کی مانند ہوتا ہے اسے قرآن نے ثابت کیا ہے اللہ عزوجل کے قول کو سماعت فرمائیں اقرأ باسم ربك الذى خلق خلق الانسان من علق" (سورۃ العلق: ۱۔۲) یہ آیت قرآن کریم کے معجزات میں سے بلیغ معجزہ ہے وہ اس کے نزول کے وقت ظاہر نہیں ہوا اور نہ اس کے سینکڑوں سال بعد یہاں تک کہ بڑی دوربین کا اکتشاف ہوا اور معلوم ہوا کہ اللہ کی قدرت سے انسان کیسے بنتا ہے؟

تاسعاً: اختلاف بصمات الانسان:

فى القرن الماضى سنة ١٨٨٤ م استعملت فى انكلترا رسمياً طريقة للتعرف على الشخص بواسطة بصمات الأصابع، وأصبحت هذه الطريقة متبعة فى جميع البلاد، ذلك لأن بشرة الأصابع مغطاة بخطوط دقيقة وعلى عدة أنواع (أقواس، عراو، دوامات) وهذا الخطوط لا تتغير

نہم: انسان کے خاموش اعضاء کا اختلاف:

گذشتہ صدی ۱۸۸۴ء میں انگلستان میں حکومتی سطح پر آدمی کو انگلیوں کے خاموش نشانات سے پہچاننے کا طریقہ رائج ہوا اور یہ طریقہ تمام ممالک میں چالو ہو گیا اور وہ یوں کہ انگلیوں کا چمڑا باریک لکیروں سے ڈھکا ہوا ہے اور وہ متعدد انواع کی ہیں اور یہ لکیریں زندگی بھر تبدیل نہیں ہوتی اور جسم کے سب اعضاء بھی متشابہ ہو جاتے ہیں لیکن انگلیوں

مدى الحياة وجميع أعضاء الجسم تتشابه أحياناً ولكن الأصابع لها مميزات خاصة اذ انها لا تتشابه ولا تتقارب وهنا المعجزة الالهية فلماذا اختار الله سبحانه بنان الانسان في إقامة الدليل على البعث ﴿**ايحسب الانسان الن نجمع عظامه. بلى قادرين على ان نسوى بنانه**﴾.(سورة القيامة:٣-٤)

٧- الوفاء بالوعد:

ومن وجوه الاعجاز في القرآن الكريم (الوفاء بالوعد) في كل ما أخبر عنه، وفي كل ما وعد الله سبحانه عباده به، وهذه الوعد ينقسم الى قسمين:

أ- وعد مطلق.

ب- وعد مقيد.

فالوعد المطلق، كوعده بنصر رسوله، وإخراج الذين أخرجوه من وطنه، ونصر المؤمنين على الكافرين، وقد تحقق ذلك كله إن شئت قوله جل وعلا:

﴿ **إنا فتحنا لك فتحاً مبيناً. ليغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطاً مستقيماً. وينصرك الله نصراً عزيزاً**﴾ (سورة الفتح:١-٣) وقد تحقق هذا النصر بفتح مكة، وبدخول الناس في الاسلام أفواجاً أفواجاً، وبذلك تمت النعمة على سيد الأنام محمد ﷺ وأقر الله عينه بنصره على أعدائه ﴿ **اذا جاء نصر الله والفتح. ورأيت**

کی خاص خوبیاں ہیں وہ نہ تشابہ ہوتی ہیں اور نہ ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں اور یہی الٰہی معجزہ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی انگلیوں کو بعث پر دلیل قائم کرنے کیلئے چنا ہے:"**ایحسب الانسان الن نجمع عظامه بلیٰ قادرین علی ان نسوی بنانه**"(سورۃ القیامۃ ۳-۴)

۷۔وفائے عہد:

قرآن کریم کی وجوہِ اعجاز میں سے ایک ہر چیز جس کی خبر دی گئی ہے اور اللہ نے اپنے بندوں سے جو وعدہ کیا ہے اس کا پورا کرنا بھی ہے اور یہ وعدہ دو قسموں میں منقسم ہے۔

ا۔مطلق وعدہ۔

۲۔مقید وعدہ۔

مطلق وعدہ: جیسے اس نے اپنے رسول کی مدد کا اور ان لوگوں کے اخراج کا جنہوں نے آپ کو اپنے وطن سے نکالا اور مومنین کو کافرین پر فتح دینے کا وعدہ کیا ہے اور یہ سب وعدے پورے ہوئے اگر تو چاہے تو اللہ کا یہ قول پڑھ لے۔ "**انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما وينصرك الله نصراً عزيزاً**"(سورۃ الفتح:۱-۳) یہ مدد فتح مکہ سے اور لوگوں کے اسلام میں فوج در فوج داخل ہونے سے پوری ہوگی اور یوں سید الانام محمد ﷺ پر نعمت مکمل ہوئی اور اللہ نے آپ کو اپنے دشمنوں پر فتح دے کر آپ کو راحت پہنچائی۔"**اذا جاء نصر الله والفتح ورأيت الناس يدخلون في دين الله افواجا فسبح**

الناس يدخلون في دين الله افواجاً. فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا﴾(سورة النصر:١-٣). وصدق الله وعده بنصرته لأنبيائه وأوليائه ﴿ انا لننصر رسلنا والذين آمنوا في الحياة الدنيا ويوم يقوم الاشهاد﴾(سورة غافر:٥١).

بحمد ربك واستغفره انه كان توابا" (النصر ا۔٣)
اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و اولیاء کی نصرت کر کے اپنے وعدے کو سچا ثابت کر دیا۔"انا لننصر رسلنا والذين آمنوا في الحياة الدنيا ويوم يقوم الاشهاد"(سورة الغافر:٥١)

ومن الوعد المطلق قوله جل ثناؤهُ: ﴿وكان حقاً علينا نصر المؤمنين﴾(سورة الروم:٤٧). وقد تحقق نصر المؤمنين في مواطن عديدة (في بدر، وأحد) وغيرهما من المعارك العظيمة التي شهدها تاريخ الاسلام، إقرأ قوله تعالىٰ ﴿ولقد نصركم الله ببدر وأنتم أذلة فاتقوا الله لعلكم تشكرون﴾(سورة آل عمران:١٢٣) وقوله جل وعلا ﴿ ولقد صدقكم الله وعده اذ تحسونهم باذنه﴾(سورة آل عمران:١٥٢). تحسونهم: أي تقتلونهم قتلاً ذريعاً.

اور مطلق وعدہ میں سے اللہ کا یہ قول بھی ہے"وكان حقا علينا نصر المومنين"(الروم:٤٧) اور متعدد جنگوں (بدر واحد) اور دیگر عظیم معرکوں میں جنہیں تاریخ نے دیکھا مومنین کی مدد ثابت ہوئی اللہ کے قول کو پڑھتے "ولقد نصركم الله ببدر وانتم اذلة فاتقوا الله لعلكم تشكرون "(سورۃ آل عمران:١٢٣)
اور "ولقد صدقكم الله وعده اذ تحسونهم باذنه"(آل عمران١٥٢) یعنی جب تم ان کو بری طرح قتل کر رہے تھے۔

ومن الوعد المطلق قوله سبحانه:
﴿ وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم ..﴾ (سورة النور:٥٥) الآية. وقد تحقق الوعد فانتصر المؤمنون حتى فتحوا مشارق الارض ومغاربها، وسارت جيوشهم حتى بلغت أقاصي المعمورة، وقد كان (أبو بكر) اذا أرسل جيوشه للغزو عرفهم ما وعدهم الله ليتقوا بالصبر ويستيقنوا بالظفر. ومن الوعد المطلق قوله سبحانه ﴿ هو الذى

اور مطلق وعدے سے اللہ کا یہ قول بھی ہے
"وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم"(سورۃ الروم:٤٧)
یہ وعدہ پورا ہوا اور مومنین نے فتح پائی حتی کہ انہوں نے زمین کے مشارق و مغارب کو فتح کیا اور ان کی افواج معمور عالم کے انتہائی دور دراز علاقوں تک پہنچیں اور حضرت ابوبکرؓ جب اپنی افواج کو جنگ کیلئے بھیجتے تو انہیں وہ وعدہ بتاتے جو اللہ نے ان سے کیا ہے تاکہ وہ صبر سے قوت حاصل کریں اور فتح کا یقین کریں اور مطلق وعدہ

ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وكفى بالله شهيدا﴾(سورة الفتح:٢٨). أما الوعد المقيد فهو ما كان فيه شرط، كشرط التقوى، وشرط الصبر، وشرط نصرة دين الله وما شابه ذلك. قال تعالى ﴿ ان تنصروا الله ينصركم ويثبت اقدامكم﴾(سورة محمد:٧) وقال تعالىٰ ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً ويرزقه من حيث لا يحتسب﴾(سورة الطلاق:٢) وقال تعالىٰ ﴿ ومن يتق الله يجعل له من امره يسرا﴾(سورة الطلاق:٤) وقد وعد الله المؤمنين بالنصر بشرط الصبر كما قال تعالىٰ ﴿يا ايها النبي حرض المؤمنين على القتال ان يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين، وان يكن منكم مائة يغلبوا ألفا من الذين كفروا بانهم قوم لا يفقهون﴾.(سورة الأنفال:٦٥)

میں سے اللہ کا یہ قول بھی ہے ''هو الذی ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله و كفى بالله شهيداً''(سورۃ الفتح:٢٨)اور مقید وعدہ وہ ہے جس میں شرط ہو جیسے تقویٰ کی شرط، صبر کی شرط اور دین الٰہی کی نصرت کی شرط اور اس قسم کی شروط اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان تنصروا الله ينصركم ويثبت اقدامكم۔ (سورۃ الطلاق:٣)اللہ تعالیٰ نے مومنین سے صبر کی شرط کے ساتھ مدد کا وعدہ کیا ہے فرماتا ہے: يا ايها النبي حرض المومنين على القتال ان يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين وان يكن منكم مائة يغلبوا الفاً من الذين كفروا بانهم قوم لا يفقهون۔(سورۃ الانفال:٦٥)

٨- العلوم و المعارف:

ومن وجوه إعجاز القرآن هذه العلوم والمعارف التي زخر بها القرآن الكريم، والتي بلغت من نصاعة البرهان وقوة الحجة مبلغاً يستحيل على محمد. وهو رجل أمي نشأ بين الأميين. ان يأتي بها من عند نفسه، بل يستحيل على أهل الأرض جميعاً من أدباء وعلماء وفلاسفة وحكماء، ومن مشرعين وعباقرة، أن يأتوا بمثل هذه العلوم والمعارف، وفي هذا الوجه من وجوه إعجاز القرآن حجة دامغة، وبرهان ساطع، يقصم ظهر كل أفاك معاند، يزعم أن ما

٨-علوم ومعارف:

قرآن کریم کی وجوہ اعجاز میں سے وہ علوم ومعارف بھی ہیں جن سے قرآن موج زن ہے اور جو برہان کی وضاحت اور حجت کی قوت سے اس مقام تک پہنچ گیا ہے جو محمد ﷺ پر محال تھا آپ امی تھے اور امیوں کے درمیان آپ نے پرورش پائی آپ پر محال تھا کہ اپنے پاس سے یہ علوم ومعارف لاتے بلکہ روئے زمین کے ادباء، علماء، فلاسفہ، حکماء، قانون سازوں اور دانشمندوں پر محال ہے کہ ان علوم معارف کی مثل لائیں وجوہ اعجاز کی اس وجہ میں ایک حجت دامغہ اور برہان ساطع پائی جاتی ہے جو ہر جھوٹے معاند کی کمر توڑ دیتی ہے جو خیال کرتا ہے کہ محمد ﷺ جو تعلیم لائے ہیں وہ سابقہ

جاء به محمد إن هو إلا (تعاليم الكتب السابقة) استمدها محمد من بعض أهل الكتاب في عصره ثم نسبها إلى ربه ليستمد من هذه النسبة قد سيتها ﴿**كبرت كلمة تخرج من أفواهم إن يقولون إلا كذبا**﴾(سورة الكهف:٥). ونحن نقول لهؤلاء العمى: كيف يكون القرآن نسخة عن الكتب السابقة' وقد جاء منكراً على أهلها' مخالفاً لأكثرها' بل جاء مبطلاً وهادماً لأصول أفكارها وعقائدها بسبب ما دخل فيها من تحريف وتبديل؟! كيف يمكن أن تتفق عقيدة (التوحيد) عقيدة (التثليث) وبينهما كما بين السماء والأرض؟ ! ألم يسمعوا الحكم القاطع الجازم فيهم بأنهم كفرة فجرة يعبدون احبارهم ورهبانهم من دون الله؟ ﴿**وقالت اليهود عزير ابن الله' وقالت النصارى المسيح ابن الله' ذلك قولهم بافواهم يضاهئون**[1] **قول الذين كفروا من قبل' قاتلهم الله أنى يؤفكون. اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أرباباً من دون الله والمسيح ابن مريم' وما أمروا إلا ليعبدوا إلهاً واحداً لا إله الا هو سبحانه عما يشركون**﴾ (سورة التوبة:٣٠-٣١).

کتب کی تعلیمات ہیں جو محمد ﷺ نے اپنے زمانے کے اہل کتاب سے لی ہیں پھر انہیں اپنے رب کی طرف منسوب کر دیا ہے تا کہ اس نسبت سے اس کی پاکیزگی حاصل کریں "کبرت کلمة تخرج من افواهھم ان یقولون الا کذبا" (سورۃ الکہف:۵) یہ ان کے منہ سے نکلنے والی بڑی بات ہے مگر وہ جھوٹ کہتے ہیں ہم ان اندھوں سے کہتے ہیں: قرآن کس طرح کتب سابقہ کی نقل ہو سکتا ہے وہ ان کے اہل پر عیب لگانے والا اور ان کتب کے اکثر مضامین کا مخالف ہے' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تعلیمات توحید' عقیدہ تثلیث سے متفق ہو جائیں ان دونوں کے درمیان ایسے ہی فرق ہے جیسے زمین و آسمان کے درمیان ہے؟ کیا انہوں نے اپنے متعلق قطعی فیصلہ نہیں سنا کہ وہ کافر و فاجر ہیں اور وہ اللہ کے سوا اپنے احبار و رھبان کی پوجا کرتے ہیں؟ "وقالت الیهود عزیر ابن الله وقالت النصارٰی المسیح ابن الله ذلك قولهم بافواههم یضاهئون قول الذین کفروا من قبل قاتلهم الله انی یوفکون اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الها واحدا لا اله الا هو سبحانه عما یشرکون" (سورۃ التوبہ:۳۰)

جاء القرآن بالعلوم المتنوعة' والمعارف المتعددة' في العقائد' والعبادات والتشريع والتنظيم' وفي الأخلاق والمعاملات' وفي حقول شتّى' في التربية' والتعليم' وفي السياسة

قرآن عقائد و عبادات اور تشریح و تنظیم اور اخلاق و معاملات اور تعلیم و تربیت' سیاست و اقتصاد' فلسفہ' اجتماع ایسے ہی قصص و اخبار اور اصول مناظرہ و جدل کے مختلف میدانوں کے متعلق متنوع علوم اور متعدد معارف لے کر آیا ہے اور

(١) يضاهئون: أي يشابهون ويماثلون' والمضاهاة: المشابهة.

والاقتصاد، وفی الفلسفة والاجتماع، وكذلك فی القصص والأخبار، وفی أصول المناظرة والجدل. ولا شك أن هذا الوجه من أظهر وجوه الإعجاز، فكيف يستطيع رجل امی، لم يقرأ ولم يكتب ولا نشأ فی بلد علم وتشريع، ولا فی مدينة ذات حضارة ومدنية أن يأتی بمثل ما فی القرآن من هذه العلوم والمعارف تحقيقاً وكمالاً، مؤيداً بالحجج والبراهين بعد أن قضی معظم حياته لا يعرف شيئاً عنها، ولم ينطق بقاعدة او أصل منها، ولا حكم بفرع من فروعها إلا ان يكون ذلك وحياً من الله تعالی؟! وأحب أن أقتصر هنا علی مثل من هذه العلوم المتنوعة العديدة، وهو بحث (العقيدة فی القرآن) وأن أقارن بين تعاليم الإسلام، وتعاليم اليهودية والنصرانية علی عهد نزوله، ليتبين الصبح لذی عينين، ونظهر ضياء الحق الساطع، ونوره الباهر وكما قيل: (وبضدها تتميز الأشياء).

العقيدة الإسلامية:

جاء القرآن بعقيدة سمحة صافية، بيضاء نقية، فی ذات الله تبارك وتعالی، وفی حق رسله الكرام، فالله رب العالمين واحد أحد، فرد صمد، ليس له والد ولا ولد، له جميع صفات الكمال، ومنزه عن جميع صفات النقص: (لا ذاته تشبهها الذوات: ولا حكت صفاته الصفات) ﴿**ليس كمثله شیء وهو السميع البصير**﴾(سورة الشوری:١١) وهو جل وعلا

بلاشبہ یہ وجہ وجوہ اعجاز میں سے سب سے نمایاں ہے ایک امی شخص جس نے نہ لکھا نہ پڑھا اور نہ اس نے علم وتشریع کے کسی ملک میں نشونما پائی اور نہ کسی حضارت ومدنیت والے شہر میں پروان چڑھا وہ تحقیقاً اور کمالاً کیسے ان علوم ومعارف کی مثل ہو سکتا ہے جو قرآن میں آئے ہیں اور حجج وبراہین سے مؤید ہیں حالانکہ اس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ان علوم کے بغیر ہی گزار دیا اور ان کے قاعدہ اور اصل کے متعلق کچھ بیان نہ کیا اور نہ ان کی کسی فرع کے متعلق کوئی فیصلہ دیا مگر یہ اللہ کی جانب سے وحی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ان متعدد اور متنوع علوم کی ایک مثال پر اکتفاء کروں اور وہ (قرآن کے بارے میں عقیدے) کے متعلق تحقیق ہے اور یہ کہ میں اسلامی تعلیمات اور یہودی اور نصرانی تعلیمات کے درمیان اس کے عہد نزول میں موازنہ کروں تاکہ آنکھوں والے کیلئے صبح واضح ہوجائے اور روشنی والے حق کی ضیاء اور اس کا غالب نور نمایاں ہوجائے جیسا کہ کہا گیا کہ چیزیں اپنے اضداد سے واضح ہوتی ہیں۔

اسلامی عقیدہ:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسکے رسل کرام کے بارے میں صاف اور پاک عقیدہ لے کر آیا ہے اللہ رب العالمین واحد ہے یکتا ہے، بے نیاز ہے نہ اس کا باپ ہے نہ بیٹا اسے صفات کمالیہ حاصل ہیں وہ نقص کی تمام صفات سے پاک ہے (نہ اس کی ذات سے ذوات اور نہ اس کی صفات سے صفات مشابہت رکھتی ہیں "ليس كمثله شیء وهو السميع البصير" (سورۃ الشوریٰ:١١) وہ بڑا اور بلند ہے قیوم ہے اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی اور نہ کوئی کام اسے

قيوم' لا تأخذه سنة ولا نوم' ولا يشغله شأن عن شأن ﴿ له ما في السموات وما في الأرض وما بينهما وما تحت الثرى﴾(سورة طه:٦).. هو الخالق المتفرد بالخلق والايجاد' وبيده ناصية العباد' يضل من يشاء ويهدى من يشاء' وهو على كل شيء قدير' الكل خلقه والجميع عبيده ﴿ ان كل من في السموات والارض الا آتى الرحمن عبداً﴾(سورة مريم:٩٣) اقرا ان شئت هذه الآيات الرائعة في صفات الله عزوجل:

١-﴿ إن الهكم لواحد. رب السموات والأرض وما بينهما ورب المشارقْ﴾(سورة الصافات:٤-٥).

٢- ﴿ ان ربكم الله الذى لا اله الا هو وسع كل شيء علماً﴾(سورةطه:٩٨).

٣- ﴿ قل ادعو الله أو ادعوا الرحمن أيا ما تدعو فله الأسماء الحسنى' ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلاً. وقل الحمد لله الذى لم يتخذ ولداً ولم يكن له شريك في الملك ولم يكن له ولي من الذل وكبره تكبيراً﴾(سورة الاسراء:١١٠-١١١).

٤- ﴿ يا ايها الناس انتم الفقراء الى الله' والله هو الغنى الحميد. ان يشأ يذهبكم ويات بخلق جديد. وما ذلك على الله بعزيز﴾(سورة فاطر:١٥-١٧).

دوسرے کام سے غافل کرتا ہے۔"له مافي السموات وما في الارض وما تحت الثرىٰ "(سورۃ طٰہ:٦)وہ خلق وایجاد میں منفرد خالق ہے'لوگوں کی پیشانیاں اس کے ہاتھ میں ہیں جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے سب اس کی مخلوق ہیں اور اس کے غلام ہیں"ان كل من في السموات والأرض الا آتى الرحمن عبدا"(سورۃ مریم:۹۳)اگر تو چاہے تو اللہ کی صفات کے بارے میں ان خوبصورت آیات کو پڑھ لے۔

۱- ان الهكم لواحد رب السموات والارض وما بينهماورب المشارق(سورة الصافات:۴۔۵)

۲- ان ربكم الله الذى لا اله الا هو وسع كل شيء علما (سورة طٰه ۹۸)

۳- قل ادعوا الله اوادعو الرحمن اياما تدعو فله الاسماء الحسنى ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا وقل الحمدلله الذىٰ لم يتخذ ولدا ولم يكن له شريك في الملك ولم يكن له ولى من الذل وكبره تكبيرًا(سورة الاسراء ۱۱۰۔۱۱۱)

۴- يا ايها الناس أنتم الفقراء الى الله والله هو الغنى الحميد ان يشاء يذهبكمَ ويات بخلق جديد وما ذلك على الله بعزيز (سورة فاطر: ۱۵۔۱۷)

العقيدة اليهودية:

وضل اليهود بعد موسىٰ فعبدوا بعلاً' وزعموا أن لله ابنا هو العزير وشبهوا الله بالانسان فزعموا انه تعب من خلق السموات والأرض فاستراح يوم السبت واستلقى على قفاه' وركبوا رؤوسهم فقالوا انه. جل وعلا: ظهر في صورة انسان وصارع اسرائيل فلم يستطع أن يغلبه ولم يتخلص منه الرب حتى بارکه وذريته فأطلقه عند ذلك يقعوب' وادعوا انهم الشعب المختار من بين الشعوب' وأنهم ابناء الله وأحباؤه' وأن الدار الآخرة خالصة لهم من دون الناس' وان النار لن تمسهم إلا أياما معدودة' هي مدة عبادتهم العجل أربعين يوماً' كما افتروا على السيد المسيح (عيسٰى) فزعموا أنه ابن زنى' وأن أمه زانية' وأنهم صلبوه ليطهروا بني اسرائيل من هذه الحريمة الشنيعة. كل هذا وأمثاله كثير من اباطيل واضاليل اليهود' جاء القرآن هادماً لها' وحريا عليها' فكيف يزعمون أن القرآن نسخة عن التوراة؟

یہودی عقیدہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یہودی گمراہ ہو گئے اور انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی اور انہوں نے خیال کیا کہ اللہ کا ایک بیٹا عزیر ہے اور انہوں نے اللہ کو انسان کی مانند ٹھہرایا اور خیال کیا کہ وہ زمین و آسمان کی پیدائش سے تھک گیا ہے اور اس نے ہفتے کے روز آرام کیا اور اپنی گدی کے بل لیٹ گیا اور انہوں نے اپنے سروں کو ملایا اور کہنے لگے کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ انسان کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور اس نے اسرائیل سے کشتی کی اور اس پر غالب نہ آسکا اور رب نے اس سے خلاصی نہ پائی حتیٰ کہ جب اسے اور اس کی ذریت کو برکت دی اس وقت یعقوب نے اسے چھوڑا اور انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ قوموں کے درمیان پسندیدہ قوم ہیں اور اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر دار آخرت خالصۃً انہی کیلئے ہے اور آگ انہیں صرف چند یوم چھوئے گی یہ ان کے چالیس روز بچھڑا پوجنے کی مدت ہے ایسے ہی انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر افتراء کیا ہے اور خیال کیا ہے کہ وہ ولدالزنا ہیں اور آپ کی ماں زانیہ ہے اور انہوں نے آپ کو سولی پر چڑھایا تا کہ بنی اسرائیل کو اس بڑے جرم سے پاک قرار دیں یہ سب اور ایسی جیسی یہودی کی اکثر اباطیل اور اضالیل ہیں قرآن ان کو ختم کرنے آیا ہے وہ کیسے خیال کرتے ہیں کہ قرآن تورات کی نقل ہے۔

العقيدة النصرانية:

وضل النصارى فزعموا ان لله ولداً' وذهبوا الى عقيدة معقدة من الايمان بالتثليث (الاب' والابن' وروح القدس) وسموها بالأقانيم' فعيسى هو (الاقنوم) الثاني من الثالوث الالهي الذي هو عين الأول والثالث' وكل منهما عين

نصرانی عقیدہ:

نصاریٰ بھی گمراہ ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ اللہ کا بیٹا ہے اور وہ ایمان بالتثلیث کے پیچ دار عقیدے کی طرف چلے گئے (باپ' بیٹا اور روح القدس) اور انہوں نے انہیں اقانیم کا نام دیا ہے اور حضرت عیسیٰ (ثالوث الٰہی سے اقنوم ثانی ہیں جو پہلے اور تیسرے کا عین ہیں اور دونوں میں سے ہر

الآخر' الثلاثة واحد' والواحد ثلاثة' وخلعوا على رجال كهنوتهم ما هو حق لله وحده من التشريع والتحليل والتحريم' وزعموا أن (ابن الاله) صلب ليخلص الانسان من خطيئته ويطهره من أوزاره' والأعجب من هذا أن كثيرين منهم يعتقدون بأن (عيسى بن مريم) هو الله نزل الى الارض بصورة بشر' الى غير ذلك من الأباطيل والمخازى التي نسبوها الى الله تعالىٰ﴿ **تعالىٰ الله عما يقولون علوا كبيراً**﴾.(سورة الاسراء:٤٣)

فانظر مدى البون الشاسع بين الحق الذى جاء به القرآن' وبين الباطل الذى جاء به هؤلاء وهؤلاء على ان القرآن الكريم لم يكتف بسرد هذه الأباطيل والإخبار بها عن تحريف أهل الكتاب' بل رد على أولئك ببراهينه الساطعة' وأدلته القاطعة' استمع إليه وهو يقول عن أهل الكتاب (النصارى) ﴿ **يا اهل الكتاب لا تغلو فى دينكم' ولا تقولوا على الله الاّ الحق' انما المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وكلمته القاها الى مريم وروح منه' فآمنوا بالله ورسله' ولا تقولوا ثلاثة' انتهوا خيراً لكم' انما الله إله واحد' سبحانه أن يكون له ولد' له ما فى السموات وما فى الأرض وكفىٰ بالله وكيلاً. لن يستنكف المسيح أن يكون عبداً لله ولا الملائكة المقربون. ومن يستنكف عن عبادته ويستكبر فسيحشرهم إليه**

ایک دوسرے کا عین ہے۔ تین ایک ہے اور ایک تین ہیں اور انہوں نے اپنے کہنوت کے رجال کو وہ خلعت بخشی ہے جو تشریع اور تحلیل و تحریم میں خدائے واحد کا حق ہے اور ان کا خیال ہے کہ ابن اللہ مصلوب ہوا تا کہ انسان کو اس کے گناہوں سے نجات دے اور اسے گناہوں سے پاک کرے اور اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ہی اللہ ہیں جو بصورت بشر زمین پر نازل ہوا ہے ان کے علاوہ بھی بہت سی اباطیل اور رسوائیاں ہیں جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی ہیں۔ تعالیٰ الله عما يقولون علوا كبيرا۔

دیکھئے! اس حق کے درمیان جو قرآن لایا ہے اور اس باطل کے درمیان جو یہ لوگ لائے ہیں دور دراز کا فرق پایا جاتا ہے' قرآن نے ان اباطیل کے بیان اور اور اہل کتاب کی تحریف کی خبر دینے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ براہین ساطعہ اور دلائل قاطعہ سے ان کا رد کیا ہے سنئے وہ اہل کتاب نصاریٰ کے متعلق کہتا ہے: "يا اهل الكتاب لا تغلوا فى دينكم ولا تقولوا على الله الا الحق انما المسيح عيسىٰ ابن مريم رسول الله وكلمته القاها الى مريم وروح منه فامنوا بالله ورسله ولا تقولوا ثلاثة انتهوا خيرا لكم انما الله اله واحد سبحانه ان يكون له ولد' له ما فى السموات وما فى الارض وكفى بالله وكيلا لن يستنكف المسيح ان يكون عبدالله ولا الملائكة المقربون ومن يستنكف عن عبادته ويستكبر فسيحشرهم اليه جميعا" (سورۃ النساء:۱۷۱۔۱۷۲)

جميعا﴾(سورة النساء:١٧١-١٧٢).

واستمع اليه وهو يتكلم عن أهل الكتاب (اليهود) فيقول:

﴿ فبما نقضهم ميثاقهم، وكفرهم بآيات الله، وقتلهم الأنبياء بغير حق وقولهم قلوبنا غلف، بل طبع الله عليها بكفرهم فلا يؤمنون الا قليلا. وبكفرهم وقولهم على مريم بهتانا عظيما. وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله، وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم، وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه، ما لهم من علم الا اتباع الظن، وما قتلوه يقيناً. بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاً حكيماً﴾ (سورة النساء:١٥٥- ١٥٨). ولقد صرح القرآن بالتحريف الذى وقع عند أهل الكتاب فى (التوراة والانجيل) وبين ان مهمة الرسول انما هى فى تصحيح ما ارتكبه أهل الكتاب من الكذب والبهتان، وفى كشف ما اخفوه من آيات الله فى التوراة والانجيل ﴿ يا اهل الكتاب قد جاء كم رسولنا يبين لكم كثيراً مما كنتم تخفون من الكتاب ويعفو عن كثير. قد جاء كم من الله نور وكتاب مبين. يهدى به الله من اتبع رضوانه سبل السلام، ويخرجهم من الظلمات الى النور باذنه ويهديهم الى صراط مستقيم﴾(سورة المائدة:١٥-١٦) فهل بعد هذا البرهان من حجة أوضح على صدق سيد المرسلين ويرحم

سنئے! وہ اہل کتاب یہود کے متعلق کہتا ہے:

"فبانقضهم وميثاقهم وكفرهم بآيات الله وقتلهم الانبياء بغير حق وقولهم قلوبنا غلف بل طبع الله عليها بكفرهم فلا يومنون الا قليلا وبكفرهم وقولهم على مريم بهتانا عظيما وقولهم انا قتلنا المسيح عيسىٰ ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا منه لفى شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما"(سورۃ النساء:۱۵۵۔۱۵۸) قرآن کریم نے اس تحریف کو جو تورات و انجیل میں واقع ہوئی ہے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہم کام اس کذب و بہتان کی تصحیح کرنا ہے جس کے اہل کتاب مرتکب ہوئے ہیں اور تورات و انجیل کی ان آیات کو واضح کرنا ہے جن کو انہوں نے چھپایا ہے یا اهل الكتاب قد جاء كم رسولنا يبين لكم كثيرا مما كنتم تخفون من الكتاب ويعفوا عن كثير قد جاء كم من الله نور وكتاب مبين يهدى به الله من اتبع رضوانه سبل السلام ويخرجهم من الظلمات الى النور باذنه ويهديهم الىٰ صراط مستقيم"(سورۃ المائدہ: ۱۵۔۱۶) کیا اس دلیل کے بعد کوئی واضح تر دلیل سید المرسلین کے صدق پر دال ہو سکتی ہے اللہ بوصیری پر رحم کرے وہ کہتا ہے: ؎

الله (البوصیری) حیث یقول:

كفاك بالعلم فی الأمی معجزة
فی الجاهلية والتأديب فی اليتم

٩- وفاؤهُ بحاجات البشر:

وهذا الوجه من وجوه الاعجاز ظاهر جلی٬ یدرکه کل متأمل فی شريعة الاسلام٬ فقد جاء القرآن الكريم بهدايات تامة كاملة٬ شاملة واسعة٬ تفی بحاجات البشر فی کل زمان ومكان ويتجلى ذلك اذا استعرضت المقاصد النبيلة التي رمى إليها القرآن فی هدايته وارشاده وهی بإیجاز: ١- اصلاح الافراد ٢-اصلاح المجتمعات ٣-اصلاح العقائد ٤-اصلاح العبادات ٥- اصلاح الاخلاق ٦-اصلاح الحكم والسياسة ٧-اصلاح الشؤون المالية ٨-اصلاح الشؤون الحربية ٩-اصلاح الثقافة العلمية ١٠- تحرير العقول والأفكار من الخرافات. ولقد احسن من قال:

شريعة الله للإنسان تبيان
وكل شيء سوى القرآن خسران[1]

١٠-تأثير القرآن فی القلوب:

ومن وجوه اعجاز القرآن ذلك التأثير البالغ الذی احدثه فی قلوب أتباعه وأعدائه٬ حتى لقد بلغ من شدة التأثير ان المشركين أنفسهم كانوا يخرجون فی جنح الليل يستمعون الى تلاوة القرآن من المسلمين٬ وحتى تواصوا فيما بينهم

"تجھے امی کے علم کے متعلق یہی کافی ہے کہ وہ جاہلیت میں معجزہ تھا اور یتیمی میں تادیب کرتا تھا۔"

۹: قرآن کا حاجاتِ بشر کو پورا کرنا:

وجوہِ اعجاز میں سے یہ وجہ بڑی واضح ہے اسے شریعت اسلام میں تامل کرنے والا معلوم کرسکتا ہے قرآن کریم ایسی ہدایات تامہ کاملہ اور شاملہ واسعہ کے ساتھ آیا ہے جو ہر زمان ومکان میں انسانوں کی حاجات کو پورا کرتی ہیں اور جب وہ اچھے مقاصد پیش کئے جائیں جن کا قرآن نے اپنی ہدایت و ارشاد میں قصد کیا ہے اور وہ مختصراً یہ ہیں۔

۱۔اصلاح افراد-۲۔اصلاح معاشرہ ۳۔اصلاحِ عقائد ۴۔اصلاح عبادات ۵۔اصلاح اخلاق ۶۔اصلاح سیاست و حکومت ۷۔اصلاح مالی معاملات ۸۔اصلاح جنگی معاملات ۹۔اصلاح علمی ثقافت ۱۰۔افکار وعقول کو خرافات سے آزاد کرنا اور کسی نے کیا خوب کہا ہے:

"اللہ کی شریعت انسان کیلئے واضح ہے اور قرآن کے سوا ہر چیز میں گھاٹا ہے۔"

۱۰۔قلوب میں قرآن کی تاثیر:

اعجاز قرآن کی وجوہ میں سے یہ زبردست تاثیر بھی ہے جو اس نے اپنے تابعین اور دشمنوں کے دلوں میں پیدا کی ہے اور یہ شدت تاثیر اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ وہ مشرکین رات کی تاریکی میں مسلمانوں سے تلاوت قرآن سننے کیلئے نکلتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے باہم عہد کرلیا کہ وہ اس قرآن کو نہ سنیں گے

(١) من قصيدة للاستاذ وليد الاعظمی.

الا يستمعوا الى القرآن، وان يرفعوا أصواتهم بالضجيج حينما يتلوه محمد لئلا يؤمن به الناس ﴿ وقال الذى كفرو لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون﴾ (سورة فصلت:٢٦).

ولقد بلغ من تأثير القرآن فى القلوب ان يفيىء الى ظلاله أشد الناس عداوة له، وأعظمهم عناداً فيسلم كثير من هؤلاء الزعماء، وعلى رأسهم (عمر بن الخطاب) و (سعد بن معاذ) و (اسيد بن حضير) وغيرهم من القادة والرؤساء، هذا هو عمر بن الخطاب الذى يبلغ من شدة قسوته على المسلمين أن يقول فيه احدهم (والله لن يسلم حتى يسلم حمار الخطاب) والذى يبلغ من شدة عدائه ان يتقلد سيفه بالظهيرة ثم يخرج ليفتش عن محمد ﷺ ليقتله ثم لا يأتى المساء الا وقد رجع معتنقاً للإسلام بسبب بضع آيات سمعها فى بيت اخته من (سعيد بن زيد) والقصة مشهورة وتأمل كيف أسلم (سعد بن معاذ) سيد قبيلة (الخزرج) هو وابن اخيه (أسيد بن حضير). تروى كتب السيرة ان رسول الله ﷺ حين كان فى مكة جاءه وفد المدينة الذين بايعوه بيعة العقبة فأرسل معهم مبعوثين جليلين يعلمانهم الإسلام والقرآن وهما (مصعب بن عمير) و (عبدالله بن ام مكتوم) فلما وصلا المدينة أخذا يعلمان الناس القرآن، فبلغ ذلك

اور جب محمد ﷺ اسے پڑھیں گے تو وہ شور وغل سے اپنی آوازیں بلند کریں گے تاکہ لوگ اس پر ایمان نہ لائیں۔"وقال الذين كفروا لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون"(سورة فصلت:٢٦)

قرآن کریم کی تاثیر دلوں میں اس حد تک پہنچی کہ آپ کے ساتھ سب لوگوں سے شدید ترین عداوت رکھنے والے اور بڑا عناد رکھنے والے اس کے سائے میں واپس آ گئے ان زعماء میں سے بہت سے ایمان سے آئے اور کے سرکردہ حضرت عمر بن الخطاب، حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم اور دیگر قائدین اور رؤساء ہیں۔ حضرت عمر بن الخطابؓ مسلمانوں پر سختی میں اس قدر بڑھ گئے تھے کہ آپ کے بارے میں ایک شخص کہتا ہے: "خدا کی قسم! عمرؓ مسلمان نہیں ہو سکتے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ خطاب کا گدھا مسلمان ہو جائے۔ آپ اپنی دشمنی کی شدت میں یہاں تک پہنچ گئے تھے کہ آپ دوپہر کے وقت اپنی تلوار گلے میں لٹکا کر محمد ﷺ کی تلاش میں نکل جا رہے تھے کہ آپ ﷺ کو قتل کر دیں گے پھر جب شام ہوئی تو وہ اپنی بہن کے گھر سعید بن زید سے چند آیات سننے کی وجہ سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور یہ مشہور واقعہ ہے۔ غور کیجئے! خزرج قبیلہ کے سردار حضرت سعد بن معاذ اور آپ کے بھتیجے اسید بن حضیر کیسے مسلمان ہوئے؟ کتب سیرت بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں تھے تو آپ کے پاس مدینہ کے ان لوگوں کا وفد آیا جنہوں نے آپ سے عقبہ کی بیعت کی تو آپ نے ان کے ساتھ دو جلیل القدر نمائندے حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو انہیں اسلام وقرآن کی تعلیم دینے کیلئے بھیجا جب وہ مدینے پہنچے تو وہ لوگوں کو قرآن کی

(سعد بن معاذ) سيد القبيلة فقال لابن اخيه (أسيد بن حضير) ألا تذهب الى هذين الرجلين' اللذين جاء ا يسفهان ضعفاء نا فتنهاهما وتزجرهما عن هذا الصنيع؟ فسار إليهما (أسيد) فلما انتهى إليهما قال لهما: ما جاء بكما جئتما تسفهان ضعفاء نا؟ ثم توعدهما وهددهما فقال: اعتزلا إن كانت لكما في أنفسكما حاجة؟ فقال له (مصعب) رضي الله عنه: أو تجلس فتسمع؟ فإن رضيت أمراً قبلته وإن كرهته كففنا عنك ما تكره' فجلس أسيد وجعل مصعب يقرأ وهو يسمع' فما انتهى من مجلسه حتى أسلم' ثم كر راجعاً إلى سعد فقال له' والله ما رأيت بالرجلين بأساً' وأخفى أمامه إسلامه' فغضب (سعد) وقام بنفسه ثائراً مهتاجاً' فقال لهما: ما جاء بكما احتتما تسفهان ضعفاءنا؟ اعتزلانا' فقال له مصعب: أو تجلس فتسمع فإن رضيت أمراً قبلته منا وإن كرهته كففنا عنك ما تكره' فقال أنصفتما' فجعل مصعب يتلو القرآن عليه وسعد يستمع' يقول (مصعب): والله لقد كان وجه سعد يشرق بالإيمان وهو يستمع القرآن فما انتهى مصعب من القراء ة حتى أعلن سيد الأوس إيمانه' ثم كر راجعاً فجمع قبيلته وقال لهم: كيف تعدونني فيكم؟ قالوا: سيدنا وابن سيدنا' فقال لهم سعد: كلام رجالكم ونسائكم على حرام حتى تسلموا بمحمد'

تعلیم دینے لگے یہ بات قبیلے کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ کو پہنچی تو آپ نے اپنے بھتیجے اسید بن حضیرؓ سے کہا کیا تو ان دو آدمیوں کی طرف نہیں جائے گا جو ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنانے آئے ہیں ان دونوں کو اس ضیاع سے روک اور زجر و توبیخ کر؟ اسید ان دونوں کی طرف گئے اور جب ان کے پاس پہنچے تو دوان سے کہنے لگے تمہارے پاس کیا چیز ہے تم ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنانے آئے ہو؟ پھر آپ نے ان دونوں کو ڈرایا دھمکایا اور کہا: اگر تم کو اپنی کوئی حاجت ہے تو الگ ہو جاؤ۔ حضرت مصعبؓ نے اسید سے کہا کیا آپ بیٹھ کر سنیں گے؟ اگر آپ کو بات پسند آئے تو اسے قبول کر لینا اور اگر ناپسند آئے تو ہم اس بات سے رک جائیں گے جسے آپ ناپسند کرتے ہیں اسید بیٹھ گئے اور حضرت مصعبؓ پڑھنے لگے اور وہ سننے لگے اور جب آپ کی نشست ختم ہوئی تو آپ مسلمان ہو گئے پھر سعدؓ کی طرف واپس لوٹے اور اسے کہنے لگے خدا کی قسم! میں نے دونوں آدمیوں میں کوئی حرج نہیں دیکھا اور آپ نے سعدؓ سے اپنے اسلام کو چھپایا سعدؓ ناراض ہوئے اور خود جوش و ہیجان سے کھڑے ہو گئے اور ان دونوں سے کہنے لگے تم دونوں کون سی چیز لائے ہو کیا تم ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنانے آئے ہو؟ ہم سے الگ ہو جاؤ۔ حضرت مصعبؓ نے سعد سے کہا کیا آپ بیٹھ کر سنیں گے اگر آپ کو بات پسند آئے تو قبول کر لینا اور اگر ناپسند آئے تو ہم اس بات سے رک جائیں گے جسے آپ ناپسند کرتے ہیں۔ سعدؓ نے کہا: تم نے منصفانہ بات کی ہے۔ اور مصعبؓ انہیں قرآن سنانے لگے اور سعدؓ سننے لگے حضرت مصعبؓ بیان کرتے ہیں کہ سعد کا چہرہ قرآن سنتے ہوئے ایمان سے چمکنے لگا اور حضرت مصعبؓ نے قرأت ختم کی تو اوس کے سردار نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا'

فدخلوا جميعاً في الإسلام.. رضي الله عن سعد وأرضاه!!

پھر جب یہ واپس لوٹے اور اپنے قبیلہ کو جمع کیا اور ان سے کہا: تم مجھے کیسا آدمی سمجھتے ہو: لوگوں نے کہا تم ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے ہو تو سعدؓ نے انہیں کہا تمہارے مردوں اور تمہاری عورتوں سے گفتگو کرنا مجھ پر حرام ہے حتی کہ تم محمد ﷺ سے راضی ہو جاؤ تو وہ سب اسلام میں داخل ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم وأرضاہ

هكذا كان تأثير القرآن في قلوب الأولياء والأعداء، ولا تنس قصة (الوليد بن المغيرة) و (عتبة بن ربيعة) وغيرهما ممن تأثروا بالقرآن، ولو لا حب الزعامة، ولو لا حب الجاه والسلطان لدخلوا جميعاً في دين الله، ولكن الهداية بيد الله ﴿ **يضل من يشاء ويهدي من يشاء** ﴾(سورة النحل:٩٣) ﴿ **وهو اعلم بالمهتدين** ﴾(سورة النحل:١٢٥).

دوستوں دشمنوں کے دلوں میں قرآن کی تاثیر یوں ہوتی تھی اور عتبہ بن ربیعہ اور قرآن سے متاثر ہونے والے دیگر لوگوں کے واقعات کو فراموش نہ کیجئے اگر لیڈر شپ اور جاہ و سلطنت کی محبت نہ ہوتی تو وہ سب اللہ کے دین میں داخل ہو جاتے لیکن ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے "**يضل من يشاء ويهدى من يشاء**"(سورۃ النحل:۹۳)"**وهو اعلم بالمهتدين**"(سورۃ النحل:۱۲۵)

ذكر صاحب تفسير المنار أن فيلسوفا من فلاسفة فرنسا ألف كتاباً رد فيه ما زعمه دعاة النصرانية من أن محمداً ﷺ لم يأت بمثل آيات (موسى و عيسى) عليهما السلام، ولم يكن له من الآيات الخوارق ما كان لمن قبله فقال ذلك الفيلسوف: إن محمداً كان يقرأ القرآن خاشعاً مولها مدلهاً، صادعاً ومتضرعاً فيفعل في جذب القلوب إلى الإيمان به فوق ما كانت تفعله جميع آيات الأنبياء السابقين)) انظر تفسير المنار.

صاحب تفسیر المنار نے بیان کیا ہے کہ فرانسیسی فلاسفر نے ایک کتاب تالیف کی اس میں اس نے عیسائیت کے داعیوں کے اس خیال کو رد کیا ہے کہ محمد ﷺ۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی مانند معجزات نہیں لائے اور نہ ہی آپ کے پاس کوئی خارق عادت امر آیا تھا جو آپ سے پہلے لوگوں کے پاس تھا اس فلاسفر نے کہا ہے کہ محمد ﷺ قرآن کو عاجزی شوق غم اور تضرع سے پڑھتے تھے تو وہ قلوب کو کھینچ کر اپنے پر ایمان لانے کی طرف راغب کرتا یہ بات انبیاء سابقین کے سارے معجزوں سے فائق تھی۔

وذكر الرافعي، كلمة قيمة في كتابه (إعجاز القرآن) هذه الكلمة نقلها عن الامير شكيب ارسلان: ((أن (لوثير) و (كلفين) المصلحين

رافعی نے اپنی کتاب اعجاز القرآن میں ایک بڑی عمدہ بات کی ہے یہ بات اس نے امیر شکیب ارسلان سے روایت کی ہے کہ مسیحی تاریخ کے مشہور مصلحین لوتھر اور کلفین

المعروفين في التاريخ المسيحي' ذكرا مرة امام (فولتير) فيلسوف فرنسا فقال: إنهما لا يليقان حذاء ين لنعال محمدﷺ)).

١١- سلامته من التناقض:

وأخيراً فإن من وجوه الاعجاز في القرآن الكريم سلامته من الناقض والتعارض خلافاً لجميع كلام البشر وصدق الله حيث يقول ﴿ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً﴾(سورة النساء:٨٢). هذه بعض وجوه الإعجاز في القرآن وهناك وجوه أخرى ضربنا عنها صفحاً خشية التطويل' ولا يزال الزمن يكشف عن أسرار إعجاز القرآن' فكلما تقدم الزمن تجلت نواح من نواحي إعجازه' وقام البرهان القاطع أنه تنزيل الحكيم الحميد' ومع ذلك فإن هذه الأسرار التي ذكرها العلماء ان هي إلا قطرة من بحر علوم القرآن' ومهما اتسع القول وعظم البيان' فإن كلام الله تعالىٰ لا يحيط به أحد' كما لا يحيط أحد بعظمة ذاته' وجليل صفاته!!

دفع شبهة القول بالصرفة:

وإذ قد انتهينا من وجوه إعجاز القرآن الكريم نرى لزاماً علينا أن ندفع تلك الشبهة التي ذهب إليها بعض المعتزلة وبعض الشيعة وهي (شبهة القول بالصرفة) وخلاصتها: أن الله عزوجل صرف العرب عز معارضته على حين أنه لم يتجاوز في بلاغته المستوى الذي يعجز عنه

نے ایک دفعہ فرانس کے فلاسفر فولیٹر کے سامنے بیان کیا کہ وہ دونوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوتیوں کے برابر بھی نہیں ہیں۔

۱۱۔ تناقض سے اس کا محفوظ ہونا:

قرآن کریم کی وجوہ اعجاز میں سے آخری وجہ سارے انسانی کلام کے برخلاف اس کا تناقض وتعارض سے محفوظ ہونا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً**"(سورۃ النساء:۸۲) یہ اعجاز قرآن کی کچھ وجوہ ہیں اور کچھ دیگر وجوہ بھی ان کے علاوہ ہیں ہم نے طوالت کے خوف سے ان سے پہلوتہی کی ہے اور زمانہ ہمیشہ ہی اعجاز قرآن سے پردے اٹھاتا رہے گا اور جب بھی زمانہ ترقی کرے گا اس کے اعجاز کے پہلو روشن ہوں گے اور اس کے تنزیل حکیم' حمید ہونے پر برہان قاطع قائم ہوگی اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ اسرار جن کا ذکر علماء نے کیا ہے یہ تو علوم قرآن کے سمندر کا ایک قطرہ ہیں اور ابھی بھی قول وسیع ہوسکتا ہے اور بیان ہوسکتا ہے بلا شبہ کوئی شخص کلام الٰہی کا احاطہ نہیں کرسکتا جسطرح کوئی اس کی ذات کی عظمت اور اس کی صفات کی بڑائی کا احاطہ نہیں کرسکتا۔

"صرفہ" کے قائلین کے شبہ کا رد:

جب ہم قرآن کریم کے اعجاز کی وجوہ کے آخر تک پہنچ گئے ہیں تو ہم اپنے پر لازم سمجھتے ہیں کہ ہم اس شبہ کو دور کریں جس کی طرف بعض معتزلہ اور بعض شیعہ گئے ہیں اور وہ صرفہ کے قول کا شبہ ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو اس کے معارضہ سے روک دیا جب کہ اس نے اپنی معتدل بلاغت میں جس سے انسان عاجز ہوتا ہے' تجاوز نہیں

البشر' ولو لا أن الله صرف هممهم عن معارضته لا ستطاعوا أن يأتوا بمثله.. الخ. فأنت ترى أصحاب هذا القول يذهبون إلى ان القرآن ليس معجزاً وإنما كان إعجازه بسبب أمرين:

الاول: الصارف الالهي الذى زهدهم فى المعارضة' فكسلوا وقعدوا.

الثاني: العارض المفاجئ الذى عطل مواهبهم البيانية وقدرتهم البلاغية.

وهذا القول– بشقيه– باطل' لا يثبت أمام البحث' ولا يتفق مع الواقع وذلك لعدة أسباب:

أولًا: لو كان هذا القول صحيحاً لكان الإعجاز فى (الصرفة) لا فى القرآن نفسه وهذا باطل بالاجماع.

ثانياً: لو صح القول بالصرفة لكان ذلك (تعجيزاً) لا (إعجازاً) لأنه حينئذ يشبه ما لو قطعنا لسان إنسان ثم كلفناه بعد ذلك بالكلام' فهذا ليس من باب العجز وإنما هو من باب التعجيز.

القاه فى اليم مكتوفاً وقال له
إياك إياك أن تبتل بالماء

ثالثاً: لو كان هناك صارف زهدهم فى المعارضة من (كسل أو ملل) لما وقفوا فى وجه نبي الاسلام' ولما آذوه' وأصحابه' ولما عذبوا المسلمين وشردوهم' ولما قاطعوا الرسول وعشيرته وحاصروهم فى الشعب حتى أكلوا ورق الشجر' ولما فاوضوه وساوموه على أن

کیا اور اگر اللہ تعالیٰ ان کی ہمتوں کو اس کے معارضے سے نہ روکتا تو وہ اس کی مثل لانے کی طاقت پاتے آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس قول کے قائلین اس طرف جا رہے ہیں کہ قرآن فی نفسہ معجز نہیں ہے بلکہ اس کا اعجاز دو باتوں کی وجہ سے ہے۔

اول: وہ صارف الٰہی جس نے ان کو معارضہ سے بے رغبت کر دیا اور وہ سست ہو گئے اور بیٹھ گئے۔

دوم: وہ اچانک مانع جس نے ان کے مواہب بیانیہ اور ان کی قدرت بلاغیہ کو بیکار کر دیا۔

یہ قول اپنی دونوں شقوں سمیت باطل ہے اور تحقیق کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا اور نہ ہی واقعات کے مطابق ہے اور اس کے کئی اسباب ہیں۔

اول: اگر یہ قول درست ہوتا تو اعجاز صرفہ میں ہوتا نہ کہ خود قرآن میں اور یہ بالا جماع باطل ہے۔

دوم: اگر صرفہ کا قول درست ہوتا تو یہ تعجیز ہوتی نہ کہ اعجاز' کیونکہ اس وقت یہ اس بات کی مانند ہوتا کہ اگر ہم کسی انسان کی زبان کاٹ دیں پھر اسے گفتگو کرنے کا مکلّف کریں تو یہ امر باب عجز سے نہ ہوگا بلکہ باب تعجیز سے ہوگا۔

''اس نے اسے سمندر میں مشکیں باندھ کر پھینکا اور اسے کہا کہ پانی سے تر ہونے سے بچنا۔''

سوم: اگر یہاں پر کوئی سستی اور اکتاہٹ کا صارف ہوتا جو انہیں معارضہ سے بے رغبت کرتا تو وہ نبی علیہ السلام کے مقابلے میں کھڑے نہ ہوتے اور نہ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو تکلیف دیتے اور نہ مسلمانوں کو عذاب دیتے اور نہ انہیں بھگاتے اور نہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خاندان کا مقاطعہ کرتے اور نہ شعب ابی طالب میں ان کا محاصرہ کرتے حتیٰ کہ

يترك الدعوة ثم اضطروه الى الهجرة هو وأصحابه الكرام، الى غيرما هنالك من دوافع وبواعث جعلتهم يسلكون كل سبيل للقضاء على الإسلام.

انہوں نے درختوں کے پتے کھائے اور نہ ہی وہ آپ سے گفتگو کرتے اور نہ آپ سے سودا بازی کرتے کہ وہ دعوت کو ترک کر دیں پھر انہوں نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو ہجرت پر مجبور کر دیا اور ان کے علاوہ بھی محرکات و اسباب ہیں جنہوں نے ان کو اسلام کے خاتمہ کیلئے سب راہوں پر چلنے والا بنا دیا۔

رابعاً: لو كان هناك عارض مفاجئ عطل مواهبهم البيانية لأعلنوا ذلك في الناس، ليلتمسوا العذر لأنفسهم، وبالتالي ليقللوا من شأن القرآن، ولكانوا بعد نزول القرآن أقل فصاحة وبلاغة منهم قبل نزوله، وهذا باطل واضح البطلان.

چہارم: اگر یہاں کوئی اچانک مانع تھا جس نے ان کے مواہب بیانیہ کو بیکار کر دیا تھا تو وہ لوگوں میں اس کا اعلان کرتے تا کہ اپنے لئے عذر تلاش کر لیتے دوسرے یہ کہ وہ قرآن کی شان کو کم کرتے اور وہ نزولِ قرآن سے قبل کی نسبت نزول قرآن کے بعد کم فصاحت و بلاغت والے ہوتے اور یہ واضح البطلان باطل ہے۔

خامساً: لو كان هذا العارض المفاجئ صحيحاً لأمكننا نحن الآن، وأمكن المشتغلين بالأدب العربي في كل عصر أن يعارضوا القرآن، وأن يتبينوا الكذب في دعوى إعجازه. وكل هذه الأشياء باطلة فهل يرضى عاقل لنفسه ان يقول بعد ذلك كله: إن العرب كانوا مصروفين عن معارضة القرآن ونبي القرآن، وأنهم كانوا مخلدين الى العجز والكسل زاهدين في النزول لذلك الميدان؟! وهل يصح لإنسان يحترم نفسه وعقله أن يصدق بمثل هذا الإفتراء القول بتعطيل المواهب والحواس) بعد أن يستمع الى شهادة ألدّ الأعداء من صناديد قريش وهو (الوليد بن المغيرة) حين قال كلمته المشهورة.. (والله لقد سمعت آنفاً كلاماً ليس من كلام بشر ليس بشعر ولا نثر ولا كهانة، والله إن له

پنجم: اگر اچانک مانع، کی بات درست ہوتی تو وہ اب ہمیں طاقت دیتا اور ہر زمانے میں ادب عربی سے اشتغال کرنے والوں کو طاقت دیتا کہ وہ قرآن کا معارضہ کریں اور ان کے دلوں اعجاز میں جھوٹ کو معلوم کریں یہ سب باتیں باطل ہیں کیا کوئی عقلمند اپنے لئے پسند کرتا ہے کہ وہ ان باتوں کے بعد کہے کہ عرب، معارضہ قرآن اور نبی القرآن سے روکے گئے تھے اور وہ ہمیشہ عجز و کسل میں رہے اور اس میدان میں اترنے سے بے رغبت رہے؟ اور کیا کسی انسان کیلئے جو اپنے نفس اور اپنی عقل کا احترام کرتا ہے درست ہے کہ وہ صنادید قریش میں سب سے بڑے دشمن ولید بن مغیرہ کی شہادت سننے کے بعد اس قسم کے افتراء (حواس و مواہب کے بیکار کرنے کا قول) کی تصدیق کرے اس کا مشہور قول یہ ہے کہ: "خدا کی قسم! میں نے ابھی ایک کلام سنا ہے وہ بشر کے کلام میں سے نہیں ہے نہ شعر ہے نہ نثر ہے اور نہ کہانت ہے خدا کی قسم! اس کی ایک حلاوت ہے اور اس کی ایک خوبصورتی

لحلاوة، وان عليه لطلاوة، وان أعلاه لمثمر، وإن اسفله لمغدق، وانه ليعلو وما يعلى) والفضل ما شهدت به الأعداء.

ہے اور اس کا بالائی حصہ پھلدار ہے اور اس کے نیچے کا حصہ سرسبز ہے اور وہ غالب ہے اور مغلوب نہیں ہے' اور خوبی یہی ہے جس کی دشمن شہادت دیں۔ اور میں اس بات کو علامہ قرطبی کے بیان پر ختم کرتا ہوں جو آپ نے اپنی تفسیر الجامع الأحکام القرآن میں بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں:

وأختم هذه الكلمة بما ذكره العلامة القرطبي في تفسيره (الجامع لأحكام القرآن) حيث قال: (فهذه عشرة وجوه ذكرها علماؤنا رحمهم الله في إعجاز القرآن)، وهنالك قول آخر ذكره النظام: أن وجه الإعجاز هو المنع من معارضته، والصرفة عند التحدي بمثله، وان المنع والصرفة هو المعجزة دون ذات القرآن، وذلك أن الله تعالىٰ صرف هممهم عن معارضته مع تحديهم بأن يأتوا بسورة من مثله، وهذا فاسد، لأن اجماع الأمة أن القرآن هو المعجز، فلو قلنا إن المنع والصرفة هو المعجز لخرج القرآن ان يكون معجزاً[1]. انتهى.. والصحيح ان الإتيان بمثل القرآن لم يكن قط في قدرة أحد من المخلوقين، ويظهر لك قصور البشر في عجزهم عن الاتيان بمثل سورة من أقصر سور القرآن مع التحدي اللاذع.

''یہ دس وجوہ ہیں جن کا ذکر ہمارے علماء نے اعجاز قرآن کے بارے میں کیا ہے اور یہاں ایک قول اور بھی ہے جس کا ذکر نظام نے کیا ہے کہ اعجاز کی وجہ اس کے معارضہ سے روکنا ہے اور چیلنج کے وقت صرفہ بھی اس کی مثل ہی ہے یہ کہ قرآن کی ذات کی بجائے منع اور صرفہ معجزہ ہے اور وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ سے ان کو چیلنج کرنے کے ساتھ کہ وہ اس کی سورت کی مثل لائیں ان کی ہمتوں کو اس کے معارضہ سے روک دیا' یہ فاسد ہے اس لئے کہ امت کا اجماع ہے کہ قرآن ہی معجز ہے اور اگر ہم کہیں کہ منع اور صرفہ معجز ہیں تو قرآن معجزہ ہونے سے خارج ہو جاتا ہے۔''

صحیح بات یہ ہے کہ قرآن کی نقل لانا کبھی بھی کسی مخلوق کی قدرت میں نہیں ہے اور تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کھلے چیلنج کے باوجود انسان اس کی چھوٹی سی سورت کی مثل لانے سے بھی عاجز ہے۔

هل حاول احد معارضة القرآن؟

أجمع رواة التاريخ والآثار، على ان اساطين البلغاء، وفحول الشعراء من مشركي العرب لم تحدثهم أنفسهم بمعارضة القرآن، ولم ينقل عن

کیا کسی نے قرآن کے معارضہ کی کوشش کی ہے؟

تاریخ وآثار کے راویوں کا اجماع ہے کہ مشرکین عرب کے اساطین بلغاء اور فحول شعراء کو ان کے نفوس نے معارضہ قرآن کی بات نہیں بتائی اور نہ ہی ان میں سے کسی سے

(۱) أنظر تفسير القرطبي: ج ۱ ص ۷۵.

احد منهم أنه حاول ان يأتي بمعارضة للقرآن، مع شدة حرصهم على صد الناس عن الإسلام، والتكذيب برسالة محمد عليه الصلاة والسلام.. ولكن نقل عن بعض السفهاء الحمقى، انهم حاولوا معارضة القرآن، فكان ما أتوا به لا يخرج عن أن يكون محاولات مضحكة، أخجلتهم امام البشر، وجعلتهم اضحوكة لدى العقلاء فباءوا بغضب من الله وسخط من الناس، وكان مصرعهم هذا كِسباً جديداً للحق، وبرهاناً ناصعاً على أن القرآن كلام الله الذى لا يستطيع معارضته إنسان فمن أولئك:

أ- (مسيلمة الكذاب) الذى أدعى النبوة، وزعم انه شريك لرسول الله فى شأن النبوة وقد كتب إليه فى السنة العاشرة للهجرة يقول: (اما بعد، فإنى قد شوركت فى الأرض معك، وإنما لنا نصف الأرض، ولقريش نصفها، لكن قريشاً قوم يعتدون..!)

وقد زعم (مسيلمة) أن له قرآناً نزل عليه من السماء ويأتيه به ملك يسمى (رحمن) وها نحن ننقل طائفة من أقواله وهذيانه، ليظهر كذب هذا الأحمق الدجال، ويتضح امره، فكفاه ذلك الوصف أنه كذاب.

قال أخزاه الله معارضاً سورة العاديات:

(والطاحنات طحناً، والعاجنات عجناً، والخابزات خبزاً، والثاردات ثرداً، واللاقمات لقماً، إهالة وسمنا.. لقد فضلتم على أهل الوبر،

روایت ہے کہ اس نے معارضہ قرآن کیلئے آنے کی کوشش کی ہے لیکن جو کچھ وہ لائے ہیں وہ ہنسانے والی کوششیں ہیں جنہوں سے ان کو انسانوں کے سامنے شرمندہ کر دیا ہے اور عقلاء کے نزدیک ان کو اضحوکہ بنا دیا ہے پس وہ اللہ کا غضب اور لوگوں کی ناراضگی لے کر لوٹے اور ان کا یہ اکھاڑا حق کیلئے جدید کمائی اور اس بات پر واضح برہان ہے کہ قرآن اس خدا کا کلام ہے کہ انسان اس کے معارضہ کی طاقت نہیں رکھتا ان معارضہ کرنے والوں میں سے۔

چند ایک یہ ہیں:

ا- مسیلمہ کذاب: جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور خیال کیا کہ وہ کار نبوت میں رسول اللہ ﷺ کا شریک ہے اس نے ہجرت کے دسویں سال آپ کی طرف لکھا مجھے زمین میں آپ کے ساتھ شریک کیا گیا ہے ہمارے لئے نصف زمین ہوگی اور قریش کیلئے اس کا نصف ہوگا لیکن قریش زیادتی کرنے والے لوگ ہیں......

مسیلمہ نے خیال کیا کہ اس کا ایک قرآن ہے جو اس پر آسمان سے نازل ہوا ہے اور اسے اس کے پاس رحمٰن فرشتہ لاتا ہے یہاں ہم اس کے ہذیان واقوال کا کچھ حصہ نقل کرتے ہیں تا کہ اس احمق دجال کا کذب نمایاں ہو جائے اور اس کا معاملہ واضح ہو جائے اور یہ وصف ہی اسے کافی ہے کہ وہ کذاب ہے۔

سورۃ عادیات کا معارضہ کرتے ہوئے اس نے کہا:

"والطاحنات طحنا والعاجنات عجنا والخابزات خبزا والثاردات ثردا واللاقمات لقما، اهالة وسمنا لقد فضلتم على اهل الوبر وما

وما سبقكم أهل المدر.. ريفكم فامنعوه، والمقبر فآووه! والباغي فناوئوه). وقال: (والشاء وألوانها، وأعجبها السود وألبانها، والشاة السوداء، واللبن الأبيض، إنه لعجب محض، وقد حرم المذق فما لكم لا تمجعون).

ومن قرآنه المفترى: (الفيل ما الفيل، وما ادراك ما الفيل، له ذنب وبيل، وخرطوم طويل..) الخ. وقوله (يا ضفدع بنت ضفدعين، نقي ما تنقين، نصفك في الماء ونصفك في الطين، لا الماء تكدرين، ولا الشارب تمنعين).

وقد زعم انه عارض سورة الكوثر فخرج إلى الناس بهذا الهذيان:

(إن أعطيناك الجماهر، فصل لربك وجاهر، إن شانئك هو الكافر).

وكل كلامه على هذا النمط واه سخيف لا ينهض ولا يتماسك، وأنت خبير بأن مثل ذلك الإسفاف ليس من المعارضة في قليل ولا كثير، يقول (الرافعي) رحمه الله: إن مسيلمة لم يرد أن يعرض للقرآن من ناحية (الصناعة البيانية) وإنما اراد أن يأخذ سبيله الى استهواء قومه من ناحية اخرى ظنها اهون عليه وأقرب تأثيرا في نفوسهم، وذلك أنه رأى العرب تعظم الكهان في الجاهلية، وكانت عامة أساليب الكهان من هذا السجع القلق، الذي يزعمون انه من كلام الجن كقولهم: (يا جليح، امر نجيح، رجل فصيح، يقول لا إله الا الله) فجعل يسجع ليوهم أنه يوحى إليه،

سبقكم اهل امدر...... ريفكم فامنعوه والمقبر فآووه والباغي فناو ئوه) اور اس نے کہا: ("والشاء والوانها واعجبها السود وألبانها، والشاة السوداء واللبن الأبيض، انه لعجب محض، وقد حرم المذق فما لكم لا تمجعون")

اور اس مفتری کے قرآن کے سے یہ بھی ہے: "الفيل ما الفيل وما ادراك ماالفيل له ذنب وبيل وخرطوم طويل) اور اس کا قول ہے (يا ضفدع بنت ضفد عين نقي ما تنقين نصفك في الماء ونصفك في الطين، الماء تكدرين والشارب تمنين")

اس نے خیال کیا کہ اس نے سورۃ کوثر کا معارضہ کیا ہے اور اس ہذیان کے ساتھ لوگوں کے پاس گیا۔

ان اعطيناك الجماهر، فصل لربك وجاهر، ان شانئك هو الكافر

اس کا سارا کلام اسی قسم کی واہیات پر مشتمل تخیف کلام ہے نہ سیدھا ہے نہ مضبوط ہے اور آپ کو معلوم ہی ہے کہ اس قسم کی جوڑ بندی تھوڑا بہت بھی معارضہ سے تعلق نہیں رکھتی۔ الرافعی بیان کرتے ہیں کہ مسیلمہ نے صفت بیانیہ کی جہت سے قرآن کے مقابلے میں پیش کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور دوسری جہت سے اس نے اپنی قوم کو بہکانے کا راستہ اختیار کیا ہے اس نے اسے اپنے پر آسان تر اوران کے نفوس میں تاثیر کے لحاظ سے اقرب خیال کیا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اس نے دیکھا کہ عرب قابلیت میں کاہنوں کی تعظیم کرتے تھے اور کاہنوں کے عام اسالیب اسی عمدہ سجع پر ہوتے تھے جن کے متعلق ان کا خیال تھا کہ یہ جنات کے کلام میں سے ہے جیسے ان کا یہ قول: (يا جليح، أمر نجيع رجل فصيح يقول

على أنه لم يفلح في هذه الحيلة إذ كان أشياعه يعرفونه بالكذب والحماقة' ويقولون: إنه لم يكن في تعاطيه الكهانة حاذقاً' ولا في دعوى النبوة صادقاً ، وانما كان أتباعهم إياه على حد قول قائلهم: كذاب ربيعة أحب الينا من صادق مضر..).

لا اله الا الله) وہ بھی اپنے کلام کو مسجع مقفیٰ بناتا تا کہ وہم ڈالے کہ اس کی طرف وحی ہو رہی ہے مگر وہ اس حیلہ میں کامیاب نہ ہوا جب کہ اس کے ہم عصر اس کے کذب وحماقت کو جانتے تھے وہ کہتے تھے کہ وہ کہانت کرنے میں ماہر نہیں ہے اور نہ دعویٰ نبوت میں سچا ہے اور اس کے تابعین قائل کے اس قول کی حد تک ہی تھے کہ ربیعہ کا کذاب ہمیں مضر کے صادق کے مقابلے میں زیادہ محبوب ہے۔

ب- ومنهم (الاسود العنسي) ادعى النبوة في اليمن' وكان يزعم ان الوحي ينزل عليه فيخفض رأسه الى الأرض ثم يرفعه فيقول: قال لي كذا وكذا. يعني شيطانه. الذي يوحي اليه' وكان جباراً ولكنه كان فصيحاً معروفاً بالكهانة والسجع والخطابة والشعر والنسب' ولم يذكر أنه حاول المعارضة للقرآن وإنما اكتفى بدعوى النبوة وبنزول الوحي عليه ﴿ **وان الشياطين ليوحون الى أوليائهم**﴾(سورة الانعام:١٢١).

ب۔ ان میں سے اسود عنسی بھی تھا جس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اس کا خیال تھا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے وہ اپنا سر زمین کی طرف جھکا دیتا پھر اسے اٹھاتا اور کہتا کہ اس نے مجھے یوں یوں کہا ہے یعنی اس کے شیطان نے جو اس کی طرف وحی کرتا ہے وہ بڑا ظالم تھا لیکن فصیح اور کہانت' مقفیٰ کلام کرنے خطابت کرنے اور شعراء ونسب میں مشہور تھا اس نے بیان نہیں کیا کہ اس نے قرآن کے معارضہ کی کوشش کی ہے اس نے صرف دعویٰ نبوت پر اور یہ کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے اس پر اکتفاء کیا ہے۔(**وان الشياطين ليوحون الىٰ اوليائهم**)۔(سورۃ الانعام:۱۲۱)

ج- ومنهم (طليحة بن خويلد الأسدي) ادعى النبوة' وكان يزعم ان (ذا النون) يأتيه بالوحي ولكنه لم يدع لنفسه قرآنا لأن قومه كانوا من الفصحاء ولكنهم تابعوه عصبية وطلباً للجاه والشهرة' وقد ذكر صاحب (معجم البلدان) أن له كلاماً كان يزعم أنه نزل عليه بالوحي ولم يظفر من كلامه إلا على هذه المقالة (إن الله لا يصنع بتعفير وجوهكم' وقبح أدباركم شيئاً' فاذكروا الله قياما فان الرغوة فوق

ج۔ ان میں سے طلیحہ بن خویلد اسدی بھی ہے اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اس کا خیال تھا کہ ذوالنون اس کے پاس وحی لاتا ہے لیکن اس نے اپنے لئے قرآن کا دعویٰ نہیں کیا اس لئے کہ اس کی قوم کے لوگ فصحاء میں سے تھے لیکن انہوں نے عصبیت کی وجہ سے اور جاہ وشہرت کیلئے اس کی پیروی کی اور صاحب معجم البلدان نے بیان کیا ہے کہ اس کے پاس کلام تھا اس کا خیال تھا کہ وہ اس پر وحی کے لیے اترا ہے اور اس کے کلام میں سے صرف یہی قول باقی بچا (ان الله لا يصنع بتعفير وجوهكم دقبح ادباركم شيئا فاذكروا الله

الصريح) يريد لا تركعوا ولا تسجدوا واكتفوا بالصلاة قياماً وبذكر الله في حالة القيام، وقد أرسل له أبوبكر جيشاً بقيادة خالد بن الوليد فلما التقى الجمعان، قتل عدد كبير من أتباعه، وتزمل هو بكساء ينتظر الوحي، فقال له (عينية) هل أتاك بعد؟ فقال وهو من تحت الكساء، لا والله ما جاء بعد، فقال له عيينة: لقد تركك أحوج ما كنت إليه، ثم قال: يا بني فزارة هذا كذاب ما بورك لنا وله فيما يطلب، ثم انهزم طليحة ولحق بنواحي الشام، ويقال أنه أسلم بعد ذلك وكان له في القادسية بلاء حسن.

قیاما فان الرغوۃ فوق الصریح) وہ چاہتا ہے کہ رکوع و سجود نہ کرو اور قیام کی حالت میں نماز اور ذکر الٰہی پر اکتفاء کرو اور حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں اس کی طرف فوج بھیجی جب دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو اسکے پیروکاروں کی ایک بڑی تعداد ماری گئی اور وہ چادر اوڑھ کر وحی کا انتظار کرنے لگا تو عینیہ نے اسے کہا کیا وہ ابھی تیرے پاس آیا ہے؟ اس نے کہا اور وہ چادر کے نیچے تھا نہیں قسم بخدا وہ ابھی نہیں آیا عیینہ نے اسے کہا: وہ تجھے چھوڑ گیا ہے حالانکہ تجھے اس کی بہت ضرورت تھی پھر اس نے کہا اے بنی فزارہ! یہ کذاب ہے۔ جو وہ طلب کرتا ہے اس میں نہ ہمارے لئے اور نہ اس کے لئے برکت ہے پھر طلیحہ نے شکست کھائی اور شام کے نواح میں چلا گیا' کہتے ہیں کہ وہ اس کے بعد مسلمان ہو گیا تھا اور قادسیہ میں اس نے بہادری وشجاعت دکھائی۔

د- ومنهم (النضر بن الحارث) وهو من صناديد قريش، ورؤساء الكفر والضلالة، وهو لم يدع النبوة ولا الوحي ولكنه زعم أنه يعارض القرآن، فلفق أخباراً من حوادث الفرس وملوك العجم، وكان يجلس إلى قريش فيحدثهم بهذه الأساطير ثم يقول لهم: هذا خير مما أنزل على محمد.

د۔ ان میں نضر بن حارث بھی ہے یہ صنادید قریش اور رؤسائے کفر وضلالت میں سے تھا اس نے نبوت اور وحی کا دعویٰ نہیں کیا لیکن اس نے خیال کیا کہ وہ قرآن کا معارضہ کر سکتا ہے سو اس نے ایران اور ملوک عجم کے واقعات گھڑے اور وہ قریش کے پاس بیٹھ کر یہ کہانیاں انہیں بتایا کرتا تھا پھر ان کو کہتا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو اترا ہے یہ اس سے بہتر ہے۔

ه- ويروى أن (أبا العلاء المعرى) و (المتنبى) و (ابن المقفع) حاولوا معارضة القرآن ولكنهم ما كادوا يبدؤون هذه المحاولة حتى خجلوا واستحيوا فكسروا الأقلام ومزقوا الصحف، وقد ذكرنا فيما مضى محاولة (ابن المقفع) وأنه بعد أن عزم على المعارضة وبدأ بها

ہ۔ روایت ہے کہ ابو العلاء المعری اور متنبی اور ابن المقفع نے قرآن کے معارضہ کی کوشش کی جونہی وہ اس کوشش کا آغاز کرتے تو شرمندہ ہوتے سو انہوں نے قلموں کو توڑ دیا اور کاغذات کو پھاڑ دیا اور گزشتہ صفحات میں ہم ابن المقفع کی کوشش کا ذکر کر آئے ہیں کہ اس نے معارضہ کے عزم کیا اور عملاً اس کو شروع بھی کر دیا لیکن اسکے آغاز کے بعد ایک

فعلاً' سمع صبياً يقرأ قوله تعالىٰ: ﴿ وقيل يا أرض ابلعي ماء ك ويا سماء اقلعي' وغيض الماء' وقضى الأمر واستوت على الجودى' وقيل بعداً للقوم الظالمين﴾(سورة هود:٤٤) فمزق ما جمع واستحيا من إظهاره أمام الناس بعد أن قال قولته المشهورة: هذا والله ما يستطيع البشر أن يأتوا بمثله. وهذه القصة عن (ابن المقفع) يذكرها (الرافعى) عليه رحمة الله ثم يعقب عليها بقوله:

((إن ابن المقفع من أبصر الناس باستحالة المعارضة' لا لشيء من الأشياء إلا لأنه من أبلغ الناس وإذا قيل لك: ان فلانا يزعم امكان المعارضة ويحتج لذلك وينازع فيه' فاعلم ان فلانا فى الصناعة احد رجلين اثنين: اما جاهل يصدق فى نفسه' واما عالم يكذب على الناس' ولن يكون ثالث ثلاثة))[1] فالرافعى ينكر صحة هذه الرواية عن (ابن المقفع) كما ينكرها على (المعرى فكلاهما فى نظره باطل وافتراء عليهما).

و- وتحدثنا الأيام القريبة أن زعماء (البهائية والقاديانية) وضعوا كتباً يزعمون أنهم يعارضون بها القرآن ثم خافوا أو خجلوا أن يظهروها امام الناس' فأخفوها على أمل أن يأتى الوقت المناسب فيخرجوها بعد أن يكثر الجهل

بچے کو یہ قول الٰہی پڑھتے سنا۔"وقیل یا ارض ابلعی ماءك ویا سماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی وقیل بعدا للقوم الظالمین" (سورۃ ہود:۴۴) تو اس نے جو کچھ جمع کیا تھا اسے پھاڑ دیا اور اس نے اسے لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے سے شرم محسوس کی اور اس کے بعد اس نے اپنا مشہور قول کہا قسم بخدا بشر اس کے مثل کلام کی طاقت نہیں رکھتا اور یہ واقعہ بحوالہ ابن المقفع الرافعی نے بھی بیان کیا ہے اور اس واقعہ کے بعد یوں کلام کیا ہے:

بلا شبہ ابن المقفع معارضہ کے استحالہ میں سب لوگوں سے بڑھ کر بصیرت رکھتا تھا اشیاء میں سے کسی چیز کیلئے نہیں۔ ہاں اس لئے کہ وہ لوگوں سے زیادہ بلیغ تھا اور جب تجھے کہا جائے کہ فلاں شخص معارضہ کے امکان کا گمان رکھتا ہے اور اس کے لئے حجت بازی کرتا ہے اور اس کے متعلق جھگڑا کرتا ہے تو سمجھ لے کہ فلاں شخص دو آدمیوں میں سے ایک ہے یا وہ جاہل ہے اور اپنے دل میں سچا ہے اور یا عالم ہے جو لوگوں پر جھوٹ باندھتا ہے اور وہ تیسرا نہیں ہے۔ پس الرافعی ابن المقفع سے اس روایت کی صحت کا منکر ہے ایسے ہی وہ المعری پر بھی اس کا عیب لگاتا ہے اور اس کی نظر میں دونوں روایتیں باطل اور ان پر افتراء ہیں۔

و۔ ہم نے قریب زمانے میں بیان کیا ہے کہ بہائیت اور قادیانیت کے لیڈروں نے کچھ کتابیں بنائی ہیں ان کا خیال ہے کہ وہ ان کے ذریعہ قرآن کا معارضہ کریں گے پھر وہ انہیں لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے سے ڈرے اور شرمندہ ہوئے اور انہوں نے اس امید پر انہیں چھپا دیا کہ مناسب

(١) أنظر اعجاز القرآن للرافعى

ويطيش العقل.

شبهات حول اعجاز القرآن والرد عليها:

الشبهة الأولى: يقول أعداء الاسلام في معرض الطعن في القرآن، وفي نبي القرآن: ان محمداً ﷺ قد تلقى هذا القرآن من (بحيرا الراهب) ونسبه إلى الله عزوجل ليوهم البشر قدسيته. والجواب: أن هذه فرية ما فيها مرية، وهؤلاء الخبثاء من الصليبيين واعوانهم من الملاحدة، إنما يروجون مثل هذه الأباطيل ليشوشوا على المثقفين من ابناء المسلمين دينهم ويفسدون عليهم عقائدهم بأمثال هذه الشبهات والافتراء ات، وهذه الشبهة باطلة لعدة أمور:

أولا: ان الرسول لم يثبت عنه أنه سافر الى الشام إلا مرتين: مرة في صغره مع عمه (أبى طالب) ومرة في شبابه مع (ميسرة) غلام السيدة خديجة، ولم يحدثنا التاريخ انه سمع من (بحيرا) أو تلقى عنه درساً واحداً وانما غاية الأمر أن (بحيرا الراهب) رأى سحابة تظلل الرسول، فحدث عمه بأن هذا الغلام سيكون له شأن، ثم طلب منه ان يعيده الى مكة خوفاً عليه من اليهود، ثم هل يعقل والرسول في سن الصغر أن يتلقى هذه العلوم والمعارف؟ أو يأتي بمثل هذه القرآن المعجز وهو لم يتجاوز بعد سن العاشرة؟ وفي المرة الثانية كان غرضه التجارة ولم يثبت أنه التقى بأح من الرهبان في هذه

وقت آنے پر جہل کے زیادہ ہوجانے اور عقل کے کمزور ہوجانے کے بعد انہیں نکالیں گے۔

اعجاز قرآن کے متعلق شبہات اوران کارد: پہلا شبہ:

دشمنانِ اسلام قرآن اور قرآن کے نبی پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ محمد نے یہ قرآن بحیرا راہب سے سیکھا اور اسے اللہ کی طرف منسوب کر دیا تا کہ انسانوں کو اس کی پاکیزگی کا وہم ڈال دے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک جھوٹ ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ صلیبوں کے خبیث اور ملحدین میں سے ان کے مددگار اس قسم کی اباطیل کو رواج دیتے ہیں تا کہ مسلمانوں کے تعلیم یافتہ بچوں کو پریشان کریں اور اس قسم کے شبہات اور افتراءات سے ان کے عقائد کو خراب کر دیں، یہ شبہ کئی باتوں کی وجہ سے باطل ہے۔

اول: رسول اللہ ﷺ کے متعلق صرف دو دفعہ شام کی طرف سفر کرنا ثابت ہے ایک دفعہ چھوٹی عمر میں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ اور دوسری مرتبہ جوانی میں میسرہ کے ساتھ جو سیدہ خدیجہ کا غلام تھا اور تاریخ نے ہمیں نہیں بتایا کہ آپ نے بحیرا سے سماع کیا ہو یا اس سے ایک سبق ہی لیا ہو، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ بحیرا نے ایک بادل کو رسول کریم ﷺ پر سایہ کرتے دیکھا اور اس نے آپ کے چچا کو بتایا کہ عنقریب اس بچے کی ایک شان ہوگی پھر اس نے ابوطالب سے خواہش کی کہ وہ اسے واپس لے جائیں اسے آپ کے بارے میں یہود کا خوف تھا پھر کیا یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صغر سنی میں یہ علوم معارف حاصل کئے ہوں؟ یا وہ اس قسم کا معجز قرآن لائیں حالانکہ اس وقت آپ کی عمر دس سال سے زیادہ نہ تھی؟ اور دوسری دفعہ آپ کا مقصد تجارت کرنا تھا اور یہ ثابت

السفرة، فمن أين لهم هذه البهتان والافتراء؟!.

نہیں کہ آپ اس سفر میں کسی راہب سے ملے ہوں اس سے یہ بہتان وافتراء انہیں نہ جانے کہاں سے سوجھا ہے۔

ثانياً: من المستحيل عقلاً على أي انسان ان يصبح في هذه المرتبة (استاذ العالم) لمجرد مصادفته لراهب من الرهبان مرتين مع أنه كان في الأولى صغيراً وفي الثانية تاجراً، وأن يأتي بهذا الكتاب المعجز وهو امي لمجرد التقائه بأحد الرهبان مرة أو مرتين.

دوم: عقلاً یہ بات محال ہے کہ آپ دومرتبہ ایک راہب سے ملنے سے پورے عالم کے استاد بن جائیں جب کہ آپ پہلی مرتبہ چھوٹے تھے اور دوسری مرتبہ تاجر تھے اور یہ کہ آپ یہ معجز کتاب لائیں صرف ایک راہب سے ایک یا دو بار ملنے سے حالانکہ آپ امی تھے۔

ثالثاً: لو كان هذا الراهب المسمى (بحيرا) هو مصدر هذا القرآن، لكان هو الأحرى بالنبوءة والرسالة، أو لكانت عبقريته تفوق عباقرة الدنيا، لأنه أتى بكلام أعجز فيه الأولين والآخرين.

سوم: اگر بحیرا راہب قرآن کا سرچشمہ ہوتا تو وہ نبوت و رسالت کے زیادہ لائق تھا یا اس کی عبقریت و دانش دنیا کے تمام دانشوروں سے بالا ہوتی اس لئے کہ وہ ایسا کلام لایا ہے جس کے بارے میں اولین وآخرین عاجز آ گئے ہیں۔

رابعاً: نقول إن المشركين من كفار قريش كانوا اعقل واسلم تفكيراً من هؤ لاء المجانين لأنهم. مع شدة حرصهم على تكذيب الرسول وتبهيته. لم يقبلوا على انفسهم مثل هذا الكتاب الرخيص، ولم يفكروا أن يقولوا إنه تعلم من (بحيرا الراهب) لمجرد الالتقاء به مرتين لأن العقل لا يستسيغ ذلك.

چہارم: ہم کہتے ہیں کہ کفار قریش میں سے مشرکین ان مجنونوں سے زیادہ دانشمند اور زیادہ صحیح سوچ والے تھے۔ حالانکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے اور آپ پر بہتان لگانے کے بڑے شوقین تھے۔ انہوں نے اس سستے جھوٹ کی طرف توجہ نہیں دی اور نہ ہی یہ سوچا ہے کہ آپ نے بحیرا راہب سے صرف دو بار ملنے سے اس سے سیکھ لیا ہے اس لئے کہ عقل اس کو جائز قرار نہیں دیتی۔

الشبهة الثانية: يقولون هذا القرآن من تعليم (جبر الرومي) تعلم منه الرسول في مكة.. الخ. والجواب أن هذه الشبهة قد تولى الله عزوجل الرد عليها بأبلغ حجة وأنصع بيان فقال عز من قائل: ﴿ **ولقد نعلم انهم يقولون إنما يعلمه بشر، لسان يلحدون إليه اعجمي، وهذا لسان عربي مبين**﴾(سورة النحل:١٠٣). فهذا الرجل

دوسرا شبہ: وہ کہتے ہیں یہ قرآن جبر رومی کی تعلیم سے ہے رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں اس سے علم حاصل کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس اللہ تعالیٰ نے خوبصورت اور موثر رنگ میں اس شبہ کے رد کی ذمہ داری لی ہے۔ فرماتا ہے: "**ولقد نعلم انهم يقولون انما يعلمه بشر لسان الذى يلحدون اليه اعجمى وهذا لسان عربى مبين**" (سورۃ النحل:۱۰۳) یہ شخص جس کی طرف وہ محمد ﷺ کی تعلیم کو

الذين ينسبون إليه تعليم محمد ﷺ هو رومي أعجمي لا يعرف اللسان العربي فكيف يعلمه القرآن؟ وقد كان (جبر) هذا حداداً يمتهن الحدادة، وقد أسلم، فكان النبي ﷺ كثيراً ما يمر عليه فيجلس عنده، فقال المشركون: واﷲ ما يعلم محمداً هذا القرآن إلا جبر الرومي، وكان سيده يضربه ويقول له: أنت تعلم محمداً، فيقول: لا والله، بل هو يعلمني ويهديني.. ومن الغريب أن هذه التهمة قد لاقت استحساناً عند بعض الأفراد مع أنها في منتهى الغرابة والهزل، إذ كيف يكون الاستاذ عبداً حداداً أعجمياً لا يفقه شيئاً من اللغة العربية ثم يعلم الرسول لغة الضاد!! وهل من المعقول أن يكون هذا الرومي الأعجمي مصدراً لهذا القرآن الذي هو أبلغ نصوص العربية، بل هو معجزة المعجزات ومفخرة العرب واللغة العربية!! ولهذا كان رد القرآن مفحماً وقاطعاً ﴿ **لسان الذين يلحدون اليه اعجمي، وهذا لسان عربي مبين**﴾.

منسوب کرتے ہیں وہ رومی عجمی ہے وہ عربی زبان کو نہیں جانتا پس وہ آپ کو کیسے قرآن سکھا سکتا ہے؟ اور یہ جبر لوہار تھا لوہے کا کام کرتا تھا اس نے اسلام قبول کیا اور حضرت نبی کریم ﷺ بکثرت اس کے پاس سے گزرتے تو اس کے پاس بیٹھ جاتے مشرکین نے کہا: محمد ﷺ کو جبر رومی قرآن سکھاتا ہے اور اس کا آقا اسے مارتا تھا اور اسے کہتا تھا تو محمد ﷺ کو سکھاتا ہے وہ کہتا قسم بخدا نہیں بلکہ وہ مجھے سکھاتے اور ہدایت دیتے ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ بعض افراد کے ہاں اس تہمت کی بڑی پذیرائی ہوئی ہے حالانکہ یہ ہزل اور غرابت کے منتھیٰ میں ہے ایک عجمی لوہار غلام کیسے استاد ہوسکتا ہے جو زبان عربی کو بالکل بھی نہیں سمجھتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضاد کی لغت سکھاتا کیا یہ کوئی معقول بات ہے کہ یہ رومی عجمی اس قرآن کا سرچشمہ ہو جو ابلغ نصوص عربیہ کا حامل ہے بلکہ وہ معجزۃ المعجزات ہے اور عربوں اور لغت عربیہ کیلئے فخر کا باعث ہے اس لئے قرآن نے منہ بند کرنے والا اور قاطع رد کیا ہے "لسان الذی یلحدون الیه أعجمی وهذا لسان عربی مبین"

الشبهة الثالثة: إن محمداً عبقرية فذة، وهذه العبقرية الخارقة، لماذا لا يمكن أن تكون هي منبع هذه الأخبار، وأن يكون هذا القرآن من تأليف محمد وترتيبه لأنه ذو شخصية رائعة؟!.

تیسرا شبہ: بلاشبہ محمد ﷺ یکتا عبقریت رکھتے ہیں اور یہ خارق عادت عبقریت ہے یہ کیوں ممکن نہیں کہ یہی ان اخبار کا منبع ہو اور یہ قرآن محمد ﷺ کی تالیف وترتیب سے ہو اس لئے کہ آپ خوبصورت شخصیت کے مالک تھے۔

والجواب: إن هذا الكلام إنما يصدر عن جاهل لا يعرف شيئاً عن حياة النبي ﷺ ولا عن تاريخ عشيرته وقومه، فالرسول ﷺ عاش أربعين سنة بين قومه وهو يشار إليه بالبنان، في صدقه

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام کوئی جاہل ہی کرسکتا ہے جو نبی ﷺ کی حیات اور آپ کے خاندان اور آپ کی قوم کی تاریخ سے واقف نہ ہو رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کے درمیان چالیس سال رہے اور آپ کے صدق وامانت اور شرافت و

وأمانته ونبله وفضله' حتى كان المشركون يلقبونه ب (الصادق الأمين) فهل يعقل بعد هذه الحياة الشريفه الطاهرة' أن يأتي بأعظم بهتان فيزعم أن هذا القرآن من عند الله' وانه رسول الله؟ ! وبداية الانسان تدل على نهايته فكيف يتفق هذا مع تاريخ الرسول الشريف الطاهر' وحياته الفاضلة العطرة' وحين سأل (هرقل) ملك الروم أبا سفيان عن رسول الله. هل كنتم تتهمونه بالكذب قبل أن يقول ما قال؟ أجابه أبو سفيان بقوله: لا بل هو عندنا الصادق الأمين' فقال له هرقل: لم يكن ليدع الكذب على الناس ويكذب على الله. ومن ناحية ثانية فقد ثبت في التاريخ ثبوتاً قاطعاً أن محمداً ﷺ كان أمياً لا يعرف القراء ة والكتابة' وقد اكد هذا القرآن بقوله عز من قائل ﴿ **وما كنت تتلو من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك اذا لارتاب المبطلون**﴾(سورة العنكبوت:٤٨) فمن اين لرسول الله معرفة أخبار الأولين من الأنبياء والمرسلين؟ ومن أين له معرفة دقائق التاريخ وأحوال الأمم الغابرة وأنباء من سبق من البشر على وجه الدقة والتفصيل' وهو بعد لم يقرأ كتاباً' ولم يدرس علماً' ولم يتلق هذا الأنباء عن أحد من علماء أهل الكتاب؟!.

ثم مهما كانت عبقرية الانسان فذة' ونبوغه عظيماً' وذكاؤه وافراً فمن أين له معرفة أمور الغيب' وأحوال المستقبل' وهل يمكن

نجابت اور فضل کی طرف انگلیوں سے اشارے کئے جاتے تھے حتی کہ مشرکین آپ کو صادق وامین کا لقب دیتے تھے کیا اس شریفانہ اور پاکبازانہ زندگی کے بعد سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ بڑا بہتان لگائیں اور خیال کریں کہ یہ قرآن اللہ کی جانب سے ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں؟ اور انسان کا آغاز اس کے انجام پر دلالت کرتا ہے پس یہ بات شریف طاہر رسول کی تاریخ کے ساتھ کیسے میل کھا سکتی ہے اور آپ کی زندگی خوشبودار ہے اور جب شاہ روم ہرقل نے ابوسفیان سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھا کیا تم اس بات کے کہنے سے قبل جو وہ کہتا ہے اس پر جھوٹ کا الزام لگاتے ہو؟ ابوسفیان نے جواب دیا نہیں بلکہ وہ ہمارے ہاں صادق وامین ہے ہرقل نے اسے کہا جو بندوں پر جھوٹ نہیں باندھتا وہ اللہ پر جھوٹ کیسے باندھ سکتا ہے؟ اور دوسری جہت سے تاریخ میں قطعی ثبوت سے ثابت ہو چکا ہے کہ محمد ﷺ امی تھے قرأت و کتابت کو نہیں جانتے تھے قرآن نے اس قول کو تاکیداً بیان کیا ہے: "وما كنت تتلو من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك اذا لا رتاب المبطلون" (سورۃ العنکبوت:۴۸) پس رسول اللہ ﷺ کو اولین انبیاء و مرسلین کی خبروں کی معرفت کیسے ہوئی؟ اور دقائق تاریخ اور گزشتہ قوموں کے احوال اور پہلے لوگوں کی خبروں کی دقت و تفصیل کے ساتھ معرفت کہاں سے حاصل ہوئی حالانکہ ابھی تک آپ نے نہ کوئی کتاب پڑھی تھی اور نہ علم پڑھا تھا اور نہ ہی یہ خبریں آپ نے اہل کتاب سے کسی عالم سے حاصل کی تھیں۔

پھر انسان کی عبقریت خواہ کس قدر یگانہ اور اس کی فوقیت عظیم اور اس کی ذہانت وافر ہو اسے غیب کے امور اور مستقبل کے احوال کی معرفت کہاں سے ہو سکتی ہے اور کیا بشر

لبشر مهما سما أن يخبر عن الغيب بحيث لا يشذ عن أخباره واحدة من هذه المغيبات إلا أن يكون رسولاً صادقاً يوحى إليه من عند الله؟ إن العقل ليجزم بأن هذا ليس في طوق البشر، ومهما بلغت العبقرية من النبوغ والذكاء، ومهما كانت الشخصية قوية ومثالية، فلن تستطيع أن تخرق استار الغيب او تخبر بما ليس في مقدورها وصدق الله ﴿ **كذلك نقص عليك من أنباء ما قد سبق وقد آتيناك من لدنا ذكراً..** ﴾(سورة طه:۹۹)

الشبهة الرابعة: يقولون: ان عجز البشر عن الاتيان بمثل هذا القرآن لا يدل على انه كلام الله وما هذا الا كمثل عجزهم عن الاتيان بمثل (الكلام النبوى) فهل يكون كلام الرسول من عند الله؟ أو يقال إنه كلام الله؟.

والجواب: أن الحديث النبوى ان عجز عامة الناس عن الاتيان بمثله فلن يعجز احد الخاصة عن الاتيان بمثل بعضه، ولو بمقدار حديث واحد أو سطر واحد من كلامه، وكلام الرسول ﷺ وان كان في الذروة العليا من الفصاحة والبلاغة إلا أنه لا يخرج عن كونه كلام بشر، وقد يشتبه كلام البشر بعضهم مع بعض، حتى لنجد تشابهاً بين كلام النبوة وكلام بعض الخواص من الصحابة ونسمع الحديث فيشتبه علينا أمره أهو مرفوع ينتهي الى النبي ﷺ؟ ام هو موقوف عند الصحابي أي من

کیلئے ممکن ہے خواہ وہ کس قدر بلند ہو کہ وہ یوں غیب کی خبر دے کہ اس کی ان غیبی خبروں میں سے ایک خبر بھی جدا نہ ہو سوائے اس کے کہ وہ رسول صادق ہو اس کی طرف خدا کی جانب سے وحی ہوتی ہو۔ عقل اس بات کا قطعی فیصلہ دیتی ہے کہ یہ بشر کی طاقت نہیں خواہ عبقریت' فوقیت اور ذہانت کہاں بھی پہنچ جائیں اور شخصیت خواہ کس قدر قوی اور مثالی ہو وہ غیب کے پردوں کو پھاڑنے کی طاقت نہیں رکھتی یا اس چیز کی خبر دے جو اس کے بس میں نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: "**كذلك نقص عليك من أنباء ما قد سبق و قد اتيناك من لدنا ذكرا**" (سورۃ طٰہٰ:۹۹)

چوتھا شبہ: وہ کہتے ہیں اگر بشر اس قرآن کی مثل لانے سے عاجز ہے تو یہ بات اس کے کلام اللہ ہونے پر دلالت نہیں کرتی اور یہ ان کے کلام نبوی کی مثل لانے سے عجز کی طرح ہے تو کیا کلام رسول بھی من عند اللہ ہوگا؟ یا اسے کلام اللہ کہا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر عامۃ الناس اس کی مثل لانے سے عاجز آ گئے ہیں تو خواص میں سے کوئی اس کے بعض کی مثل لانے سے ہرگز عاجز نہ ہوگا خواہ وہ ایک حدیث کی مقدار ہو یا آپ کے کلام سے ایک سطر ہو اور رسول اللہ ﷺ کا کلام اگرچہ فصاحت و بلاغت کی بلند چوٹی پر ہے مگر وہ کلام بشر ہونے سے باہر نہیں ہے اور بشر کا کلام ایک دوسرے سے مل جل جاتا ہے حتی کہ ہم کلام نبوت اور بعض خاص صحابہ کے کلام میں تشابہ پاتے ہیں ہم حدیث کو سنتے ہیں تو ہم پر اس کا معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے کہ کیا وہ مرفوع ہے حضرت نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہے یا وہ صحابی کے کلام تک موقوف ہے یا تابعی تک ختم ہو جاتی ہے؟ اور ہم تمیز کرنے کی

كلامه؟ ام مقطوع عند التابعي؟ ولا نستطيع أن نميز حتى يرشدنا السند الى عين قائله. ومن أوتي حاسة بيانية يدرك هذا الشبه كثيراً وقد يلتبس علينا الأمر حين نسمع كلاماً رائعاً بليغاً لأحد الفصحاء فنظنه من كلامه الرسول ﷺ، فاذا قد يكون هناك بعض الشبه بين كلام افصح من نطق بالضاد وبين كلام بعض النبغاء واستمع مثلاً الى هذه الجملة الرائعة (المعدة بيت الداء، والحمية رأس كل دواء، وعودوا كل جسم ما اعتاد) فإن الانسان اذا سمع هذه لم يستبعد أن تكون حديثاً لجمالها وصحتها وأسلوبها الأخاذ، وربما جزم بأنها حديث شريف مع أنها ليست بحديث إنما هي من كلام طبيب العرب المشهور (ابن كلدة) وأما القرآن فذاك له شأن آخر لا يلتبس مع غيره من الكلام، ولن تستطيع أن تجد له شبيهاً أو نداً، لأن الذي صنعه على عينه لن تستطيع أن تجد له شبيهاً أو نداً، فكيف يقاس القرآن الكريم بالحديث الشريف في هذا المقام؟.

ثانياً: ومن ناحية ثانية لو كان هذا القرآن من تأليف محمد ﷺ لكان ينبغي أن يكون الأسلوب في (القرآن والسنة) واحداً ضرورة أنهما صادران عن شخص واحد، استعداده واحد، ومزاجه واحد، مع اننا نجد الفرق بينهما واضحاً، والبون شاسعاً، فأسلوب القرآن ضرب وحده تظهر عليه سمات الألوهية والربوبية التي

طاقت نہیں رکھتے حتی کہ سند اس کے قائل تک ہماری راہنمائی کرے اور جسے حاسہ بیانیہ دیا گیا ہے وہ اس بشارت کو کافی پائے گا اور جب ہم کسی فصیح کا خوبصورت بلیغ کلام سنتے ہیں تو ہم پر معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے ہم اسے رسول اللہ ﷺ کا کلام خیال کرتے ہیں پس اس سورت میں ضاء بولنے والوں کے افصح کلام اور بعض نبغاء کے کلام کے درمیان بھی کچھ مماثلت ہو جاتی ہے اس خوبصورت جملہ کی طرف کان لگائیے۔ (المعدة بيت الداء والحمية راس كل دواء وعودوا كل جسم ما اعتاد) (معدہ بیماری کا گھر ہے اور پرہیز ہر دوا کی چوٹی ہے اور ہر جسم کو جس بات کا وہ عادی ہے عطا کرو۔) انسان جب ان جملوں کو سنتا ہے تو مستبعد نہیں کہ یہ اپنے جمال، صحت اور گرفت کرنے والے اسلوب کے باعث حدیث ہو اور بسا اوقات قطعیت سے کہا جاتا ہے کہ یہ جملے حدیث ہیں حالانکہ یہ حدیث نہیں ہیں یہ عرب کے مشہور طبیب ابن کلدہ کا کلام ہے اور قرآن کی ایک اور شان ہے وہ دوسرے کے کلام سے ملتبس نہیں ہوتا اور تو ہرگز اس کا شبہ اور مد مقابل نہ پائے گا اس لئے کہ جس نے اسے عین کلام بنایا ہے اپنے عین پر بنایا ہے تو ہرگز اس کا شبہ اور ہمسر نہ پائے گا سو اس مقام پر قرآن کریم کو حدیث شریف کے ساتھ کیسے قیاس کیا جائے گا۔

دوم: دوسری جہت سے اگر یہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تالیف ہوتا تو چاہئے تھا کہ ضرورۃ قرآن وسنت کا اسلوب ایک ہوتا کہ وہ دونوں ایک شخص سے صادر ہوئے ہیں اس کی استعداد بھی ایک ہے اور اس کا مزاج بھی ایک ہے اس کے باوجود ہم دونوں کے درمیان بڑا واضح فرق پاتے ہیں پس قرآن کا اسلوب ایک قسم کا ہے جس پر الوہیت اور ربوبیت کی علامات نمایاں ہیں جو مماثلت و

تجل عن المشابهة والمماثلة' واسلوب الحديث الشريف ضرب آخر' لا يحل عن المشابهة والمماثلة' بل هو محلق في جو البيان بقدر الأساليب البشرية الرفيعة' ولا يستطيع بحال أن يصعد الى سماء اعجاز القرآن' وهذا يدركه كل انسان اذا ما قارن بين الأسلوبين بأبسط نظرة وصدق الله حيث يقول: ﴿ ولو ان ما في الأرض من شجرة اقلام والبحر يمده من بعده سبعة ابحر ما نفدت كلمات الله ان الله عزيز حكيم﴾(سورة لقمان:٢٧). وصدق الله ﴿ قل لئن اجتمعت الانس والجن على ان ياتوا بمثل هذا القرآن لا ياتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا﴾(سورة الاسراء:٨٨).

مشابہت سے بہت بری ہیں اور حدیث شریف کا اسلوب دوسری قسم کا ہے وہ مشابہت ومماثلت سے بری نہیں بلکہ وہ بیان کی فضاء میں بشریت کے اسالیب رفیعہ کے ساتھ چکر لگا رہا ہے اور کسی حال میں اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ اعجاز قرآن کے آسمان تک چڑھ جائے اور جب ہر انسان وسیع نظر کے ساتھ دونوں اسلوبوں کا موازنہ کرے گا تو وہ اسے معلوم ہو جائے گا۔ اللہ فرماتا ہے:"ولو انا ما في الارض من شجرة اقلام والبحر يمده من بعده سبعة ابحر ما نفدت كلمات الله ان الله عزيز حكيم"(سورۃ لقمان:۲۷)

پھر فرماتا ہے:"قل لئن اجتمعت الانس والجن على ان ياتوا بمثل هذ القرآن لا ياتون بمثله ولو كان بعضهم بعض ظهيرا"(سورۃ الاسراء:۸۸)

القسم الثاني

التفسير بالدراية (الرأي)

بعد أن تحدثنا عن التفسير بالرواية' ننتقل الآن الى الحديث عن التفسير بالدراية' وهذا النوع يسمى عند علماء التفسير (التفسير بالرأى) أو التفسير بالمعقول' لأن المفسر لكتاب الله تعالىٰ يعتمد فيه على اجتهاده' لا على المأثور المنقول عن الصحابة أو التابعين' بل يكون فيه الاعتماد على اللغة العربية' وفهم أسلوبها على طريقة العرب' ومعرفة طريقة التخاطب عندهم' وإدراك العلوم الضرورية' التي ينبغي أن يكون ملماً بها كل من أراد تفسير القرآن' كالنحو والصرف وعلوم البلاغة' وأصول الفقه' ومعرفة أسباب النزول' إلى غير ما هنالك من العلوم التي يحتاج إليها المفسر' كما سنبينه فيما بعد إن شاء الله تعالىٰ.

معنى التفسير بالرأى:

المراد بالرأى هنا (الاجتهاد) المبنى على أصول صحيحة' وقواعد سليمة متبعة' يجب أن يأخذ بها من أراد الخوض فى تفسير الكتاب' أو التصدى لبيان معانيه' وليس المراد به مجرد (الرأي) أو مجرد (الهوى) أو تفسير القرآن بحسب ما يخطر للانسان من خواطر' أو بحسب ما يشاء. فقد قال القرطبى: من قال فى القرآن بما سنح فى وهمه' أو خطر على باله'

دوسری قسم

تفسیر بالرائے

تفسیر بالروایت کے متعلق گفتگو کرنے کے بعد ہم اب تفسیر بالرائے کی طرف منتقل ہوتے ہیں علماء تفسیر کے ہاں اس نوع کا نام تفسیر بالرائے یا تفسیر بالمعقول ہے اس لئے کہ اسمیں کتاب اللہ کا مفسر اپنے اجتہاد پر اعتماد کرتا ہے۔ صحابہ تابعین سے منقول ماثور پر اعتماد نہیں کرتا بلکہ اس میں اس کا اعتماد پر لغت اور عربوں کے طریق پر ان کے اسلوب کے فہم اور ان کے طریق تخاطب کی معرفت پر اور ان علوم ضروریہ کے ادراک پر ہوتا ہے جن کا تفسیر قرآن کرنے والے کو جاننا ضروری ہے جیسے نحو' صرف' علوم بلاغت' اصول فقہ' اسباب نزول کی معرفت وغیرہ علوم جن کا مفسر محتاج ہوتا ہے جیسا کہ ہم ابھی بیان کرینگے۔ انشاء اللہ

تفسیر بالرائے کا مفہوم:

یہاں رائے سے مراد وہ اجتہاد ہے جو صحیح اصول اور مسلمہ قواعد سلیمہ پر مبنی ہو' تفسیر کتاب میں مشغولیت کرنے والے اور اس کے معانی کے بیان کے درپے ہونے والے کیلئے واجب ہے کہ وہ ان کو لازم پکڑے اس سے مراد مجرد رائے یا مجرد خواہش نہیں اور نہ ہی وہ تفسیر قرآن مراد ہے جو انسان کے خیالات کے مطابق ہو یا جو وہ پسند کرے اور اس کے نفس اس کے مطابق ہو قرطبی نے بیان کیا ہے کہ جس نے اصول سے استدلال کئے بغیر قرآن کے بارے میں وہ بات

من غير استدلال عليه بالأصول، فهو مخطيء مذموم، وعليه يحمل الحديث الشريف ((من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار، ومن قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار))(۱).

وقد قال ﷺ: ((من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ))(۲).

کہی جو اس کے وہم میں آئی ہے یا اس کے دل میں گزری ہے تو وہ خطا کار اور مذموم ہے اور اسی پر یہ حدیث محمول کی جائے گی کہ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا اس نے دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنایا ہے اور جس نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے بیان کیا اس نے دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنایا۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جس نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے بیان کی اور اس نے ٹھیک کہا اس نے بھی غلطی کی ہے۔

قال القرطبي رحمه الله في مقدمة تفسيره (الجامع لأحكام القرآن) مانصه:

فسر حديث ابن عباس ((ومن قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار)) تفسيرين:

أحدهما: من قال في مشكل القرآن بما لا يعرف من مذهب الصحابة والتابعين فهو متعرض لسخط الله.

ثانيهما: من قال في القرآن قولاً يعلم أن الحق غيره فليتبوأ مقعده من النار.

قرطبی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں بیان کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ:

ابن عباس کی حدیث کہ: جس نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے بیان کی اس نے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنایا ہے کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔

ایک یہ ہے کہ جس نے قرآن کے مشکل مقامات کے بارے میں صحابہ اور تابعین کا مذہب معلوم کئے بغیر کچھ کہا وہ اللہ کی ناراضگی کو مول لے گا۔

دوسری یہ کہ جس نے قرآن کے بارے میں کوئی بات کہی یہ جانتے ہوئے کہ اس کے قول کا غیر حق ہے تو اس نے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنایا۔

وقد رجح القرطبي القول الثاني فقال: وهو أثبت القولين، وأصحهما معنى. ثم قال: وأما حديث (جندب) فقد حمل بعض أهل العلم هذا الحديث على أن الرأي معنى به (الهوى) والمراد من قال في القرآن قولاً

قرطبی نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں میں سے اثبت قول ہے اور معناً دونوں سے زیادہ صحیح ہے پھر بیان کیا ہے کہ اب رہی جندبؓ کی حدیث تو بعض اہل علم کے اس حدیث کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ رائے سے مراد "خواہش" ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے اپنی خواہش

(۱) الحديث رواه الترمذي عن ابن عباس، ومعنى يتبوأ: أي ينزل ويحل.

(۲) الحديث من رواية أبي داود عن جندب.

يوافق هواه، لم يأخذه عن أئمة السلف فأصاب فقد أخطأ، لحكمه على القرآن بما لا يعرف أصله، ولا يقف على مذاهب أهل الأثر والنقل فيه.

کے موافق قرآن کے بارے میں کوئی بات کی اور اسے ائمہ سلف سے نہ سیکھا اور اس نے صحیح بات کی تب بھی اس نے غلطی کی ہے اس لئے کہ اس نے قرآن کے متعلق ایسا حکم لگایا جس کی اصل کو نہ جانتا تھا اور اھل اثر کے مذاہب اور ان سے منقول روایات سے واقف بھی نہ تھا۔

وقال ابن عطية: ومعنى هذا أن يسأل الرجل على معنى في كتاب الله عزوجل، فيتسور عليه (أي يهجم عليه) برأيه دون نظر فيما قال العلماء واقتضته قوانين العلم كالنحو والأصول، وليس يدخل في هذا الحديث، أن يفسر اللغويون لغته، والنحويون نحوه، والفقهاء معانيه وأحكامه، ويقول كل واحد باجتهاده المبنى على قوانين علم ونظر، فان القائل على هذه الصفة ليس قائلاً بمجرد رأيه(١).

ابن عطیہ نے بیان کیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک آدمی سے کتاب اللہ کا معنیٰ پوچھا جائے اور وہ اس کو دیکھے بغیر جو کچھ علماء نے اس کے بارے میں کہا ہے اور قوانینِ علم جیسے نحو اور اصول اس سے جو تقاضا کرتے ہیں ان کو دیکھے بغیر اپنی رائے سے اس پر حملہ کر دے مگر اس حدیث میں یہ امر داخل نہ ہوگا کہ لغوی اپنی لغت کی تفسیر کریں اور نحوی، اپنی نحو کی اور فقہاء اس کے معانی واحکام کی، اور ہر ایک اپنے اجتہاد سے بات کرے جو قوانین علم ونظر پر مبنی ہو بلاشبہ اس طرح کا قائل مجرد اپنی رائے سے کہنے والا نہ ہوگا۔

انواع التفسير بالرأي:

وعلى هذا يمكن تقسيم التفسير بالرأي إلى قسمين:

١ – تفسير محمود.

٢ – تفسير مذموم.

تفسیر بالرائے کی انواع:

اس طریق پر تفسیر بالرائے کی تقسیم دو قسموں میں ممکن ہوگی۔

۱۔تفسیر محمود

۲۔تفسیر مذموم۔

فالتفسير المحمود: ما كان موافقاً لغرض الشارع، بعيداً عن الجهالة والضلالة، متمشياً مع قواعد اللغة العربية، معتمداً على أساليبها في فهم النصوص القرآنية الكريمة، فمن فسر القرآن برأيه (أي باجتهاده) ملتزماً الوقوف عند هذه الشروط، معتمداً عليها فيما يرى من معاني الكتاب العزيز،

تفسیر محمود: وہ ہوگی جو شارع کی غرض کے موافق ہو، جہالت وضلالت سے دور ہو، لغت عربیہ کے قواعد کے ساتھ چلتی ہو اور قرآنی نصوص کے فہم میں اس کے اسالیب پر اعتماد کرتی ہو پس جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے (یعنی اپنے اجتہاد سے) ان شروط کی پابندی کرتے ہوئے کی اور کتاب عزیز کے معانی میں ان پر اعتماد کیا اس کی تفسیر جائز

(١) تفسير القرطبي: ج١ ص٣٢

كان تفسيره جائزاً سائغاً جديراً بأن يسمى (التفسير المحمود) أو التفسير المشروع.

وأما التفسير المذموم: فهو أن يفسر القرآن بدون علم أو يفسره حسب الهوى مع الجهالة بقوانين اللغة أو الشريعة أو يحمل كلام الله على مذهبه الفاسد وبدعته الضالة أو يخوض فيما استأثر الله بعلمه ويجزم بأن المراد من كلام الله هو كذا وكذا فهذا النوع من التفسير هو (التفسير المذموم) أو التفسير الباطل. وباختصار: فإن التفسير المحمود ما كان صاحبه عارفاً بقوانين اللغة خبيراً بأساليبها بصيراً بقانون الشريعة.

ہوگی اور اس بات کے لائق ہوگی کہ اسے تفسیر محمود یا تفسیر مشروع کا نام دیا جائے۔

تفسیر مذموم: یہ کہ علم کے بغیر قرآن کی تفسیر کی جائے یا قوانین لغت اور شریعت سے جہالت کے ساتھ خواہش کے مطابق اس کی تفسیر کی جائے اور یقین سے کہے کہ کلام اللہ سے مراد فلاں فلاں بات ہے تفسیر کی یہ نوع تفسیر مذموم ہے یا تفسیر باطل ہے مختصرا یہ کہ تفسیر محمود وہ ہے جس کا مفسر قوانین لغت کا عارف اس کے اسالیب کا واقف اور قانون شریعت کا جاننے والا ہو۔

والتفسير الباطل المذموم: ما كان منبعثاً عن الهوى قائماً على الجهالة والضلالة. مثاله: ما ورد عن بعض الجهلة من ادعياء العلم في قوله تعالى ﴿ يوم ندعو كل أناس بامامهم﴾(سورة الإسراء:٧١) أن المراد بها أن الله تعالى ينادي الناس يوم القيامة بأسماء أمهاتهم ستراً عليهم فقد فسر هذا الجاهل (الامام) بالأمهات وظن أن الامام جمع ام مع أن اللغة العربية تأبى هذا لأن جمع الأم أمهات قال تعالى ﴿ وأمهاتكم اللاتي أرضعنكم ﴾(سورة النساء:٢٣) ولا يكون جمع الأم اماماً فإن ذلك فاسد لغة وشرعاً والمراد بالامام هنا (النبي) الذي اتبعته أمته أو كتاب الأعمال بدليل تتمة الآية: ﴿ فمن أوتي كتابه بيمينه فأولئك يقرون كتابهم ولا يظلمون فتيلا﴾(سورة الاسراء:٧١).

اور تفسیر مذموم و باطل وہ ہے جو خواہش سے ظاہر ہوا اور جہالت وضلالت پر قائم ہو اس کی مثال وہ ہے جو بعض جاہل مدعیان علم سے اللہ تعالیٰ کے قول میں آئی ہے: "یوم ندعو کل اناس بامامھم" (سورۃ الاسراء:۷۱) اس سے مراد یہ لینا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے ان پر پردہ ڈالنے کیلئے آواز دے گا اس جاہل نے امام کی تفسیر امہات سے کی ہے اور خیال کیا ہے کہ امام ام کی جمع ہے جبکہ لغت عربیہ اس کا انکار کرتی ہے اس لئے کہ ام کی جمع امہات ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وامھاتکم اللاتی او ضعفکم" (سورۃ النساء:۲۳) ام کی جمع امام نہیں ہوسکتی یہ بات لغۃً اور شرعاً فاسد ہے یہاں امام سے مراد وہ نبی ہے جس کی امت نے اس کی اتباع کی ہے یا کتاب الاعمال مراد ہے اس کی دلیل آیت کا تتمہ ہے "فمن اوتی کتابه بیمینه فاولئك یقروؤن کتابھم ولا یظلمون فتیلا" (سورۃ الاسراء:۷۱)

فاذا لم يفهم الانسان قواعد اللغة' ولا أصول العربية' خبط خبط عشواء وكان عليل الرأى' سقيم الفهم' وكذلك من لم يفهم غرض الشرع' وقع فى الجهالة والضلالة' كمن يأخذ بظاهر الآية الكريمة وهى قوله تعالىٰ: ﴿ ومن كان فى هذه أعمى' فهو فى الآخرة أعمى وأضل سبيلاً﴾(سورة الاسراء:٧٢) فيحكم على كل أعمى بالشقاوة والخسران ودخول جهنم' مع أن المراد بالعمى ليس عمى البصر' وانما هو (عمى القلب) بدليل قوله تعالىٰ: ﴿فانها لا تعمى الأبصار' ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور﴾(سورة الحج:٤٦) وربما كان عمى البصر سبباً لسعادة الانسان كما جاء فى الحديث القدسى: (من ابتليته بحبيبته (يعنى عينيه) فصبر عوضته الجنة).وسنذكر بعض النماذج عن التفسير الباطل المذموم عند الكلام على غرائب التفسير فارجع إليه هناك.

پس جب انسان نے نہ قواعد لغت اور نہ اصول عربیت کو سمیٹا ہو تو وہ ٹامک ٹوئیاں مارے گا اور وہ علیل الرائے اور سقیم الفہم شمار ہوگا ایسے ہی وہ شخص جو شرع کی غرض نہ سمجھتا ہو جہالت وضلالت میں پڑ جائے گا اس شخص کی طرح جو آیت کے ظاہر کو پکڑتا ہے اور وہ اللہ کا یہ قول ہے:"ومن كان فى هذه اعمىٰ فهو فى الآخرة اعمى واضل سبيلا"(سورۃ الاسراء:٧٢) پس وہ سب اندھوں پر شقاوت' خسران اور دخول جہنم کا حکم لگاتا ہے جب کہ اندھے پن سے مراد آنکھ کا اندھا پن نہیں ہے بلکہ دل کا اندھا ہونا ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ہے:"فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور"(سورۃ الحج:٤٦) اور بسا اوقات آنکھوں کا اندھا پن انسان کی سعادت کا سبب بن جاتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے جسے میں اس کی دو محبوب چیزوں یعنی اس کی دونوں آنکھوں سے آزماؤں اور وہ صبر کرے تو میں اس کے بدلے میں اسے جنت دوں گا۔ ہم عنقریب تفسیر غریب پر کلام کرتے ہوئے تفسیر مذموم کے بعض نمونے بیان کرینگے۔

أمهات التفسير:

والأمور التى يتبغى استناد الرأى إليها فى التفسير' أمهاتها أربعة كما ذكرها (الزركشى) فى كتابه البرهان' ونقلها السيوطى عنه فى كتابه الاتقان ونحن نلخصها بايجاز:

امہات التفسیر:

تفسیر میں رائے کو جن امور پر بھروسہ کرنا چاہئے ان کی اصل چار امور ہیں جیسے کہ زرکشی نے اپنی کتاب برہان میں ان کا ذکر کیا ہے اور سیوطی نے اپنی کتاب اتقان میں انہیں ان سے روایت کیا ہے ہم اختصار کے ساتھ ان کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

الأول: النقل عن الرسول ﷺ مع التحرز عن الضعيف والموضوع.

اول: رسول اللہ ﷺ سے ضعیف اور موضوع سے بچتے ہوئے مروی ہو۔

الثانى: الأخذ بقول الصحابى فى التفسير'

دوم: تفسیر میں صحابی کے قول سے ماخوذ ہو بلاشبہ وہ

فانه في حكم المرفوع.

الثالث: الأخذ بمطلق اللغة، فان القرآن نزل بلسان عربي مبين، مع ترك ما لا تحتمله لغة العرب.

الرابع: الأخذ بما يوافق الكلام العربي، ويدل عليه قانون الشرع، وهذا هو الذي دعا به النبي عليه السلام لابن عباس في قوله: ((اللهم فقهه في الدين وعلمه التأويل))[1].

العلوم التي يحتاجها المفسر:

يحتاج المفسر لكتاب الله تعالى، إلى انواع من العلوم والمعارف، يجب أن تتوفر فيه، حتى يكون أهلاً للتفسير، وإلا كان داخلاً في الوعيد السابق ((من قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار)). وقد ذكر العلماء أنواع العلوم التي يجب توفرها في المفسر، وأوصلها السيوطي في كتابه (الاتقان) إلى خمسة عشر علماً[2] ونحن نوجزها فيما يلي:

١- معرفة اللغة العربية وقواعدها (علم النحو، والصرف، وعلم الاشتقاق).

٢- معرفة علوم البلاغة (علم المعاني، والبيان، والبديع).

مرفوع سے حکم میں ہے۔

سوم: مطلق لغت سے ماخوذ ہو بلاشبہ قرآن مبین عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس نے وہ باتیں چھوڑ دی ہیں جسے لغت عرب برداشت نہیں کرتی۔

چہارم: اس چیز سے ماخوذ ہو جو کلام عربی کے موافق ہے اور قانون شرع اس پر دلالت کرتا ہے اور یہی وہ بات ہے جس کی دعا حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کو دی تھی کہ اے اللہ! اسے دین کی سمجھ دے اور اسے تاویل کا علم سکھا۔

وہ علوم جن کا مفسر محتاج ہوتا ہے:

کتاب اللہ کا مفسر علوم و معارف کی کئی انواع کا محتاج ہوتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ ان کا ماہر کامل ہو، تا کہ وہ تفسیر کا اہل ہو ورنہ وہ وعید سابق میں داخل ہوگا کہ جس نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا اس نے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنایا۔ علماء نے ان علوم کی انواع کو بیان کیا ہے جن کا مفسرین کو ماہر ہونا ضروری ہے اور سیوطی نے اپنی کتاب اتقان میں انہیں پندرہ علوم تک پہنچایا ہے ہم ذیل میں انہیں اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۱۔ لغت عربیہ اور اس کے قواعد کی معرفت (نحو، صرف اور علم الاشتقاق)

۲۔ علوم بلاغت کی معرفت (علم المعانی، بیان اور بدیع)

---

(١) أنظر: الإتقان، ج٢ ص١٧٩.

(٢) عد السيوطي العلوم خمسة عشر وسردها على النحو التالي: أحدها: اللغة، الثاني: النحو، الثالث: التصريف، الرابع: الاشتقاق، الخامس: البيان، السادس: المعاني، السابع: البديع، الثامن: علم القراء ات، التاسع: أصول الدين، العاشر: أصول الفقه، الحادي عشر: أسباب النزول، الثاني عشر: علم الناسخ والمنسوخ، الثالث عشر: علم الفقه، الرابع عشر: الأحاديث المبينة للمجمل والمبهم، الخامس عشر: علم الموهبة (الاتقان بايجاز).

٣- معرفة أصول الفقه (من خاص' وعام' ومجمل' ومفصل.. الخ)

٤- معرفة أسباب النزول.

٥- معرفة الناسخ والمنسوخ.

٦- معرفة علم القراء ات.

٧- علم الموهبة.

أما الأول: وهو اللغة وما يتعلق بها من نحو وصرف واشتقاق' فإنه ضروری للمفسر' إذ كيف يمكن فهم الآية بدون معرفة المفردات والتراكيب وهل باستطاعة أحد أن يفسر قوله تعالى: ﴿للذين يؤلون من نسائهم تربص أربعة أشهر' فإن فاء وا فإن الله غفور رحيم﴾(سورة البقرة:٢٢٦) بدون أن يعرف المنى اللغوی للايلاء' والتربص.

قال الامام مالك: (لا أوتى برجل غير عالم بلغة العرب' يفسر كتاب الله' إلا جعلته نكالًا).

وقال مجاهد: ((لا يحل لأحد يؤمن بالله واليوم الآخر أن يتكلم فی كتاب الله' اذا لم يكن عالماً بلغات العرب)).

فاذا لم يتفق اللفظ مع المعنى اللغوی كان باطلاً' كتفسير بعض الروافض قوله تعالى: ﴿مرج البحرين يلتقيان﴾(سورة الرحمن:١٩) أنهما على وفاطمة' وقوله ﴿ يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان﴾(سورة الرحمن:٢٢) يعنى الحسن والحسين.

٣۔اصول فقہ کی معرفت(خاص' عام' مجمل' مفصل......الخ

٤۔ اسباب نزول کی معرفت

٥۔ ناسخ اور منسوخ کی معرفت

٦۔ علم القراءات کی معرفت

٧۔ علم الموھبۃ

اول:علم لغت اور اس سے متعلقہ علوم صرف' نحو اور اشتقاق ہیں یہ مفسر کیلئے ضروری ہیں' اس لیے کہ آیت کا مفہوم مفردات و تراکیب کے بغیر کیسے ممکن ہے کیا کسی کی استطاعت میں ہے کہ وہ قول الٰہی "للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر فان فاءوا فان اللہ غفور رحیم" (سورۃ البقرہ:٢٢٦) کی تفسیر ایلاء اور تربص کے لغوی معنے معلوم کئے بغیر کرے۔

امام مالکؒ نے فرمایا ہے: کہ عربوں کی لغت کو نہ جاننے والے مفسر کتاب اللہ کو صرف عبرت ناک سزا ملنی چاہیے۔

اور مجاہدؒ نے بیان کیا ہے کہ کسی بھی اللہ اور یوم آخر پر ایمان لانے والے کیلئے جائز نہیں کہ وہ کتاب اللہ کے بارے میں گفتگو کرے جب کہ وہ لغاتِ عرب کا عالم نہیں ہے۔

پس جب کوئی لفظ لغوی معنوں کے ساتھ اتفاق نہ کرے، تو وہ معنے باطل ہوں گے جیسے کہ بعض روافض نے قول الٰہی "مرج البحرین یلتقیان" (سورۃ الرحمٰن:١٩) کی تفسیر کی ہے کہ وہ دو سمندر علیؓ اور فاطمہؓ ہیں اور قول الٰہی "یخرج منھما اللؤ لؤ والمرجان"(سورۃ الرحمٰن: ٢٢) سے مراد حسنؓ اور حسینؓ ہیں۔یا جیسے قول الٰہی "اذھب

وكتفسير (فرعون) بالقلب في قوله تعالى: ﴿اذهب إلى فرعون انه طغى﴾(سورة طه:٢٤) ويريد به قلب الانسان القاسي' قال القرطبي: وهذا الجنس قد يستعمله بعض الوعاظ في المقاصد الصحيحة' تحسيناً للكلام' وترغيباً للمستمع' وهو ممنوع لأنه قياس في اللغة' وذلك غير جائز' وهو أحد وجهي المنع من التفسير بالرأي[1].

الٰی فرعون انه طغیٰ"(سورۃ طٰہ:۲۴)

فرعون کی تفسیر قلب سے کی گئی ہے اس سے وہ انسان کا سخت دل مراد لیتا ہے قرطبی نے بیان کیا ہے کہ اس جنس کو بعض واعظین مقاصد صحیحہ میں تحسین کلام کیلئے اور سننے والے کو ترغیب دینے کیلئے استعمال کرتے ہیں اور یہ ممنوع ہے اس لئے کہ یہ لغت میں قیاس ہے اور یہ جائز نہیں ہے اور یہ تفسیر بالرائے سے منع کرنے کی ایک وجہ ہے۔

وعلم النحو ضروري للمفسر' لأن المعنى يتغير بتغير الحركات تغيراً كبيراً' فقوله تعالى: ﴿إنما يخشى الله من عباده العلماء﴾ بنصب هاء الجلالة' ورفع همزة العلماء' والمعنى صحيح' لأن معنى الآية: الذين يخشون الله من عباده العلماء دون غيرهم' فمن ازداد علماً بالله' ازداد منه خوفاً' ولو عكس فضم هاء الجلالة' ونصب همزة العلماء لفسد المعنى.

اور علم نحو مفسر کیلئے ضروری ہے اس لئے کہ حرکات کے تغیر سے معنوں میں بڑا تغیر آ جاتا ہے اللہ کا قول ہے:"انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء"(سورۃ فاطر:۲۸) ھاء جلالت کے نصب اور لفظ علماء کے ہمزہ کے رفع کے ساتھ اور یہ معنے صحیح ہیں اس لئے کہ آیت کے معنے میں کہ جو لوگ بندوں میں سے اللہ سے ڈرتے ہیں وہ علماء ہیں دوسرے نہیں 'پس جو اللہ کو زیادہ جاننے والا ہوگا اس سے زیادہ خوفزدہ ہوگا اور اگر اس کے برعکس ھاء جلالت کو ضمہ دیا جائے اور علماء کے ہمزہ کو نصب دی جائے تو معنے فاسد ہو جائیں گے۔

قصة لطيفة:

ذكر القرطبي في تفسيره هذه القصة في عدم اللحن في القرآن' قال: ((قدم أعرابي في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه إلى المدينة المنورة فقال: من يقرئني مما انزل على محمدﷺ؟ قال: فأقرأه رجل سورة (براءة) فقرأ عليه الآية الكريمة ﴿ان الله بريء من

لطیف واقعہ:

قرطبی نے اپنی تفسیر میں یہ واقعہ قرآن میں عدم لحن کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں ایک اعرابی مدینہ منورہ آیا اور کہنے لگا جو محمدﷺ پر نازل کیا گیا ہے وہ مجھے کون پڑھائے گا؟ ایک آدمی نے اسے سورۃ براءت پڑھائی اس نے اسے آیت کریمہ"ان اللہ بریٔ من المشرکین ورسولہ" سنائی(سورۃ التوبۃ:۳) یعنی رسولہ

(١) تفسير القرطبي' ج١ ص٣٣.

المشركين ورسوله﴾(سورة التوبة:٣) بالجر أي بجر اللام في (رسوله) بدل الضم فقال الأعرابي: أوقد برىء الله من رسوله؟ فإن يكن الله برئ من رسوله، فأنا أيضاً أبرأ من رسوله، فاستعظم الناس الأمر، وبلغ عمر مقالة الأعرابي، فدعاهُ فقال يا أعرابي؟ أتبرأ من رسول الله ﷺ؟

فقال يا أمير المؤمنين: إني قدمت المدنية، ولا علم لي بالقرآن، فسألت من يقرئني؟ فأقرأني هذا الرجل سورة (براء ة) فقال: ﴿أن الله بریء من المشركين ورسوله﴾ فقلت: أوقد بریء الله من رسوله، إن يكن الله برئ من رسوله فأنا أبرأمنه، فقال عمر: ما هكذا الآية يا أعرابي؟ قال: فكيف هي يا أمير المؤمنين؟ قال: ﴿ان الله برى من المشركين ورسوله﴾ فقال الأعرابي: وأنا والله أبرأ مما برى الله ورسوله منه، أبرأ من المشركين.. فأمر عمر بن الخطاب رضي الله عنه الا يقرى الناس إلا عالم بالغة، وأمر أبا الأسود فوضع النحو[1].

ومعرفة علم الصرف والاشتقاق ضرورية أيضاً للمفسر، حتى لا يخبط الانسان خبط عشواء، قال الزمخشري: من بدع التفاسير قول من قال إن (الامام) في قوله تعالىٰ: ﴿يوم ندعو كل أناس بامامهم﴾(سورة الاسراء:٧١) جمع ام، وان الناس يدعون يوم القيامة بأمهاتهم دون آبائهم، قال: وهذا غلط فاحش أوجبه جهل

میں لام کو پیش کی بجائے زیر کے ساتھ پڑھا تو اعرابی نے کہا کیا اللہ اپنے رسول سے بیزار ہو گیا ہے؟ اور اگر اللہ اپنے رسول سے بیزار ہو گیا ہے تو میں بھی اس کے رسول سے بیزار ہو گیا ہوں لوگوں نے اس بات کو بڑا خیال کیا اور حضرت عمرؓ کو اعرابی کی بات پہنچی تو آپ نے اسے بلایا اور پوچھا اے اعرابی! کیا تو رسول اللہ ﷺ سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے؟

اس نے کہا: یا امیر المومنین میں مدینے آیا مجھے قرآن کا کوئی علم نہیں تھا میں نے پوچھا مجھے کون پڑھائے گا؟ تو اس آدمی نے مجھے سورۃ برأت پڑھائی اور کہا: "ان الله بریٔ من المشركين ورسوله" تو میں نے کہا: کیا اللہ اپنے رسول سے بیزار ہو گیا ہے اور اگر اللہ اپنے رسول سے بیزار ہو گیا ہے تو میں بھی اس سے بیزار ہوں، حضرت عمرؓ نے کہا: اے اعرابی! آیت اس طرح نہیں ہے؟ اس نے پوچھا یا امیر المومنین! کیسے ہے؟ آپ نے کہا: "ان الله بریٔ من المشركين ورسولُه" تو اعرابی نے کہا: خدا کی قسم جس سے اللہ اور اس کا رسول بیزار ہیں میں بھی اس سے بیزار ہوں سو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ لوگوں کو لغت کے عالم کے سوا کوئی نہ پڑھائے اور آپ نے ابو الاسودؒ کو حکم دیا۔ اور انھوں نے علم نحو وضع کیا۔

اور مفسر کیلئے علم صرف اور اشتقاق بھی ضروری ہیں تاکہ انسان ٹامک ٹوئیاں نہ مارے۔ زمخشری نے بیان کیا ہے کہ عجیب تفاسیر میں سے وہ قول بھی ہے جو کسی نے کہا ہے کہ قول الٰہی "یوم ندعو کل اناس بامامهم" میں امام ام کی جمع ہے اور یہ کہ لوگ قیامت کے روز اپنے آباء کی بجائے اپنی امہات کے نام سے بلائے جائیں گے زمخشری نے بیان کیا ہے کہ یہ بہت غلط قول ہے جس سے قائل کی تصریف سے جہالت ثابت ہوتی

(١) تفسير القرطبي، ج١ ص٢٤

القائل بالتصريف فإن (أما) لا تجمع على إمام[1].

٢- وأما علوم (المعاني والبيان والبديع) فضرورية لمن أراد تفسير الكتاب العزيز، لأنه لا بد له من مراعاة ما يقتضيه الاعجاز، وذلك لا يدرك الا بهذه العلوم، فمثلاً قوله تعالىٰ ﴿وأشربوا في قلوبهم العجل﴾ (سورة البقرة:٩٣) أي أشربوا حب العجل فهو على حذف مضاف. ومثله ﴿ واسأل القرية﴾ (سورة يوسف :٨٢) المراد أهل القرية وقوله تعالى ﴿هن لباس لكم وانتم لباس لهن﴾(سورة البقرة:١٨٧) ليس على الحقيقة وانما هو إستعارة فكما يستر اللباس العورة، ويزين الانسان ويجمله، كذلك الرجل والمرأة كل منهما كاللباس لصاحبه يزينه ويكمله ويجمله، وهو من روائع النظم، وبدائع الكلام، واذا حمل الانسان المعنى على ظاهره، فسد المعنى، كما يذكر أن (الفرنسيين) أرا دوا ترجمة القرآن إلى لغتهم، فلما وصلوا إلى هذه الآية الكريمة ﴿ هن لباس لكم وانتم لباس لهن﴾ ترجموها بالظاهر ولم يدركوا السر الدقيق فيها، فكانت الرتجمة كالتالي (هن بنطلونات لكم، وأنتم بنطلونات لهن) لأن اللباس عندهم يسمى (البنطلون) وهكذا ساء فهمهم ولم يدركوا روعة تعبير القرآن. وقريب من هذا ما وقع لبعض الأعراب حين سمع قوله تعالىٰ ﴿وكلوا واشربوا حتى

ہے بلاشبہ ام کی جمع امام نہیں آتی۔

دوم: اور علوم معانی بیان اور بدیع کتاب عزیز کی تفسیر کا ارادہ کرنے والے کیلئے ضروری ہیں کیونکہ اعجاز اس سے جو تقاضا کرتا ہے اس کی رعایت اس کیلئے ضروری ہے اور یہ بات انہی علوم سے معلوم ہوتی ہے مثلا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وأشربوا في قلوبهم العجل" (سورۃ البقرہ:۹۳) یعنی بچھڑے کی محبت انہیں پلائی گئی اور یہ حذفِ مضاف پر ہے اور اس کی "مثل واسأل القرية" (یوسف:۸۲) ہے اس سے مراد اہل قریہ ہیں۔اور قول الٰہی "هن لباس لكم وانتم لباس لهن" (سورۃ البقرہ:۱۸۷) یہ حقیقت پر محمول نہیں بلکہ یہ استعارہ ہے جیسے لباس، ان اعضاء کو جو شرم کی وجہ سے چھپائے جاتے ہیں چھپاتا ہے اور انسان کو زینت و جمال دیتا ہے ایسے ہی مرد اور عورت ہیں دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کیلئے لباس کی مانند ہے اسے زینت دیتا ہے مکمل کرتا ہے اور خوبصورت بناتا ہے اور یہ حیران کن نظم اور بدائع الکلام میں سے ہے اور جب انسان معنی کو ظاہر پر محمول کرے گا تو معنی بگڑ جائے گا جیسے بیان کیا جاتا ہے کہ فرانسیسیوں نے اپنی زبان میں قرآن کا ترجمہ کرنے کا ارادہ کیا اور جب وہ آیت "هن لباس لكم وانتم لباس لهن" پر پہنچے تو انہوں نے اس کا ظاہری ترجمہ کر دیا اور اس میں جو دقیق راز ہے اس کو نہ پایا تو انہوں نے اس کا ترجمہ یوں کیا کہ وہ عورتیں تمہارے لئے پتلونیں ہیں اور تم ان کیلئے پتلونیں ہو اس لئے کہ ان کے ہاں لباس کو پتلون کہا جاتا ہے اس طرح ان کا فہم خراب ہو گیا اور وہ تعبیر قرآن کی خوبصورتی کو نہ پا سکے اور اس کے قریب قریب ایک اعرابی کا واقعہ ہے

(١) أنظر: الاتقان، ج٢ ص١٨١.

يبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود﴾(سورة البقرة:١٨٧) أخذ عقالين أبيض وأسود وجعل يأكل وينظر إليهما حتى كادت الشمس. أن تطلع، فجاء إلى النبيﷺ فأخبره بذلك فقال له: إنك لعريض القفا[1] إنما ذلك بياض النهار، وسواد الليل. وفي القرآن الكريم أمثلة كثيرة على الاستعارة والكناية والمجاز، ولا بدّ في فهمها من معرفة علم البيان والبديع مثل قوله تعالىٰ عن سفينة نوح ﴿تجرى بأعيننا﴾ (سورة القمر:١٤) أي بحفظنا ورعايتنا، وقوله ﴿قدم صدق﴾ (سورة يونس: ٢) و ﴿لسان صدق﴾ (سورة مريم: ٥٠) و ﴿جناح الذل﴾ (سورة الاسراء:٢٤) كل ذلك وأشباهه يحتاج إلى فهم علوم البلاغة وأسرار البيان.

وهكذا بقية العلوم من: (أصول الفقه، وأسباب النزول، ومعرفة الناسخ والمنسوخ، وعلم القراء ات) كل ذلك مما يحتاج إليه المفسر لكتاب الله تعالىٰ، حتى لا يخطيء في الفهم، ولا تزل قدمه بسبب الجهل بهذه الأمور الضرورية.

وأما علم الموهبة: فيقصد منه العلم اللدني الرباني ﴿وآتيناه[1] من لدنا علماً﴾(سورة الكهف:٦٥) الذي يورثه الله تعالىٰ لمن عمل بما علم، ويفتح قلبه لفهم أسراره قال تعالىٰ ﴿واتقوا الله ويعلمكم الله﴾ (سورة

جب اس نے قول الٰہی "وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود" (سورۃ البقرہ:١٨٢) سنا تو اس نے سیاہ اور سفید دو رسیاں لیں اور کھانے لگا اور ان دونوں کی طرف دیکھنے لگا حتی کہ سورج طلوع ہونے کے قریب آ گیا اس نے آ کر حضرت نبی کریم ﷺ کو یہ بات بتائی تو آپ نے اسے کہا تو بڑی چوڑی گدی والا ہے (بدفہم اور ضعیف العقل سے کنایہ ہے) اس سے مراد دن کی سفیدی اور رات کی تاریکی ہے اور قرآن کریم میں استعارہ، کنایہ اور مجاز کی بہت سی مثالیں ہیں اور ان کے سمجھنے میں علم بیان اور بدیع کی معرفت ضروری ہے جیسے سفینہ نوح کے متعلق قول الٰہی ہے "تجرى باعيننا" (سورۃ القمر:١٤) یعنی وہ ہماری حفاظت اور نگرانی میں چلتی تھی اور قول الٰہی "قدم صدق اور لسان صدق اور جناح الذل" ہے یہ سب اور ان جیسے اقوال علوم بلاغت اور اسرار بیان کے فہم کے محتاج ہیں۔

اور اسی طرح بقیہ علوم یعنی اصول فقہ اسباب نزول، ناسخ ومنسوخ کی معرفت اور علم قراءات کا حال ہے ان سب کی کتاب اللہ کے مفسر کو ضرورت ہے تاکہ وہ سمجھنے میں غلطی نہ کرے اور ان امور ضروریہ سے عدم واقفیت کے باعث اس کا قدم نہ پھسلے۔

اب رہا علم الموھبۃ تو اس سے مراد علم لدنی ربانی ہے: "وعلمناه من لدنا علما" (سورۃ الکھف:٦٥) جسے اللہ تعالیٰ اس شخص کو دیتا ہے جو علم کے مطابق عمل کرتا ہے اور اس کے دل کو اپنے اسرار کے فہم کیلئے کھول دیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "واتقوا الله ويعلمكم الله" (سورۃ البقرہ:٢٨٢)

(١) عريض القفا: كناية عن البلاهة وسوء الفهم.

البقرة:٢٨٢) فهو ثمرة التقوى والاخلاص، ولا ينال هذا العلم من كان في قلبه بدعة، أو كبر، أو حب للدنيا، أو ميل إلى المعاصي قال الله تعالى: ﴿ساصرف عن آياتي الذين يتكبرون في الأرض بغير الحق..﴾(سورة الأعراف:١٤٦) الآية، وما اجمل قول الشافعي رحمه الله:

شكوت إلى وكيع سوء حفظي
فأرشدني الى ترك المعاصي
واخبرني بأن العلم نور
ونور الله لا يهدى لعاصي

قال السيوطي: ((ولعلك تستشكل علم الموهبة وتقول: هذا شيء وليس في قدرة الموجبة له من العمل والزهد. ثم قال: علوم القرآن وما يستنبط منه بحر لا ساحل له، فهذه العلوم التي ذكرناها هي كالآلة للمفسر، ولا يكون مفسراً إلا بتحصيلها، فمن فسر بدونها كان مفسراً بالرأى المنهى عنه))[٢].

وهذا الشروط التي ذكرها العلماء انما هي لتحصيل أعلى مراتب التفسير وهناك معان عامة يفهمها الانسان عند سماع اللفظ الكريم، فقد سهل الله القرآن ويسره، وأمر بالتدبر والتذكر لكتابه المجيد ﴿أفلا يتدبرون القرآن﴾؟ (سورة محمد:٢٤ وسورة النساء:٨٢) وذلك

اور یہ تقویٰ اور اخلاص کا ثمرہ ہے اور وہ شخص یہ علم حاصل نہیں کر سکتا جس کے دل میں بدعت' کبر' دنیا کی محبت' گناہ کی طرف میلان پایا جاتا ہو "ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق" (سورۃ الاعراف:۱۴۶) ۔

حضرت امام شافعی کا کیا ہی خوبصورت قول ہے:

(ترجمہ:) "میں نے وکیع کے پاس اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو انھوں نے مجھے گناہوں کے ترک کرنے کا حکم دیا اور مجھے بتایا کہ علم ایک نور ہے اور اللہ کا نور نافرمان کو نہیں دیا جاتا۔"

سیوطی نے بیان کیا ہے شاید تو علم الموہبۃ پر اشکال کرے اور کہے یہ بات تو انسان کی قدرت میں نہیں ہے اس کی تحصیل کا طریق اس کے اسباب موجبہ یعنی زہد و عمل کو اختیار کرنا ہے پھر اس نے بیان کیا ہے کہ علوم قرآن اور جو کچھ اس سے مستنبط ہوتا ہے وہ بحر بے ساحل ہے ہم نے جن علوم کا ذکر کیا ہے وہ مفسر کیلئے بطور آلہ کے ہیں اور وہ ان کی تحصیل سے ہی مفسر بن سکتا ہے اور جو شخص ان کے بغیر تفسیر کرے گا وہ اس رائے سے تفسیر کرنے والا ہوگا جس سے منع کیا گیا ہے۔

یہ وہ شروط ہیں جن کا ذکر علماء نے کیا ہے یہ تفسیر کے اعلیٰ مراتب کی تحصیل کیلئے ہیں' یہاں کچھ عام معانی بھی ہیں جنھیں انسان لفظ کے سننے سے سمجھ جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو سہل اور آسان بنایا ہے اور اپنی کتاب مجید کیلئے تدبر و تذکر کا حکم دیا ہے: "افلا یتدبرون القرآن" اور یہ تفسیر کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔

(١) في القرآن: (وعلمناه) بدل (وآتيناه).
(٢) أنظر الاتقان، ج٢ ص١٨١.

أدنى مراتب التفسير والله الموفق.

مراتب التفسير:

وقد قسم المرحوم الشيخ محمد عبده التفسير إلى مرتبتين:

١ – مرتبة عليا.

٢ – ومرتبة دنيا.

أما المرتبة الأولى (العليا) فهي لا تتم إلا بأمور:

احدها: فهم حقائق الألفاظ المفردة، التي أودعت في القرآن عن طريق استعمالات أهل اللغة.

ثانيها: معرفة الأساليب الرفيعة. وذلك يحصل بممارسة الكلام البليغ ومزاولته، مع التفطن لنكته ومحاسنه.

ثالثها: علم أحوال البشر، ومعرفة السنن الالهية الكونية في تطور الأمم واختلاف أحوالهم، من قوة وضعف، وعز وذل، وايمان وكفر.

رابعها: العلم بوجه هداية القرآن للبشرية، وما كان عليه العرب في الجاهلية من شقاء وضلال، فقد روى عن عمر أنه قال: ((لا يعرف فضل الاسلام من لم يقرأ حياة الجاهلية)).

خامسها: العلم بسيرة النبي ﷺ وأصحابه، وما كانوا عليه من علم وعمل، في الشؤون الدينية والدنيوية.

المرتبة الدنيا:

وأما أدنى مراتب التفسير: فهو أن يتبين

مراتب التفسیر:

شیخ محمد عبدہ مرحوم نے تفسیر کو دو مرتبوں میں تقسیم کیا ہے:

١-اعلیٰ مرتبہ۔

٢-ادنیٰ مرتبہ۔

پہلا مرتبہ کچھ امور سے مکمل ہوتا ہے۔

اول: ان مفرد الفاظ کے حقائق کا فہم جو قرآن میں اہل لغت کے استعمالات کے طریق پر رکھے گئے ہیں۔

دوم: اسالیب رفیعہ کی معرفت، یہ کلام بلیغ کی ممارست ومزاولت سے نکات ومحاسن کے سمجھنے کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔

سوم: احوالِ بشر کا علم اور قوموں کی ترقی اور ان کے احوال کے اختلاف یعنی قوت وضعف عزت وذلت اور ایمان وکفر میں سُنن الٰہیہ کونیہ کی معرفت۔

چہارم: جو بشریت کے لیے قرآن کی ہدایت اور جاہلیت میں عرب جس بدبختی، گمراہی پر تھے اس کو جاننا۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے وہ شخص اسلام کی فضیلت کو معلوم نہیں کرسکتا جس نے جاہلیت کی زندگی کو نہیں پڑھا۔

پنجم: حضرت نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کی سیرت کا علم اور دینی اور دنیوی امور میں جس علم وفضل پر وہ قائم تھے اس کا علم۔

ادنیٰ مرتبہ:

تفسیر کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ اجمالاً وہ بات واضح ہو جس

بالاجمال ما يشرب قلبه عظمة الله وتنزيهه ويصرف النفس عن الشر، ويجذبها إلى الخير، وهذه ميسرة لكل أحد كما قال تعالى: ﴿ولقد يسرنا القرآن للذكر، فهل من مدكر؟﴾[1].

أوجه التفسير:

روى السيوطى نقلاً عن ابن جرير من طرق متعددة، عن ابن عباس رضى الله عنهما أنه قال:

التفسير أربعة أوجه:

١- وجه تعرفه العرب من كلامها.

٢- وتفسير لا يعذر احد بجهالته.

٣- وتفسير يعرفه العلماء.

٤- وتفسير لا يعلمه إلا الله تعالى.

اقوال العلماء في جواز التفسير بالرأى:

بعد أن عرفنا معنى (التفسير بالرأى) وشروطه، نذكر الآن أقوال العلماء فيه، وأدلة كل من المجيزين والمانعين له، حتى يظهر الحق أبلج ساطعاً، مثل الشمس فى رابعة النهار، فنقول ومن الله نستمد العون: المراد بالرأى هنا الاجتهاد، وعليه فالتفسير بالرأى معناه تفسير القرآن بالاجتهاد، بعد معرفة المفسر لكلام العرب وأسلوبهم فى الخطاب، ومعرفته للألفاظ العربية ووجوه دلالتها، وقد اختلف العلماء فى

سے اس کا دل عظمت الٰہی اور اس کی تنزیہ سے سیراب ہوتا ہے اور وہ نفس کو شر سے روکتا ہے اور اسے خیر کی طرف کھینچتا ہے اور یہ بات ہر ایک کو میسر ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر" (سورۃ القمر:۱۷)

تفسیر کی وجوہ:

سیوطیؒ نے بحوالہ ابن جریر متعدد طرق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ:

تفسیر کی چار وجوہ ہیں:

ا۔ایک وہ ہے جسے عرب اپنے کلام سے معلوم کر لیتے ہیں۔

۲۔دوسری وہ تفسیر ہے کہ کسی کو اس کی جہالت کی وجہ سے معذور نہیں خیال کیا جا سکتا۔

۳۔ وہ تفسیر جسے علماء جانتے ہیں۔

۴۔ وہ تفسیر جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر بالرائے کے جواز میں علماء کے اقوال:

تفسیر بالرائے اور اس کے مفہوم اور اس کی شروط کو معلوم کر لینے کے بعد اب ہم اس کے بارے میں علماء کے اقوال اور اسے جائز قرار دینے والوں اور اس سے منع کرنے والوں کے دلائل بیان کریں گے تا کہ حق اس آفتاب کی طرح روشن ہو جائے جو دن کی روشنی میں ہوتا ہے ہم اللہ کی مدد سے بیان کرتے ہیں کہ یہاں رائے سے مراد مفسر کا عربوں کے کلام اور ان کے اسلوب خطاب اور عربی الفاظ اور ان کی وجوہ دلالت کے کہنے کے بعد اجتہاد کرنا ہے اور جن علماء نے تفسیر بالرائے کے جواز میں اختلاف کیا ہے ان کے دو

(١) سورة القمر:١٧۔ انتهى. من تفسير المنار بتصرف واختصار.

جواز التفسير بالرأى على مذهبين:

المذهب الأول: عدم جواز التفسير بالرأى، لأن التفسير موقوف على السماع، وهو قول طائفة من العلماء.

المذهب الثانى: جواز التفسير بالرأى بالشروط المتقدمة، وهو مذهب جمهور العلماء.

مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: تفسیر بالرائے کے عدم جواز کا ہے اس لئے کہ تفسیر سماع پر موقوف ہے اور یہ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے۔

دوسرا مذہب: شروط متقدمہ کے ساتھ تفسیر بالرائے کے جواز کا ہے اور یہ جمہور علماء کا مذہب ہے۔

أدلة المانعين:

استدل المانعون للتفسير بالرأى بعدة أدلة نوجزها فيما يلى:

أولاً: إن التفسير بالرأى قول على الله بغير علم، وهو منهى عنه بقوله تعالى:﴿ **وأن تقولوا على الله ما لا تعلمون**﴾(سورة البقرة:١٦٩).

ثانياً: ما ورد فى الحديث الشريف من الوعيد الشديد لمن فسر القرآن الكريم برأيه، وهو قولهﷺ: اتقوا الحديث على إلا ما علمتم، فمن كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار، ومن قال فى القرآن برأيه فليتبوأ معقده من النار)) رواه الترمذى.

ثالثاً: قوله تعالىٰ ﴿ **وانزلنا إليك الذكر لتبين للناس ما نزل إليهم، ولعلهم يتفكرون**﴾(سورة النحل:٤٤) فقد أضاف البيان إلى الرسولﷺ فعلم أنه ليس لغيره شيء من البيان لمعانى القرآن.

رابعاً: تحرج الصحابة من القول فى القرآن

تفسیر بالرائے کے عدم جواز کے قائلین کے دلائل:

تفسیر بالرائے کے مانعین نے متعدد دلائل سے استدلال کیا ہے ہم انہیں اختصار سے ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

اول: تفسیر بالرائے، علم کے بغیر اللہ پر افترا کرنا ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**وان تقولوا على الله مالا تعلمون**" (سورۃ البقرہ:۱۲۹)

دوم: حدیث شریف میں اپنی رائے سے تفسیر کرنے والے کے بارے میں شدید وعید آئی ہے اور وہ آپ ﷺ کا قول ہے مجھ پر حدیث کا افترا کرنے سے بچو۔ ہاں جو حدیث تمہیں معلوم ہو وہ بیان کرو جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا اس نے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنایا اور جس نے قرآن کے بارے اپنی رائے کے مطابق بیان کیا اس نے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنایا اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

سوم: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم ولعلهم يتفكرون**" (سورۃ النحل:۴۴) اس میں بیان کو رسول اللہ ﷺ کی طرف مضاف کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ کسی دوسرے کیلئے قرآن کے کچھ معانی کا بیان کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

چہارم: صحابہؓ نے قرآن کے بارے میں اپنی آراء کے

بآرائهم' حتى روى عن الصديق أنه قال: ((أى سماء تظلنى؟ وأى أرض تقلنى؟ اذا قلت فى القرآن برأى' أوقلت فيه بما لا اعلم))؟.

أدلة المجيزين للتفسير بالرأى:

وقد استدل المجيزو ن للتفسير بالرأى وهم (الجمهور) بعدة أدلة نوجزها فيما يلى:

أولًا: لقد حثنا الله على التدبر' وتعبدنا فى القرآن فقال عز من قائل: ﴿ **كتاب إنزلناه إليك مبارك ليدبروا آياته' وليتذكر أولو الألباب**﴾.(سورة ص:۲۹)

وقال تعالى: ﴿**أفلا يتدبرون القرآن أم على قلوب أقفالها**﴾.(سورة محمد:٢٤)؟

والتدبر والتذكر لا يكون إلا بالغوص عن أسرار القرآن' والاجتهاد فى فهم معانيه' فهل يعقل أن يكون تأويل مالم يستأثر الله بعلمه محظوراً على العلماء' مع أنه طريق العلم' وسبيل المعرفة؟.

ثانياً: إن الله تعالىٰ قسم الناس قسمين: عامة' وعلماء ' وأمر بالرجوع إلى أهل العلم الذين يستنبطون الأحكام فقال تعالى: ﴿ **ولو ردوه إلى الرسول والى أولى الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم** ﴾(سورة النساء:۸۳) الآية' والاستنباط هو استخراج المعانى الدقيقة

بیان سے اجتناب کیا ہے حتیٰ کہ ابوبکر صدیقؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب میں قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کہوں یا اس کے بارے میں وہ بات کروں جو میں نہیں جانتا تو کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کون سی زمین مجھے اٹھائے گی۔

تفسیر بالرائے کے جواز کے قائلین کے دلائل:

تفسیر بالرائے کو جائز قرار دینے والوں نے اور وہ جمہور ہیں' متعدد دلائل سے استدلال کیا ہے ہم ذیل میں انہیں اختصار سے بیان کرتے ہیں۔

اول: اللہ تعالیٰ نے ہمیں تدبر کرنے کی ترغیب دی ہے اور قرآن میں ہمیں فرمانبرداری کرنے کیلئے بلایا ہے اور فرمایا ہے: "**کتاب انزلناه الیک مبارک لیدبروا آیاته ولیتذکر اولوا الالباب**" (سورۃ ص ۲۹)

نیز فرمایا ہے: "**افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها**" (سورۃ محمد:۲۴)

اور تدبر و تذکر قرآن کے اسرار کے بارے میں غوطہ زنی کرنے اور اس کے معانی کے فہم میں اجتہاد کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ تاویل جسے اللہ نے اپنے علم سے مخصوص نہیں کیا علماء پر ممنوع ہو حالانکہ وہ علم و معرفت کا طریق ہے۔

دوم: اللہ نے لوگوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے' عام اور علماء اور اس نے ان اہل علم کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے جو احکام کا استنباط کرتے ہیں فرماتا ہے: "**ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم**" (سورۃ النساء:۸۳)

استنباط' کامل ذہن کے ساتھ معانی کے استخراج کو کہتے

بثاقب الذهن، وهو انما يكون بالاجتهاد والغوص في أسرار القرآن، كما يغوص السباح في أعماق البحر، لاستخراج الجواهر واللآلیء.

ہیں اور یہ اجتہاد اور اسرار قرآن میں غوطہ زنی سے ہوتا ہے جیسے تیراک، جواہر اور موتیوں کے استخراج کیلئے سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کرتا ہے۔

ثالثاً: قالوا، لو كان التفسير بالاجتهاد غير جائز، لما كان الاجتهاد جائزاً، ولتعطل كثير من الأحكام، وهذا باطل فإن المجتهد في حكم الشرع مأجور سواء أصاب أو أخطأ، ما دام انه قد استفرغ جهده، وبذل ما في وسعه، بغية الوصول الى الحق والصواب.

سوم: وہ کہتے ہیں اگر اجتہاد سے تفسیر جائز نہ ہوتی تو اجتہاد بھی جائز نہ ہوتا اور بہت سے احکام معلل ہو جاتے اور یہ باطل ہے بلا شبہ شرع میں مجتہد ماجور ہے خواہ صحیح اجتہاد کرے یا غلط، جب تک وہ حق وصواب تک پہنچنے کیلئے اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرتا رہے گا ماجور ہوگا۔

رابعاً، ان الصحابة قرؤوا القرآن، واختلفوا في تفسيره على وجوه، ومعلوم أنهم لم يسمعوا كل ما قالوه في تفسير القرآن من النبي صلى الله عليه وسلم اذ أنه لم يبين لهم كل شيء، بل بين لهم الضروري منه، وترك البعض الآخر الذي توصلوا إلى معرفته بعقولهم واجتهادهم، ولو بين لهم كل معانيه لما وقع بينهم اختلاف في التفسير.

چہارم: صحابہ نے قرآن پڑھا اور چند وجوہ پر اس کی تفسیر میں اختلاف کیا اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ جو کچھ انہوں نے تفسیر قرآن کے بارے میں بیان کیا ہے وہ سب انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا پھر یہ کہ آپ ﷺ نے ان کیلئے ہر چیز بیان نہیں کی بلکہ اس میں سے جو ضروری تھا وہ ان کیلئے بیان کیا اور بعض دوسرے کو چھوڑ دیا جس کی معرفت تک وہ اپنی عقول اور اجتہاد سے پہنچے اور اگر آپ ان کیلئے سب کچھ بیان کر دیتے تو تفسیر کے درمیان اختلاف نہ ہوتا۔

خامساً: أن النبي ﷺ دعا لابن عباس فقال: ((اللهم فقهه في الدين، وعلمه التأويل)) فلو كان ((التأويل)) مقصوراً على السماع والنقل كالتنزيل لما كان هناك فائدة في تخصيص ابن عباس بهذا الدعاء فدل على أن التأويل هو التفسير بالرأي والاجتهاد.

پنجم: حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کیلئے دعا کی اے اللہ! اسے دین کی سمجھ دے اور اسے تاویل کا علم سکھا، اگر تاویل تنزیل کی طرح سماع ونقل پر اقتصار کرتی اور اس سے تجاوز نہ کرتی تو اس دعا میں حضرت ابن عباسؓ کی تخصیص کا کوئی فائدہ نہ ہوتا تو اس دعا نے اس بات پر دلالت کی کہ تاویل ہی تفسیر بالرائے اور اجتہاد ہے۔

الرد على أدلة المانعين:

وقد ردوا على أدلة المانعين بحجج دامغة، وبراهين قاطعة، تثبت خطأهم فقالوا في الرد على

مانعین جواز کے دلائل کا رد:

علماء نے حجج دامغہ اور براہین قاطعہ سے مانعین کے دلائل کا رد کیا ہے جو ان کی غلطی کو ثابت کرتے ہیں انہوں نے

الدليل الأول: إن التفسير بالاجتهاد ليس قولاً على الله بغير علم، بل هو قول بعلم مأذون به من الشارع، فقد بين عليه السلام أن المجتهد اذا اجتهد فأصاب فله أجران واذا اجتهد فأخطأ فله أجر واحد، فكيف يكون مأجوراً اذا لم يكن مسموحاً له بالاجتهاد؟.

ثانياً: أما الدليل الثاني وهو حديث ((من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار)) فقد رد السيوطي بخمسة أدلة عليه فقال جملة ما تحصل في معنى التفسير بالرأي خمسة أقوال:

أحدها: التفسير من غير حصول على العلوم التي يجوز معها التفسير.

الثاني: تفسير المتشابه الذي لا يعلمه إلا الله تعالىٰ.

الثالث: التفسير المقرر للمذهب الفاسد، فيجعل المذهب أصلاً، والتفسير تابعاً.

الرابع: الحكم بأن مراد الله كذا على وجه القطع من غير دليل.

الخامس: التفسير بالاستحسان والهوى[1].

ثالثاً: في الرد على الدليل الثالث قالوا: نعم ان النبيﷺ مأمور بالبيان ولكنه انتقل الى جوار الله ولم يبين لهم كل شيء، فما ورد بيانه عنه ﷺ ففيه الكفاية، وما لم يرد عنه بيانه فلا بد فيه من الاجتهاد وإعمال الفكر، وختام الآية يشهد ذلك ﴿ ولعلهم يتفكرون﴾(سورة النحل:٤٤)

پہلی دلیل کے رد میں کہا ہے کہ اجتہاد سے تفسیر کرنا، اللہ پر علم کے بغیر افتراء کرنا نہیں ہے بلکہ وہ ایسے علم کا قول ہے جس کی شرع میں اجازت دی گئی ہے حضور علیہ السلام نے واضح کہا ہے کہ مجتہد جب صحیح اجتہاد کرتا ہے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد میں غلطی کرتا ہے تو اسے ایک اجر ملتا ہے پس اگر اسے اجتہاد کی اجازت ہی نہ ہو تو وہ ماجور کیسے ہو سکتا ہے؟

دوم: دوسری دلیل حدیث ہے کہ جس نے قرآن کے بارے میں علم کے بغیر بات کی اس کا ٹھکانہ دوزخ میں ہے۔ سیوطی نے پانچ دلیلوں سے اس کا رد کیا ہے اور مختصراً جو ہے تفسیر بالرائے کہ معنوں کے بارے کیا ہے وہ پانچ اقوال ہیں۔

اول: جن علوم کے ساتھ تفسیر جائز ہے ان کے حاصل کئے بغیر تفسیر کرنا۔

دوم: اس متشابہ کی تفسیر جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سوم: فاسد مذہب کیلئے مقرر تفسیر کرنا اور مذہب کو اصل اور تفسیر کو تابع بنا دینا۔

چہارم: دلیل کے بغیر قطعی طور پر حکم لگانا کہ اللہ تعالیٰ کی مراد فلاں بات ہے۔

پنجم: استحسان اور خواہش سے تفسیر کرنا۔

سوم: تیسری دلیل کے رد میں انہوں نے کہا ہے ہاں حضرت نبی کریم ﷺ بیان پر مامور تھے لیکن وہ اللہ کے جوار میں منتقل ہو گئے اور ان کیلئے سب چیزیں بیان نہ کیں اور جو کچھ آپ سے بیان ہوا اس میں کفایت ہے اور جو آپ سے بیان نہیں ہوا اس میں اجتہاد کرنا اور فکر کرنا ضروری ہے اور آیت کا اختتام اس کی شہادت دیتا ہے "ولعلکم

فلا بد اذا من الفكر والحتهاد.

رابعاً: وفي الرد على الدليل الرابع قالوا: إن إحجام الصحابة إنما كان منهم (ورعاً واحتياطاً) خشية ألا يصيبوا عين اليقين، وكانوا يرون أن التفسير شهادة على الله بأنه أراد باللفظ كذا فأمسكوا عنه خشية ألا يكون الصواب جانبهم، وأما اذا ترجح لهم وجه الصواب فانهم لا يمتنعون، وهذا أبو بكر الصديق يفتي في الكلالة برأيه في قوله تعالى ﴿يستفتونك قل الله يفتيكم في الكلالة﴾ (سورة النساء: ١٧٦) فيقول رضي الله عنه: أقول فيها برأي، فان كان صواباً فمن الله، وان كان غير ذلك فمني ومن الشيطان الكلالة: ما خلا الوالد والولد.

من هذه النظرة العابرة يتبين لنا خطا وجهة الذين منعوا تفسير القرآن بالاجتهاد، وقصروه على المنقول والمأثور، وقد علمت أدلة الجمهور القوية، وتفنيدهم لأدلة المانعين، ونزيد هنا كلمة للامام الغزالي، وأخرى للراغب الأصفهاني، وثالثة للقرطبي حول جواز تفسير القرآن بالاجتهاد.

كلمة الامام الغزالي:

قال الغزالي في الحياء: ((ان في فهم معاني القرآن مجالاً رحباً، ومتسعاً بالغاً، وان المنقول من

يتفکرون" پس اس صورت میں فکرواجتہاد ضروری ہوگا۔

چہارم: چوتھی دلیل کے رد میں انہوں نے کہا ہے کہ صحابہ کا رکنا، ورع و احتیاط سے اس خوف کے باعث تھا کہ وہ عین الیقین تک نہیں پہنچیں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ تفسیر، اللہ پر شہادت ہے کہ اس نے لفظ سے فلاں چیز مراد لی ہے وہ اس خوف سے اس سے رک گئے کہ صواب ان کی جانب نہیں ہوگا اور اگر ان کیلئے وجہ صواب مرجح ہو جاتی تو وہ نہ رکتے اور یہ حضرت ابوبکر ہیں جو آیت "یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکلالة" (سورۃ النساء:۱۷۶) میں اپنی رائے سے فتویٰ دیتے ہیں آپؓ فرماتے ہیں: میں اس کے بارے میں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر وہ صواب ہے تو اللہ کی جانب سے ہے اور اگر کچھ اور ہے تو وہ میری جانب سے ہے اور شیطان کی طرف سے ہے، اب میں کہتا ہوں کہ کلالہ سے مراد وہ ہیں جو والد اور اولاد کے علاوہ ہوں۔

اس سرسری نظر سے ہم پر ان لوگوں کے نقطہ نگاہ کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جنہوں نے اجتہاد کے ساتھ تفسیر قرآن سے منع کیا ہے اور اسے منقول و ماثور سے مخصوص کر دیا ہے آپ نے جمہور کے قوی دلائل کو اور ان کے دلائل کو غلط قرار دینے کو معلوم کر لیا ہے یہاں ہم اجتہاد کے ساتھ تفسیر قرآن کی تفسیر کے جواز کے بارے میں امام غزالی کے ایک قول کا ذکر کریں گے پھر دوسری بات امام راغبؒ کی بیان کریں گے اور تیسری بات قرطبیؒ کی بیان کریں گے۔

حضرت امام غزالیؒ کا قول:

غزالیؒ نے احیاء میں بیان کیا ہے کہ قرآن کے معانی کے فہم میں بڑا وسیع میدان ہے اور ظاہر تفسیر سے جو کچھ منقول

(١) أنظر: الاتقان ج٢ ص١٨٣.

ظاهر التفسير، ليس منتهى الادراك فيه، فبطل أن يشترط السماع في التأويل، وجاز لكل واحد أن يستنبط من القرآن بقدر فهمه، وحد عقله..))(1).

ہے وہ ادراک کا منتہیٰ نہیں ہے پس تاویل میں سماع کی شرط باطل ہوگئی اور ہر ایک کے لئے جائز ہوگیا کہ وہ اپنے فہم کے مطابق اور اپنی عقل کی حد تک قرآن سے استنباط کرے۔

كلمة الراغب الأصفهاني:

وقال الراغب الأصفاني في مقدمة التفسير. بعد أن ذكر المذهبين وأدلتهما. قال: ((وذكر بعض المحققين أن المذهبين هما (الغلو والتقصير) فمن اقتصر على المنقول فقد ترك كثيراً مما يحتاج إليه، ومن أجاز لكل أحد الخوض فيه فقد غرضه للتخليط، ولم يعتبر حقيقة قوله تعالى :﴿ليدبروا آياته وليتذكر أولو الالباب﴾(2).

حضرت راغب اصفہانیؒ کا قول:

امام راغبؒ نے تفسیر کے مقدمہ میں دونوں مذہبوں اور دونوں کے دلائل کے ذکر کے بعد بیان کیا ہے کہ بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ دونوں مذہبوں (غلو اور تقصیر) میں سے جس نے منقول پر اقتصار کیا ہے اس نے وہ بہت کچھ چھوڑ دیا ہے جس کی ضرورت ہے اور جس نے ہر ایک کو اس میں غور و خوض کی اجازت دیدی ہے اس نے اسے تخلیط کا نشانہ بنا دیا ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کے قول کی حقیقت سے نصیحت حاصل نہیں کی۔"ليدبروا آياته وليتذكر اولوا الباب".

كلمة الامام القرطبي:

وقال العلامة القرطبي في تفسيره الجامع لأحكام القرآن ما نصه:

((وقال بعض العلماء: ان التفسير موقوف على السماع لقوله تعالىٰ ﴿ فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول..﴾(سورة النساء:٥٩) الآية، وهذا فاسد، لأن النهي عن تفسير القرآن لا يخلو اما أن يكون المراد به الاقتصار على النقل والمسموع وترك الاستنباط، أو المراد به أمر آخر، وباطل أن يكون المراد به ألا يتكلم أحد في القرآن، إلا بما سمعه، فإن الصحابة رضى الله عنهم قد قرؤوا القرآن

امام قرطبیؒ کا قول:

علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر الجامع لأحکام القرآن میں بیان کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے:

"بعض علماء نے کہا ہے کہ تفسیر اللہ کے قول "فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول" (سورۃ النساء:٥٩) کے مطابق سماع پر موقوف ہے یہ فاسد قول ہے اس لیے کہ تفسیر قرآن سے منع کرنا دو باتوں سے خالی نہیں یا تو اس سے نقل و مسموع پر اقتصار کرنا اور استنباط کا ترک کرنا مراد ہے یا اس سے کوئی دوسری بات مراد ہے لیکن یہ امر باطل ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ قرآن کے بارے میں کوئی شخص سوائے سنی ہوئی بات کے اور کوئی بات نہ کرے بلاشبہ صحابہ نے قرآن پڑھا اور کئی وجوہ پر اس کی تفسیر میں

(١) أنظر: الاحياء، ج٣، ص٣٦،٣٧.
(٢) سورة ص:٢٩۔ مقدمة التفسير للراغب، ص٤٢٣.

واختلفوا فی تفسیرہ علی وجوہ، ولیس کل ما قالوہ سمعوہ من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فان النبی ﷺ دعا لابن عباس فقال ((اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التأویل)) فان کان التأویل مسموعاً کالتنزیل فما فائدۃ تخصیصہ بذلک؟[1] ثم قال: والنھی محمول علی أحد وجھین:

أحدھما: أن یکون لہ فی الشیء رأی، والیہ میل من الطبع والھوی، فیتأول القرآن علی وفق رأیہ وھواہ.

الثانی: أن یتسارع إلی تفسیر القرآن بظاھر العربیۃ، من استظھار بالسماع والنقل، فیما یتعلق بغرائب القرآن، وما فیہ من الحذف والاضمار، والتقدیم والتأخیر، تأمل قولہ تعالی ﴿ **وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بھا**﴾(سورۃ الإسراء:۵۹)

فإن معناہ: آتینا ثمود الناقۃ معجزۃ واضحۃ، وآیۃ ظاھرۃ، فظلموا أنفسھم بقتلھا. والناظر إلی ظاھر العربیۃ یظن أن الناقۃ کانت مبصرۃ، ولا یدری بماذا ظلموا، وأنھم ظلموا غیرھم أوأنفسھم، فھذا من الحذف والاضمار، وأمثال ھذا فی القرآن کثیر، وما عدا ھذین الوجھین فلا یشملہ النھی.[2]

اختلاف کیا اور جو کچھ انہوں نے کہا وہ سب انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا بلاشبہ حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کیلئے دعا کی: اے اللہ! اسے دین کی سمجھ دے اور اسے تاویل سکھا' اگر تاویل تنزیل کی طرح مسموع ہوتی تو اس تخصیص کا کیا فائدہ ہو؟ پھر آپ نے بیان کیا ہے کہ نہی دو وجھوں میں سے ایک پر محمول ہے۔

ایک یہ کہ کسی چیز کے بارے میں اس کی ایک رائے ہو اور اسی طرف خواہش اور طبیعت کا میلان ہو تو وہ اپنی رائے اور خواہش کے مطابق قرآن کی تاویل کرے گا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ سماع ونقل کو از بر کئے بغیر جو غرائب قرآن سے متعلق ہے اور اس میں حذف و اضمار اور تقدیم و تاخیر بھی ہے عربیت کے ظاہر کے ساتھ تفسیر قرآن کی طرف جلد بازی کرے اللہ کے قول پر غور کیجئے:"**وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بھا**"(سورۃ الاسراء:۵۹)

اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی کا واضح معجزہ اور ظاہری نشان دیا تو انہوں نے اس کے قتل سے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور ظاہر عربی کو دیکھنے والا خیال کرے گا کہ ناقہ تو مبصرہ یعنی بینائی بخشنے والی تھی اور اسے معلوم نہ ہوگا کہ انہوں نے کیسے ظلم کیا اور یہ کہ انہوں نے ظلم دوسروں پر کیا یا خود اپنی جانوں پر کیا یہ حذف و اضمار میں سے ہے اور قرآن میں اس کی مثالیں بہت ہیں اور ان دو وجھوں کے سوا جو کچھ ہے نہی اس کو شامل نہیں ہے۔

(۱) الجامع لاحکام القرآن' ج۱ ص۳۳.
(۲) الجامع لأحکام القرآن' ج۱ ص۳۴.

القسم الثالث

التفسير الاشارى وغرائب التفسير

النوع الثالث من التفسير هو (التفسير الاشارى) وستعرض فى هذا البحث إلى معنى التفسير الاشارى، وإلى شروطه، وإلى آراء العلماء فيه، ثم نعقب ذلك ببيان نماذج عن التفسير الاشارى، وأهم الكتب التى نحت هذا المنحى، وما فيها من حسنات وسيئات.

معنى التفسير الاشارى:

التفسير الاشارى هو: تأويل القرآن على خلاف ظاهره، لاشارات خفية تظهر لبعض أولى العلم، أو تظهر للعارفين بالله من أرباب السلوك والمجاهدة للنفس، ممن نور الله بصائرهم فأدركوا أسرار القرآن العظيم، أو انقدحت فى أذهانهم بعض المعانى الدقيقة، بواسطة الالهام الالهى، أو الفتح الربانى، مع إمكان الجمع بينها وبين الظاهر المراد من الآيات الكريمة.

فالتفسير الاشارى هو أن يرى المفسر معنى آخر، غير معنى الظاهر تحتمله الآية الكريمة، ولكنه لا يظهر لكل إنسان وانما يظهر لمن فتح الله قلبه، وأنار بصيرته، وسلكه فى ضمن عبادة الصالحين، الذين منحهم الله الفهم والادراك، كما قال تعالىٰ فى قصة الخضر مع موسى عليه

تیسری قسم

تفسیر اشاری اورغرائب تفسیر

تفسیر کی تیسری قسم تفسیر اشاری ہے اور ہم ابھی اس بحث میں تفسیر اشاری کے مفہوم اور اس کی شروط اور اس کے بارے میں علماء کی آراء کے درپے ہوں گے پھر اس کے بعد تفسیر اشاری کے نمونوں اور ان اہم کتب کا جو اس پیچ دار مقام کے تحت آئی ہیں اور ان میں جو اچھائیاں اور برائیاں ہیں ان کا بیان کریں گے۔

تفسیر اشاری کا مفہوم:

تفسیر اشاری، بعض اہل علم کیلئے یا ارباب سلوک میں سے عارف باللہ اور مجاہدہ نفس کرنے والے لوگوں پر جو خفیہ راز و اشارات ظاہر ہوتے ہیں ان کی وجہ سے قرآن کے ظاہر کے خلاف اس کی تاویل کرنا ہے وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی عقلوں کو اللہ تعالیٰ نے منور کیا ہے اور انہوں نے قرآن کریم کے اسرار کو پالیا ہے یا الہام الٰہی یا فتح ربانی کے واسطہ سے بعض دقیق معانی ان کے اذہان پر اثر انداز ہوئے ہیں اور آیت کریمہ کے ظاہر سے جو مراد ہے اور ان کے درمیان اتفاق کا امکان ہو۔

تفسیر اشاری یہ ہے کہ مفسر ظاہری معنوں کے خلاف اور معنوں کو دیکھے جن کی آیت کریمہ متحمل ہو لیکن وہ ہر انسان پر ظاہر نہیں ہوتے وہ صرف اس شخص پر ظاہر ہوتے ہیں جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے کھولا ہو اور اس کی بصیرت کو روشن کیا ہو اور اسے اپنے ان صالح بندوں میں داخل کیا ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے فہم و ادراک عطا کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خضر

السلام ﴿فوجدا عبداً من عبادنا آتيناه رحمةً من عندنا' وعلمناه من لدنا علماً﴾(سورة الكهف:٦٥).

وهذا النوع من العلم ليس من العلم (الكسبى) الذى ينال بالبحث والمذاكرة وانما هو من العلم (اللدنى) أى الوهبى الذى هو أثر التقى والاستقامة والصلاح كما قال تعالى ﴿واتقوا الله ويعلمكم الله ' والله بكل شيء عليم﴾.(سورة البقرة:٢٨٢)

آراء العلماء فى التفسير الاشارى:

اختلف العلماء فى التفسير الاشارى' وتباينت فيه آراؤهم' فمنهم من أجازه' ومنهم من منعه' ومنهم من عده من كمال الايمان' ومحض العرفان ومنهم من اعتبره زيغاً وضلالاً' وانحرافاً عن دين الله تبارك وتعالىٰ.

والواقع أن الموضوع دقيق' يحتاج إلى بصيرة ورؤية' وغوص إلى أعماق الحقيقة' ليظهر ما اذا كان الغرض من هذا النوع من التفسير هو اتباع الهوى' والتلاعب فى آيات الله كما فعل (الباطنية) فيكونُ ذلك زندقة وإلحاداً أو الغرض منه الإشارة إلى أن كلام الله تعالى' لا يحيط به بشر' لأنه كلام خالق القوى والقدر' وأن لكلامه تعالى مفاهيم وأسراراً' ونكتاً ودقائق' وعجائب لا تنقضى' فيكون ذلك من محض العرفان وكمال الايمان' كما قال ابن

علیہ السلام کے اس واقعہ میں جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا بیان کیا ہے:"فوجدا عبداً من عبادنا آتيناه رحمة من عندنا وعلمناه من لدنا علما" (سورۃ الکہف:٦٥)

علم کی یہ نوع علم کسبی سے تعلق نہیں رکھتی جو بحث و مذاکرہ سے حاصل ہو بلکہ یہ علم لدونی کی نوع ہے جو استقامت' تقویٰ اور اصلاح کا اثر ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔﴿واتقوا الله ويعلمكم الله ' والله بكل شيء عليم﴾. (سورۃ البقرہ:٢٨٢)

تفسیر اشاری کے متعلق علماء کی آراء:

علماء نے تفسیر اشاری کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور اس کے متعلق ان کی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے ان میں سے کچھ لوگوں نے اسے جائز قرار دیا ہے اور بعض نے اس سے منع کیا ہے ان میں سے بعض نے اسے کمالِ ایمان اور خالص عرفان میں شمار کیا ہے اور بعض نے اسے زیغ و ضلالت اور اللہ کے دین سے انحراف خیال کیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ دقیق موضوع ہے جو رؤیت و بصیرت اور حقیقت کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کا محتاج ہے تا کہ واضح ہو کہ تفسیر کی اس نوع سے مقصود خواہش کی پیروی اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے تلاعب ہے جیسا کہ باطنیہ نے کہا ہے تو یہ زندقہ اور الحاد ہوگا یا اس سے غرض اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کلام الٰہی کا احاطہ بشر نہیں کرسکتا اس لئے کہ وہ خالق القوی والقدر کا کلام ہے اور اس کے کلام کے مفاہیم و اسرار نکات و دقائق اور نہ ختم ہونے والے عجائب ہیں نورِ خالص عرفان اور کمال ایمان کی بات ہوگی جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ: قرآن' شجون' وفنون' ظہور و بطون

عباس رضي الله عنهما: (إن القرآن ذو شجون وفنون، وظهور وبطون، لا تنقضي عجائبه، ولا تبلغ غايته، فمن أوغل فيه برفق نجا ومن اوغل فيه بعنف هوى، أخبار وأمثال، وحلال و حرام، وناسخ ومنسوخ ومحكم ومتشابه، وظهر وبطن، فظهره التلاوة، وبطنه التأويل، فجالسوا به العلماء، وجانبوا به السفهاء)(۱).

أدلة المجيزين:

وقد استدل القائلون بجواز التفسير الاشاري بما رواه البخاري في صحيحه في باب التفسير، عند تفسير سورة (النصر) ونص الحديث.

عن ابن عباس رضي الله عنه أنه قال:

كان عمر يد خلني مع أشياخ بدر، فكان بعضهم وجد في نفسه، فقال: لم تدخل هذا معنا ولنا أبناء مثله؟ فقال: إنه من علمتم؟ فدعاني ذات يوم فأدخلني معهم، قال: فما رأيت أنه دعاني إلا ليريهم، فقال عمر: ما تقولون في قول الله تعالىٰ ﴿ **اذا جاء نصر الله والفتح** ﴾(سورة النصر:۱)؟ فقال بعضهم: أمرنا بأن نحمد الله ونستغفره، اذا نصرنا وفتح علينا، وسكت بعضهم فلم يقل شيئاً، فقال لي: أكذا تقول يا ابن عباس؟ قلت: لا، قال: فما تقول؟ قلت: هو أجل رسول الله ﷺ أعلمه، فقال:﴿ **اذا جاء نصر الله والفتح**﴾ فذلك

والا ہے اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے اور نہ اس کی غایت کو پہنچا جاتا ہے پس جو نرمی سے اس میں داخل ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس میں سختی سے داخل ہوا وہ گر گیا اس میں اخبار و امثال، حلال و حرام ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ اور ظہر و بطن پایا جاتا ہے اس کا ظہر، تلاوت ہے اور اس کا بطن تاویل ہے علماء نے اس کی ہمنشینی کی اور بیوقوف اس سے دور رہے۔

تفسیر اشاری کے جواز کے دلائل:

تفسیر اشاری کے جواز کے قائلین نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے بخاری نے اپنی صحیح میں باب التفسیر میں سورہ نصر کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ حضرت عمرؓ مجھے اشیاخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے ان میں سے ایک کے دل کو دکھ پہنچا تو اس نے کہا اسے ہمارے ساتھ نہ بٹھائیں ہمارے بیٹے اس جیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ ان لوگوں میں سے ہے جنہیں تم جانتے ہو؟ ایک روز آپ نے مجھے بلایا اور ان کے ساتھ بٹھایا گیا میں نے خیال کیا کہ آپ نے مجھے صرف ان کو دکھانے کیلئے بلایا ہے حضرت عمرؓ نے کہا تم اللہ تعالیٰ کے قول: "**اذا جاء نصر الله والفتح**" کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ان میں سے بعض نے کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد کریں اور اس سے بخشش طلب کریں جب وہ ہماری مدد و نصرت کرے اور بعض خاموش رہے اور کوئی بات نہ کی آپ نے مجھے فرمایا اے ابن عباسؓ! تو بھی یہی کہتا ہے؟ میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا تو کیا کہتا ہے؟

(۱) أخرجه ابن أبي حاتم من طريق الضحاك. أنظر: الإتقان، ج۲ ص۱۸۵.

علامة أجلك ﴿ فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا﴾(سورة النصر:٣) فقال عمر: ما أعلم منها إلا ما تقول[١].

میں نے کہا اس سے رسول اللہ ﷺ کی اجل مراد ہے اسے آپ ﷺ نے بتایا ہے اور فرمایا ہے: "اذا جاء نصر الله والفتح" کہ جب اللہ کی مدد آئے گی تو یہ تیری اجل کی علامت ہو گی "فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا" پس تو اپنے رب کی حمد کر اور اس سے بخشش طلب کر بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں اس بارے وہی بات جانتا ہوں جو تو نے کہی ہے۔

فهذا الفهم من ابن عباس لم يفهمه بقية الصحابة، وانما فهمه عمر وفهمه ابن عباس، وهو من (التفسير الاشارى) الذى يلهمه الله من شاء من خلقه، ويطلع عليه بعض عباده، فالسورة الكريمة فيها (نعى) للنبى عليه الصلاة والسلام واشارة إلى دنو أجله. ومثل هذا ما ورد فى الحديث الشريف أن النبى ﷺ خطب الناس يوماً، فقال فى جملة خطبته: ((ان الله خير عبداً بين الدنيا، وبين ما عنده فاختار ما عنده))، فبكى أبو بكر. وفى رواية فقال فديناك يا رسول الله بآبائنا وأمهاتنا. فعجبنا له يبكى، فلما قبض رسول الله ﷺ علمنا أنه كان هو المخير، وكان أبو بكر أعلمنا[٢].

ابن عباسؓ کے اس فہم کو بقیہ صحابہ نہیں سمجھے اسے صرف حضرت عمرؓ نے سمجھا اور ابن عباسؓ نے سمجھا اور یہ بات اس تفسیر اشاری میں سے ہے جسے اللہ اپنی مخلوق میں سے چاہے اسے اس کا الہام کرتا ہے اور اپنے بعض بندوں کو اس پر مطلع کرتا ہے پس سورہ کریمہ میں حضرت نبی کریم ﷺ کی موت کی خبر ہے اور آپ کی اجل کے قریب آنے کی طرف اشارہ ہے اور اس کی مثال حدیث شریف میں آئی ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے لوگوں کو خطبہ کے جملہ میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا کے درمیان اور جو کچھ اس کے پاس ہے کے درمیان اختیار دیا تو اس نے اسے پسند کیا جو اس کے پاس ہے تو حضرت ابو بکر رو پڑے۔ اور روایت میں ہے کہ ایک نے کہا یا رسول اللہ ہم اپنے آباء و امہات سمیت آپ پر قربان ہوں ہم ان کے رونے پر حیران ہوئے پس جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ آپ ہی وہ بندے تھے جنہیں اختیار دیا گیا تھا اور حضرت ابو بکرؓ ہم سے زیادہ جاننے والے تھے سو حضرت ابو بکرؓ اشارہ کے طریق سے وہ بات سمجھ گئے جسے عالم صحابہ نہ سمجھے اور جیسے آپ نے کہا ویسے ہی ہوا۔

فأبو بكر الصديق فهم (بطريق الاشارة) مالم يفهمه عامة الصحابة، وكان الأمر كما قال.

(١) نقلاً عن جمع الفوائد وأعذب الموارد، ج٢ ص ٢٨٥.

(٢) الحديث رواه البخارى والترمذى.

طائفة من أقوال العلماء:

وأنا أنقل هنا طائفة من أقوال العلماء في التفسير الاشاري بإيجاز' سائلاً المولى أن يلهمنا السداد والرشاد' وان يجنبنا الخطأ والضلال' ثم اعقبها بكلمة لحجة الاسلام الامام (الغزالي) رحمه الله فهي مسك الختام' فأقول ومن الله أستمد العون:

كلمة الزركشي في البرهان:

قال الزركشي في البرهان: ((كلام الصوفية في تفسير القرآن' قيل إنه ليس بتفسير' وانما هو معان ومواجيد يجدونها عند التلاوة كقول بعضهم في قوله تعالىٰ: ﴿ قاتلوا الذين يلونكم من الكفار﴾(سورة التوبة:۱۲۳) إن المراد ((النفس)) يريدون أن علة الأمر بقتال من يلينا هي القرب' واقرب شيء الى الانسان نفسه)).

كلمة النسفي و التفتازاني:

وقال النسفي في العقائد: ((النصوص على ظواهرها' والعدول عنها إلى معان يدعيها أهل الباطل إلحاد...)) ا ه.

وقال التفتازاني في شرحه على العقائد: ((سميت الملاحدة باطنية لادعائهم أن النصوص ليست على ظاهرها' بل لها معان لا يعرفها إلا المعلم' وقصدهم بذلك نفي الشريعة بالكلية' قال: واما ما يذهب اليه بعض المحققين من أن النصوص على ظواهرها' ومع ذلك فيها إشارات خفية إلى دقائق تنكشف لأرباب

علماء کے کچھ اقوال:

میں اللہ سے دعا کرتے ہوئے کہ وہ ہمیں ہدایت و ارشاد کا الہام کرے اور خطا و ضلال سے بچائے یہاں تفسیر اشاری کے متعلق اختصار کے ساتھ کچھ اقوال نقل کرتا ہوں پھر اس کے بعد حجۃ الاسلام امام غزالیؒ مرحوم کے قول کو نقل کروں گا وہ مسک الختام ہوگی میں اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں۔

برہان میں امام زرکشیؒ کا قول:

زرکشی نے برہان میں بیان کیا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ صوفیاء کا کلام تفسیر نہیں ہے وہ معانی و مواجید ہیں جنہیں وہ تلاوت کے وقت پاتے ہیں جیسے کہ قول الٰہی "قاتلوا الذین یلونکم من الکفار" (سورۃ توبہ:۱۲۳) کے بارے میں ان سے ایک صوفی کا قول ہے کہ اس سے مراد نفس ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ حکم کی علت اس چیز سے قتال کرنا ہے جو ہمارے قریب ہے اور انسان کے سب سے زیادہ قریب اس کا نفس ہے۔

امام نسفیؒ اور تفتازانیؒ کا قول:

نسفی نے العقائد میں بیان کیا ہے کہ نصوص اپنے ظواہر پر ہیں اور ان سے ان معانی کی طرف عدول کرنا جن کا دعویٰ اہل باطل کرتے ہیں' الحاد ہے۔

اور تفتازانیؒ نے عقائد نسفیہ کی شرح میں بیان کیا ہے کہ ملحدین کو ان سے اس میں دعویٰ کے باعث کہ نصوص اپنے ظواہر پر نہیں ہیں بلکہ ان کے معانی ہیں جنہیں صرف معلم ہی جانتا ہے باطنیہ کا نام دیا گیا ہے اور اس سے ان کا مقصد کلیتہً شریعت کی نفی کرنا ہے اور بعض محققین جو اس طرف گئے ہیں کہ نصوص اپنے ظواہر پر ہیں اس کے باوجود ان میں ارباب سلوک پر منکشف ہونے والے دقائق کی طرف خفیہ اشارات

السلوك؛ يمكن التوفيق بينها وبين الظواهر المرادة؛ فهو من كمال الايمان، ومحض العرفان))[١]. فأنت ترى أن النسفي أشار إلى (الباطنية) وبين أن طريقهم الحاد في دين الله؛ والتفتازانى فصل البحث؛ ووضح الموضوع؛ فرد على (الباطنية) ضلالهم؛ واقر لبعض أرباب السلوك طريقهم في استنباط الدقائق؛ والاشارات الخفية؛ وجعلها من كمال المعرفة والايمان.

ومن هنا يظهر لنا الفرق جلياً بين (التفسير الاشارى) الذى هو تفسير بعض العارفين بالله؛ وبين (التفسير الباطنى) الذى هو تفسير الباطنية الملاحدة الذين يحرفون معانى الكتاب العزيز.

فالأولون: لا يمنعون إرادة الظاهر؛ بل يقولون إنه هو الأصل والأساس ويحضون عليه ويقولون: لا بد من معرفة الظاهر أولاً؛ اذ من ادعى فهم اسرار القرآن ولم يحكم الظاهر؛ يكون كمن ادعى بلوغ سطح البيت قبل أن يلج الباب.

وأما الباطنية: فانهم يقولون: إن الظاهر غير مراد اصلاً؛ وانما المراد الباطن وقصدهم من وراء هذا الكلام؛ نفى الشريعة وابطال الأحكام؛ وهذا بلا شك الحاد فى الدين؛ وقد قال الله تبارك وتعالى:

﴿ ان الذين يلحدون فى آياتنا لا يخفون

پائے جاتے ہیں ان کے درمیان اور ظواہر مراد کے درمیان موافقت پیدا کرنا ممکن ہے اور یہ کمال ایمان اور خالص عرفان کی بات ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ نسفی نے باطنیہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ ان کا طریقہ دین میں الحاد پیدا کرنا ہے اور تفتازانی نے بحث کی تفصیل کی ہے اور موضوع کو واضح کیا ہے اور باطنیہ کی گمراہی انہیں لوٹا دی ہے اور بعض ارباب سلوک کیلئے اقرار کیا ہے کہ استنباطِ دقائق کیلئے ان کا طریق اور خفیہ اشارات ہیں اور اس نے انہیں ایمان و معرفت کا کمال میں سے بنادیا ہے۔

یہاں ہم پر تفسیر اشاری جو بعض عارف باللہ لوگوں کی تفسیر ہے کہ درمیان اور باطنی تفسیر کے درمیان جو ان ملحدین باطنیہ کی تفسیر ہے جو کتاب عزیز کے معانی کی تحریف کرتے ہیں کے درمیان واضح فرق معلوم ہوتا ہے۔

پس پہلے لوگ ظاہر کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ اصل اور اساس ہے اور اس کی ترغیب دیتے ہیں اور کہتے ہیں پہلے ظاہر کی معرفت ضروری ہے جس شخص نے اسرار قرآن کے فہم کا دعویٰ کیا اور ظاہر کو مضبوط نہ کیا وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے دروازے میں داخل ہونے سے پہلے گھر کی چھت پر پہنچنے کا دعویٰ کیا۔

اور باطنیہ کہتے ہیں کہ ظاہر اصلا مراد ہی نہیں مراد صرف باطنی ہے اور اس گفتگو سے پس پردہ ان کا مقصد شریعت کی نفی کرنا اور احکام کو باطل قرار دینا ہے اور بلاشبہ یہ دین میں الحاد ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"ان الذين يلحدون فى آياتنا لا يخفون علينا افمن يلقى فى النار خير ام من ياتى امنا يوم

(١) شرح العقائد النسفية للتفتازانى.

علينا' افمن يلقى في النار خير ام من ياتي آمنا يوم القيامة' اعملوا ما شئتم انه بما تعملون بصير﴾.(سورة فصلت: ٤٠)

كلام السيوطي في الاتقان:

والعلامة السيوطي ذكر في كتابه (الاتقان) عن ابن عطاء النص الآتي: ((اعلم ان التفسير من هذه الطائفة (يعني التفسير الاشاري) لكلام الله وكلام رسوله بالمعاني العربية' ليس احالة للظاهر عن ظاهره' ولكن ظاهر الآية مفهوم منه ما جاء ت الآية له ' ودلت عليه في عرف اللسان' ولهم أفهام باطنة تفهم عند الآية والحديث' لمن فتح الله قلبه.

فلا يصدنك عن تلقى هذه المعاني منهم' أن يقول لك ذو جدل ومعارضة هذا احالة لكلام الله وكلام رسوله ﷺ' فليس ذلك باحالة' وانما يكون حالة لو قالوا: لا معنى للآية إلا هذا' وهم لم يقولوا ذلك' بل يقررون الظواهر على ظواهرها' مراداً بها موضوعاتها' ويفهمون عن الله ما الهمهم[(١)].

أقول: هذا كلام الانصاف' فقد وضع الشيخ الحق في نصابه' وجمع بين النصوص الظاهرة' والمعاني الخفية الواردة' التي تشرق على قلب المومن العارف بالله' كما كان الحال مع الصديق وعمر' ولا عجب فالله تعالىٰ يعطي الحكمة من يشاء ويضع الفهم فيمن اراد' وهذا هو القرآن

القيامة اعملوا ما شئتم انه بما تعملون بصیر''(سورۃ فصلت:۴۰)

اتقان میں علامہ سیوطیؒ کا قول:

علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب اتقان میں ابن عطاءؒ کے حوالہ سے ذیل کی عبارت بیان کی ہے:

جان لیجئے! کہ اس قسم کی تفسیر (یعنی تفسیر اشاری) کی کلام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کی تفسیر عربیت کے معانی کے ساتھ ہے ظاہر کو اس کے ظہور سے پھیرنا نہیں ہے لیکن آیت جس معنی کے لئے آئی ہے آیت کا ظاہر اس سے مفہوم ہوتا ہو اور زبان کے عرف میں اس پر دلالت پائی جاتی ہو اور ان کے افہام باطنہ آیت اور حدیث کے موقع پر ان لوگوں کو سمجھ آتے ہیں جن کا دل اللہ نے کھول دیا ہے پس ان معانی کا حاصل کرنا تجھے ان سے نہ روکے کہ تجھے جدل ومعارضہ کرنے والا کہے کہ یہ کلام اللہ اور کلام رسول کا پھیرنا نہیں ہے پھیرنا تب ہوتا اگر وہ کہتے کہ آیت کے صرف یہی معنی ہیں جب کہ وہ یہ نہیں کہتے بلکہ وہ ظواہر کو ان کے ظواہر پر قائم رکھتے ہیں ان سے مراد ان کے موضوعات ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے وہ سمجھتے ہیں جو وہ انہیں الہام کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ کلام انصاف ہے شیخ نے حق کو اس کے نصاب میں رکھ دیا ہے اور نصوص ظاہرہ اور ان پر وارد ہونے والے معانی خفیہ کے درمیان موافقت کردی ہے جو عارف باللہ مومن کے دل پر چمکتے ہیں جیسے کہ صدیقؓ اور عمرؓ کا حال تھا اور یہ کوئی عجیب بات نہیں اللہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس میں چاہتا ہے فہم رکھتا ہے اور یہ قرآن کریم ہمیں حضرت داؤد اور حضرت

(١) أنظر: الإتقان' ج٢ ص١٨٥.

الكريم يخبرنا عن (داود وسليمان) في امر عرض عليهما فحكم كل واحد منهما بحكم يخالف الآخر فيقول: ﴿ففهمناها سليمان وكلا آتينا حكماً وعلماً﴾(سورة الانبياء:٨٩).

معنى الحديث الوارد في التفسير الاشاري:

ويجدربنا هنا أن نبين معنى الحديث الوارد في التفسير الاشاري' في بيان معنى ظهر الآية وبطنها' وحد الحرف' ومطلع الحد.. الخ. لئلا يتخذه الملاحدة الباطنية حجة لهم في دعواهم الباطلة' في تفسير كلام الله تعالىٰ على طريقتهم الباطنية' وتلاعبهم في النصوص الكريمة حسب الأهواء.

روى الفريابي بسنده عن الحسن عن النبي ﷺ أنه قال: ((لكل آية ظهر وبطن' ولكل حرف حد' ولكل حد مطلع)).

وروى الطبراني عن ابن مسعود موقوفاً: ((ان هذا القرآن ليس منه حرف إلا له حد' ولكل حد مطلع)).

وقد ذكر العلامة السيوطي بعض الوجوه في تأويل الحديث الشريف في معنى (الظهر والبطن) ونحن نذكر أقرب هذه الأوجه إلى الصواب:

الوجه الأول: أن المراد بالظاهر لفظها' وبالباطن تأويلها.

الوجه الثاني: أن المراد بالظاهر' ما ظهر من معانيها لأهل العلم بالظاهر' وبطنها ما

سلیمان علیہما السلام کے متعلق ایک معاملے کے بارے میں جو ان دونوں کو پیش آیا خبر دیتا ہے پس دونوں میں سے ہر ایک نے فیصلہ دیا جو دوسرے کے مخالف تھا فرماتا ہے "ففهمناها سليمان وكلا آتينا حكما وعلما"(الانبیاء:٨٩)

تفسیر اشاری کے بارے میں آنے والی حدیث کا مفہوم:

مناسب ہے کہ ہم تفسیر اشاری کے بارے میں آنے والی حدیث کے مفہوم کو آیت کے ظہر وبطن کے معنی کے بیان میں واضح کریں اور حد الحرف اور مطلع الحد کو بیان کریں تا کہ ملحدین باطنیہ اسے کلام اللہ کی اپنے باطنی طریق پر تفسیر کرنے میں اور حسب خواہش نصوص کریمہ سے تلاعب کرنے میں اپنے باطل میں اپنی حجت نہ بنا لیں۔

الفریابی نے اپنی سند سے حسنؒ سے حضرت نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ہر آیت کا ظہر و بطن ہے اور ہر حرف کی حد اور ہر حد کا مطلع ہے۔

طبرانیؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے موقوف روایت کی ہے کہ اس قرآن سے ہر حرف کی حد ہے اور ہر حد کا مطلع ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے حدیث شریف جو ظہر وبطن کے مفہوم میں آئی ہے کی تاویل میں بعض وجوہ بیان کی ہیں ہم ان وجوہ میں سے اقرب الی الصواب کا ذکر کرتے ہیں۔

پہلی وجہ: ظاہر سے مراد اس کے لفظ ہیں اور باطن سے مراد اس کی تاویل ہے۔

دوسری وجہ: ظاہر سے مراد اس کے وہ معانی ہیں جو اہل علم کو ظاہر سے معلوم ہوتے ہیں اور بطن سے مراد وہ اسرار

تضمنته من الأسرار' التی أطلع الله علیها أرباب الحقائق.

الوجه الثالث: أن القصص التی قصها الله تعالیٰ عن الامم الماضیة ' وما عاقبهم به' ظاهرها الاخبار بهلاك الأولین' وباطنها وعظ الآخرین' وتحذیرهم أن یفعلوا کفعلهم' فیحل بهم مثل ما حل بهم' قال السیوطی: وهذا الوجه اشبهها بالصواب[1].

وأما المراد (بالحد) فهو أحکام الحلال والحرام' والمراد (بالمطلع) الوعد والوعید ویؤیده حدیث ابن عباس السابق (إن القرآن ذو شجون وفنون) الحدیث وقد مرمعك ذکره.

شروط قبول التفسیر الاشاری:

والتفسیر الاشاری لا یکون مقبولاً إلا إذا توفرت فیه الشروط الآتیة:

أولاً: عدم التنافی مع المعنی الظاهر فی النظم الکریم.

ثانیاً: عدم ادعاء أنه المراد وحده دون الظاهر.

ثالثاً: ألا یکون التأویل بعیداً سخیفاً لا یحتمله اللفظ' کتفسیر الباطنیة قوله تعالیٰ: ﴿وورث سلیمان داود﴾ (سورة النمل:١٦) أی أن الامام علیاً ورث النبی فی علمه.

رابعاً: ألا یکون له معارض شرعی أو عقلی.

خامساً: ألا یکون فی تشویش علی أفهام

ہیں جو وہ اپنے اندر لئے ہوتی ہے جن پر اللہ تعالیٰ ارباب حقائق کو مطلع کرتا ہے۔

تیسری وجہ: اللہ تعالیٰ نے امم ماضیہ کے جو واقعات بیان کئے ہیں اور اس نے انہیں جو سزا دی ہے ان کا ظاہر' اولین کے ہلاک ہونے کی خبر دیتا ہے اور ان کا باطن دوسروں کو نصیحت کرنا اور انہیں ڈرانا ہے کہ وہ ان جیسے فعل نہ کریں ورنہ ان پر بھی ان جیسا عذاب نازل ہوگا سیوطیؒ نے بیان کیا ہے کہ یہ وجہ صواب کے بہت مشابہ ہے۔

اور حد سے مراد حلال وحرام کی پختگی ہے اور مطلع سے مراد وعد و وعید ہیں اور ابن عباسؓ سے روایت کردہ مذکورہ حدیث بھی اسی کی تائید کرتی ہے جس میں فرمایا: قرآن شجون وفنون اور ظہر وبطن والا ہے (الی اخر الحدیث)

تفسیر اشاری کے قبول کی شروط:

تفسیر اشاری اس وقت قبول ہوگی جب اس میں مندرجہ ذیل شروط پوری ہوں گی۔

اول: نظم کریم میں ظاہری معنوں کے ساتھ عدم تنافی۔

دوم: اس بات کا عدم ادعا' کہ ظاہر کو چھوڑ کر اس کی ایک ہی مراد ہے۔

سوم: یہ کہ تاویل بعید اور سخیف نہ ہو جسے لفظ برداشت نہ کرتا ہو جیسا کہ قول الٰہی "وورث سلیمان داؤد" (سورۃ النمل:۱۶) کی باطنیہ نے تفسیر کی ہے کہ امام علیؓ حضرت نبی کریم ﷺ کے علم میں وارث ہوئے ہیں۔

چہارم: اس کا کوئی عقلی اور شرعی معارض نہ ہو۔

پنجم: لوگوں کے افہام میں اس بارے میں تشویش نہ

(١) عن الاتقان ج٢ ص١٨٤ بتصرف.

الناس.

وبدون هذه الشروط لا يقبل التفسير الاشاري، ويكون عند ذلك من قبيل التفسير بالهوى والرأى المنهي عنه والله الموفق والهادي إلى سواء السبيل.

كلمة قيمة للشيخ الزرقاني:

ونسوق هنا كلمة قيمة للشيخ محمد عبدالعظيم الزرقاني حول التفسير الاشاري، فيها حكمة بالغة. ونصيحة صادقة، لمن كان له قلب أو ألقى السمع وهو شهيد. قال رحمه الله:

((و لعلك تلاحظ معي أن بعض الناس قد فتنوا بالاقبال على دراسة تلك الاشارات والخواطر، فدخل في روعهم أن الكتاب والسنة، بل والاسلام كله ما هي إلا سوانح وواردات، على هذا النحو من التأويلات والتوجيهات وزعموا أن الأمر ما هو إلا تخييلات، وان المطلوب منهم هو الشطح مع الخيال أينما شطح، فلم يتقيدوا بتكاليف الشريعة، ولم يحترموا قوانين اللغة العربية، في فهم أبلغ النصوص العربية، كتاب الله وسنة رسوله.

والأدهى من ذلك أنهم يتخيلون للناس، أنهم هم أهل الحقيقة الذين أدركوا الغاية، واتصلوا بالله اتصالاً أسقط عنهم التكليف، وسما بهم عن حضيض الأخذ بالأسباب، ما داموا في زعمهم مع رب الأرباب، وهذا. لعمر الله. هو المصاب العظيم، الذي عمل له الباطنية

پائی جاتی ہو۔

ان شروط کے بغیر تفسیر اشاری قبول نہ ہوگی اور اس وقت وہ تفسیر بالھوی والرائی المنھی عنہ کی قبیل کی تفسیر ہوگی اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور سیدھے راستے ہی کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

شیخ زرقانیؒ کا مضبوط قول:

ہم یہاں تفسیر اشاری کے متعلق شیخ محمد عبدالعظیم زرقانی کا مضبوط قول بیان کرتے ہیں اس میں اس شخص کیلئے جو صاحب دل ہے یا کان دھرتا ہے اور وہ گواہ ہے حکمت بالغہ اور سچی خیرخواہی پائی جاتی ہے وہ کہتے ہیں:

شاید تو نے میرے ساتھ بعض لوگوں کو دیکھا ہوگا جو ان اشارات وخواطر کی تعلیم پر توجہ دے کر فتنے میں پڑ گئے اور ان کے دل میں یہ بات داخل ہوگئی کہ کتاب وسنت بلکہ سارا اسلام ہی خیالات و ارادت ہیں اور اس طریق کی تاویلات وتوجہات ہیں اور انہوں نے خیال کرلیا کہ یہ امر صرف تخیلات ہی ہیں اور ان سے مطلب خیال کے ساتھ شطح ہے جہاں بھی شطح ہے پس وہ تکالیف شریعت کے پابند نہ ہوئے۔ اور نہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول کی ابلغ نصوص عربیہ کے فہم میں لغت عربیہ کے قوانین کا احترام نہ کیا۔

اور اس سے بھی زیادہ مصیبت کی بات یہ ہے کہ وہ لوگوں کو وہم میں ڈالتے ہیں کہ وہ اہل حقیقت ہے جنہوں نے مقصد کو پالیا ہے اور اللہ سے اتصال کرلیا ہے اس نے ان سے تکلیف کو ساقط کر دیا ہے اور جب تک وہ اپنے خیال میں رب الارباب کے ساتھ ہیں وہ انہیں اسباب کی پابندی کی پستی سے اوپر لے گیا ہے خدا کی قسم! یہ بڑی مصیبت ہے جس

كيما يهدموا التشريع من أصوله، ويأتوا بنيانه من قواعده..

فواجب النصح لاخواننا المسلمين يقتضينا أن نحذرهم الوقوع في هذه الشباك، ونشير عليهم أن ينفضوا أيديهم من أمثال تلك التفاسير الاشارية الملتوية، لأنها كلها أذواق ومواجيد خارجة عن حدود الضبط والتقييد، وكثيراً ما يختلط فيها الخيال بالحقيقة، والحق بالباطل، فالأحرى بالفطن العاقل أن ينأى بنفسه عن هذه المزالق، وأن يفر بدينه من هذه الشبهات، وأمامه في الكتاب والسنة، وشروحهما على قوانين الشريعة واللغة، رياض وجنات ﴿أتستبدلون الذي هو أدنى بالذي هو خير﴾[(١)]؟

كلمة حجة الاسلام الغزالي:

ويقول حجة الاسلام الغزالي رحمه الله في كتابه (إحياء علوم الدين) في فصل الذكر والتذكير ما نصه:

((و أما الشطح فنعني به صنفين من الكلام أحدثهما بعض الصوفية:

أحدهما: الدعاوى الطويلة العريضة في العشق مع الله تعالى، والوصال المغني عن الأعمال الظاهرة، حتى ينتهي قوم الى دعوى الاتحاد، وارتفاع الحجاب، والمشاهدة بالرؤية، والمشافهة بالخطاب، فيقولون. قيل لنا كذا

کیلئے باطنیہ نے کام کیا ہے تاکہ وہ قانون سازی کو اس کی جڑوں سے اور اس کی عمارت کو اس کی بنیادوں سے اکھیڑ دیں۔

پس ہم پر اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی واجب ہے وہ ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہم انہیں اس جال میں پھنسنے سے انتباہ کریں اور انہیں مشورہ دیں کہ وہ اس قسم کی پیچیدہ اشاریہ تفاسیر سے اپنے ہاتھ چھڑالیں کیونکہ یہ سب حدود ضبط وتقیید سے خارج اذواق ومواجید ہیں ان میں بہت سی باتوں میں خیالات، حقیقت سے مختلط ہوگئے ہیں اور حق باطل کے ساتھ مل گیا ہے عقلمند کیلئے یہی زیادہ مناسب ہے کہ وہ ان مزالق (پھسلنے کے مقامات) سے اپنے آپ کو دور رکھے اور اپنے دین کے ساتھ ان شبہات سے بھاگ جائے اور اس کے آگے کتاب وسنت میں اور قوانین شریعت ولغت کے مطابق ان دونوں کی شروح میں باغات ہیں ''اتستبدلون الذی هو ادنی بالذی هو خیر'' (سورۃ البقرہ:٦١)

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کا قول:

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ اپنی کتاب احیاء علوم الدین کی فصل الذکر والتذکیر میں بیان کرتے ہیں۔

شطح سے ہماری مراد کلام کی دو قسمیں ہیں جنہیں بعض صوفیاء نے ایجاد کیا ہے۔

ایک یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ عشق کے طویل وعریض ہونے کا دعوئی اور اعمال ظاہری سے بے نیاز کردینے والا وصال حتی کہ کچھ لوگ دعوی اتحاد اور ارتفاع حجاب اور مشاہدہ بالرؤیۃ اور بالمشافہ خطاب تک جا پہنچتے ہیں وہ کہتے ہیں ہمیں یوں کہا گیا اور ہم نے یوں کہا اور اس میں حسین حلاج سے

(١) سورة البقرة: ٦١. أنظر مناهل العرفان، ج١ ص٥٥٨.

وقلنا كذا' ويتشبهون فيه بالحسين (الحلاج) الذي صلب لاجل إطلاقه كلمات من هذا الجنس' ويستشهدون بقوله: ((أنا الحق)) وهذا فن من الكلام عظيم ضرره على العوام، حتى من نطق بشيء منه فقتله أفضل في دين الله من إحياء عشرة.

الثاني: كلمات غير مفهومة' لها ظواهر رائقة' وفيها عبارات هائلة وليس وراء ها طائل' ولا فائدة لهذا الجنس من الكلام إلا أنه يشوش القلوب ويدهش العقول' ويحير الأذهان' وقد قال ابن مسعود رضي الله عنه ((ما حدث أحد قوماً بحديث لا يفقهونه إلا كان فتنة عليهم))[1].

وقال علي كرم الله وجهه: ((كلموا الناس بما يعرفون أتريدون أن يكذب الله ورسوله))[2].

أمثلة على التأويل الاشاري الفاسد:

ثم قال طيب الله ثراه: ((وأما الطاعات فيدخلها ما ذكرناه من الشطح' وأمر آخر يخصها وهو: صرف ألفاظ الشرع عن ظواهرها المفهومة' إلى أمور باطنة لا يسبق منها إلى الأفهام فائدة' فهذا أيضاً حرام وضرره عظيم ومن أمثلة تأويل أهل الطامات' قول بعضهم في تأويل قوله تعالى ﴿اذهب إلى فرعون انه

تشبہ کرتے ہیں جواس قسم کی باتیں کرنے کی وجہ سے مصلوب ہوا اوراس کے قول "انا الحق" سے استشہاد کرتے ہیں یہ کلام کا ایک فن ہے عوام کواس کا بہت نقصان ہے حتیٰ کہ جس نے اس سے کوئی بات کی اس کا قتل اللہ کے دین میں دس آدمیوں کے زندہ کرنے سے بہتر ہے۔

دوسری قسم بے معنی کلمات ہیں جن کا ظاہر خوشنما ہے اور ان کی عبارات خوفزدہ کردینے والی ہیں اوران کے پیچھے کوئی فائدہ نہیں ہے اور نہ ہی کلام کی اس جنس کا کوئی فائدہ ہے ہاں وہ قلوب کو مشوش کر دیتا ہے اور عقول کو مدہوش کر دیتا ہے اور اذہان کو حیران کر دیتا ہے حضرت ابن مسعودؓ نے بیان کیا ہے کہ جس کسی نے لوگوں سے کوئی حدیث بیان کی وہ اسے نہ سمجھتے ہوں وہ ان کیلئے فتنہ ہوگی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیان کیا ہے لوگوں سے وہ بات کرو جو وہ سمجھتے ہوں کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اوراس کے رسول کی تکذیب ہو۔

فاسد اشاری تفسیر کی مثالیں:

پھر امام غزالی طیب اللہ ثراہ نے کہا ہے کہ طاعات کو وہ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے شطح میں داخل کرتے ہیں اور دوسری خاص بات' شرع کے الفاظ کوان کے ظواہر مفہومہ سے امور باطنہ کی طرف پھیرنا ہے جن سے افہام کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا یہ بھی حرام ہے اور اس کا ضرر بھی عظیم ہے اور بڑی مصیبتوں والوں کی تاویل کی مثالوں میں سے خدا کے قول "اذهب الىٰ فرعون انه طغى" (سورة طٰہ:۲۴) کی

(۱) روى في مقدمة صحيح مسلم موقوفاً على ابن مسعود.

(۲) رواه البخاري موقوفاً على علي.

طغى﴾(سورة طه:٢٤) انه إشارة إلى قلبه، وقال هو المراد بفرعون، وهو الطاغي على كل انسان. وفي قوله تعالىٰ ﴿وان الق عصاك﴾(سورة القصص:٣١) أي كل ما يتوكا عليه ويعتمده مما سوى الله عزوجل فينبغي أن يلقيه.

وفي قوله ﷺ: ((تسحروا فإن في السحور بركة)) فسروا السحور بأنه الاستغفار في الأسحار وأمثال ذلك حتى ليحرفون القرآن من أوله إلى آخره عن ظاهره، وعن تفسيره المنقول عن ابن عباس وسائر العلماء، وبعض هذه التأويلات يعلم بطلانها قطعاً، كتنزيل فرعون على القلب، فان فرعون شخص محسوس تواتر إلينا النقل بوجوده، وبعضها يعلم بطلانه بغالب الظن، وكل ذلك حرام وضلالة، وإفساد للدين على الخلق.

ومن يستجيز من أهل الطامات مثل هذه التأويلات، مع علمه بأنها غير مرادة بالألفاظ، يضاهي من يستجيز الاختراع والوضع (الكذب) على رسول الله ﷺ كمن يضع في كل مسألة يراها، حديثاً عن النبي صلى الله عليه وسلم فذالك ظلم وضلال، ودخول في الوعيد ((من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار)).. بل الشر في تأويل هذه الألفاظ أطم وأعظم، لأنه مبطل للثقة بالالفاظ، وقاطع طريق الاستفادة والفهم من القرآن بالكلية(1).) انتهى

تاویل میں ایک کا یہ قول بھی ہے کہ یہ اس کے قلب کی طرف اشارہ ہے اور اس نے کہا ہے کہ فرعون سے یہی مراد ہے اور یہی ہر انسان پر ظلم کرنے والا ہے اور اللہ کے قول ''وان الق عصاك'' (سورۃ القصص:۳۱) کی تاویل میں کہا ہے کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جس پر اللہ کے سوا اعتماد کیا جائے چاہئے کہ وہ اسے پھینک دے۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول ''تسحروا فان في السحور بركة'' سحری کھاؤ، سحری میں برکت ہے انہوں نے سحور کی تفسیر سحری کے وقت استغفار سے کی ہے اور اس قسم کی باتوں سے وہ قرآن کو اول سے لے کر آخر تک اس کے ظاہر سے پھیرتے ہیں اور اس تفسیر سے بھی پھیرتے ہیں جو حضرت ابن عباسؓ اور بقیہ علماء سے منقول ہے اور اس قسم کی بعض تاویلات کا قطعی بطلان معلوم ہوجاتا ہے جیسے دل پر فرعون کی تنزیل بلاشبہ فرعون ایک محسوس شخص ہے اس کے وجود کی متواتر نقل ہمارے پاس آئی ہے اور بعض تاویلات کا بطلان ظن غالب سے ہوجاتا ہے۔

اور یہ سب حرام اور ضلالت اور مخلوق پر دین کو خراب کرنا ہے۔اور بڑی مصیبتوں والوں میں سے اس قسم کی تاویلات کو جائز سمجھنے والا اس علم کے باوجود کہ الفاظ سے یہ مراد نہیں ہیں اس شخص کے مشابہ ہے جو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھتا ہے اس شخص کی طرح ہے جو ہر پیش آمدہ مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف حدیث وضع کرتا ہے یہ ظلم و ضلال اور اس وعید میں دخول ہے کہ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر افتراء کیا اس نے آگ میں اپنا ٹھکانہ بنایا بلکہ ان الفاظ کی تاویل میں بہت زیادہ شر ہے کیونکہ وہ الفاظ پر اعتماد کو باطل کرنے والی ہے اور مکمل طور پر قرآن سے استفادہ اور فہم کے

كلام الغزالي.

خلاصة البحث:

ومما تقدم يتبين لنا أن التفسير الاشاري له ما يؤيده من الشرع، ولكنه قد دخلت عليه بعض التأويلات الفاسدة، وسلك فيه بعض الناس مسلك الباطنية ولم يراعوا الشروط التي وضعها العلماء، وأخذوا يخبطون فيه خبط عشواء، بل أصبح كل من هب ودب، يتطاول على كتاب الله تعالى، فيتأوله حسب ما يمليه عليه الهوى، أو يسوس له به الشيطان، ويزعم أنه من التفسير الاشاري مع أنه سفاهة وضلالة وجهالة، لأنه تحريف لكتاب الله، وسلوك لمسلك الباطنية الملاحدة وهو إن لم يكن تحريفاً لألفاظه فانه تحريف لمعانيه. ولقد سمعت من يستشهد بالآية الكريمة ﴿ **قل الله ثم ذرهم في خوضهم يلعبون** ﴾(سورة الانعام:٩١) على ضرورة ملازمة المريد لذكر الله تعالىٰ بلفظ (لله) فجعل هذه اللفظة مقول القول: أي (قل: الله) وما درى هذا الجاهل الغبي أن هذه جملة حذف منها الخبر، والتقدير: (الله أنزله) بدليل سياق الآية الكريمة ﴿ **وما قدروا الله حق قدره إذ قالوا ما انزل الله على بشر من شيء قل من انزل الكتاب الذى جاء به موسى...** ﴾ إلى قوله ﴿ **قل الله ثم ذرهم في خوضهم يلعبون** ﴾ وأمثال هذا التخليط كثير. فلا ينبغي لعلماء

طریق کو قطع کرنے والی ہے۔غزالی کا کلام ختم ہوا۔

بحث کا خلاصہ:

پہلے جو کچھ بیان ہو چکا ہے اس سے ہم پر واضح ہوتا ہے کہ تفسیر اشاری کی شرع سے تائید ہوتی ہے لیکن بعض تاویلات فاسدہ اس سے مل گئی ہیں اور اس میں بعض لوگ باطنیہ کے مسلک پر چلے ہیں اور انہوں نے ان شروط کی رعایت نہیں کی جنہیں علماء نے وضع کیا ہے اور انہوں نے اس میں ٹامک ٹوئیاں ماری ہیں بلکہ ہر ایک اپنی مرضی سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنے لگ گیا ہے اور وہ اپنی خواہش کے مطابق یا جو شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اس کے مطابق اس کی تاویل کرنے لگ گیا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ یہ تفسیر اشاری ہے حالانکہ وہ سفاہت، ضلالت اور جہالت ہے اس لئے کہ کتاب اللہ کی تحریف اور ملاحدہ باطنیہ کے مسلک پر چلنا اگر چہ الفاظ کی تحریف نہیں ہے بلاشبہ اس کے معانی کی تحریف ہے اور میں نے آیت "**قل الله ثم ذرهم فى خوفهم يلعبون**" (سورۃ الانعام:۹۱) مرید کے لئے لفظ اللہ کے ذکر کے لازمی ہونے پر استشہاد کرتے سنا ہے اس نے اس لفظ کو قول کا مقول بنا دیا ہے یعنی کہہ: اللہ اور یہ غبی جاہل نہیں سمجھا کہ اس جملہ سے خبر کو محذوف کر دیا گیا ہے اور تقدیر کلام یوں ہے کہ "**الله انزله**" اس کی دلیل آیت سیاق ہے: "**ما قدروا الله حق قدره اذ قالوا ما انزل الله على بشر من شىء قل من انزل الكتاب الذى جاء به موسى...... الى قوله...... قل الله ثم ذرهم فى خوضهم يلعبون**" اس قسم کی تخلیط کی بہت سی مثالیں ہیں مسلمانوں کے علماء کو نہیں چاہئے کہ وہ اس قسم کے جہلاء کو

---

(١) الإحياء للغزالي باختصار.

المسلمين أن يسمحوا لأمثال هؤلاء الجهلة، بالتطاول على كتاب الله، وبتفسيره بما يخالف الظاهر، ويجافي الحق والصواب، زعماً منهم أنه من نوع (التفسير الاشاري) فالتفسير له حدود وشروط، وليس لكل انسان أن يقول فيه برأيه، أو يعبث في نصوصه بفهمه العليل، ولقد صدق شيخ الاسلام (ابن تيمية) حين قال: ((نصف طبيب يفسد الأبدان، ونصف عالم يفسد الأديان)) والله يقول الحق وهو يهدي السبيل.

کتاب اللہ پر ظلم کرنے کی اور ظاہر کے مخالف اور حق وصواب سے دور اس کی تفسیر کرنے کی اجازت دیں اس خیال سے کہ یہ تفسیر اشاری کی نوع سے ہے تفسیر کی حدود وشروط ہیں اور ہر انسان کو روا نہیں کہ وہ اس کے بارے میں اپنی رائے سے بات کرے یا اپنی ناقص فہم سے اس کی نصوص سے کھیلے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے سچ فرمایا ہے آدھا طبیب' ابدان کو خراب کرتا ہے اور آدھا عالم ادیان کو خراب کرتا ہے اللہ سچ کہتا ہے اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

غرائب التفسير:

ذكر العلامة (السيوطي) في كتابه الاتقان، نقلاً عن الكرماني أنه ألف كتاباً في مجلدين سماه (العجائب والغرائب) ضمنه اقوالاً منكرة في التفسير لايجوز قولها ولا الاعتماد عليها، لأنها من أقوال أهل الضلال، وإنما ذكرها للتحذير منها، وقال: إنما أردت بذكرها أن يعلم الناس أن فيمن يدعي العلم حمقي. ونحن ننقل طرفاً منها، وننقل بعض اقوال اخرى عن الباطنية حتى يحذر المسلمون من أمثال هذه الأباطيل، التي دخلت على الأمة الاسلامية بسبب التعصب الأعمى واتباع الأهواء.

غرائب التفسیر

علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب اتقان میں کرمانیؒ کے بارے میں روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ انھوں نے دو جلدوں میں ایک کتاب تالیف کی ہے اور اس نے اس کا نام "العجائب والغرائب" رکھا ہے اس میں تفسیر کے بارے میں منکر اقوال شامل کئے ہیں ان کا کہنا اور ان پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ گمراہوں کے اقوال ہیں اور انھوں نے انہیں اشتباہ کیلئے بیان کیا ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ ان کے بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ لوگ جان لیں کہ جو لوگ علم کے مدعی ہیں وہ احمق ہیں اور ہم ان میں سے کچھ اقوال نقل کرتے ہیں اور کچھ دوسرے اقوال باطنیہ سے بھی بیان کرتے ہیں تا کہ مسلمان اس قسم کی اباطیل سے آگاہ ہو جائیں جو امت اسلامیہ میں اندھے تعصب اور خواہش کی پیروی کے سبب مل گئے ہیں۔

أمثلة على هذه الغرائب:

اولاً: في قوله تعالىٰ ﴿حمعسق﴾ (سورة الشورىٰ:١) قالوا: الحاء حرب علي ومعاوية،

ان غرائب کی مثالیں:

اول: اللہ کے قول "حمعسق" کے بارے میں انہوں نے کہا ہے کہ "حا" حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی جنگ مراد

والمیم ولایة بنی مروان' والعین ولایة العباسیین' والسین ولایة السفیانیین' والقاف القدوة بالمهدي' إلی غیر ما هنالك من الضلال.

ثانیاً: قوله تعالی ﴿**ولکم فی القصاص حیاة یا اولی الباب**﴾(سورة البقرة:۱۲۹) قالوا: القصاص المراد به قصص القرآن' وهو باطل لغة وشرعاً' وقول لا یقول به إلا الجهلاء.

ثالثاً: قوله تعالیٰ ﴿ **ولکن لیطمئن قلبی**﴾(سورة البقرة:۲٦۰) قالوا: ان ابراهیم کان له صدیق وصفه بانه قلبه' وفسروه بمعنی ولکن لیسکن صدیقی وهذا بعید جداً.

رابعاً: قوله تعالی ﴿ **ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به**﴾ (سورة البقرة:۲۸٦) قالوا: إنه الحب والعشق' فغسروا مالا طاقة للإنسان به بهذا التفسیر الباطل' وهذا حکاه الکواشی فی تفسیره.

خامساً: قوله تعالیٰ ﴿**ومن شر غاسق اذا وقب**﴾(سورة الفلق:۳) قالوا: إنه الذکر اذا انتصب' وهذا بلاشك. جزأة غریبة' ووقاحة شنیعة لا تصدر إلا من سفیه أحمق.

سادساً: قوله تعالی ﴿ **الذی جعل لکم من الشجر الأخضر ناراً فاذا انتم منه توقدون**﴾(سورة یسین:۸۰) قالوا: المراد بالشجر الأخضر (ابراهیم) وناراً أی نوراً

ہے اور میم سے مراد بنو مروان کی حکومت ہے اور عین سے مراد عباسیوں کی حکومت ہے اور سین سے مراد سفانیوں کی حکومت ہے اور قاف سے مراد مہدی کی پیشوائی ہے۔

دوم: "**ولکم فی القصاص حیاة یا اولی الالباب**"(سورۃ البقرہ:۱۷۹) کے بارے میں انہوں نے کہا ہے کہ قصاص سے مراد قرآن کے قصے ہیں اور یہ شرعاً اور لغۃً باطل بات ہے اور ایسا قول ہے جسے صرف جہلاء ہی کہہ سکتے ہیں۔

سوم: "**ولکن لیطمئن قلبی**"(سورۃ البقرہ:۲٦۰) کے بارے میں انہوں نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک دوست تھا آپ نے اسے اپنا دل قرار دیا ہے اور انہوں نے ان معنوں میں اس کی تفسیر کی ہے تاکہ میرا دوست پرسکن ہو جائے یہ بہت دور کی بات ہے۔

۴۔آیت"**ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنابه**" (سورۃ البقرہ:۲۸٦) کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ یہ محبت اور عشق ہے انہوں نے انسان کو جس کی طاقت نہیں ہے اس چیز کی یہ باطل تفسیر کی ہے اسے الکواشی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

۵۔آیت"**ومن شر غاسق اذا وقب**"(سورۃ الفلق:۳) کے بارے میں انہوں نے کہا ہے یہ ذکر ہے جب وہ کھڑا ہو جاتا ہے بلاشبہ یہ ایک عجیب جرأت اور بڑی بے حیائی ہے جو صرف بے وقوف احمق سے ہی سرزد ہو سکتی ہے۔

٦۔آیت "**الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منه توقدون**" (سورۃ یسٰ:۸۰) کے بارے میں انہوں نے کہا ہے کہ شجر اخضر سے مراد حضرت ابراہیم ہیں اور نار یعنی محمد ﷺ کا نور ہے فاذا

(محمد)ﷺ فاذا انتم منه توقدون أي تقتبسون الدين[1]. وهذا التفسير من الغرائب لا تدل عليه اللغة، وهو تأويل باطل لنصوص القرآن، وإن كان سبكه جميلاً وعبارته لطيفة.

انتم منه توقدون " سے مراد تم دین کو حاصل کرتے ہو یہ تفسیر عجائبات میں سے ہے اس پر لغت دلالت نہیں کرتی اور یہ نصوص قرآن کی باطل تاویل ہے اگر چہ اس کی ڈھلائی خوبصورت اور اس کی عبارت لطیف ہے۔

تفسيرات الباطنية:

الباطنية قوم لا يقبلون الاخذ بظاهر القرآن، وإنما يقولون: إن القرآن له (ظاهر وباطن) ويعتقدون بأن المراد منه (الباطن) دون الظاهر، ويستدلون بقوله تعالى ﴿**فضرب بينهم بسور له باب، باطنه فيه الرحمة، وظاهره من قبله العذاب**﴾. (سورة الحديد:١٣)

وهم فرق متعددة نذكر اهمهما:

١- الاسماعيلية: نسبة إلى (إسماعيل) أكبر أولاد جعفر الصادق وكانوا يعتقدون فيه الامامة.

٢. القرامطة: نسبة إلى (قرمط) إحدى قرى واسط، وقد تزعمهم رجل منها اسمه (حمدان).

٣. السبعية: نسبة إلى (السبعة) لانهم يعتقدون ان في كل سبعة منهم إماماً يقتدى به.

٤- الحرمية: نسبة إلى (الحرمة) وذلك لأن هؤلاء يستبيحون الحرمات والفواحش[2].

باطنیہ کی تفسیرات:

باطنیہ ایسے لوگ ہیں جو ظاہر قرآن سے تمسک کو قبول نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس سے مراد ظاہر کو چھوڑ کر باطن ہی ہے اور اس آیت "فضرب بينهم بسور له باب باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب" (سورۃ الحدید:١٢) سے استدلال کرتے ہیں اور ان کے متعدد فرقے ہیں ہم ان کے اہم فرقوں کا ذکر کرتے ہیں۔

١۔ اسماعیلیہ: اس کی نسبت اسماعیل کی طرف ہے جو حضرت جعفر صادق کے سب سے بڑے بیٹے تھے وہ آپ میں امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

٢۔ القرامطہ کی نسبت قرمط کی طرف ہے جو واسط کی ایک بستی ہے ان کا زعیم حمدان نام کا ایک شخص تھا۔

٣۔ السبعیہ: کی نسبت السبعۃ کی طرف ہے اس لئے کہ ان کا اعتقاد تھا کہ ان کے ہر سات میں امام ہوتا ہے جس کی اقتداء کی جاتی ہے۔

٤۔ الحرمیہ کی نسبت الحرمۃ کی طرف ہے اس لئے کہ یہ لوگ حرمات اور فواحش کو مباح قرار دیتے ہیں۔

---

(١) الاتقان، ج٢ ص١٨٦ بتصرف.

(٢) أنظر كتاب الفرق بين الفرق للبغدادي.

نماذج عن تفسير الباطنية:

١ – قوله تعالىٰ ﴿لتركبن طبقاً عن طبق﴾(سورة الانشقاق:١٩) قولوا: إنه إشارة إلى الغدر بالأوصياء بعد الأنبياء أي لتسلكن سبيل من قبلكم بالغدر في الأئمة بعد الأنبياء.

٢ – قوله تعالىٰ﴿قال الذين لا يرجون لقاء نا ائت بقرآن غير هذا او بدله ﴾(سورة يونس:١٥) يفسرونه (أو بدله) أي بدل علياً ومعلوم أن علياً لم يسبق له ذكر.

٣ – قوله تعالىٰ ﴿ ان الذين آمنوا ثم كفروا ثم آمنوا ثم كفروا ثم ازدادوا كفراً لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم سبيلاً﴾(سورة النساء:١٣٧) قالوا: إن هذه الآية نزلت في أبي بكر وعمر وعثمان' آمنوا بالنبي أولاً' ثم كفروا حيث عرضت عليهم ولاية علي ثم آمنوا بالبيعة لعلي' ثم كفروا بعد النبي' ثم ازدادوا كفراً بأخذ البيعة من كل الأمة(١).

٤ – قوله تعالىٰ ﴿ ان الله يامركم ان تذبحوا بقرة﴾ (سورة البقرة:٦٧) قالوا: المراد بالبقرة (عائشة) والمراد (اضربوه ببعضها) طلحة و الزبير.

٥ – قوله تعالىٰ ﴿ انما الخمر والميسر﴾(سورة المائدة:٩٠) قالوا: المراد بهما أبو بكر وعمر' قاتلهم الله أنى يؤفكون.

باطنیہ کی تفسیر کے نمونے:

۱۔ آیت "لتركبن طبقا عن طبق"(سورۃ انشقاق:۱۹) کے متعلق انہوں نے کہا ہے کہ یہ انبیاء کے بعد اوصیاء سے خیانت کی طرف اشارہ ہے یعنی تم اپنے سے پہلے لوگوں کے راستے پر چلو گے جنہوں نے انبیاء کے بعد ائمہ سے خیانت کی۔

۲۔آیت "قال الذين لا يرجون لقاء نا ائت بقرآن غير هذا او بدله" (سورۃ یونس:۱۵) "او بدله" کی تفسیر کرتے ہیں کہ علیؓ کو بدل دے اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ حضرت علیؓ کا پہلے کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

۳۔آیت "ان الذين امنوا ثم كفروا ثم امنوا ثم كفروا ثم ازدادوا كفرا لم يكن الله ليغفرلهم وليهديهم سبيلا" (سورۃ النساء:۱۳۷) وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ پہلے ایمان لائے پھر جب ان پر ولایت علیؓ کو پیش کیا گیا تو انکار کر گئے پھر حضرت علی کی بیعت پر ایمان لائے پھر نبی ﷺ کے بعد کفر اختیار کر گئے پھر سب امت سے بیعت لینے کی سے کفر میں بڑھ گئے۔

۴۔آیت "ان الله يامركم ان تذبحوا البقرة" (سورۃ البقرہ:۶۷) کے بارے میں کہتے ہیں کہ بقرہ سے مراد حضرت عائشہؓ ہیں "اضربوه ببعضها" سے مراد حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ ہیں۔

۵۔آیت "انما الخمر والميسر" کے بارے میں انہوں نے کہا ہے کہ ان دونوں سے مراد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں...... اللہ ان پر لعنت کرے کہ یہ کہاں پھرے

(١) أنظر: الوشيعة في نقد عقائد الشيعة ص ٦٥.

وباختصار فمذهب الباطنية وباء وضلال، انتقل إليهم من المجوس، وهم يؤولون (الجنابة) بإفشاء السر، ويؤولون (الغسل) بتجديد العهد، و(التيمم) بالأخذ عن المأذون، و(الصوم) بالامساك عن كشف السر، إلى آخر ما لديهم من ضلالات ونجاسات. وهذه التأويلات الفاسدة، من أشد وانكى ما يصاب به الاسلام والمسلمون، لانها تودى إلى نقض بنيان الشريعة حجراً حجراً، وتجعل القرآن ألعوبة بين أيدى هؤلاء الانعام، ومن فضل الله أن كتبهم لم تظهر إلى الوجود، وانهم يخفون هذا فى نفوسهم، وينفثون به بين كل حين وآخر، وهم إلى الزوال والفناء إن شاء الله، والله غالب على أمره ولكن أكثر الناس لا يعلمون.

جاتے ہیں مختصر یہ کہ باطنیہ کا مذہب وبا اور گمراہی ہے یہ مجوس سے ان کی طرف منتقل ہوا ہے اور وہ جنابت کی تاویل افشائے راز سے کرتے ہیں اور غسل کی تاویل تجدید عہد سے کرتے ہیں اور تیمم کی تاویل ماذون سے سیکھنا کرتے ہیں اور صوم کی تاویل راز ظاہر کرنے سے رکنا کرتے ہیں۔ ایسے ہی ان کی ضلالات اور نجاسات ہیں اور یہ تاویلات فاسدہ اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ اور سخت زخم لگانے والی ہیں کیونکہ یہ شریعت کی بنیاد کو پتھر پتھر کر کے توڑنے تک پہنچاتی ہیں اور ان چوپاؤں کے سامنے قرآن کو کھیل بناتی ہیں اور اللہ کے فضل سے ان کی کتب موجود میں نمایاں نہیں ہوئیں اور وہ ان باتوں کو اپنے نفوس میں چھپاتے ہیں اور وقتاً فوقتاً ان کو ظاہر کرتے ہیں اور وہ زوال وفنا کی طرف جائیں گے۔ انشاء اللہ اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تفسیر کی مشہور ترین کتب

(بالروایۃ والدرایۃ والاشارہ)

ان کے اصحاب کے مختصر تعارف کے ساتھ

الرقم	اسم الكتاب	اسم المؤلف	تاريخ الوفاة	الشهرة
١	جامع البيان فی تفسير القرآن	محمد بن جريری الطبری	٣١٠ هـ	تفسير الطبری
٢	بحر العلوم	نصر بن محمد السمرقندی	٣٧٣هـ	تفسير السمرقندی
٣	الكشف والبيان	إحمد بن أبراهيم الثعلبي النيسابوري	٤٢٧هـ	تفسير الثعلبی
٤	معالم التنزيل	الحسين بن مسعود البغوي	٥١٠هـ	تفسير البغوی
٥	المحرر الوجيز فی تفسير الكتاب العزيز	عبدالحق بن غالب الأندلسي	٥٤٦هـ	تفسير ابن عطية
٦	تفسير القرآن العظيم	اسماعيل بن عمر الدمشقي	٧٧٤ هـ	تفسير ابن كثير
٧	الجواهر الحسان في تفسير القرآن	عبدالرحمن بن محمد الثعالبي	٨٧٦هـ	تفسير الجواهر
٨	الدرالمنثور فی التفسير بالماثور	جلال الدين السيوطی	٩١١هـ	تفسير السيوطی

التعريف بكتب التفسير بالمأثور

١-تفسير ابن جرير:

مؤلفه هو ابن جرير الطبری، وكنيته (أبو جعفر) ولد سنة ٢٢٤هـ وتوفی سنة ٣١٠هـ، وكتابه من أجل التفاسير بالمأثور، وأصحها وأجمعها لأقوال الصحابة والتابعين، ويعتبر المرجع الأول للمفسرين، قال النووی: ((كتاب ابن جرير فی التفسير لم يصنف أحد مثله)).

مزايا هذا التفسير:

١- اعتماده على المأثور من اقوال النبی ﷺ والصحابة والتابعين.

٢- عرضه للأسانيد وللأقوال المروية وترجيحه للروايات.

٣- إحاطته بالناسخ والمنسوخ من الآيات ومعرفته لطرق الرواية صحيحها وسقيمها.

٤- ذكره لوجوه الاعراب، واستنباط الأحكام الشرعية من الآيات الكريمة.

وأخيراً فهو كتاب عظيم جليل، حافل بالروائع، إلا أنه أحياناً أخباراً بأسانيد غير صحيحة، ثم لا ينبه على عدم صحتها، كما أنه يسوق بعض أخبار هی من (الروايات

کتب تفسیر بالمأثور کا تعارف

ا۔ تفسیر ابن جریرؒ:

اس کے مؤلف ابن جریر طبری ہیں آپ کی کنیت ابو جعفر ہے ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۱۰ھ میں وفات پائی آپ کی کتاب تفاسیر بالماثور میں سب سے اجل، اصح اور صحابہ اور تابعین کے اقوال کی سب سے زیادہ جامع ہے اور مفسرین کیلئے مرجع اول خیال کی جاتی ہے نوویؒ نے بیان کیا ہے تفسیر میں ابن جریرؒ کی کتاب کے مثل کسی نے تصنیف نہیں کی۔

اس تفسیر کی خوبیاں:

ا۔ حضرت نبی کریم ﷺ صحابہ اور تابعین کے اقوال میں سے ماثور پر اعتماد کرنا۔

۲۔ اسانید اور اقوال مرویہ کو پیش کرنا اور روایات کے ذریعہ اس کو اس کا ترجیح دینا۔

۳۔ ناسخ ومنسوخ آیات کا احاطہ کرنا اور روایت کے صحیح و سقیم طرق کے ذریعہ اس معرفت ہونا۔

۴۔ وجوہ اعراب کا ذکر کرنا اور آیات کریمہ سے شرعی احکام کا استنباط کرنا۔

اور آخری بات یہ ہے کہ یہ ایک عظیم کتاب ہے اور خوبصورت باتوں کی جامع ہے مگر کبھی کبھی وہ غیر صحیح اسانید سے احادیث بھی بیان کرتے ہیں پھر ان کی عدم صحت سے آگاہ بھی نہیں کرتے ایسے ہی بعض ایسی روایات کو بھی بیان کرتے

الاسرائيلية) وتفسيره مطبوع منتشر في الأقطار وهو عمدة لأكثر المفسرين.

٢-تفسير السمرقندي:

مؤلفه نصر بن محمد السمرقندي، وكنيته (أبو الليث توفي سنة ٣٧٣هـ وكتابه يسمى (بحر العلوم) وهو تفسير بالمأثور، يذكر فيه كثيراً من اقوال الصحابة والتابعين، غير أنه لا يذكر الأسانيد، وهو مخطوط في مجلدين، وتوجد نسخة منه في مكتبة الأزهر.

٣-تفسير الثعلبي:

مؤلف هذا التفسير هو احمد بن ابراهيم الثعلبي النيسابوري، المقرئ المفسر، كنيته (أبو اسحق) وقد توفي سنة ٤٢٧هـ أما ولادته فليست معروفة على وجه الضبط، وكتابه يسمى (الكشف والبيان عن تفسير القرآن).

يفسر القرآن بما ورد عن السلف، مع اختصاره للأسانيد، اكتفاءً بذكرهما في مقدمة الكتاب، ويتوسع في الأبحاث النحوية والفقهية، وهو مولع بالقصص والأخبار، ولهذا فإننا نجد في تفسيره قصصاً اسرائيلية نهاية في الغرابة، بل منها ما هو باطل قطعاً.

يقول ابن تيمية عنه: ((الثعلبي في نفسه فيه خير ودين، ولكنه حاطب ليل))[١].

ہیں جو اسرائیلی روایت میں سے ہیں آپ کی تفسیر طبع شدہ ہے اور ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے اور اکثر مفسرین کا سہارا ہے۔

۲۔تفسیر سمرقندی:

اس کے مولف نصر بن محمد سمرقندیؒ ہیں آپ کی کنیت ابو اللیث ہے آپ نے ۳۷۳ھ میں وفات پائی آپ کی کتاب کا نام ''بحر العلوم'' ہے اور وہ تفسیر بالمأثور ہے آپ اس میں صحابہ اور تابعین کے بہت سے اقوال بیان کرتے ہیں مگر اسانید کا ذکر نہیں کرتے وہ دو جلدوں میں لکھی ہوئی ہے اور اس کا ایک نسخہ مکتبہ ازھر میں موجود ہے۔

۳۔تفسیر ثعلبیؒ:

اس تفسیر کے مؤلف احمد بن ابراہیم ثعلبی نیشا پوری مقریؒ مفسر ہیں آپ کی کنیت ابواسحاق ہے آپ نے ۴۲۷ھ میں وفات پائی آپ کی ولادت کے بارے میں صحیح طور پر معلوم نہیں ہے اور آپ کی کتاب کا نام ''الکشف والبیان عن تفسیر القرآن'' ہے۔

آپ قرآن کی تفسیر ان روایات سے کرتے ہیں جو سلف سے وارد ہوئی ہیں اس کے ساتھ اور اسانید کو اختصار سے بیان کرتے ہیں آپ نے مقدمہ الکتاب میں ان کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے اور نحوی اور فقہی ابحاث کو طول دیتے ہیں آپ قصص واخبار کے شوقین ہیں اس لئے ہم آپ کی تفسیر میں نہایت نامانوس اسرائیلی قصے پاتے ہیں بلکہ ان میں قطعی طور پر باطل قصے بھی ہیں۔

ابن تیمیہؒ آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ: ثعلبی فی نفسہ اچھے اور دیندار آدمی ہیں لیکن رطب و یابس جمع کرنے والا ہے۔

(١) أنظر: أصول التفسير لابن تيمية ص١٩.

وتفسيره مخطوط غير كامل ينتهي إلى آخر سورة الفرقان وهو موجوده بمكتبة الأزهر، وباقي الكتاب مفقود.

آپ کی مخطوط تفسیر نامکمل ہے سورہ الفرقان کے آخر تک پہنچتی ہے اور وہ مکتبہ ازہر میں موجود ہے اور باقی کتاب مفقود ہے۔

٤- تفسير البغوی:

مؤلف هذا التفسير هو الحسين بن مسعود الفراء البغوی، الفقيه، المفسر المحدث الملقب بمحيي السنة، كنيته (أبو محمد) توفي سنة ٥١٠ بعد أن جاوز الثمانين من العمر، وكان إماماً جليلاً، ورعاً زاهداً، جامعاً بين العلم والعمل، وقد عدهُ السبكي من أعلام علماء الشافعية.

۴۔ تفسیر بغویؒ:

اس تفسیر کے مؤلف حسین بن مسعود فراء بغوی ہیں آپ فقیہ، مفسر، محدث ہیں اور محی السنۃ کے لقب سے ملقب ہیں آپ کی کنیت ابو محمد ہے آپ نے اسی (۸۰) سال سے زیادہ عمر میں ۵۱۰ھ میں وفات پائی آپ جلیل امام متقی، زاہد اور علم و عمل کے جامع تھے سبکی نے آپ کو شافعیہ کے بڑے علماء میں شمار کیا ہے۔

وقال ابن تيمية في مقدمته في أصول التفسير: والبغوی في تفسيره مختصر من الثعلبی، ولكنه صان تفسيره عن الأحاديث الموضوعة، والآراء المبتدعة[1].

ابن تیمیہؒ اصول التفسیر کے اپنے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ بغوی اپنی تفسیر میں ثعلبی سے زیادہ اختصار کرنے والے ہیں لیکن انھوں نے اپنی تفسیر کو موضوع احادیث اور بدعتی آراء سے الگ کرلیا ہے۔

وقد طبع هذا التفسير مع تفسير ابن كثير. كما طبع مع تفسير الخازن. وتفسيره هذا فيه بعض القصص الإسرائيلية، ولكنه في جملته أحسن وأسلم من كثير من كتب التفسير بالمأثور.

یہ تفسیر تفسیر ابن کثیر کے ساتھ طبع ہوئی ہے ایسے ہی تفسیر خازن کے ساتھ بھی طبع ہوئی ہے آپ کی اس تفسیر میں بعض اسرائیلی قصے بھی ہیں لیکن فی الجملہ یہ تفسیر بالماثور کی کتب سے زیادہ اچھی اور زیادہ محفوظ ہے۔

٥- تفسير ابن عطية:

مؤلف هذا التفسير هو عبدالحق بن غالب بن عطية، الأندلسی، المغربی، الغرناطی، وكنيته (أبو محمد) ولد سنة ٤٨١هـ وتوفي سنة ٥٤٦هـ.

۵۔ تفسیر ابن عطیہؒ:

اس تفسیر کے مؤلف، عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی، مغربی، غرناطی ہیں آپ کی کنیت ابو محمد ہے آپ ۴۸۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۴۶ھ میں وفات پائی۔

كان نحوياً لغوياً، اديباً شاعراً، على غاية من الذكاء والدهاء، وقد تولى القضاء بالأندلس في

آپ نحوی، لغوی، ادیب، شاعر، نہایت ذہین اور دانشمند تھے اسلام کے سنہری زمانے میں آپ اندلس کے قاضی بنے

(١) أصول التفسير لابن تيمية، ص١٩.

العصور الذهبية لاسلام' وتفسيره يسمى (المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز) وقد جمع فيه مؤلفه الأقوال التي ذكرها علماء (التفسير بالمأثور) وتحرى ما هو أقرب إلى الصحة منها.

اور آپ کی تفسیر کا نام "المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز" ہے اس کے مؤلف نے اس میں ان اقوال کو اکٹھا کر دیا ہے جنہیں علمائے تفسیر بالمأثور نے بیان کیا ہے اور ان میں سے جو اقرب الی الصحۃ ہیں آپ نے ان کو تلاش کیا ہے۔

وابن تيمية في فتاواه مقارنة بين تفسيره (ابن عطية) وتفسير (الزمخشرى) فيقول: ((وتفسير ابن عطية خير من تفسير الزمخشرى' وأصح نقلاً وبحثاً وأبعد عن البدع' وان اشتمل على بعضها' بل هو خير منه بكثير' بل لعله أرجح هذه التفاسير))[1].

ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ابن عطیہ کی تفسیر اور زمخشری کی تفسیر کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ابن عطیہ کی تفسیر زمخشری کی تفسیر سے بہتر ہے اور نقلا اور بحثاً اصح اور بدعات سے بہت دور ہے اگر بعض پر مشتمل بھی ہے لیکن وہ اس سے بہت بہتر ہے بلکہ شاید ان تفاسیر سے زیادہ راجح ہے۔

وهذا الكتاب على شهرته الواسعة' ومزاياه الفريدة' لا يزال مخطوطاً إلى اليوم' وهو يقع في عشر مجلدات كبار' ولعل الله يوفق من يخرج لنا هذا الكنز الثمين' ويطبعه ليعم به نفعه.

یہ کتاب اپنی وسیع شہرت اور اپنی یگانہ خوبیوں کے باعث آج تک ہمیشہ مخطوط رہی ہے اور وہ دس بڑی جلدوں میں ہے شاید اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق دے جو ہمارے لئے اس قیمتی خزانے کو باہر نکالے اور اسے طبع کرائے تاکہ اس کا فائدہ عام ہو۔

٦- تفسير ابن كثير:

٦۔ تفسیر ابن کثیر:

مؤلف هذا التفسير هو الحافظ عماد الدين (اسماعيل بن عمرو بن كثير) القرشي الدمشقي كنيته (ابو الفداء) ولد سنة ٧٠٠هـ وتوفي سنة ٧٧٤هـ.

اس تفسیر کے مولف حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمرو بن کثیر قرشی دمشقی ہیں آپ کی کنیت ابو الفداء ہے آپ ٧٠٠ھ میں پیدا ہوئے اور ٧٧٤ھ میں وفات پائی۔

كان ابن كثير رحمه الله جبلاً شامخاً' وبحراً ذاخراً في جميع العلوم وخاصة في التاريخ والحديث والتفسير' وكان إماماً جليلاً في أسلوب الكتابة والتأليف' قال الذهبي عنه: ((الامام المفتى' المحدث البارع' فقيه

ابن کثیر رحمہ اللہ ایک بلند پہاڑ اور تمام علوم میں بڑے سمندر تھے خصوصا تاریخ' حدیث اور تفسیر میں آپ تالیف و ادب کے اسلوب میں قسم قسم کے اسالیب کے جلیل القدر امام تھے ذہبی نے آپ کے بارے میں کہا ہے:

"آپ امام' مفتی' ماہر محدث' فقیہ پختہ محدث' مفسر اور

(١) فتاوى ابن تيمية' ج٢ ص١٩٤.

متفنن، محدث متقن، مفسر نقال، وله تصانيف مفيدة)).

نقال تھے اور آپ کی مفید تصانیف ہیں۔"

وتفسيره هذا يسمى (تفسير القرآن العظيم) وهو من أشهر ما دون في التفسير بالمأثور، ويعتبر الكتاب الثاني بعد كتاب الطبري، اعتنى فيه مؤلفه بالرواية عن مفسري السلف، فروى الأحاديث والآثار مسندة، إلى أصحابها وتكلم عن بعضها بالجرح والتعديل، ورد ما كان منها منكراً او غير صحيح وهكذا يعتبر تفسيره من احسن ما كتب في التفسير بالمأثور. وطريقته في التفسير أنه يذكر الآية، ثم يفسرها بعبارة سهلة موجزة، ويأتي لها بشواهد من آيات اخرى، ويقارن بين هذه الآيات حتى يتبين المعنى ويظهر المراد، وهو شديد العناية بهذا النوع من التفسير، الذي يسمونه (تفسير القرآن بالقرآن).

آپ کی اس تفسیر کا نام "تفسیر القرآن العظیم" ہے اور تفسیر بالمأثور میں جو کچھ مدون ہوا ہے یہ اس میں سب سے زیادہ مشہور ہے اور طبری کی کتاب کے بعد اسی کتاب کا درجہ ہے اس کے مؤلف نے اس میں سلف کے مفسرین سے روایت کا اہتمام کیا ہے اور آپ نے احادیث و آثار کو ان کے اصحاب تک مسند روایت کیا ہے اور بعض کے بارے میں جرح و تعدیل کی ہے اور ان میں سے منکر اور غیر صحیح کو رد کیا ہے یوں آپ کی تفسیر کو تفسیر بالمأثور کی کتب میں احسن خیال کیا جاتا ہے اور تفسیر میں آپ کا طریقہ یہ ہے کہ آپ آیت کا ذکر کرتے ہیں پھر مختصراً آسان عبارت میں اس کی تفسیر کرتے ہیں اور اس کے لئے دوسری آیات سے شواہد لاتے ہیں اور ان آیات کے درمیان موازنہ کرتے ہیں حتی کہ مفہوم اور مراد واضح ہو جاتے ہیں آپ اس نوع کی تفسیر کے بڑے فکر مند تھے۔ جسے آپ "تفسیر القرآن بالقرآن" کا نام دیتے تھے

وأنا أنقل طرفاً ممّا جاء في مقدمة تفسيره، يقول طيب الله ثراه:

میں آپ کی تفسیر کے مقدمہ سے کچھ نقل کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں:

((فان قال قائل فما أحسن طرق التفسير؟ فالجواب: أن أصح الطريق في ذلك أن يفسر القرآن بالقرآن، فما أجمل في مكان فانه قد بسط في موضع آخر، فإن اعياك ذلك فعليك بالسنة فانها شارحة للقرآن وموضحة له، بل قد قال الامام الشافعي رحمه الله تعالى: كل ما حكم به رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو مما فهمه من القرآن، قال الله تعالى ﴿ انا انزلنا

"اگر کوئی کہے کہ تفسیر کا احسن طریق کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں اصح طریق یہ ہے کہ قرآن کی قرآن سے تفسیر کی جائے اس نے ایک جگہ جو مجمل بیان کیا ہے تو دوسری جگہ اسے تفصیل سے بیان کیا ہے اگر یہ بات تجھے درماندہ کر دے تو تجھ پر سنت سے تفسیر کرنا واجب ہے بلاشبہ وہ قرآن کی شارح اور اس کی وضاحت کرنے والی ہے بلکہ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بھی فیصلہ کیا ہے اسے آپ نے قرآن سے سمجھا ہے اللہ تعالیٰ

إليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما اراك الله ﴾(سورة النساء:١٠٥) وقال صلى الله عليه وسلم: ((ألا وانى أوتيت القرآن ومثله معه))(١).

ومما يمتاز به (ابن كثير) أنه ينبه إلى ما فى التفسير بالمأثور من منكرات الاسرائيليات ويحذر منها' وعلى الجملة فعلم ابن كثير يتجلى بوضوح لمن يقرأ تفسيره وتاريخه' وهما من خير ما ألف' ومن أفضل ما كتب' وتفسيره هذه من اصح التفاسير بالمأثور إن لم يكن أصحها جميعاً.

٧- تفسير الجواهر:

مؤلف هذا التفسير هو الامام الحليل عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبى' الجزائرى المغربى المتوفى سنة ٨٦٧هـ. وتفسيره هذا من التفسير بالمأثور نقل فيه أقوال السلف الصالح' وميز بين الصحيح والضعيف' وتفسيره هذا مطبوع.

٨- تفسير السيوطى:

مؤلف هذا التفسير هو الامام الحجة الثقة جلال الدين السيوطى' صاحب المؤلفات الشهيرة المولود سنة ٧٤٩ المتوفى سنة ٩١١هـ. وتفسيره هو المسمى (الدر المنثور فى التفسير بالمأثور) قال فى مقدمته: إنه لخصه من كتاب ترجمان القرآن' وهو التفسير المسند إلى رسول

نے فرمایا ہے: "انا انزلنا الیك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما أراك الله" (سورۃ النساء:۱۰۵) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: آگاہ رہو مجھے قرآن اور اس کے مثل علم دیا گیا ہے۔

ابن کثیر جس بات سے ممتاز ہیں وہ یہ کہ تفسیر بالماثور میں جو اسرائیلی منکرات ہیں ان سے آگاہ کرتے ہیں اور ان سے انتباہ کرتے ہیں مختصراً یہ کہ ابن کثیر کا علم وضاحت سے اس شخص پر واضح ہوتا ہے جو آپ کی تفسیر اور تاریخ کو پڑھتا ہے آپ نے جو کچھ تالیف کیا اور لکھا ہے یہ دونوں کتابیں اس سے بہتر اور افضل ہیں اور آپ کی تفسیر' تفاسیر بالماثور میں سے اصح ہے اگرچہ سب سے اصح نہیں ہے۔"

۷۔ تفسیر الجواہر:

اس تفسیر کے مؤلف الامام الجلیل عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی جزائری مغربی ہیں۔ آپ نے ۸۶۷ھ میں وفات پائی آپ کی یہ تفسیر' تفسیر بالماثور میں سے ہے آپ نے اس میں سلف صالح کے اقوال نقل کئے ہیں اور صحیح اور ضعیف کے درمیان فرق کیا ہے آپ کی یہ تفسیر طبع شدہ ہے۔

۸۔ تفسیر سیوطی:

اس تفسیر کے مؤلف امام' ثقہ حجت جلال الدین سیوطی ہیں آپ مشہور مؤلفات کے مؤلف ہیں آپ ۷۴۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۱۱ھ میں وفات پائی آپ کی تفسیر کا نام "الدر المنثور فى التفسير بالمأثور" ہے آپ نے اس کے مقدمے میں بیان کیا ہے کہ آپ نے کتاب ترجمان القرآن سے اس کی تلخیص کی ہے اور وہ تفسیر رسول اللہ ﷺ تک مسند ہے

(١) أنظر: تفسير ابن كثير' ج١ ص٣.

الله ﷺ وهو مطبوع بمصر، وقد ذكر فی كتابه الاتقان: أنه شرع فی تفسير جامع لما يحتاج إليه من التفاسير المنقولة، والأقوال المعقولة، والاستنباط والاشارات والأعاريب واللغات، ونكت البلاغة ومحاسن البديع وسماه (مجمع البحرين ومطلع البدرين) وهو غير هذا التفسير المسمى بالدر، وقد احصيت مؤلفاته فبلغت قريباً من خمس مأته. رحمه الله تعالىٰ على ما قدم فی سبيل خدمة العالم والدين.

اور وہ مصر میں طبع ہوئی ہے آپ نے اپنی کتاب اتقان میں بیان کیا ہے کہ آپ ایک جامع تفسیر میں مشغول ہیں اور اس کے لیے تفاسیر منقولہ اقوال معقولہ استنباط اشارات اعاریب لغات نکات بلاغت اور محاسن بدیع محتاج ہیں اور آپ نے اس کا نام "مجمع البحرین ومطلع البدرین" رکھا ہے اور وہ تفسیر اس تفسیر سے علاوہ ہے جس کا نام درمنثور ہے اور میں نے آپ کی مؤلفات کو شمار کیا ہے وہ ایک سو پانچ کے قریب پہنچی ہیں آپ نے علم اور دین کی خدمت کیلئے جو کچھ پیش کیا ہے اس کی وجہ سے اللہ آپ پر رحم کرے۔

اشهر كتب التفسير بالدراية (بالرأى)

الرقم	اسم الكتاب	اسم المؤلف	تاريخ الوفاة	الشهرة
١	مفاتيح الغيب	محمد بن عمر بن الحسين الرازى	٦٠٦هـ	تفسير الرازى
٢	أنوار التنزيل وأسرار التأويل	عبدالله بن عمر البيضاوى	٦٨٥هـ	تفسير البيضاوى
٣	لباب التأويل فى معانى التنزيل	عبدالله بن محمد المعروف بالخازن	٧٤١هـ	تفسير الخازن
٤	مدارك التنزيل وحقائق التاويل	عبدالله بن أحمد النسفى	٧٠١هـ	تفسير النسفى
٥	غرائب القرآن ورغائب الفرقان	نظام الدين الحسن محمد النيسابورى	٧٢٨هـ	تفسير النيسابورى
٦	ارشاد العقل السليم	محمد بن محمد بن مصطفى الطحاوى	٩٥٢هـ	تفسير أبى السعود
٧	البحر المحيط	محمد بن يوسف بن حيان الأندلسى	٧٤٥هـ	تفسير أبى حيان
٨	روح المعانى	شهاب الدين محمد الألوسى البغدادى	١٢٧٠هـ	تفسير الألوسي
٩	السراج المنير	محمد الشربينى الخطيب	٩٧٧هـ	تفسير الخطيب
١٠	تفسير الجلالين	١-جلال الدين المحلى ٢-جلال الدين السيوطى	٨٦٤هـ ٩١١هـ	تفسير الجلالين

التعريف بكتب التفسير بالرأى

١- تفسير الفخر الرازى:

مؤلف هذا التفسير هو العلامة الشيخ محمد بن عمر الرازى المتوفى سنة ٦٠٦هـ وتفسيره يسمى (مفاتيح الغيب) وقد سلك فى تفسيره مسلك الحكماء الالهيين' فصاغ أدلته فى مباحث الاليهات' ورد على المعتزلة والفرق الضالة بالحجج الدامغة' والبراهين القاطعة' وتعرض لشبهات المنكرين والجاحدين بالنقض والتفنيد' وتفسيره من أوسع التفاسير فى موضوع على الكلام' كما أنه فى العلوم الطبيعية والكونية إمام جليل' فقد تكلم عن الأفلاك والأبراج وعن السماء والأرض' والحيوان والنبات' وفى أجزاء الانسان' بشكل واسع وغرضه نصرة الحق وإقامة البراهين على وجود الله عز وعلا والرد على أهل الزيغ والضلال.

٢- تفسير البيضاوى:

مؤلف هذا التفسير هو العالم الجليل الشيخ عبدالله البيضاوى المتوفى سنة ٦٨٥هـ' وتفسيره يسمى (أنوار التنزيل) وهو كتاب جليل دقيق' جامع بين الرواية والدارية وهو يقرر الأدلة على مذهب أهل السنة' وهو حجة ثبت' وقد التزم أن يختم كل سورة بما روى فى فضلها من الأحاديث' غير أنه لم يتحر الصحيح' وله حواش عديدة أشهرها حاشية الشهاب الخفاجى

کتب تفسیر بالرائے کا تعارف

ا۔تفسیر فخر الدین رازی:

اس تفسیر کے مولف علامہ شیخ محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ ہیں آپ کی تفسیر کا نام ''مفاتیح الغیب'' ہے آپ اپنی تفسیر میں الہی حکماء کے مسلک پر چلے ہیں آپ نے الٰہیات کے مباحث میں اپنے دلائل تیار کئے ہیں اور براہین قاطعہ اور حجج دامغہ سے گمراہ فرقوں کا رد کیا ہے اور نقض وتفنید کے ساتھ منکرین کے شبہات کے بھی درپے ہوئے ہیں اور آپ کی تفسیر علم الکلام کے موضوع کے متعلق بڑی وسیع تفسیر ہے ایسے ہی آپ علوم طبعیہ اور کونیہ میں جلیل القدر امام ہیں آپ نے افلاک' ابراج' آسمان' زمین' حیوان' نبات اور انسان کے اجزاء کے بارے میں وسیع گفتگو کی ہے اور آپ کا مقصد حق کی نصرت اور اللہ کے وجود پر براہین کا قائم کرنا اور اہل زیغ وضلال کا رد کرنا ہے۔

۲۔تفسیر بیضاوی:

اس تفسیر کے مؤلف عالم جلیل شیخ عبداللہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ ہیں آپ کی تفسیر کا نام ''انوار التنزیل'' ہے اور وہ بڑی دقیق کتاب ہے روایت و درایت کی جامع ہے آپ اہل سنت کے مذہب کے مطابق دلائل قائم کرتے ہیں آپ معتبر حجت ہیں آپ نے التزام کیا ہے کہ ہر سورت کو ان احادیث پر ختم کریں جو اس کی فضیلت کے بارے میں مروی ہیں مگر آپ صحیح کو تلاش نہیں کر سکے اس تفسیر کے متعدد حواشی ہیں ان میں سے الشہاب الخفاجی کا حاشیہ اور سعدی افندی کا

وحاشية سعدی افندی۔

٣- تفسير الخازن:

مؤلف هذا التفسير الامام عبدالله بن محمد المشهور بالخازن المتوفى سنة ٧٤١هـ وتفسيره يسمى (لباب التأويل فى معانى التنزيل) وهو تفسير مشهور يعنى بالمأثور، بيد أنه لا يذكر السند، وعبارته سهلة لا تعقيد فيها، ولا غموض وله ولوع بالتوسع فى الروايات والقصص، وقد يذكر فى تفسيره بعض الروايات الاسرائيلية لينبه على ما فيها من باطل، فيسوق القصة الطويلة ثم يحكم عليها بالضعف او الكذب، ولكنه فى بعض الأحيان يسكت عنها حتى يظن القارئ ان هذه الرواية صحيحة، وبالجملة فتفسيره حسن رائع لو لا كثرة ما فيه من قصص وروايات لا يحسن ذكرها لكونها ضعيفة أو مكذوبة.

٤- تفسير النسفي:

مؤلف هذا التفسير هو الشيخ العالم الزاهد عبدالله بن أحمد النسفى المتوفى سنة ٧٠١ وتفسيره يسمى (مدارك التنزيل وحقائق التأويل) وهو تفسير جليل، متداول مشهور، سهل و دقيق، يعتبر بالنسبة لبقية التفاسير بالرأى أوجز تفسير وأوسطه، قال فيه صاحب كشف الظنون: ((هو كتاب وسط فى التأويلات جامع لوجوه الإعراب والقراءات، متضمن لدقائق علم البديع والإشارات، مرشح لأقاويل أهل السنة والجماعة،

حاشیہ زیادہ مشہور ہیں۔

۳۔ تفسیر خازن:

اس تفسیر کے مؤلف امام عبداللہ بن محمد ہیں جو خازن کے نام سے مشہور ہیں آپ نے ۷۴۱ھ میں وفات پائی آپ کی تفسیر کا نام "لباب التاویل فی معانی التنزیل" ہے اور وہ تفسیر بالماثور کی مشہور تفسیر ہے مگر آپ سند کا ذکر نہیں کرتے آپ کی عبارت آسان ہے اس میں کوئی پیچیدگی نہیں آپ روایات وقصص کے توسع کے شائق ہیں آپ اپنی تفسیر میں بعض اسرائیلی روایات کا ذکر کرتے ہیں تاکہ ان میں جو جھوٹ ہے اس سے آگاہ کریں آپ طویل واقعہ بیان کرتے ہیں پھر اس پر کذب کا حکم لگاتے ہیں لیکن بعض اوقات اس کے متعلق سکوت اختیار کرتے ہیں حتی کہ قاری خیال کرتا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے مختصر یہ کہ اگر آپ کی تفسیر میں قصص و روایات کی کثرت نہ ہوتی تو آپ کی تفسیر خوبصورت ہوتی ضعیف اور جھوٹی ہونے کی وجہ سے ان روایات کا ذکر کرنا اچھی بات نہیں۔

۴۔ تفسیر نسفی:

اس تفسیر کے مؤلف شیخ، عالم، زاہد، عبداللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۰۱ھ ہیں آپ کی تفسیر کا نام "مدارک التنزیل و حقائق التاویل" ہے یہ ایک بڑی متداول مشہور سہل اور دقیق تفسیر ہے تفسیر بالرائی کی بقیہ تفاسیر کی نسبت مختصر اور اوسط تفسیر ہے اس کے بارے میں صاحب کشف الظنون نے کہا کہ تاویلات میں وہ درمیانی کتاب ہے اعراب وقراءات کی وجوہ کی جامع ہے علم بدیع کے دقائق اور اشارات کی متضمن ہے اہل سنت کی تاویلات سے بھری ہوئی ہے اور اہل بدعت وضلالات کی اباطیل سے خالی ہے نہ اکتا دینے والی طویل ہے

حال من أباطیل أهل البدع والضلالة' لیس بالطویل الممل، ولا بالقصیر المخل..)) ٥١.

٥- تفسیر النیسابوری:

مؤلف هذا التفسیر هو الشیخ نظام الدین الحسن محمد النیسابوری المتوفی ٧٢٨هـ وتفسیره یسمی (غرائب القرآن ورغائب الفرقان) ویمتاز هذا التفسیر بسهولة عبارته وبتحقیق ألفاظه' مع خلوه من الحشو والتعقید' وقد عنی بأمرین بلتزمهما: الکلام علی القراءات' والکلام علی التفسیر الاشاری' وهو مطبوع طبعة شهیرة علی هامش تفسیر ابن جریر' وهو مختصر لتفسیر الفخر الرازی مع تهذیب کبیر.

٦- تفسیر أبی السعود:

مؤلف هذا التفسیر العالم اللغوی' الحجة الضلیع' القاضی محمد بن محمد بن مصطفی الطحاوی' المشهور بأبی السعود' المتوفی سنة ٩٥٢هـ وتفسیره هذا یعتبر من أحسن التفاسیر وأجمعها' لأنه غایة فی حسن الصوغ' وجمال التعبیر' کشف فیه عن أسرار البلاغة القرآنیة' والحکم الربانیة' یستهویك حسن تعبیره' ویروقك سلامة تفکیره' ویروعك ما أخذ نفسه به من تجلیة بلاغة القرآن' والعنایة فی بیان إعجازه' مع سلامة فی الذوق' ومحافظة علی عقائد أهل السنة' وبعد عن الحشو والتطویل' وتفسیره دقیق یحتاج لفهمه الخاصة من أهل العلم.

اور نہ ہی محتاج کرنے والی مختصر ہے۔

۵۔ تفسیر نیشاپوری:

اس تفسیر کے مؤلف شیخ نظام الدین حسن محمد نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ ہیں آپ کی تفسیر کا نام ''غرائب القرآن و رغائب الفرقان'' ہے یہ تفسیر اپنی عبارت کی سہولت اور اپنے الفاظ کی تحقیق سے ممتاز ہے اور اس کے ساتھ حشو و تعقید سے خالی ہے انھوں نے دو باتوں کا التزام واہتمام کیا ہے (۱) قراءات پر گفتگو کا اور (۲) تفسیر اشاری پر گفتگو کا اور اس کا مشہور ایڈیشن تفسیر ابن جریر کے حاشیہ پر طبع ہوا ہے اور یہ بڑی کانٹ چھانٹ کے ساتھ فخر رازی کی تفسیر کا اختصار ہے۔

۶۔ تفسیر ابوالسعود:

اس تفسیر کے مولف' لغوی عالم: مضبوط حجت قاضی محمد بن محمد بن مصطفیٰ طحاوی ہیں جو ابوالسعود کے نام سے مشہور ہیں آپ نے ۹۵۲ھ میں وفات پائی ہے اور آپ کی یہ تفسیر بہت اچھی اور بہت جامع تفاسیر میں سے خیال کی جاتی ہے اس لئے کہ وہ ڈھلائی اور تعبیر کے حسن و جمال میں انتہاء پر ہے آپ نے اس میں بلاغت قرآنیہ کے اسرار و حکم ربانیہ سے پردہ اٹھایا ہے آپ کو اس کی سلامت تفکیر خوش کردے گی اور ان کے نفس نے اس میں سے بلاغت قرآن کی جو واضح باتیں حاصل کی ہیں اور ذوق کی سلامتی کے ساتھ اس کے اعجاز کے بیان میں اور اہل سنت کے عقائد کی محافظت میں جو مشقت اٹھائی ہے وہ تجھے تعجب میں ڈال دے گی اور آپ حشو وتطویل سے دور رہے ہیں اور آپ کی تفسیر دقیق ہے اور اپنے فہم کیلئے خاص اہل علم کی محتاج ہے۔

٧–تفسير أبي حيان:

مؤلف هذا التفسير هو الشيخ محمد بن يوسف بن حيان الأندلسي المتوفى سنة ٧٤٥هـ وتفسيره يسمى (البحر المحيط) وهو في ثماني مجلدات ضخمة وقد جمع المؤلف فيه فنون العلوم من نحو وصرف وبلاغة وأحكام فقهية إلى غير ما هنالك ويعتبر هذا التفسير مرجعاً هاماً من مراجع التفسير، وعبارته سهلة ليس فيها تعقيد أو غموض، وسماه البحر المحيط لكثرة ما فيه من علوم متنوعة تتعلق بمادة التفسير.

٧۔ تفسیر ابوحیان:

اس تفسیر کے مولف شیخ محمد بن یوسف بن حیان اندلسی متوفی ۷۴۵ھ ہیں آپ کی تفسیر کا نام ''البحر المحیط'' ہے اور یہ آٹھ بڑی جلدوں میں ہے مؤلف نے اس میں علوم کی شاخیں' نحو' صرف' بلاغت' اور احکام فقھیہ وغیرہ جمع کر دیئے ہیں اور یہ تفسیر تفاسیر کے مراجع میں سے اہم مرجع خیال کی جاتی ہے اس کی عبارت سہل ہے اس میں تعقید اور ابہام نہیں پایا جاتا اور آپ نے اس کا نام البحر المحیط رکھا ہے کیونکہ اس میں تفسیر کے مادہ سے تعلق رکھنے والے متنوع علوم کی کثرت ہے۔

٨–تفسير الالوسي:

مؤلف هذا التفسير هو الإمام العالم الجهبذ شهاب الدين السيد محمود الألوسي المتوفى سنة ١٢٧٠هـ مفتي بغداد، حجة الأدباء، وقدوة العلماء، ومرجع أهل الفضل والعرفان، كان رحمه الله على جانب عظيم من الفهم والعلم وسعة الإطلاع، وكتابه المسمى (روح المعاني) جامع لآراء السلف رواية ودراية، مشتمل على أقوال أهل العلم، جامع لخلاصة ما سبقه من التفاسير، وهو شديد النقد للروايات الاسرائيلية يعتني بالتفسير الاشاري، وبوجوه البلاغة والبيان، ويعتبر تفسيره من خير المراجع في علم التفسير بالرواية والدراية والإشارة.

٨۔ تفسیر الوسی:

اس تفسیر کے مؤلف امام' نقاد عالم شہاب الدین سید محمد الوسی متوفی ۱۲۷۰ھ میں آپ مفتی البغداد حجۃ الادباء اور قدوۃ العلماء اور اہل فضل وعرفان کے مرجع ہیں آپ کو فہم وعلم اور درست معلومات سے بڑا حصہ ملا تھا اور آپ کی کتاب روح المعانی روایۃ اور درایۃ سلف کی آراء کی جامع اور اہل علم کے اقوال پر مشتمل ہے اپنے سے پہلی تفاسیر کے خلاصے کی جامع ہے آپ اسرائیلی روایات کی سخت پرکھ کرنے والے تھے تفسیر اشاری اور بلاغت و بیان کی وجوہ کا اہتمام کرتے تھے اور آپ کی تفسیر علم التفسیر بالروایۃ والاشارہ میں بہترین مرجع خیال کی جاتی ہے۔

اشهر تفاسير آيات الأحكام

الرقم	اسم الكتاب والمذهب	اسم المؤلف	تاريخ الوفاة	الشهرة
١	أحكام القرآن(حنفى)	أحمد بن على الرازى الجصاص	٣٧٠هـ	تفسير الجصاص
٢	أحكام القرآن (شافعى)	على بن محمد الطبرى لكيا الهراسى	٥٠٤هـ	تفسير لكيا الهراسى
٣	الاكليل فى استنباط التنزيل (شافعى)	جلال الدين السيوطى	٩١١هـ	تفسير السيوطى
٤	أحكام القرآن(مالكى)	محمد بن عبدالله الأندلسى	٥٤٣هـ	تفسير ابن العربى
٥	الجامع لأحكام القرآن (مالكى)	محمد بن أحمد بن فرح القرطبى	٦٧١هـ	تفسير القرطبى
٦	كنز العرفان (شيعى)	مقداد بن عبدالله السيورى	التاسع الهجرى	تفسير السيورى
٧	الثمرات اليانعة(زيدى)	يوسف بن أحمد الثلائى	٨٣٢هـ	تفسير الزيدى

اشهر كتب التفسير الاشارى

الرقم	اسم الكتاب	اسم المؤلف	الشهرة
١	تفسير القرآن الكريم	سهل بن عبدالله التسترى	تفسير التسترى
٢	حقائق التفسير	أبو عبدالرحمن السلمى	تفسير السلمى
٣	الكشف والبيان	احمد بن ابراهيم النيسابورى	تفسير النيسابورى
٤	تفسير ابن عربى	محيى الدين بن عربى	تفسير ابن عربى
٥	روح المعانى	شهاب الدين محمد الألوسى	تفسير الألوسى

(اشهر تفاسير المعتزلة والشيعة)

الرقم	اسم الكتاب والمذهب	اسم المؤلف	تاريخ الوفاة	الشهرة
١	تنزيه القرآن عن المطاعن(معتزلى)	عبدالجبار بن أحمد الهمذانى	٤١٥هـ	تفسير الهمذانى
٢	أمالى الشريف المرتضى (معتزلى)	على بن أحمد الحسين	٤٣٦هـ	تفسير المرتضى
٣	الكشاف (معتزلى)	محمود بن عمر الزمخشرى	٥٣٨هـ	تفسير الزمخشرى
٤	مرآة الانوار ومشكاة الأسرار (شيعى)	عبداللطيف الكازرانى	غير معروف	تفسير المشكاة
٥	تفسير العسكرى(شيعى)	الحسن بن على الهادى	٢٦٠هـ	تفسير العسكرى
٦	مجمع البيان(شيعى)	الفضل بن الحسن الطبرسى	٥٣٨هـ	تفسير الطبرسى
٧	الصافى فى تفسير القرآن(شيعى)	محمد بن الشاه مرتضى الكاشى	١٠٩٠هـ	تفسير الكاشى
٨	تفسير القرآن (شيعى)	عبدالله بن محمد العلوى	١٢٤٢هـ	تفسير العلوى
٩	بيان السعادة (شيعى)	سلطان محمد بن حيدر الخراسانى	١٣١٥هـ	تفسير الخراسانى

اشهر كتب التفسير فى العصر الحديث

الرقم	اسم الكتاب والمذهب	اسم المؤلف	الشهرة
١	تفسير القرآن الكريم	محمد رشيد رضا	تفسير المنار
٢	تفسير المراغى	أحمد مصطفى المراغى	تفسير المراغى
٣	محاسن التأويل	جمال الدين القاسمى	تفسير القاسمى
٤	فى ظلال القرآن	الشهيد سيد قطب	تفسير الظلال
٥	التفسير الواضح	محمد محمود الحجازى	التفسير الواضح
٦	تفسير الجواهر	طنطاوى جوهرى	تفسير الجوهرى
٧	تيسير التفسير	الشيخ عبدالجليل عيسى	تفسير عيسى
٨	المصحف المفسر	محمد فريد وجدى	تفسير وجدى
٩	الهداية والعرفان	أبو زيد الدمنهورى	تفسير الدمنهورى
١٠	صفوة البيان	حسنين مخلوف	تفسير مخلوف
١١	فتح البيان	صديق حسن خان	تفسير حسن خان

وهناك تفاسير أخرى غير هذه التفاسير السابقة لم نذكرها خشية التطويل والله الموفق والهادى إلى سواء السبيل.

فصل

(فی التنبیه علی أحادیث وضعت فی فضل سور القرآن)

قال العلامة القرطبی فی مقدمة تفسیره (الجامع لأحکام القرآن) فی باب التنبیه علی الأحادیث الموضوعة فی فضل سور القرآن ما یلی:

((لا التفات لما وضعه الواضعون، واختلقه المختلقون، من الأحادیث الکاذبة، والأخبار الباطلة، فی فضل سور القرآن، وغیر ذلك من فضائل الأعمال، قد ارتکبها جماعة کثیرة، اختلفت أغراضهم ومقاصدهم فی ارتکابها.

۱- فمنهم قوم من الزنادقة مثل (المغیرة الکوفی) و (محمد الشامی) المصلوب وغیرهما وضعوا أحادیث، وحدثوا بها لیقعوا بذلك (الشك) فی قلوب الناس، منها ما رواه الشامی عن أنس بن مالك عن رسول الله ﷺ أنه قال: ((انا خاتم النبیین لا نبی بعدی إلا ما شاء الله)) فزاد هذا الاستثناء لما کان یدعو إلیه الحاد والزندقة.

۲- ومنهم جماعة وضعوا الحدیث (هوی) یدعون الناس إلیه، قال شیخ من شیوخ الخوارج بعد ان تاب: ((إن هذه الاحادیث دین، فانظروا عمن تأخذون دینکم، فانا کنا اذا هوینا

قرآن کی سورتوں کی فضیلت کے بارے میں موضوع احادیث پر تنبیہ

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر (الجامع لأحکام القرآن) کے مقدمہ میں قرآن کی سورتوں کے بارے میں موضوع احادیث کے متعلق تنبیہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

موضوع احادیث کے واضعین اوران کے گھڑنے والوں نے جو احادیث کاذبہ اور اخبار باطلہ قرآن کی سورتوں کی فضیلت اور دیگر فضائل اعمال کے بارے میں گھڑی ہیں ان کی طرف التفات کی ضرورت نہیں بہت سی جماعتوں نے اس کا ارتکاب کیا ہے اور اس کے ارتکاب میں ان کے اغراض ومقاصد مختلف ہیں۔

۱- ان میں سے کچھ زنادقہ ہیں جیسے مغیرہ کوفی اور محمد شامی مصلوب وغیرہ نے احادیث وضع کی ہیں اور انہیں بیان کیا ہے تاکہ اس سے وہ لوگوں کے دلوں میں شک پیدا کریں ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے شامی نے حضرت انس بن مالکؓ سے بحوالہ رسول اللہ ﷺ بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر جو اللہ چاہے...... اس نے اس استثناء کا اضافہ کیا ہے اس لئے کہ الحاد اور زندقت اس طرف دعوت دیتے ہیں۔

۲- ان میں سے ایک جماعت نے حدیث کو خواہش کے مطابق وضع کیا ہے وہ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتے ہیں خوارج کے شیوخ میں سے ایک شیخ نے توبہ کرنے کے بعد کہا ''بلاشبہ یہ احادیث دین ہیں دیکھو! تم اپنے دین کو کس

أمراً صيرناه حديثاً)).

٣- ومنهم جماعة وضعوا الحديث (حسبة) كما زعموا يدعون الناس إلى فضائل الأعمال كما روى عن (أبى عصمة المروزى) قيل له: من أين لك عن عكرمة عن ابن عباس، فى فضل سور القرآن سورة سورة؟

فقال: إنى رأيت الناس قد اعرضوا عن القرآن، واشتغلوا بفقه أبى حنيفة ومغازى ابن اسحاق فوضعت هذا الحديث حسبة[1]. قال ابن الصلاح: وهكذا الحديث الطويل الذى يروى عن (أبى بن كعب) عن النبى فى فضل القرآن سورة سورة، وقد بحث باحث عن مخرجه حتى انتهى إلى من اعترف بأنه وجماعة وضعوه، وإن أثر الوضع عليه لبين، وقد أخطأ الواحدى المفسر، ومن ذكره من المفسرين فى إيداعه فى تفاسيرهم.

٤- ومنهم قوم من السؤال[2] يقفون فى الأسواق والمساجد، فيضعون على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أحاديث بأسانيد صحاح قد حفظوها، فيذكرون الموضوعات بتلك الأسانيد.

سے سیکھتے ہو ہم جب کسی امر کی خواہش کرتے تھے تو اسے حدیث بنا دیتے تھے۔

۳۔ ان میں سے ایک جماعت نے ثواب کیلئے حدیث کو وضع کیا جیسا کہ ان کا خیال ہے وہ لوگوں کو فضائل اعمال کی طرف دعوت دیتے ہیں جیسا کہ ابوعصمۃ مروزی سے مروی ہے کہ اس سے پوچھا گیا تجھے قرآن کی سورتوں میں سے کس سورت کی فضیلت کے بارے میں عکرمہ سے بحوالہ ابن عباس حدیث حاصل ہوئی؟

اس نے کہا: میں نے دیکھا کہ لوگوں نے قرآن سے اعراض کیا ہے اور ابوحنیفہ کی فقہ اور ابن اسحاق کے مغازی میں مشغول ہوگئے ہیں تو میں نے ثواب کی خاطر یہ حدیث وضع کی ابن الصلاح نے بیان کیا ہے ایسے ہی وہ طویل حدیث ہے جسے ابی بن کعب سے بحوالہ حضرت نبی کریم ﷺ قرآن کی ہر سورت سورت کی فضیلت کے بارے میں روایت کیا جاتا ہے اور محقق نے اس کے مخرج کے متعلق تحقیق کی ہے حتی کہ وہ اس تک پہنچا ہے جس نے اعتراف کیا ہے کہ اس نے اور ایک جماعت نے اسے وضع کیا ہے اور وضع کی علامت اس پر واضح ہے اور مفسر واحدی نے اور جن مفسرین نے اسے اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے انہوں نے غلطی کی ہے۔

۴- ان میں سے کچھ لوگ سوالی ہیں وہ بازاروں اور مساجد میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ صحیح اسانید کے ساتھ جو انہوں نے حفظ کی ہوتی ہیں رسول اللہ ﷺ کے متعلق احادیث وضع کرتے ہیں اور موضوعات کو ان اسانید کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

(١) حسبة: أى لوجه الله وترغيباً فى الدين.

(٢) السؤال: جمع سائل الذى يسأل الناس المعونة.

قال جعفر بن الطيالسي:

((صلى أحمد بن حنبل' ويحيى بن معين' في مسجد الرصافة' فقام بين أيديها قاص (محدث) فقال: حدثنا أحمد بن حنبل' ويحيى بن معين قالا أنبأنا عبدالرزاق' قال أنبأنا معمر' عن قتادة' عن أنس قال قال رسول الله ﷺ: ((من قال لا اله الا الله' يخلق من كل كلمة منها طائر' منقاره من ذهب' وريشه مرجان))' وأخذ في قصة نحواً من عشرين ورقة' فجعل أحمد ينظر إلى يحيى' ويحيى ينظر إلى أحمد' فقال: أنت حدثته بهذا؟ فقال: والله ما سمعت به الا هذه الساعة' فسكتا حتى فرغ من قصصه فقال له يحيى: من حدثك بهذا الحديث فقال: أحمد بن حنبل' ويحيى بن معين' فقال: أنا ابن معين' وهذا احمد بن حنبل ما سمعنا بهذا قط في حديث رسول الله ' فان كان ولا بد من الكذب فعلي غيرنا فقال له: أنت يحيى بن معين؟ قال: نعم قال: لم أزل أسمع أن يحيى بن معين أحمق' وما علمته إلا هذه الساعة ' فقال له يحيى: وكيف علمت أني أحمق؟ قال: كأنه ليس في الدنيا يحيى بن معين' وأحمد بن حنبل غيركما. كتبت عن سبعة عشر أحمد بن حنبل غير هذا' قال: فوضع احمد كمه على وجهه وقال: دعه يقوم' فقام كالمستهزئ بها.

جعفر بن طیالسی نے بیان کیا ہے کہ:

''احمد بن حنبل اور یحییٰ ابن معین نے الرصافہ کی مسجد میں نماز پڑھی تو ان دونوں کے سامنے ایک داستان سرا (محدث) کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا: احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ہم سے بیان کیا ان دونوں نے کہا کہ عبدالرزاق نے ہمیں خبر دی عبدالرزاق نے کہا: ہمیں معمر نے قتادہ سے بحوالہ حضرت انس خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس کے ہر لفظ سے ایک پرندہ پیدا ہوگا اس کی چونچ سونے کی ہوگی اور اس کے پر مرجان کے ہوں گے۔'' اور اس نے بیس ورق کا قصہ شروع کر دیا اور احمد یحییٰ کی طرف اور یحییٰ احمد کی طرف دیکھنے لگے احمد نے یحییٰ سے پوچھا تو نے یہ حدیث اس سے بیان کی ہے؟ یحییٰ نے کہا میں نے تو اسے ابھی اسی وقت سنا ہے وہ دونوں خاموش رہے حتیٰ کہ وہ اپنے بیان سے فارغ ہوگیا تو یحییٰ نے اس سے پوچھا تم سے یہ حدیث کس نے بیان کی ہے اس نے کہا: احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین سے تو ابن معین بولے: میں ابن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں ہم نے اسے کبھی رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں نہیں سنا اگر یہ جھوٹ ہے اور ضرور جھوٹ ہے تو وہ ہمارے غیر پر ہے اس نے آپ سے پوچھا آپ یحییٰ بن معین ہیں؟ آپ نے کہا: ہاں اس نے کہا: میں ہمیشہ سنتا تھا کہ یحییٰ بن معین احمق ہے اور مجھے ابھی اور اسی وقت اس کا علم ہوا ہے۔ یحییٰ نے اسے کہا: تجھے کیسے معلوم ہوا ہے کہ میں احمق ہوں؟ اس نے کہا: گویا دنیا میں تم دونوں کے سوا کوئی یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل موجود ہی نہیں میں نے اس حدیث سے علاوہ احمد بن حنبل سے سترہ احادیث سنی ہیں راوی کہتا ہے حضرت احمد بن حنبل نے اپنی آستین اس کے چہرے پر رکھی اور فرمایا اسے کھڑا ہونے دو تو وہ

قال القرطبي: فهؤلاء الطوائف كذبة على رسول الله ﷺ ومن يحري مجراهم.. ثم قال: فلو اقتصر الناس على ما ثبت في الصحاح والمسانيد وغيرهما من المصنفات التي تداولها العلماء، ورواها الأئمة الفقهاء، لكان لهم في ذلك غنية، وخرجوا عن تحذيره ﷺ حيث قال: ((من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار)).

فحذار مما وضعه أعداء الدين، وزنادقة المسلمين، في باب الترغيب والترهيب وغير ذلك، وأعظمهم ضرراً أقوام من المنسوبين إلى الزهد، وضعوا الحديث حسبة فيما زعموا. فتقبل الناس موضوعاتهم، ثقة منهم بهم، وركوناً إليهم، فضلوا وأضلوا))(1).

دونوں سے استہزاء کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

قرطبی نے بیان کیا ہے یہ جماعتیں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے والی ہیں اور وہ بھی جو ان کے راستے پر چلیں گے پھر ایک نے فرمایا ہے کہ اگر لوگ اسی پر اقتصار کرتے جو صحاح اور مسانید اور دیگر مصنفات جو علماء میں متداول ہیں اور انہیں فقہاء ائمہ نے روایت کیا ہے تو انہیں اس میں کفایت ہوتی اور وہ اس تحذیر سے خارج ہو جاتے جہاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا اس نے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنایا۔

پس اس سے بچو جو دشمنانِ دین اور زنادقۃ المسلمین نے ترغیب و ترہیب وغیرہ کے باب میں وضع کیا ہے اور ان میں سب سے زیادہ ضرر رساں وہ لوگ ہیں جو زہد کی طرف منسوب ہیں انہوں نے اپنے خیال میں ثواب کیلئے احادیث وضع کی ہیں اور لوگوں نے ان پر اعتماد اور ان کی طرف اپنے میلان کی وجہ سے ان کی موضوعات کو قبول کر لیا ہے پس وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا ہے۔

هل في القرآن ألفاظ غير عربية؟

من المقطوع به أن القرآن نزل بلسان العرب، وانه كتاب عربي. نزل على امة عربية بلسان عربي مبين، ليكون منهاجاً لحياتهم، ودستوراً لمجتمعهم وليعتبروا به ويذكروا بما فيه ﴿ليدبروا آياته، وليتذكر أولو الألباب﴾ (سورة ص:٢٩) وقد تضافرت النصوص القرآنية الكثيرة. على أن القرآن ((عربي)) في نظمه وفي لفظه. وفي أسلوبه وفي تركيبه وأنه

کیا قرآن میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں؟

یہ قطعی بات ہے کہ قرآن، عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور عربی قوم پر مبین عربی زبان میں نازل ہوا ہے تاکہ وہ ان کی زندگی کا منہاج اور ان کے معاشرے کا دستور ہو اور یہ کہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کریں: "لیدبروا آیاته ولیتذکر اولوا الألباب" بہت سے قرآنی آیات اس بارے میں ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں کہ قرآن اپنے نظم میں اپنے لفظ میں اپنے اسلوب میں اپنی ترکیب میں عربی ہے اور اس میں کوئی

(1) أنظر: تفسير القرطبي، ج١ ص٧٨.

ليس في ما يخالف طريقة العرب في المفردات والجمل والأسلوب والخطاب. من هذه النصوص الكريمة ما يلي:

١-قوله تعالىٰ ﴿**لتكون من المنذرين. بلسان عربي مبين**﴾ (سورة الشعراء: ١٩٤-١٩٥)

٢-وقوله تعالى:﴿**كتاب فصلت آياته قرآناً عربياً لقوم يعلمون**﴾(سورة فصلت:٣)

٣-وقوله جل ثناؤه ﴿**إنا انزلناه قرآناً عربياً لعلكم تعقلون**﴾.(سورة يوسف:٢)

٤-وقوله جل علا﴿**قرآناً عربياً غير ذي عوج لعلهم يتقون**﴾(سورة الزمر:٢٨)

وقد أجمع العلماء على أن القرآن عربي، ولكن اختلفوا هل فيه ألفاظ مفردة من غير كلام العرب؟ على مذهبين:

آ- المذهب الأول:

مذهب الجمهور وعلى رأسهم القاضي (ابو بكر ابن الطيب) وشيخ المفسرين (ابن جرير الطبري) و (الباقلاني) وغيرهم من العلماء الأعلام قالوا: إن القرآن عربي كله، وليس فيه ألفاظ أو مفردات من غير كلام العرب، وما وجد فيه من الألفاظ التي تنسب إلى سائر اللغات، فإنما اتفق فيها أن توارد‌ت اللغات عليها، فتكلمت بها العرب، والفرس، والحبشة وغيرهم.

ب- المذهب الثاني: مذهب طائفة من

ایسی بات نہیں جو مفردات جمل' اسلوب اور خطاب میں عربوں کے طریق کے مخالف ہو ان نصوص کریمہ میں سے درج ذیل آیات بھی ہیں:

ا۔ لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین (سورۃ الشعراء:۱۹۴۔۱۹۵)

۲۔کتاب فصلت آیاته قرآنا عربیا لقوم یعلمون (سورۃ فصلت:۳)

۳۔ انا انزلنا قرآنا عربیا لعلکم تعقلون (سورۃ یوسف:۲)

۴۔ قرآنا عربیا غیر ذی عوج لعلهم یتقون (سورۃ زمر:۲۸)

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن عربی ہے لیکن اس بات میں انہوں نے اختلاف کیا ہے کہ کیا اس میں ایسے مفرد الفاظ موجود ہیں جو غیر کلام عرب سے ہوں اس بارے میں علماء کے دو مذہب ہیں۔

الف۔ پہلا مذہب:

جمہور کا مذہب ہے اور ان کے لیڈر قاضی ابو بکر ابن الطیب' شیخ المفسرین ابن جریر طبری اور باقلانی وغیر بڑے بڑے علماء ہیں ان کا کہنا ہے کہ سارا قرآن عربی ہے اس میں اور غیر کلام عرب کے مفردات یا الفاظ نہیں ہیں اور نہ ہی اس میں ایسے الفاظ پائے گئے ہیں جو دیگر زبانوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہوں ان کے بارے میں اتفاق ہے کہ ان کے مختلف لغات کا توارد ہوسکتا ہے کہ عرب اور ایرانی اور حبشی وغیرہ انہیں بولتے ہوں۔

ب۔ دوسرا مذہب: علماء کی ایک جماعت کا ہے

العلماء قالوا: إن فی القرآن بعض ألفاظ لیس عربیة' وأن تلك الألفاظ لقلتها' لا تخرج القرآن عن کونه عربیاً مبیناً' فمثلاً لفظ (المشکاة) بمعنی الکوة' ولفظ (الکفل) بمعنی الضعف' ولفظ (قسورة) بمعنی الأسد کل هذه الألفاظ هی بلسان الحبشة وهی ألفاظ غیر عربیة.

وکذلك لفظ (القسطاس) بمعنی المیزان بلسان الروم.

ولفظ (السجیل) بمعنی الحجارة والطین بلسان الفرس.

ولفظ (الغساق) بمعنی البارد المنتن بلسان الترك.

ولفظ (الیم) بمعنی البحر' و (الطور) بمعنی الجبل بلسان السریانیة.

قال ابن عطیة:

((فحقیقة العبارة أن هذه الألفاظ فی الأصل (اعجمیة) لکن العرب استعملتها وعربتها فهی عربیة بهذا الوجه' وقد کان للعرب مخالطة لجیرانهم من سائر الألسنة فعلقت العرب بألفاظ أعجمیة' استعملتها فی أشعارها ومحاوراتها' حتی جرت مجری العربی الصحیح' وعلی هذا الحد نزل بها القرآن))[1].

أدلة الجمهور:

وقد استدل الجمهور ببعض الأدلة التی تثبت أن القرآن عربی ولیس فیه ألفاظ غیر عربیة

انہوں نے کہا ہے کہ قرآن میں بعض الفاظ عربی نہیں ہیں اور یہ الفاظ اپنی قلت کے باعث قرآن کو عربی مبین ہونے سے باہر نہیں کرتے مثلاً ''مشکاۃ'' کا لفظ روشندان کے معنوں میں ہے اور ''الکفل'' کا لفظ بمعنی کمزوری ہے اور قسورۃ کا لفظ بمعنی شیر ہے اور یہ سب الفاظ حبشہ کی زبان کے ہیں اور غیر عربی ہیں۔

ایسے ہی ''قسطاس'' رومیوں کی زبان میں بمعنی ترازو ہے۔

اور ''السجیل'' کا لفظ ایرانیوں کی زبان میں پتھر اور ٹھیکری کے معنی میں ہے۔

اور الغساق کا لفظ ترکوں کی زبان میں ٹھنڈا بدبودار کے معنی میں ہے۔

اور سریانی زبان میں الیم بمعنی سمندر اور ''الطور'' بمعنی پہاڑ ہیں۔

ابن عطیہ کا بیان:

عبارت کی حقیقت یہ ہے کہ اصل میں یہ الفاظ عجمی ہیں لیکن عربوں نے انہیں استعمال کیا اور انہیں عربی بنا لیا پس اس وجہ سے یہ عربی ہیں اور عربوں کا اپنے ہمسایوں سے میل جول تھا جو بقیہ زبانوں سے متعلق تھے سو عربوں نے عجمی الفاظ سے محبت کی اور انہیں اپنے اشعار و محاورات میں استعمال کیا حتی کہ وہ صحیح عربی کے راستے پر چل پڑے اور اس حد پر قرآن میں انہیں نازل کیا گیا۔

جمہور کے دلائل:

جمہور نے بعض ان دلائل سے استدلال کیا ہے جو ثابت کرتے ہیں کہ قرآن عربی ہے اور اس میں غیر عربی

(۱) انظر: تفسیر القرطبی' ج۱ ص۶۸.

وفيه أسماء أعلام لمن لسانه غير لسان العرب، مثل (اسرائيل) و (جبرئيل) و (عمران) و (نوح) و (لوط). وقد استدل الجمهور بما يلي:

أولاً: الآيات القرآنية السابقة التي أثبتت أن هذا القرآن عربي كله في لفظه، وأسلوبه، ونظمه، وتركيبه، فقد أخبر الله عزوجل عن القرآن بأنه عربي فقال تعالى ﴿قرآنا عربيا﴾ وتكرر هذا اللفظ في آيات عديدة ومعلوم أن لفظ القرآن عام يشمل جميع السور والآيات، ويشمل كل الألفاظ والمفردات.

ثانياً: إن القرآن نزل بلغة العرب ليفهموه ويعقلوه ويتدبروا معانيه، ويستحيل ان يخاطب الله تعالى قوماً بما لا يعملون، كيف والآيات صريحة في انزاله بلغة العرب للاعتبار والعمل ﴿إنا انزلناه قرآنا عربياً لعلكم تعقلون﴾(سورة يوسف :٢) و ﴿قرآنا عربياً لقوم يعلمون﴾(سورة فصلت:٣) وهذا ينفي أن يكون فيه ألفاظ غير عربية.

ثالثاً: إن الله تعالى قد رد على المشركين حين زعموا أنّ محمداً ﷺ تلقى هذا القرآن عن بعض أهل الكتاب (جبر الرومي) وأقام الحجة عليهم باختلاف اللسانين قال تعالى ﴿ولقد نعلم انهم يقولون إنما يعلمه بشر، لسان الذى يلحدون إليه أعجمي، وهذا لسان عربي مبين﴾(سورة النحل:١٠٣) فالقرآن عربي وذلك أعجمي وشتان بينهما.

الفاظ نہیں ہیں جب کہ اس میں بڑے لوگوں کے نام ہیں جن کی زبان، عربی نہیں تھی جیسے "اسرائیل، جبرئیل، عمران، نوح اورلوط پس جمہور نے درج ذیل استدلال کیا ہے۔

اول: وہ سابق آیات قرآنیہ جنہوں نے ثابت کیا ہے کہ یہ سارا قرآن اپنے الفاظ اسلوب، نظم اور ترکیب میں عربی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کے متعلق بتایا ہے کہ وہ عربی ہے فرماتا ہے: "قرآنا عربیا" اور یہ لفظ متعدد آیات میں بار بار آیا ہے اور یہ معلوم ہی ہے کہ قرآن کا لفظ عام ہے اور تمام آیات وسور پر حاوی ہے اور تمام الفاظ و مفردات کو محیط بھی ہے۔

دوم: بلاشبہ قرآن عربوں کی زبان میں نازل ہوا ہے تا کہ وہ اسے سمجھیں اور اس کے معانی پر تدبر کریں اور یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس زبان میں مخاطب کرے جسے وہ نہ جانتے ہوں یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ آیات اسے عمل و اعتبار کیلئے عربوں کی زبان میں نازل کرنے پر صریح ہیں "انا انزلناه قرآن عربيا لعلكم تعقلون۔ قرآنا عربيا لقوم يعلمون" یہ اس بات کی نفی کرتی ہیں کہ اس میں غیر عربی الفاظ ہوں۔

سوم: بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا رد کیا جب انہوں نے خیال کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن بعض اہل کتاب (جبر رومی) سے سیکھا ہے اور دونوں زبانوں کے اختلاف سے ان کے خلاف حجت قائم کی اور فرمایا "ولقد نعلم انهم يقولون انما يعلمه بشر لسان الذى يلحدون اليه اعجمى وهذا لسان عربى مبين" پس قرآن عربی ہے اور وہ عجمی ہے اور ان دونوں کے درمیان کس قدر بعد ہے۔

رابعاً: لو كان في هذا القرآن شيء ليس من لغة العرب، أو لا يفهمه العرب، أو الفاظ (أعجمية) غير عربية، لأعلن المشركون اعتراضهم على القرآن، واحتجوا بذلك على عدم صدق الرسول كما قال تعالى ﴿ ولو جعلناه قرآنا أعجمياً لقالوا: لو لا فصلت آياته اعربي وعجمي...﴾[1] الآية.

خامساً: إن ما وجد في القرآن من الفاظ تنسب إلى سائر اللغات، فإنما هو من باب (توارد اللغات واتفاقها بمعنى أن هذه اللفظة تكلم بها العرب، وتكلم بها الفرس، والعجم، وتكلم بها غيرهم، فهي مما اتفقت عليه اللغات لا يعنى أن هذه الألفاظ غير عربية، فاذا تكلم بها العرب فهي عربية، واذا تكلم بها غيرهم أو استبعملها الأعاجم فلا يخرجها عن كونها عربية.

چہارم: اگر اس قرآن میں کوئی ایسی چیز ہوتی جو عربوں کی زبان سے نہ ہوتی یا عرب اسے نہ سمجھتے یا غیر عربی الفاظ ہوتے تو مشرکین تو ان پر اپنا اعلانیہ اعتراض کرتے اور اس سے عدم صدق رسول پر حجت پکڑتے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ولو جعلناه قرآنا أعجميا لقالوا لولا فصلت آياته أعربي و عجمي" (سورة فصلت:۴۴)

پنجم: اگر قرآن میں ایسے الفاظ پائے گئے ہیں جو بقیہ زبانوں کی طرف منسوب ہوئے ہیں تو یہ بات لغات کے توارد واتقان کے باب سے ہے اس مفہوم میں کہ انہیں عرب بھی بولتے ہیں اور ایرانی بھی بولتے ہیں اور عجم وغیرہ بھی بولتے ہیں اس بات پر ثقات کا اتفاق ہے یہ مراد نہیں کہ یہ الفاظ غیر عربی ہیں پس جب عرب انہیں بولتے ہیں تو یہ عربی ہیں اور جب ان کے غیر انہیں بولتے ہیں یا اعاجم انہیں استعمال کرتے ہیں تو یہ بات انہیں عربی ہونے سے خارج نہیں کرتی۔

الترجيح:

والصحيح ما ذهب إليه (الطبرى) وجمهور العلماء من أن القرآن كله عربي، وهو ما تشهد له النصوص الكثيرة، والحجج الدامغة القوية التى احتج بها العلماء.

وقد انتصر العلامة القرطبي لرأى الجمهور، ورد الرأى الثاني، وقال. بعد أن ذكر المذهبين.

ترجیح:

صحیح بات وہ ہے جو طبری اور جمہور علماء نے اختیار کی ہے وہ یہ کہ سارا قرآن عربی ہے اور اس کی شہادت دوبہت سی نصوص اور حجج دامغہ قویہ دیتی ہیں۔ جن سے علماء نے حجت پکڑی ہے۔

اور علامہ قرطبی نے جمہور کی رائے کو غالب قرار دیا ہے اور دوسری کو رد کر دیا ہے اور دونوں مذہبوں کا ذکر کرنے کے

(١) سورة فصلت:٤٤. ومعنى الآية: لو أنزلنا القرآن بغير لغتهم، وجعلناه باللغة الأعجمية لقالوا: هلا بينت آياته ونزلت كلماته بلغتنا العربية لنتفهمه ونتدبره؟ (أعربى وعجمى)؟ أي رسول عربى وقرآن أعجمي؟ كيف يكون ذلك؟ وكيف ينزل القرآن الأعجمي على الرسول العربى؟

إن الأول أصح، فإن العرب لا يخلو أن تكون تخاطب بها أولا ، فإن كان الأول فهي من كلامهم، ولا يبعد أن يكون غيرهم قد وافقهم على بعض كلماتهم.

بعد کہا ہے بلاشبہ پہلا مذہب اصح ہے اور بلاشبہ یہ بات دو حال سے خالی نہیں کہ عرب اس کے ذریعہ کلام کرتے ہیں یا نہیں، اگر پہلی بات ہے تو وہ ان کے کلام میں سے ہیں اور بعید نہیں کہ ان کے غیروں نے ان کے بعض الفاظ پر ان سے موافقت کی ہو۔

وإن لم تكن العرب تخاطبت بها، ولا عرفتها استحال أن يخاطبهم الله بما لا يعرفون، وحينئذ لا يكون القرآن عربياً، ولا يكون الرسول مخاطباً لقومه بلسانهم)). اهـ[1].

اور اگر عرب ان سے کلام نہیں کرتے اور وہ انہیں نہیں جانتے تھے تو یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان الفاظ سے مخاطب کرے جن کو وہ جانتے ہی نہیں ہیں اس صورت میں قرآن عربی نہ ہوگا اور نہ رسول اللہ ﷺ ہی اپنی قوم سے ان کی زبان میں مخاطب ہوں گے۔

بحث ترجمة القرآن

ترجمۃ القرآن کی بحث

معنى الترجمة:

ترجمة القرآن معناها نقل القرآن إلى لغات أجنبية أخرى غير اللغة العربية وطبع هذه الترجمة في نسخ ليطلع عليها من لا يعرف اللغة العربية (لغة القرآن) ويفهم مراد الله عزوجل من كتابه العزيز بواسطة هذه الترجمة.

ترجمہ کا مفہوم:

ترجمہ قرآن کا مطلب قرآن کو دوسری اجنبی زبانوں میں جو عربی لغت کی غیر ہیں نقل کرنا ہے اور اس ترجمہ کو نسخوں میں طبع کرنا ہے تاکہ جو لوگ عربی زبان (یعنی قرآن کی زبان) کو نہیں جانتے وہ اس پر مطلع ہو جائیں اور اس ترجمے کے واسطے سے اس کی کتاب عزیز سے اللہ تعالیٰ کی مراد کو سمجھ جائیں۔

أنواع الترجمة:

وتنقسم هذه الترجمة إلى قسمين:

الأول: الترجمة الحرفية.

الثاني: الترجمة التفسيرية.

والمراد بالقسم الأول (الحرفية) أن يترجم القرآن بألفاظه ومفرداته وجمله وتركيبه ترجمة طبق الأصل إلى اللغة الانجليزية، أو الألمانية، أو

ترجمے کی انواع:

یہ ترجمہ دو قسموں میں منقسم ہو جاتا ہے۔

اول: حرفی ترجمہ

دوم: تفسیری ترجمہ

پہلی قسم: (حرفی) سے مراد یہ ہے کہ قرآن کا ترجمہ اس کے الفاظ اور اس کے مفردات اور اس کے جملوں اور اس کی ترکیب کے ساتھ اصل کے مطابق انگریزی یا جرمنی یا فرانسیسی

(۱) انظر: تفسير القرطبي، ج۱ ص۶۹.

الفرنسية.

مثلاً فيقال: (القرآن باللغة الانجليزية) أو (القرآن باللغة الألمانية) وهكذا فهي تشبه وضع المرادف مكان مرادفه' وبعض الناس يسمى هذه الترجمة (ترجمة لفظية)

وأما القسم الثاني (التفسيرية) فهو يترجم معنى الآيات الكريمة' بحيث لا يتقيد الانسان باللفظ' وإنما يكون همه المعنى' فيترجم القرآن بألفاظ لا يتقيد بها بالمفردات والتراكيب' وإنما يعمد إلى الأصل فيفهمه. ثم يصبه في قالب يؤديه من اللغة الأخرى ويكون هذا المعنى موافقاً لمراد صاحب الأصل من غير أن يكلف نفسه عناء البحث والوقوف عند كل مفرد من المفردات' أو لفظة من الألفاظ. وهذا النوع يسمى (الترجمة الحرفية) أو الترجمة المعنوية.

شروط الترجمة:

ويشترط للترجمة سواء كانت حرفية' أو تفسيرية' شروط عدة نوجزها فيما يلي:

١- أن يعرف (المترجم) بكسر الجيم اللغتين معاً' لغة الأصل' ولغة الترجمة.

٢- أن يكون ملماً بأساليف وخصائص اللغات التي يود ترجمتها.

٣- أن تكون (صيغة الترجمة) صحيحة بحيث يمكن أن تحل محل الأصل.

٤- أن تفي الترجمة بجميع معاني الأصل ومقاصده وفاء كاملاً.

زبان میں کیا جائے۔

مثلاً کہا جاتا ہے انگریزی زبان میں قرآن یا جرمنی زبان میں قرآن یہ مرادف کے اس کے مرادف کی جگہ رکھنے کی مانند ہے اور بعض لوگ اس ترجمہ کو "لفظی ترجمہ" کہتے ہیں۔

اور دوسری قسم (تفسیری) یہ ہے کہ آیات کریمہ کے یوں معنی کئے جاتے ہیں کہ انسان لفظ کا پابند نہیں ہوتا اس کا مقصد مفہوم ہوتا ہے وہ قرآن کا الفاظ کے ساتھ ترجمہ کرتا ہے لیکن مفردات اور تراکیب کا پابند نہیں رہتا وہ صرف اصل کا قصد کرتا ہے اور اسے سمجھتا ہے پھر وہ اسے اس قالب میں ڈالتا جو اسے دوسری زبان سے دیا جاتا ہے اور یہ معنی بغیر اس کے کہ وہ اپنے نفس کو بحث کی مشقت کا مکلف کرے اور مفردات میں سے ہر مفرد اور الفاظ میں سے ہر لفظ کے پاس ٹھہرے صاحب الاصل کی مراد کے موافق ہوتے ہیں اس نوع کو "ترجمہ حرفیہ" یا "ترجمہ معنویہ" کہتے ہیں۔

ترجمہ کی شروط:

ترجمہ خواہ حرفی ہو یا تفسیری اس کے لئے متعدد شروط لگائی جاتی ہے ہم ذیل میں انہیں اختصار کے ساتھ بیان کریں گے۔

ا۔مترجم معاً دونوں زبانوں کو جانتا ہو اصل کی زبان اور ترجمہ کی زبان کو۔

۲۔وہ ان زبانوں کے اسالیب و خصائص کو جانتا ہو جن کا وہ ترجمہ کرنا چاہتا ہے۔

۳۔ترجمہ کا صیغہ صحیح ہو یوں کہ اصل کی جگہ اترنا ممکن ہو۔

۴۔ترجمۂ اصل کے تمام معانی اور اس کے مقاصد کو کامل طور پر پورے کرنے والا ہو۔

كما يشترط للترجمة (الحرفية) زيادة على هذه الشروط شرطان آخران:

ألأول: وجود مفردات كاملة في لغة الترجمة، مساوية للمفردات التي هي لغة الأصل.

الثاني: تشابه اللغتين في الضمائر المستترة، والروابط التي تربط الجمل لتأليف التركيب.

هل تجوز الترجمة الحرفية للقرآن؟

وعلى ضوء ما سبق من تقسيم الترجمة إلى حرفية، وتفسيرية، ومعرفة معنى كل منهما والشروط التي ينبغي أن تتوفر في الترجمة، يتضح لنا أن (الترجمة الحرفية) غير جائزة، وغير صحيحة وذلك للأسباب الآتية:

أولاً: أنه لا يجوز كتابة القرآن بغير أحرف اللغة العربية لئلا يقع التحريف والتبديل.

ثانياً: إن اللغات (غير العربية) ليس فيها من الألفاظ والمفردات والضمائر ما يقوم مقام الألفاظ العربية.

ثالثاً: إن الاقتصار على الألفاظ قد يفسد المعنى، ويسبب الخلل في التعبير والنظم. ولنضرب بعض الأمثلة على ذلك ليتوضح الأمر فنقول:

لو أردنا ترجمة الآية الكريمة وهي قوله تعالى ﴿ولا تجعل يدك مغلولة إلى عنقك، ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوماً محسوراً﴾(سورة الإسراء:٢٩) فاذا أردنا

ایسے ہی حرفی ترجمہ کیلئے ان شروط سے دو شرطیں لگائی جاتی ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ ترجمہ کی زبان میں کامل مفردات پائے جاتے ہوں جو ان مفردات کے مساوی ہوں جو اصل کی زبان کے ہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ضمائر مستترہ میں دونوں زبانوں میں تشابہ پایا جاتا ہو اور ان روابط میں بھی جو تالیف ترکیب کیلئے جملوں کا ربط کرتے ہیں۔

کیا قرآن کا حرفی ترجمہ کرنا ممکن ہے؟

جو ترجمہ کی حرفی اور تفسیری تقسیم ہوئی ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کے معنوں کی معرفت ہوئی ہے اور ترجمہ میں جن شروط کا پورا ہونا چاہئے ان کی روشنی میں ہم پر واضح ہوتا ہے کہ حرفی ترجمہ جائز نہیں ہے اور وہ نہ ہی درست ہے اور وہ ذیل کے اسباب کی وجہ سے ہے۔

اول: لغت عربیہ کے حروف کے بغیر قرآن کی کتابت جائز نہیں ہے تاکہ تحریف وتبدیل کا وقوع نہ ہو۔

دوم: بلاشبہ غیر عربی لغات میں وہ الفاظ مفردات اور ضمائر نہیں ہیں جو عربی الفاظ کے قائم مقام ہوں۔

سوم: الفاظ پر اقتصار کرنا معنوں کو خراب کر دیتا ہے اور تعبیر اور نظم میں خلل کا سبب بنتا ہے ہم اس کی بعض مثالیں پیش کرتے ہیں تاکہ بات واضح ہو جائے۔

اگر ہم آیت کریمہ "ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا"(سورۃ الاسراء:۲۹) کا ترجمہ کریں تو جب ہم اس کا حرفی ترجمہ کرنا چاہیں گے تو اس کا یہ ترجمہ ہوگا۔ تو اپنے

ترجمتها ترجمة حرفية' فان الترجمة تكون كالآتي: (لا تجعل يدك مربوطة إلى عنقك' ولا تمدها كل المد) إلى آخره وهو معنى فاسد لم يقصده القرآن الكريم بل قد يستنكر المترجم له هذا الوضع' فيقول: لماذا ينهانا الله عن ربط اليد بالعنق' أو مدها غاية المد؟.

فالتعبير الذي جاء في القرآن إنما هو من (باب التمثيل) لبيان عاقبة الاسراف أو الشح' وهو معنى من أروع المعاني لا يدركه إلا من فهم أساليب العرب في التخاطب بالأسلوب البليغ. وكذلك قوله تعالى **﴿ واخفض لهما جناح الذل من الرحمة﴾**(سورة الاسراء:٢٤) فإن هذا اللفظ لا يمكن ترجمته ترجمة حرفية لوجود نوع خاص من التعبير البليغ يسمى ب (الاستعارة المكنية) وهذا لا يوجد في غير اللغة العربية' ومثله قوله تعالى **﴿ قدم صدق عند ربهم﴾**(سورة يونس:٢) وقوله **﴿ تجري بأعيننا﴾**(سورة القمر:١٤) ومثله كذلك قوله تعالى **﴿ هن لباس لكم وانتم لباس لهن﴾**(سورة البقرة:١٨٧) فاذا ترجمناها ترجمة حرفية يفسد المعنى تماماً' ويصبح ضرباً من الهذيان في الكلام وأمثال هذا كثير وفساده واضح.

ترجمة القرآن بالمعنى:

أما ترجمة القرآن بالمعنى فهي جائزة بالشروط المتقدمة' وهي لا تسمى (قرآنا) وإنما تسمى تفسيراً للقرآن. ذلك لأن الله تعبدنا

ہاتھ کو اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے پوری طرح پھیلا دے۔ یہ فاسد معنے ہیں جو قرآن کا مقصود نہیں بلکہ اس کا مترجم اس وضع سے ہی ناواقف ہوگا وہ کہے گا اللہ نے ہمیں گردن سے ہاتھ باندھنے سے یا اس کے پوری طرح پھیلانے سے کیوں منع کیا ہے؟

وہ تعبیر جو قرآن میں آئی ہے وہ اسراف یا بخل کے انجام کے بیان کیلئے تخیل کے باب سے ہے اور یہ خوبصورت ترین معنی ہیں اس کا ادراک وہی کرسکتا ہے جو اسلوب بلیغ کے ساتھ عربوں کے تخاطب کے اسالیب کو سمجھتا ہو ایسے ہی آیت "واخفض لهما جناح الذل من الرحمة" (سورۃ الاسراء:۲۴) اس لفظ کا حرفی ترجمہ تعبیر بلیغ کی ایک خاص نوع کے پایا جانے کی وجہ سے ممکن نہیں ہے اسے استعارہ مکنیہ کہتے ہیں اور یہ عربی زبان کے سوا دوسری زبانوں میں نہیں پایا جاتا اور "قدم صدق عند ربهم" (سورۃ یونس:۲) اور "تجري باعيننا" (سورۃ القمر:۱۴) اور "هن لباس لكم وانتم لباس لهن" (سورۃ البقرہ:۱۸۷) اس کی مثالیں ہیں۔ پس جب ہم ان کا لفظی ترجمہ کریں گے تو مکمل طور پر معنوں کو بگاڑ دے گا اور کلام میں ہذیان کی ایک قسم بن جائے گا اور اس کی مثالیں بہت ہیں اور اس کی خرابی واضح ہے۔

قرآن کا مفہومی ترجمہ:

اور قرآن کا مفہومی ترجمہ شروط مقدمہ کے ساتھ جائز ہے اسے قرآن نہیں کہتے اسے قرآن کی تفسیر کہتے ہیں اس لئے کہ اللہ نے ہمیں قرآن کے الفاظ کا پابند بنایا ہے کہ

بألفاظ القرآن، ولم يتعبدنا بغيره من الكلام. فكلام الرسول ﷺ تجوز روايته بالمعنى بأن نقول قال رسول الله : ما معناه، ولكن القرآن لا يجوز روايته بالمعنى، فلا يصح ان نقول: قال الله تعالى ما معناه، بل لا بد من تلاوة النص بحروفه والفاظه لأنه موحى به من عند الله، ولأنه معجز بلفظه ومعناه.

فالترجمة في الحقيقة ههنا ليست ترجمة للقرآن، وإنما هي ترجمة لمعاني القرآن، او ترجمة لتفسير القرآن، وقد أنزل الله كتابه الى الخلق اجمعين، ليكون مصدر هداية، وإرشاد وإسعاد لهم، فلا مانع لنا ان ننقل معاني القرآن إلى الامم الأخرى ممن لا يعرفون اللغة العربية، ليستنيروا بهذا القرآن ويقبسوا من هديه وإرشاده. وهذا بلا شك غرض من أغراض القرآن﴿إن هذا القرآن يهدى للتي هي أقوم﴾(سورۃ الاسراء:۹)

فترجمة القرآن بهذا المعنى يجيزها العلماء بل هي واجبة على المسلمين ليبلغوا الناس دعوة الله، ويحملوا اليهم هداية القرآن، وبغير هذه الترجمة لا يمكن أن يدرك الناس عظمة هذه الشريعة، وروعة هذا الدين، وجمال هذا القرآن والله يقول الحق وهو يهدى السبيل.

دوسرے کلام کا ہمیں پابند نہیں بنایا پس رسول اللہ ﷺ کے کلام کی روایت معنوی جائز ہے یعنی ہم کہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ...... لیکن قرآن کی روایت بالمعنی جائز نہیں پس یہ درست نہیں کہ ہم کہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے بلکہ نص کی تلاوت اس کے حروف والفاظ سمیت ضروری ہے اس لئے کہ وہ اللہ کی طرف سے وحی کیا گیا ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اپنے لفظ ومعنی کے ساتھ معجز ہے۔

پس حقیقت میں یہاں پر ترجمہ قرآن کا ترجمہ نہیں ہے وہ صرف معانی قرآن کا ترجمہ یا تفسیر قرآن کا ترجمہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ساری مخلوق کی طرف اتاری ہے تا کہ وہ ہدایت کا سرچشمہ اور ان کیلئے اسعاد وارشاد ہو پس ہمیں کوئی مانع نہیں کہ ہم قرآن کے معانی کو عربی زبان نہ جاننے والے دوسرے لوگوں کی طرف نقل کریں تا کہ وہ اس قرآن سے نور حاصل کریں اور اس کی ہدایت اور اس کی راہنمائی سے فائدہ حاصل کریں بلاشبہ یہ اغراضِ قرآن میں سے ایک غرض ہے "ان هذا القرآن يهدى للتى هى اقوم" (سورۃ الاسراء:۹)

اس معنی میں قرآن کے ترجمہ کو علماء نے جائز قرار دیا ہے بلکہ یہ مسلمانوں پر واجب ہے تا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی دعوت کو پہنچائیں اور قرآن کی ہدایت کو ان کی طرف سے پائیں اور اس ترجمہ کے بغیر ممکن نہیں کہ لوگ اس شریعت کی عظمت اور اس دین کی خوبصورتی اور اس قرآن کے جمال کا ادراک کرسکیں "والله يقول الحق وهو يهدى السبيل"

الفصل التاسع

نزول القرآن على سبعة أحرف والقراء ات لمشهورة

تمهيد:

لما خلق الله الخلق، جعل لكل منهم شرعة ومنهاجاً، وكان للعرب لهجات متعددة، اكتسبوها من فطرتهم، واقتبسوا بعضها من جيرانهم، وكانت لغة (قريش) لها الصدارة والذيوع لأسباب عدة منها: اشتغالهم بالتجارة ووجودهم عند بيت الله الحرام وقيامهم على السدانة والرفادة، وكان القرشيون يقتبسون بعض اللهجات والكلمات التي تعجبهم من غيرهم، وكان من الطبيعي، أن ينزل الله احكم الحاكمين القرآن، باللغة التي يفهمها العرب أجمع لتيسير فهمها وللاعجاز والتحدي لأرباب الفصاحة بالاتيان بسورة او بآية وتيسير قراء ته وفهمه وحفظه لهم، لأنه نزل بلغتهم كما قال جل ثناؤه: ﴿ **إنا أنزلناه قرآنا عربياً لعلكم تعقلون** ﴾(سورة يوسف:٢)

أدلة نزول القرآن على سبعة أحرف:

أولًا: روى البخاري ومسلم في صحيحهما عن ابن عباس رضي الله عنهما أنة

نویں فصل

سات حروف پر قرآن کا نزول اور مشہور قراءات

تمہید:

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور ان میں سے ہر ایک کیلئے چھوٹے بڑے راستے بنائے..... عربوں کے متعدد لہجے تھے جنہیں انہوں نے اپنی فطرت سے حاصل کیا تھا اور بعض انہوں نے اپنے پڑوسیوں سے حاصل کئے تھے ان میں سے قریش کی زبان کو کئی اسباب کی وجہ سے صدارت اور شہرت حاصل تھی ان میں ان کا تجارت میں مشغول ہونا اور بیت اللہ الحرام کے پاس ان کی موجودگی اور ان کا کعبے کی خدمت کرنا اور رفادہ کی نگہبانی کرنا بھی تھا اور قریشی لوگ غیروں کے ان لہجات اور کلمات کو حاصل کرتے تھے جو انہیں اچھے لگتے تھے اور یہ قدرتی بات ہے کہ اللہ احکم الحاکمین قرآن کو اس زبان میں نازل کرتا جسے سب عرب اس کے فہم کی آسانی، اس کے اعجاز اور اس کے ارباب فصاحت کو ایک سورت یا ایک آیت کے لانے کا چیلنج کرنے اور اس کی قرأت اس کے فہم اور اس کے حفظ میں انہیں آسانی ہوتی اس لئے وہ ان کی زبان میں نازل ہوا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "انا انزلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون" (سورۃ یوسف:۲)

سات حروف پر قرآن کے نازل ہونے کے دلائل:

اول: بخاری اور مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: ((اقرأني جبريل على حرف فراجعته فلم أزل استزيده ويزيدني حتى انتهى الى سبعة أحرف))[1] زاد مسلم: (قال ابن شهاب: بلغني ان تلك السبعة في الأمر الذي يكون واحداً لا يختلف في حلال ولا حرام).

فرمایا: ''جبریل نے مجھے ایک حرف پر پڑھایا تو میں نے اس کی مراجعت کی اور میں مسلسل اس سے زائد کا تقاضا کرتا رہا اور وہ مجھے زیادہ پڑھاتا رہا حتیٰ کہ وہ سات حروف تک پہنچ گیا۔ (بخاری جلد۳ نمبر۲۲۷) اور مسلم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ابن شہاب نے بیان کیا ہے کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہ سات حروف اس امر کے بارے میں ہیں جو ایک ہوگا اور وہ حلال وحرام میں اختلاف نہ کرے گا۔ (مسلم جلد۱ص ۵۶۱)

ثانياً: روى البخاري و مسلم. واللفظ للبخاري. ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال (سمعت هشام بن حكيم يقرأ سورة الفرقان في حياة رسول الله ﷺ. فاستمعت لقراءته فإذا هو يقرؤها على حروف كثيرة لم يقرئنيها رسول الله ﷺ فكدت أساوره في الصلاة فانتظرته حتى سلم ثم لببته بردائه فقلت: من أقرأك هذه السورة؟ قال: اقرأنيها رسول الله ﷺ قلت له: كذبت، فوالله إن رسول الله ﷺ أقرأني هذه السورة التي سمعتك تقرؤها، فانطلقت اقوده الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقلت: يا رسول الله انى سمعت هذا يقرأ بسورة الفرقان على حروف لم تقرئنيها وأنت أقرأتني سورة الفرقان فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، أرسله يا عمر، اقرأيا هشام، فقرأ هذه القراءة التي سمعته يقرؤها قال رسول الله ﷺ: هكذا أنزلت، ثم قال: ((إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرأوا ما تيسر منه)).

دوم: بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے اور الفاظ بخاری کے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہشام بن حکیم کو سورۃ الفرقان پڑھتے سنا میں نے اس کی قراءت پر کان لگایا تو وہ اسے بہت سے حروف پر پڑھ رہے تھے جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے قریب تھا کہ میں نماز میں ہی اس پر حملہ کر دیتا میں نے اس کا انتظار کیا حتیٰ کہ انھوں نے سلام پھیرا پھر میں نے انھیں ان کی چادر سمیت گریبان سے پکڑ کر کھینچا اور پوچھا تجھے یہ سورت کس نے پڑھائی ہے؟ انھوں نے کہا: مجھے یہ رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے میں نے کہا تو نے جھوٹ کہا ہے خدا کی قسم! یہ سورت رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھی پڑھائی ہے جسے میں نے تجھے پڑھتے سنا ہے پس میں انھیں کھینچتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اس کو سورہ الفرقان ان حروف پر پڑھتے سنا ہے جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے حالانکہ آپ نے مجھے سورہ الفرقان پڑھائی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اسے چھوڑ دو! اے ہشام! پڑھو تو انھوں نے وہ قراءات پڑھی جسے میں نے اسے پڑھتے سنا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ایسے ہی نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا بلاشبہ یہ قرآن

(۱) صحيح البخاري، ج۳، ص۲۲۷ وصحيح مسلم، ج۱، ص ۵٦۱ بسندهما عن عبيد الله بن عبدالله ابن عتبة.

وفی بعض الروایات ان رسول الله استمع إلی قراء ۃ عمر أیضاً وقال: ھکذا انزلت:

ثالثاً: روی مسلم بسندہ عن أبی بن کعب قال: (کنت فی المسجد، فدخل رجل یصلی فقرأ قراء ۃ أنکرتھا علیہ، ثم دخل آخر، فقرأ قراء ۃ سوی قراء ۃ صاحبہ، فلما قضینا الصلاۃ دخلنا جمیعاً علی رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم فقلت: إن ھذا قرأ قراء ۃ انکرتھا علیہ، ودخل آخر فقرأ سوی قراء ۃ صاحبہ فأمرھما رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم فقرآ، فحسن النبی صلی الله علیہ وآلہ وسلم شأنھما، فسقط فی نفسی من التکذیب ولا إذ کنت فی الجاھلیۃ، فلما رأی رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم ما قد غشینی ضرب فی صدری، ففضت عرقا، وکأنما انظر الی الله عزوجل فرقاً فقال لی: یا أبی، أرسل إلی ان اقرأ القرآن علی حرف فرددت إلیہ: أن ھون علی أمتی، فرد الی الثانیۃ اقرأہ علی حرفین، فرددت إلیہ: أن ھون علی أمتی، فرد إلی الثالثۃ: اقرأہ علی سبعۃ أحرف، ولك بکل ردۃ رددتھا مسألۃ تسألنیھا فقلت ((اللھم اغفر لا متی وأخرت الثالثۃ لیوم یرغب إلی الخلق، کلھم حتی ابراھیم صلی الله علیہ وآلہ وسلم)) أھ۔

سات حروف پر نازل ہوا ہے اس سے جو آسان ہو اسے پڑھو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کی قراءت بھی سنی اور فرمایا یہ ایسے ہی نازل ہوئی ہے۔

سوم: مسلم نے اپنی سند سے حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے کہ "میں مسجد میں تھا تو ایک شخص نماز پڑھنے کیلئے آیا اور اس نے ایسی قرأت پڑھی جس پر میں نے اعتراض کیا پھر ایک اور آدمی آیا تو اس نے ایسی قراءات پڑھی جو اس کے ساتھی سے الگ تھی پس جب ہم نے نماز ادا کر لی تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے میں نے کہا اس شخص نے ایسی قراءت پڑھی جس پر میں نے اعتراض کیا ہے اور ایک اور شخص آیا تو اس نے اپنے ساتھی سے الگ قراءت پڑھی ہے رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو حکم دیا اور دونوں نے پڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کی قراءت کی تحسین کی تو میرے دل میں تکذیب کا خیال آیا اور ابھی میں جاہلیت ہی میں تھا جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر وارد ہونے والی کیفیت کو دیکھا تو میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میں پسینے سے شرابور ہو گیا گویا میں ڈر کے باعث اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھ رہا ہوں آپ نے مجھے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف پیغام بھیجا کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں میں نے عرض کی کہ وہ میری امت پر آسانی کرے تو اس نے دوسری بار جواب دیا کہ میں اسے دو حرفوں پر پڑھوں میں نے جواب دیا کہ وہ میری امت پر آسانی کرے تو اس نے تیسری بار مجھے جواب دیا کہ میں اسے سات حروف پر پڑھوں اور تیرے لئے میری ہر واپسی میں ایک مسئلہ ہے جسے تو مجھ سے پوچھے گا میں نے کہا: اے اللہ میری امت کو بخش دے اور تیسری کو میں نے اس دن کیلئے پیچھے رکھا ہے کہ مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی التجا کریں گے۔

قال القرطبي ((فكان هذا الخاطر (يشير إلى ما سقط في نفس أبي) من قبيل ما قال فيه النبي ﷺ حين سألوه: إنا نجد في أنفسنا ما يتعاظم أحدنا أن يتكلم به. قال: أو قد وجدتموه؟ قالوا: نعم. قال ذلك صريح الإيمان)) رواه مسلم.

قرطبی نے بیان کیا ہے کہ یہ خیال (جو ابی بن کعب کے دل میں آیا) اس قسم سے ہے جس کے بارے میں حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب انہوں نے آپ سے سوال کیا ہم اپنے دلوں میں وہ بات پاتے ہیں جسے ہم میں سے کسی کا اسے بیان کرنا بڑا معلوم ہوتا ہے آپ نے پوچھا کیا تم نے اسے پایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں فرمایا یہ صریح ایمان ہے اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

رابعاً: روى الحافظ أبو يعلى في مسنده الكبير أن عثمان رضي الله عنه قال يوماً وهو على المنبر: ((أذكر الله رجلاً سمع النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: إن القرآن أنزل على سبعة أحرف كلها شاف كاف)) لما قام. فقاموا حتى لم يحصوا، فشهدوا أن الرسول صلى الله عليه وآله وسلم قال (أنزل القرآن على سبعة حروف كلها شاف كاف). فقال عثمان رضي الله عنه: (وأنا أشهد معهم).

چہارم: حافظ ابو یعلیٰ نے اپنی سند کبیر میں بیان کیا ہے کہ ایک روز حضرت عثمانؓ نے منبر پر فرمایا: میں اس شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت نبی کریم ﷺ کو بیان کرتے سنا ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور وہ سب شافی کافی ہیں آپ جب کھڑے ہوئے تو بیشمار لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور وہ سب شافی کافی ہیں تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں بھی ان کے ساتھ گواہی دیتا ہوں۔

خامساً: روى مسلم بسنده عن أبي بن كعب أن النبي ﷺ كان عند أضاة[1] بني غفار قال: (فأتاه جبريل عليه السلام فقال: إن الله يأمرك أن تقرأ أمتك القرآن على حرف. فقال: أسأل الله معافاته ومغفرته، وإن أمتي لا تطيق ذلك. ثم أتاه الثانية فقال: ان الله يأمرك ان تقرا أمتك القرآن على حرفين. فقال: أسأل الله معافاته ومغفرته، وإن أمتي لا تطيق ذلك. ثم جاءه الثالثة فقال: إن الله يأمرك أن تقرأ أمتك

پنجم: مسلم نے اپنی سند سے حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ بنی غفار کے تالاب کے پاس تھے کہ جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا: کہ اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو ایک حرف پر قرآن پڑھائیں آپ نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے اس کے عفو مغفرت کی دعا کرتا ہوں میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی پھر جبریلؑ دوبارہ آپ کے پاس آئے اور کہا اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو دو حرفوں پر قرآن پڑھائیں آپ نے کہا: میں اللہ سے اس کے عفو و مغفرت کی دعا کرتا ہوں میری امت اس کی

(1) أضاءة بني غفار: مستنقع الماء كالغدير۔ وهو موضع بالمدينة نسب إلى بني غفار لأنهم نزلوا عنده.

القرآن على ثلاثة أحرف. فقال: أسأل الله معافاته ومغفرته وإن أمتي لا تطيق ذلك. ثم جاءه الرابعة فقال إن الله يأمرك أن تقرأ أمتك القرآن على سبعة أحرف. فأيما حرف قرؤوا عليه فقد أصابوا) أهـ.

سادساً: روى الترمذي عن أبي بن كعب أيضاً قال: لقي رسول الله ﷺ جبريل عند أحجار المروة. قال: فقال رسول الله ﷺ لجبريل: انى بعثت إلى أمة أميين، فيهم الشيخ الفاني، والعجوز الكبير، والغلام، قال: ((فمرهم فليقروا القرآن على سبعة احرف)). قال الترمذي: حسن صحيح.

وفي لفظ: (فمن قرأبحرف منها فهو كما قرأ).

وفي لفظ حذيفة: ((فقلت يا جبريل إني ارسلت الى امة امية فيهم الرجل والمراة والغلام والجارية والشيخ الفاني الذي لم يقرا كتاباً قط قال: ((ان القرآن انزل على سبعة احرف)).

سابعاً: اخرج الامام احمد بسنده عن أبي قيس مولى عمرو بن العاص عن عمرو أن رجلاً قرأ آية من القرآن. فقال له عمرو: إنما هي كذا وكذا، فذكر ذلك للنبي ﷺ فقال: (إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف، فأي ذلك قرأتم أصبتم فلا تماروا).

طاقت نہیں رکھتی پھر جبریل سہ بارہ آپ کے پاس آئے اور کہا اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو تین حرفوں پر قرآن پڑھائیں آپ نے کہا میں اللہ سے اس کے عفو و مغفرت کی دعا کرتا ہوں میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی پھر وہ چوتھی دفعہ آپ کے پاس آئے اور کہا: اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو سات حرفوں پر قرآن پڑھائیں اور وہ جس حرف پر پڑھیں گے ٹھیک پڑھیں گے۔

ششم: ایسے ہی ترمذی نے حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مروہ کے پتھروں کے پاس جبریل سے ملے تو آپ نے جبریل سے کہا: میں ایسی قوم کی طرف مبعوث ہوا ہوں جن میں شیخ فانی بڑی بوڑھی عورتیں اور جوان بھی ہیں جبریل نے کہا انہیں حکم دیجئے وہ قرآن کو سات حرفوں پر پڑھیں ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جس نے ان میں سے ایک حرف پڑھا تو وہ ایسے ہی جیسے اس نے پڑھا۔

اور حذیفہ کے الفاظ یہ ہیں میں نے کہا: اے جبریل! مجھے امی قوم کی طرف بھیجا گیا ہے ان میں مرد، عورتیں، جوان، بچیاں اور شیخ فانی بھی ہے جنھوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی، اس نے کہا: قرآن، سات حروف پر نازل ہوا ہے۔

ہفتم: امام احمد نے اپنی سند سے عمرو بن العاصؓ کے غلام ابوقیس سے بحوالہ عمرو روایت کی ہے کہ ایک شخص نے قرآن کی ایک آیت پڑھی تو عمروؓ نے اسے کہا یہ تو ایسے ایسے ہے اس نے حضرت نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے تم جس پر بھی پڑھو گے تم صحیح پڑھنے والے ہو گے پس جھگڑا نہ کرو۔

ثامناً: روى الطبري والطبراني عن زيد بن أرقم قال: جاء رجل إلى رسول الله ﷺ فقال: أقرأني ابن مسعود سورة أقرأنيها زيد بن ثابت، وأقرأنيها أبي بن كعب فاختلفت قراء تهم فبقراءة أيهم آخذ؟ فسكت رسول الله ﷺ وعليٌّ إلى جنبه فقال علي: ليقرأ كل انسان منكم كما علم، فإنه حسن جميل.

ہشتم: طبری اور طبرانی نے حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ابن مسعودؓ نے ایک سورت مجھے پڑھائی اور زید بن ثابتؓ نے بھی وہ سورت مجھے پڑھائی اور ابی بن کعبؓ نے بھی وہ سورت مجھے پڑھائی تو ان کی قراءات مختلف ہوگئیں میں ان میں سے کس کی قراءات کو اختیار کروں؟ حضرت نبی کریم ﷺ نے سکوت اختیار کیا اور حضرت علیؓ بھی آپ کے پہلو میں موجود تھے حضرت علیؓ نے کہا تم میں سے ہر انسان ویسے ہی پڑھے جیسے اسے تعلیم دی گئی ہے بلا شبہ یہ حدیث حسن جمیل ہے۔

تاسعاً: أخرج ابن جرير الطبري عن أبي هريرة أنه قال: قال رسول الله ﷺ: ((إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرؤوا ولا حرج، ولكن لا تختموا ذكر رحمة بعذاب ولا ذكر عذاب برحمة)) اهـ.

نہم: ابن جریر طبری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلا شبہ یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے پس تم پڑھو کوئی حرج نہیں لیکن رحمت کے ذکر کو عذاب پر اور عذاب کے ذکر کو رحمت پر ختم نہ کرو۔

الحكمة من نزول القرآن على سبعة أحرف:

١- التيسير على الأمة الإسلامية وخاصة الأمة العربية التي نزل عليها القرآن وكان لها لهجات متعددة على الرغم أنها تجمعها كلمة العروبة، نأخذ هذا من قوله ﷺ: ((أن هون على أمتي)) ((وان امتي لا تطيق ذلك)) وغيرها.

سات حروف پر قرآن کے نزول کی حکمت:

۱- امت اسلامیہ کیلئے آسانی کرنا اور خصوصا امت عربیہ پر جس پر قرآن نازل ہوا ہے اس کے متعدد لہجے تھے باوجود یہ کہ اسے عروبہ کا لفظ اکٹھا کیے ہوتے تھا یہ بات ہم آپ کے قول سے اخذ کرتے ہیں کہ وہ میری امت پر آسانی کرے میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی وغیرہ۔

قال المحقق ابن الجزري:

((وأما سبب وروده على سبعة أحرف فللتخفيف على هذه الأمة، وإرادة اليسر بها، والتهوين عليها شرفاً لها، وتوسعة ورحمة وخصوصية لفضلها وإجابة لقصد نبيها أفضل الخلق وحبيب الحق، حيث أتاه جبريل فقال

محقق ابن الجزریؒ نے فرمایا ہے:

کہ سات حروف پر اسکے آنے کا سبب اس امت پر تخفیف کرنا اور اس سے آسانی کا ارادہ کرنا ہے اور اس پر آسانی کرنا اس کے شرف فراخی رحمت اور اس کی فضیلت کی خصوصیت کیلئے ہے اور اس کے نبی افضل الخلق اور حبیب الخلق کی اجابت حق قصد کیلئے ہے جب جبریل آپ کے پاس

((إن الله يأمرك أن تقرأ أمتك القرآن على حرف' فقال صلى الله عليه وآله وسلم: أسأل الله معافاته ومعونته' فإن أمتي لا تطيق ذلك ولم يزل يردد المسألة حتى بلغ سبعة أحرف))

ثم قال: وكما ثبت أن القرآن نزل من سبعة ابواب على سبعة أحرف' وأن الكتاب قبله كان ينزل من باب واحد على حرف واحد' وذلك أن الأنبياء عليهم الصلوة والسلام كانوا يبعثون إلى قومهم الخاصين والنبي صلى الله عليه وآله وسلم بعث إلى جميع الخلق' أحمرهم وأسودهم' عربيهم وعجميهم' وكان العرب الذين نزل القرآن بلغتهم' لغاتهم مختلفة' وألسنتهم شتى' ويعسر على أحدهم الانتقال من لغة إلى غيرها' أو من حرف إلى آخر' بل قد يكون بعضهم لا يقدر على ذلك ولو بالتعليم والعلاج لا سيما الشيخ والمرأة' ومن لم يقرأ كتاباً كما أشار إليه صلى الله عليه وآله وسلم' فلو كلفوا العدول عن لغتهم' والانتقال عن ألسنتهم' لكان من التكليف بما لا يستطاع' وما عسى أن يتكلف المتكلف وتأبى الطباع)) اهـ.

آئے اور انھوں نے کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو ایک حرف پر قرآن پڑھائیں تو رسول اللہ ﷺ نے کہا میں اللہ سے اس کے عفو معرفت کی دعا کرتا ہوں میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی اور وہ مسلسل سوال کو دہراتے رہے حتی کہ سات حروف تک پہنچا پھر انھوں نے کہا جیسا کہ ثابت ہے کہ قرآن سات دروازوں سے سات حروف پر نازل ہوا ہے اور یہ کہ اس سے پہلی کتاب ایک دروازے سے ایک حرف پر نازل ہوئی تھی اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام ایک مخصوص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور حضرت نبی کریم ﷺ سب مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے ہیں ان کے احمر اسود اور عرب و عجم کی طرف اور عرب وہ لوگ ہیں جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے ان کی لغات مختلف اور زبانیں متفرق ہیں اور ان کے کسی آدمی پر ایک زبان سے دوسری کی طرف انتقال مشکل ہے یا ایک حرف سے دوسرے حرف کی طرف بلکہ بعض تو اس پر طاقت ہی نہیں رکھتے تھے خواہ تعلیم دی جائے اور مشق کرائی جائے خصوصاً بوڑھے اور عورتیں اور جس نے کوئی کتاب نہیں پڑھی جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے پس اگر انہیں اپنی زبان سے عدول کرنے اور اپنی زبانوں سے انتقال کرنے کا مکلّف کیا جاتا تو یہ تکلیف مالا یطاق ہوتی اور امید نہیں کہ متکلف تکلف کرے اور فطری مزاج بھی اسے نہیں مانتا۔

٣- جمع الأمة الاسلامية على لسان واحد يوحد بينها هو لسان قريش الذين انتظم كثيراً من مختارات ألسنة القبائل العربية التي كانت تختلف إلى مكة في موسم الحج وغيره. ولذلك نزل القرآن على سبعة أحرف نصطفي ما

٣۔ امت اسلامیہ کا ایک زبان پہ جمع ہونا کیونکہ وہ ان کے درمیان وحدت پیدا کرتی ہے اور وہ قریش کی زبان ہے جس نے ان عربی قبائل کی زبانوں سے بہت سے پسندیدہ الفاظ اکٹھے کر لئے ہیں جو حج کے موسم میں مکہ آتے تھے اسی لئے قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے ہم ان عربی قبائل کی

شاء من لغات القبائل العربية التي تمثلت في لسان القرشيين وهذه حكمة إلهية سامية فان وحدة اللسان العام من أهم العوامل في وحدة الأمة خصوصاً أول عهدها بالتوثب والنهوض.

لغات سے جو قریشیین کی زبان میں منتقل ہو گئی ہیں جو چاہتے ہیں انتخاب کر لیتے ہیں اور یہ بڑی الٰہی حکمت ہے بلاشبہ عام زبان کی وحدت، وحدت امت کے اہم عوامل میں سے ہے خصوصاً اس کی ترقی کے دور اول میں۔

معنى نزول القرآن على سبعة أحرف:

الأحرف: جمع حرف والحرف له معان كثيرة قال صاحب القاموس: (الحرف من كل شيء طرفه، وشفيره وحده، ومن الجبل اعلاه المحدد، وواحد حروف التهجي ((ومن الناس من يعبد الله على حرف)) أي وجه واحد، وهو ان يعبده على السراء لا على الضراء، او على شك، او على غير طمأنينة من أمره، أي لا يدخل في الدين متمكناً. ((ونزل القرآن على سبعة أحرف)) أي سبع لغات من لغات العرب. وليس معناه أن يكون في الحرف الواحد سبعة أوجه إن جاء على سبعة أو عشرة أو أكثر. ولكن معناه أن هذه اللغات السبع متفرقة في القرآن)) اه. بتصرف.

قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کا مفہوم:

احرف، حرف کی جمع ہے اور حرف کے بہت سے معانی ہیں جیسا کہ صاحب قاموس نے بیان کیا ہے حرف ہر چیز کے کنارے اور واحد کنارے کو بھی کہتے ہیں اور پہاڑ کے محدد بالائی حصے کو بھی کہتے ہیں اور حروف تہجی کے ایک حرف کو بھی کہتے ہیں "ومن الناس من يعبد الله على حرف" یعنی ایک وجہ پر اور وہ یہ کہ وہ اس کی عبادت خوشی میں کرتا ہے سختی میں نہیں کرتا یا شک میں یا اس کے حکم طمانینت کے بغیر کرتا ہے یعنی وہ مضبوطی سے دین میں داخل نہیں ہوتا اور قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے یعنی عربوں کی لغات میں سے سات لغات پر اس کا یہ مفہوم نہیں کہ ایک حرف میں سات وجوہ پائی جاتی ہیں خواہ وہ سات وجہ پر آئے یا اس پر یا زیادہ پر بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ سات لغات قرآن میں سے متفرق ہیں۔

مما تقدم نرى أن الحرف من قبيل المشترك اللفظي، والمشترك اللفظي يراد به احمد معانيه التي تعينها القرائن وتناسب المقام.

جو کچھ پہلے بیان ہو چکا ہے اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حرف مشترک لفظی کی قسم سے ہے اور مشترک لفظی سے مراد اس کا ایک معنی ہوتا ہے جسے قرائن اور مقام کی مناسبت معین کرتی ہے۔

فالمراد من لفظ الحرف أنه الوجه بدليل ما يأتي:

پس حرف بولنے سے مراد "وجہ" ہے اس دلیل کی وجہ سے جو آگے آ رہی ہے۔

قوله ﷺ ((أنزل القرآن على سبعة أحرف)).

آپ کا فرمان کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے "علٰی" کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ

كلمة (على) تشير إلى أن هذا الشرط للتوسعة والتيسير. بمعنى أنزل القرآن موسعاً فيه على القارى أن يقرأه على سبعة أوجه، يقرأ بأى حرف أراد منها على البدل من صاحبه كأنه قال أنزل على هذا الشرط وعلى هذه التوسعة.

شرط وسعت اور آسانی کیلئے ہے اس مفہوم میں کہ قرآن کے نزول میں قاری کو وسعت دی گئی ہے کہ وہ اسے سات وجوہ پر پڑھے جس حرف کو چاہے ان میں سے اس کے مثل کے بدل کے طور پر پڑھے گویا آپ نے فرمایا کہ وہ اس شرط فراخی و وسعت کے ساتھ نازل ہوا ہے۔

اختلاف العلماء في تفسير الأحرف الواردة في الحديث:

حدیث میں وارد ہونے والے حروف کی تفسیر میں علماء کا اختلاف:

هنا يحتدم الجدال والنزاع، ويكثر القيل والقال. وسنذكر بعضاً من الآراء ونرجح ما نراه أقرب للصواب.

یہاں جدال ونزاع تیز ہوجاتا ہے اور قیل وقال زیادہ ہوجاتی ہے ہم ابھی بعض آراء کا ذکر کرتے ہیں اور اقرب للصواب کو ترجیح دیتے ہیں۔

١ - ذهب بعض العلماء إلى أن المراد بها سبع لغات من لغات العرب في المعنى الواحد. على معنى أنه حيث تختلف لغات العرب في التعبير في معنى من المعاني يأتي القرآن بألفاظ على قدر هذه اللغات وإذا لم يكن اختلاف فإنه يأتي بلفظ واحد وقيل: إن السبعة هي لغة (قريش) و (هذيل) و(ثقيف) و (هوازن) و (كنانة) و (تميم) و (اليمن).

۱۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ عربوں کی لغات میں سے وہ سات لغات مراد ہیں جو مفہوم میں ایک ہیں ان معنوں میں کہ ایک معنی کی تعبیر میں عربوں کی لغات میں اختلاف پایا جاتا ہے تو قرآن ان لغات کے مطابق الفاظ لاتا ہے اور جب اختلاف نہ ہو تو ایک ہی لفظ لاتا ہے کہتے ہیں کہ سات لغات یہ ہیں قریش، ہذیل، ثقیف، ہوازن، کنانہ، تمیم اور یمن کی زبان۔

٢ - وقيل إن المراد بالأحرف السبعة سبع لغات من لغات العرب نزل عليها القرآن على معنى أنه في جملته لا يخرج في كلماته عن سبع لغات هي أفصح لغاتهم، فأكثره بلغة قريش، ومنه ما هو بلغة هذيل، أو ثقيف، أو هوازن، أو كنانة، أو تميم، أو اليمن.

۲۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سات حروف سے مراد عربوں کی لغات میں سے سات لغات ہیں جن پر قرآن نازل ہوا ہے اس مفہوم میں کہ وہ اپنے جملہ الفاظ میں سات لغات سے باہر نہیں جاتا اور یہ ان کی افصح لغات ہیں اس کا اکثر حصہ قریش کی زبان میں ہے اور اس میں سے کچھ ہذیل، ثقیف، ہوازن کنانہ، تمیم اور یمن کی زبان میں سے ہے۔

قال بعضهم: هذا أصح الأقوال وأولاها بالصواب، وهو الذي صححه البيهقي، واختاره

بعض نے کہا ہے کہ یہ سب سے صحیح اور صواب کے زیادہ قریب ہے اور اسے بیہقی نے صحیح قرار دیا ہے اور ابہری نے

الأبهري واقتصر عليه صاحب القاموس.

٣- إن المراد بالأحرف السبعة التي نزل عليها القرآن' سبعة أصناف في القرآن.

((ولكن أصحاب هذه الأقوال يختلفون في تعيين هذه الأصناف وفي أسلوب التعبير عنها اختلافاً كبيراً' فمنهم من يقول: (إنها أمر ونهي' وحلال' وحرام' ومحكم' ومتشابه' وأمثال).

ومنهم من يقول إنها (وعد' ووعيد' وحلال' وحرام' ومواعظ' وأمثال' واحتجاج).

ومنهم من يقول إنها: (محكم' ومشتابه' وناسخ' ومنسوخ' وخصوص' وعموم' وقصص)[1].

٤- أن المراد بالأحرف السبعة أوجه من الألفاظ المختلفة في كلمة واحدة ومعنى واحد' نحو: هلمّ ، وأقبل' وتعال' وعجل' واسرع' وقصدي' ونحوى. فهذه الألفاظ السبعة معناها واحد هو طلب الاقبال.

وهذا القول منسوب لجمهور أهل الفقه والحديث منهم ابن جرير الطبري والطحاوي وغيرهما.

٥- ان المراد بالأحرف السبعة الاختلاف في أمور سبعة:

أ- اختلاف الأسماء إفراداً وتذكيراً وفروعهما.

مثاله قوله تعالى ﴿والذين هم لأماناتهم

اسے اختیار کیا ہے اور صاحب قاموس نے اس پر اکتفاء کیا ہے۔

۳۔ ان سات حروف سے مراد جن پر قرآن نازل ہوا ہے قرآن کی سات اصناف ہیں۔

لیکن ان اقوال کے اصحاب ان اصناف کی تعیین اور ان کے اسلوب تعبیر میں بڑا اختلاف کرتے ہیں ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ امر' نہی' حلال' حرام' محکم' متشابہ اور امثال ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ وعدہ' وعید' حلال' حرام' مواعظ' امثال اور احتجاج ہیں۔

اور بعض کہتے ہیں کہ وہ محکم' متشابہ' ناسخ' منسوخ' خصوص' عموم اور قصص ہیں۔

۴- سات حروف سے مراد مختلف الفاظ کی وجوہ ہیں جو ایک لفظ میں اور ایک مفہوم میں ہیں جیسے هلم' تعال' عجل' اسرع' قصدی' نحوی' ان ساتوں الفاظ کا ایک معنیٰ ہے اور وہ توجہ طلب کرتا ہے۔

یہ قول جمہور اہل فقہ اور حدیث کی طرف منسوب ہے جن میں ابن جریر طبری اور طحاوی وغیرہ شامل ہیں۔

۵۔ سات حروف سے مراد سات امور میں اختلاف ہے۔

الف۔ امراء' مفرد' تثنیہ' جمع اور تذکیر و تانیث کے اسماء کا اختلاف۔

مثلاً: "والذين هم لأمانتهم وعهدهم

(١) أنظر: مناهل العرفان' ص١٨٦.

وعهدهم راعون﴾ (سورة المؤمنون:٨) فكلمة (أمانتهم) قرىء بالجمع والإفراد.

ب- الاختلاف في تصريف الأفعال من مضارع وماض وأمر.

مثاله قوله تعالى ﴿ربنا باعد بين أسفارنا﴾(سورة سبا:١٩) قرى بنصب لفظ (ربنا) على أنه منادى وبلفظ (باعد) فعل أمر.

وقرىء ((ربُّنا بعَّد)) برفع ((رب)) على أنه مبتدأ وبلفظ ((بعد)) فعلاً ماضياً مضعف العين جملته خبر.

ج- الاختلاف بالإبدال، سواء كان ابدال حرف بحرف كقوله تعالى ﴿وانظر إلى العظام كيف ننشزها﴾ (سورة البقرة:٢٥٩) قرىء بالزاى وبالراء مع فتح النون.. وقوله سبحانه ﴿وطلح منضود﴾(سورة الواقعة:٢٩) قرىء (وطلع) فلا فرق فى هذا بين الاسم والفعل أو ابدال لفظ بلفظ كقوله سبحانه ﴿كالعهن المنفوش﴾(سورة القارعة:٥) قرأ ابن مسعود (كالصوف المنفوش).

د- اختلاف بالتقديم والتأخير إما فى حرف كقوله تعالى ﴿أفلم ييأس﴾(سورة الرعد جزء من الآية:٣١) قرىء (أفلم يأيس) وأما فى الكلمة نحو (فيقتلون ويقتلون) قرىء بالبناء للفاعل فى الأول وللمفعول فى الثانى وقرىء بالعكس وكقوله سبحانه ﴿وجاء ت سكرت الموت بالحق﴾ (سورة ق :١٩) قرىء ﴿وجاء

راعون" (سورۃ المومنون:٨) لفظ "امانتھم" جمع اور افراد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

ب۔ ماضی، مضارع اور امر کے افعال میں تصریف کا اختلاف۔

مثلاً "ربنا باعد بين اسفارنا" (سورۃ سباء:١٩) لفظ "ربنا" منصوب پڑھا گیا ہے اس لئے کہ یہ منادی ہے۔

اور لفظ "باعد" فعل امر ہے اور "ربنا بعد" رب کے رفع کے ساتھ اس لئے کہ یہ مبتداء ہے اور لفظ "بعد" فعل ماضی مضعف العین ہے اور جملہ اس کی خبر ہے۔

ج۔ ابدال کے ساتھ اختلاف ہے خواہ حرف کا حرف سے ابدال ہو جیسے "وانظرو الى العظام كيف ننشزها" (سورۃ البقرہ:٢٥٩) اسے زاء اور راء کے ساتھ نون کے فتحہ سے پڑھا گیا ہے جیسے "وطلح منضود" (سورۃ الواقعہ:٢٩) اسے "وطلع" بھی پڑھا گیا ہے اور اس کے اسم اور فعل میں کوئی فرق نہیں ہے یا لفظ کا ابدال لفظ سے ہو جیسے "كالعهن المنفوش" (سورۃ القارعہ:٥) حضرت ابن المسعودؓ نے "كالصوف المنفوش" پڑھا ہے۔

د۔ تقدیم و تاخیر کا اختلاف یا تو یہ حرف میں ہوگی جیسے "افلم ييأس" (سورۃ الرعد:٣١) اسے "افلم يأيس" بھی پڑھا گیا ہے یا لفظ میں ہوگی جیسے "فيقتلون ويقتلون" پہلا بر بناء فاعل اور دوسرا بر بناء مفعول پڑھا گیا ہے اور اس کے برعکس بھی پڑھا گیا ہے اور جیسے "جاء ت سكرت الموت بالحق" (سورۃ ق:١٩) اسے "وجاء ت سكرة الحق بالموت" بھی پڑھا گیا ہے۔

ت سكرة الحق بالموت﴾.

هـ- اختلاف وجوه الإعراب كقوله سبحانه ﴿ما هذا بشراً﴾ (سورة يوسف:٣١) قرأ ابن مسعود بالرفع وكقوله سبحانه ﴿ذو العرش المجيد﴾ (سورة البروج:١٥) برفع المجيد على أنه نعت كلمة ذو. وجرها على أنها صفة العرش.

ھ۔ وجوہ اعراب میں اختلاف جیسے "ماھذا بشراً" (سورۃ یوسف:۳۱) ابن مسعود نے رفع سے پڑھا ہے یا جیسے "ذو العرش المجید" مجید کے رفع کے ساتھ اس لئے کہ یہ لفظ "ذو" کی صفت ہے اور اس کی جر اس لئے ہے کہ یہ عرش کی صفت ہے۔

و- الاختلاف بالزيادة والنقص كقوله تعالى ﴿وما خلق الذكر والأنثى﴾ (سورة الليل:٣) قرىء (والذكر والأنثى) بحذف (ما خلق).

د۔ کمی اور بیشی کا اختلاف جیسے "وما خلق الذکر والانثی" (سورۃ اللیل:۳) اسے ما خلق کے حذف کے ساتھ "والذکر والأنثیٰ" بھی پڑھا گیا ہے۔

ز- اختلاف اللهجات بالتفخيم والترقيق والإمالة والاظهار والادغام وهو كثير، ومنه الإمالة وعدمها فى مثل قوله تعالى ﴿هل أتاك حديث موسى﴾(سورة النازعات:١٥).

ز۔ تفخیم وترقیق امالہ اظہار اور ادغام کے ساتھ لہجات کا اختلاف اور یہ بہت ہے اور اس میں سے امالہ اور اس کا نہ ہونا بھی ہے جیسے "ھل اتاك حدیث موسیٰ" (سورۃ النازعات:۱۵)

وهذا الرأى الأخير قد ذهب إليه الرازى وقاربه كل القرب مذهب ابن قتيبة وابن الجزرى وابن الطيب وقد أخذ به الشيخ الزرقانى فى كتابه مناهل العرفان) وأيده ببعض الأدلة.

اور اس آخری رائے کی طرف رازی گئے ہیں اور اس کے پورے قریب ابن قتیبہ، ابن الجزری اور ابن الطیب کا مذہب ہے اور شیخ زرقانی نے اپنی کتاب مناھل العرفان میں اسے اختیار کیا ہے اور بعض دلائل سے اس کی تائید کی ہے۔

الترجيح:

وأقرب الوجوه إلى الصواب هو المذهب الأخير الذى اختاره الرازى، واعتمده الزرقانى فى كتابه ((مناهل العرفان)) وأيده بأدلة منها:

ترجیح:

آخری مذہب اقرب الوجوہ الی الصواب ہے جسے امام رازیؒ نے اختیار کیا ہے اور زرقانیؒ نے اپنی کتاب مناہل العرفان میں اس پر اعتماد کیا ہے اور دلائل سے اس کی تائید کی ہے جن میں سے یہ بھی ہیں۔

١-إن هذا المذهب هو الذى تؤيده الأحاديث المتقدمة.

ا۔ یہ وہ مذہب ہے جس کی احادیث متقدمہ تائید کرتی ہیں۔

٢-أنه يعتمد على الاستقراء التام لاختلاف القراءات وما ترجع إليه من الوجوه السبعة.

٣-ان هذا الرأى لا يلزمه محذور.

والأراء فی (الأحرف السبعة) كاملة تجدها فی كتاب ((مناهل العرفان)) للزرقانی وفيها توهين المذاهب الأخرى والرد عليها فی ص ١٦٥ إلى ١٧٧.

ونحن ننقل خلاصة هذا المذهب من كلام أبی الفضل الرازی فی اللوائح حيث يقول: الكلام لا يخرج عن سبعة أحرف فی الأختلاف.

الأول: اختلاف الأسماء من إفراد، وتثنية، وجمع، وتذكير، وتأنيث.

الثانی: اختلاف تصريف الأفعال، من ماض، ومضارع، وأمر.

الثالث: اختلاف وجوه الاعراب.

الرابع: الاختلاف بالنقص والزيادة.

الخامس: الاختلاف بالتقديم والتأخير.

السادس: الاختلاف بالإبدال.

السابع: اختلاف اللغات (يعنی اللهجات) كالفتح والإمالة، والترقيق والتفخيم، والإظهار والإدغام ونحو ذلك. أهـ.

هل الأحرف السبعة موجودة في المصاحف الآن:

١- ذهب جماعة من الفقهاء والقراء والمتكلمين إلى أن جميع هذه الأحرف موجودة بالمصاحف العثمانية.

٢۔ یہ اختلاف قراءات کے استقراءِ تام پر اعتماد کرتا ہے اور جس کی طرف ساتوں وجوہ رجوع کرتی ہیں۔

٣۔ اس رائے کو کوئی پرہیز لازم نہیں ہے۔

حروف سبعہ کے بارے میں کامل آراء آپ زرقانی کی کتاب مناہل العرفان میں پائیں گے اس میں دوسرے مذاہب کی کمزوری اور ان کا رد بھی صفحہ ١٦٥ سے ١٧٧ تک پایا جاتا ہے۔

ہم اس مذہب کا خلاصہ ابوالفضل رازی کے کلام سے جو لوائح میں موجود ہے نقل کرتے ہیں جہاں وہ فرماتے ہیں کہ کلام اختلاف میں سات حروف سے باہر نہیں جاتا۔

اول: افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر اور تانیث کے لحاظ سے اسماء کا اختلاف۔

دوم: ماضی، مضارع اور امر کے لحاظ سے افعال کی تصریف کا اختلاف۔

سوم: وجوہِ اعراب کا اختلاف

چہارم: کمی اور بیشی کا اختلاف

پنجم: تقدیم وتاخیر کا اختلاف

ششم: ابدال کا اختلاف

ہفتم: لغات کا اختلاف یعنی لہجات کا اختلاف جیسے فتح، امالہ، ترقیق، تفخیم، اظہار، ادغام وغیرہ۔

کیا حروف سبعہ اب قرآن میں موجود ہیں؟

١۔ فقہاء، قراء اور متکلمین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ تمام حروف مصاحف عثمانیہ میں موجود ہیں۔

حجتهم: ا- أنه لا يجوز للأمة أن تهمل نقل شيء منها.

ان کی دلیل یہ ہے کہ امت کیلئے جائز نہیں کہ وہ ان میں سے کسی چیز کی نقل کو چھوڑ دے۔

ب- أن الصحابة أجمعوا على أن الصحف التي نقلها عثمان رضي الله عنه من الصحف التي كتبها أبو بكر رضي الله عنه.

ب۔ صحابہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عثمانؓ سے جو صحف نقل کئے وہ ان صحف میں سے تھے جنہیں حضرت ابو بکرؓ نے لکھا تھا۔

ج- معنى ما تقدم أن الصحف التي عند أبي بكر قد جمعت الأحرف السبعة، ونقلت منها المصاحف العثمانية بالأحرف السبعة كذلك.

ج۔ پہلی بات کا مفہوم یہ ہے کہ جو صحف حضرت ابو بکرؓ سے پاس تھے وہ حروف سبعہ کے جامع تھے اور ان سے مصاحف عثمانیہ اسی طرح حروف سبعہ کے ساتھ نقل کئے گئے۔

د- قول النبي ﷺ (إن أمتي لا تطيق ذلك) لا يختص بعهد الصحابة دون غيرهم. وبقاء تيسير القرآن مع بقاء إعجازه.

د۔حضرت نبی کریم ﷺ کا یہ قول کہ "میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔" دوسروں کو چھوڑ کر عہد صحابہ سے ہی مختص نہیں ہے اور قرآن کی آسانی اس کے اعجاز کی بقاء کے ساتھ باقی ہے۔

٢- ذهب جماهير العلماء من السلف والخلف وأئمة المسلمين إلى أن المصاحف العثمانية مشتملة على ما يحتمله رسمها من الأحرف السبعة فقط، جامعة للعرضة الأخيرة التي عرضها النبي ﷺ على جبريل.

٢۔سلف و خلف کے جمہور علماء اور ائمۃ المسلمین اس طرف گئے ہیں کہ مصاحف عثمانیہ فقط حروف سبعہ کے رسم الخط پر مشتمل ہیں جو اس عرضہ اخیرہ کا جامع ہے جسے حضرت نبی کریم ﷺ نے جبریل پر پیش کیا تھا۔

٣- ذهب ابن جرير الطبري ومن معه إلى أن المصاحف العثمانية لم تشمل إلا على حرف واحد من الحروف السبعة.

٣۔ ابن جریر طبری اور ان کے اصحاب اس طرف گئے ہیں کہ مصاحف عثمانیہ' حروف سبعہ میں سے صرف ایک حرف پر مشتمل ہیں اور علماء نے کہا ہے کہ حروف سبعہ۔

وقالوا: ان الأحرف السبعة كانت أيام الرسول عليه الصلاة والسلام وأبي بكر وعمر فلما كان عهد عثمان رأت الأمة بقيادته ان تقتصر على حرف واحد جمعاً لكلمة المسلمين. ونسخ عثمان بهذا الحرف الذي

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں تھے جب حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا تو آپ کی قیادت میں امت نے دیکھا کہ آپ مسلمانوں کے اتحاد کیلئے ایک حرف پر ہی اقتصار کریں اور حضرت عثمانؓ نے یہ ایک ہی حرف جسے امت نے باقی رکھا تھا تمام مصاحف عثمانؓ

استبقته الأمة وحده جميع المصاحف العثمانية.

میں لکھ دیا۔

قال الزرقاني في ((مناهل العرفان)) ص ٦٦٢ ما نصه (ونحن إذا رجعنا بهذه الأوجه السبعة إلى المصاحف العثمانية وما هو مخطوط بها في الواقع ونفس الأمر، نخرج بهذه الحقيقة التي لا تقبل النقض، ونصل إلى فصل الخطاب في هذا الباب، وهو ان المصاحف العثمانية قد اشتملت على الأحرف السبعة كلها، ولكن على معنى أن كل واحد من هذه المصاحف اشتمل على ما يوافق رسمه من هذه الأحرف كلاً أو بعضاً، بحيث لم تخل المصاحف في مجموعها عن حرف منها رأساً).

زرقانی نے مناہل العرفان کے صفحہ ٦٦٢ پر بیان کیا ہے کہ جب ہم ان سات وجوہ کے ساتھ مصاحف عثمانیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ حقیقت میں وہاں لکھی ہوئی نہیں ہیں تو ہم اس کی حقیقت کے ساتھ جو نقض کو قبول نہیں کرتی باہر نکلتے ہیں اور اس باب میں فصل الخطاب تک پہنچ جاتے ہیں اور وہ یہ کہ مصاحف عثمانیہ سب حروف سبعہ پر مشتمل ہیں مگر ان معنوں میں کہ ان مصاحف میں سے ہر ایک کلًا یا بعضاً ان حروف کے موافق رسم الخط پر مشتمل تھا اور وہ یوں کہ مجموعی طور پر مصاحف ان میں سے ایک حرف سے بھی خالی نہ تھے۔

وقد بين ووضح الشيخ الزرقاني وجود الأوجه السبعة على مذهبه المختار وإن الأوجه السبعة موجودة الآن في المصاحف العثمانية وسأكتفي بذكر مثال من أمثلته غير أن بعض الوجوه السبعة ذكر أنه منسوخة بالعرض الأخيرة.

شیخ زرقانیؒ نے اپنے پسندیدہ مذہب کے مطابق ساتوں وجوہ واضح کر دیں۔ اور یہ کہ ساتوں وجوہ اب بھی مصاحف عثمانیہ میں موجود ہیں اور میں اس کی مثالوں میں سے ایک مثال پر اکتفاء کروں گا ہاں انھوں نے بیان کیا ہے کہ بعض وجوہ سبعہ عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہوگئی ہیں۔

مثاله قوله تعالىٰ ﴿**والذين هم لأماناتهم وعهدهم راعون**﴾ (سورة المؤمنون:٨) المقروئة بجمع الأمانة وإفرادها فقد اشتمل عليها المصحف إذ كان الرسم العثماني فيه هكذا:

اس کی مثال یہ قول الٰہی ہے "**والذين هم لأمانتهم وعهدهم راعون**" (سورۃ المؤمنون:٨) اسے لفظ امانت کے جمع اور مفرد ہونے کی حیثیت سے پڑھا گیا ہے اور مصحف اس پر مشتمل ہے جب کہ اس میں رسم عثمانی یوں ہے:

((لأمنتهم)) برسم المفرد في الحروف ولكن عليها ألف صغيرة لتثير إلى قراءة الجمع وغير منقوطة ولا مشكولة[1].

"لأمنتهم" حروف میں مفرد کی لکھائی کے ساتھ لیکن اس پر چھوٹا الف ہے تاکہ جمع کی قرأت کی طرف اشارہ کرے اور وہ غیر منقوطہ اور بغیر اعراب کے ہے۔

(١) أنظر' مناهل العرفان' ص ٦٦٢۔

مناقشة مذهب الطبري:

قال الطبري أن الأحرف الستة نسخت بإجماع الأمة في عهد عثمان رضي الله عنه وبقي حرف واحد حفاظا لوحدة الأمة الإسلامية من التفرق حين كفر بعضهم بعضاً بسبب اختلاف القراءات وخيفت الفتنة' فلم تجد الأمة حلاً لهذه المشكلة إلا جمع الأمة على قراءة حرف واحد.

الرد عليه:

١ -الصحابة رضوان الله عليهم اختلفوا في القراءة في عهد رسول الله وكادت أن تقع فتنة كما قلتم فكيف حل الرسول عليه السلام هذه المشكلة؟.

إنما كان حله الوحيد إقرار كل من المختلفين على القراءة التي قرأبها وأفهمهم أن تعدد وجوه القراءة هو رحمة من الله بهم وتيسير عليهم: كما دلت عليه الأحاديث المتقدمة:

٢ - وقال في الحديث (إن أمتيّ لا تطيق ذلكّ) وأمته باقية إلى يوم القيامة. كما نشاهد نحن الآن أن بعض الشعوب الإسلامية لا يتيسر لها النطق ببعض الحروف ولا تحسن اتقان بعض اللهجات دون بعض.

٣- بعد ما عرفنا ما تقدم نقول كيف يسوغ لصحابة رسول الله عليهم من الله الرضوان' وعلى رأسهم عثمان بن عفان اغلاق باب الرحمة والتخفيف الذي فتحه الله لأمة الإسلام' مخالفين الرسول عليه الصلاة

طبری کے مذہب کا مناقشہ:

طبریؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں امت کے اجماع سے چھ حروف منسوخ ہو گئے اور امت اسلامیہ کی وحدت کو تفرق سے بچانے کیلئے جب انہوں نے قراءات کے اختلاف کے باعث ایک دوسرے کی تکفیر کی اور فتنہ کا ڈر پیدا ہو گیا اور صرف ایک حرف باقی رہ گیا اور امت نے اس مشکل کا حل صرف حرف واحد کی قرأت پر امت کے جمع ہونے میں پایا۔

اس کا رد:

۱- رسول اللہ ﷺ کے عہد میں صحابہ نے قرأت میں اختلاف کیا اور قریب تھا کہ فتنہ پیدا ہو جاتا جیسا کہ تم نے کہا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مشکل کو کیسے حل کیا؟

اس کا واحد حل' اختلاف کرنے والوں میں سے ہر ایک کا اس قرأت پر قائم رہنا تھا جسے اس نے پڑھا تھا اور آپ نے انہیں سمجھایا کہ وجوہ قراءات کا تعدد اللہ کی ان پر رحمت ہے اور ان کیلئے آسانی ہے جیسا کہ احادیث متقدمہ اس پر دال ہیں۔

۲- حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی اور آپ کی امت قیامت تک باقی ہے جیسا کہ ہم اب دیکھتے ہیں کہ بعض اسلامی شعوب کیلئے بعض حروف کا بولنا آسان نہیں ہے اور دوسرے لہجوں کو چھوڑ کر وہ ایک لہجہ بھی اچھی طرح پختگی سے ادا کر سکتے۔

۳- (حروف سبعہ کے بارے) مذکورہ بحث کے بیان کرنے کے بعد اب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کہ ان کی سربراہی حضرت عثمانؓ کے پاس ہو اللہ کی طرف سے رحمت اور آسانی کے دروازہ کو کیسے بند کر سکتے ہیں اس حال میں کہ وہ اللہ کے رسول کی

والسلام فی علاجه للنزاع الذی حصل بین الصحابة بتقریر هذا التعدد للحروف.

٤- إننا نربأ بأصحاب رسول الله ﷺ أن یکونوا قد وافقوا أو فکروا علی ضیاع ستة أحرف من القرآن الکریم، وهي لم تنسخ لا تلاوة ولا حکما، ولم یکونوا لیخالفوا الرسول فی قوله وعمله.

٥- لو کانت هذه الأحرف نسخت فی عهد عثمان رضی الله عنه لم یبق مجال لأختلاف العلماء فیها ولکننا نجدهم اختلفوا فیها علی نحو من أربعین قولا.

٦- لو فرضنا جدلاً أن الأحرف الستة نسخت فی عهد عثمان فلماذا لا تبقی لمجرد التاریخ فقط فی أعظم کتاب مقدس مع أن الصحابة بینوا الآیات المنسوخة تلاوة أو حکماً وکذلك الآیات المنسوخة والأحادیث الموضوعة وبینوا لکل وجهته.

٧- وقصاری القول ان الصحابة رضی الله عنهم لم یرضوا بمخالفة رسول الله فی قوله أو فعله ولم یکن لهم التبدیل ونسخ ما لم ینسخ من کتاب الله وحاشاهم ان یقدموا علی مثل هذا الفعل رضی الله عنهم وأرضاهم.

بعض الشبهات الواردة علی الموضوع والرد علیها:

الشبهة الأولی:

یقولون: ان المراد بالأحرف السبعة هی

مخالفت کر رہے ہوں اس نزاع کے علاج میں جو صحابہ کرام کے درمیان تعدد حروف کے بارے میں پیدا ہوا۔

۴- ہم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو اس بات سے بری سمجھتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کریم کے چھ حروف کے ضیاع پر موافقت کی ہے ہو یا غور وفکر کیا ہو حالانکہ وہ حکماء اور تلاوۃ منسوخ نہیں ہوئے کیونکہ صحابہ کرام اپنے قول وعمل میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والے تھے۔

۵- اگر یہ حروف حضرت عثمان کے زمانے میں منسوخ ہو جاتے تو ان کے بارے میں علماء کے اختلاف کی گنجائش نہ رہتی لیکن ہم انہیں ان کے بارے میں تقریبا چالیس اقوال پر اختلاف کرتا پاتے ہیں۔

۶- اگر ہم جدل کا ہونا فرض لیں کہ چھ حروف حضرت عثمانؓ کے عہد میں منسوخ ہو گئے ہیں تو وہ سب سے بڑی مقدس کتاب کی تاریخ میں کیوں باقی نہیں رہے جب کہ صحابہ نے تلاوۃ اور حکما منسوخ آیات کی وضاحت کی ہے اور ایسے ہی منسوخ آیات اور موضوع احادیث کی وضاحت کی ہے اور ہر ایک کا نقطہ نظر واضح کیا ہے۔

۷- مختصر یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول کریم ﷺ کے قول اور فعل میں آپ کی مخالفت کو پسند نہیں کیا اور نہ ہی انہوں نے نسخ وتبدیل کیا ہے جو کتاب اللہ سے منسوخ نہیں ہوا اور یہ ان کی شان سے بعید ہے کہ وہ اس قسم کا فعل کریں۔ رضی اللہ عنہم وارضاھم

موضوع پر وارد ہونے والے بعض شبہات اور ان کا رد:

پہلا شبہ:

وہ کہتے ہیں حروف سبعہ سے مراد سبع قراءات ہیں جو

القراء ات السبع المنقولة عن الأئمة السبعة المعروفين عند القراء.

قراء کے مشہور ائمہ سبعہ سے منقول ہیں۔

الرد عليهم:

قولكم هذا باطل من وجوه:

١ - إن قول الرسول ﷺ (ان هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف) يكون عارياً من الفائدة على قولكم حتى يولد الائمة السبعة مع أن قولكم غير صحيح' لان الرسول ﷺ قرأبها وصحابته وتابعيه قبل ميلاد القراء.

قال المحقق ابن الجزري (فلو كان الحديث منصرفاً الى قراء ات السبعة المشهورين او سبعة غيرهم من القراء الذين ولدوا بعد التابعين' لأدى ذلك إلى ان يكون الخبر عارياً عن الفائدة إلى ان يولد هؤلاء السبعة' فتؤخذ عنهم القراء ة' وأدى أيضاً إلى انه لا يجوز لاحد من الصحابة ان يقرأ إلا بما يعلم ان هؤ لاء السبعة من القراء إذا ولدوا وتعلموا اختاروا القراءة به وهذا باطل إذ طريق أخذ القراء ة ان تؤخذ عن امام ثقة لفظاً عن لفظ إماماً عن إمام إلى ان يتصل بالنبي ﷺ)) أهـ.

٢ - ان الأحرف السبعة أعم من القراءات السبع عموماً مطلقاً لأن الأحرف السبعة تشمل القراء ات التى قرأ بها الرسول ﷺ وتشمل أيضاً ما وصل الى هؤلاء القراء السبعة وما نسخ قبل إن يصل اليهم وتنتظم جميع القراء ات صحيحها ومنكرها وشاذها فما دام أن الاحرف

شبہ کا جواب:

تمہارا یہ قول کئی وجوہ سے باطل ہے۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے تمہارے قول کے مطابق فائدے سے خالی ہوگا حتیٰ کہ ائمہ سبعہ پیدا ہوں حالانکہ تمہارا قول غلط ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے صحابہ نے اور آپ کے تابعین نے قراء کی پیدائش سے پہلے انہیں پڑھا ہے۔

محقق ابن الجزری نے بیان کیا ہے کہ: اگر حدیث مشہور قراء ات سبعہ کی طرف یا دوسرے قراء کی طرف منصرف ہوئی جو تابعین کے بعد پیدا ہوئے تو اس امر کی طرف پہنچائے گی کہ یہ حدیث فائدہ سے خالی ہو یہاں تک کہ یہ سات قراء پیدا ہوں اور ان سے قرأت سیکھی جائے نیز اس امر کی طرف بھی پہنچائی ہے کہ کسی صحابی کیلئے جائز نہیں کہ وہ پڑھے مگر وہی جو ان سبعہ قراء سے معلوم کرے جب وہ پیدا ہوں اور علم حاصل کریں اور اس کی قرأت کو اختیار کریں اور یہ باطل ہے جب کہ قرأت کے اخذ کا طریق یہ ہے کہ اسے ثقہ امام سے لفظ بہ لفظ سیکھا جائے اور امام امام سے سیکھے حتیٰ کہ حضرت نبی کریم ﷺ تک پہنچ جائے۔

۲۔ حروف سبعہ مطلقاً عموماً قرأت سبعہ سے اعم ہیں اس لئے کہ حروف سبعہ ان قراء ات پر مشتمل ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہیں نیز وہ اس پر بھی مشتمل ہیں جو ان قراء سبعہ تک پہنچا ہے اور جو ان تک پہنچنے سے پہلے منسوخ ہو چکا ہے اور سب قراء ات صحیح اور منکر اور شاذ درست ہو جاتی ہیں پس جب تک حروف' قراءات سے اعم ہوں گے تو وہ اصلاً

اعم من القراء ات فلا تكون هی نفس القراءات.

۳- من المحال عقلاً أن يفرض الرسول عليه السلام قراء ة القرآن على صحابته بقراء ة القراء الذين لم يخلقوا بعد، وهذا الرأی باطل.

الشبهة الثانية:

يقولون: ان أحاديث نزول القرآن الكريم على سبعة أحرف تثبت الاختلاف مع ان القرآن نفسه ينفی الاختلاف بقوله تعالى ﴿أفلا يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً﴾(سورة النساء :۸۲). وذلك تناقض ولا ندری أيهما الصادق.

الجواب:

ان الاختلاف الذی تثبته الأحاديث غير الذی ينفيه القرآن وعلى هذا كلاهما صادق. إذ ان الاختلاف الذی تثبته الأحاديث فيما يتعلق بطرق الأداء والنطق بألفاظ القرآن فی دائرة محدودة لا تعلو سبعة أحرف، وبشرط التلقی فيها كلها عن النبی ﷺ.

فعلى هذا يكون الاختلاف فی الأحاديث بمعنى: التنويع اما القرآن فينفی التناقض بين أحكامه ومعانيه وتعاليمه مع ثبوت التنويع فی التلفظ والأداء[1].

والحاصل:

قال الشيخ شهاب الدين أبو شامة: وهذا المجموع فی المصحف: هل هو جميع

قراءات نہ ہوں گے۔

۳- یہ عقلاً محال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ پر قرأت قرآن فرض قرار دیں ان لوگوں کی قرأت سے جو ابھی پیدا نہیں ہوئے یہ رائے باطل ہے۔

دوسرا شبہ:

وہ کہتے ہیں کہ سات حروف پر قرآن کریم کے نزول کی احادیث اختلاف کو ثابت کرتی ہیں حالانکہ خود قرآن کریم اختلاف کی نفی کرتا ہے "افلا يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا" (سورۃ النساء:۸۲) یہ تناقض ہے ہم نہیں جانتے کہ ان دونوں میں سے کون سچا ہے۔

جواب:

وہ اختلاف جسے احادیث ثابت کرتی ہیں وہ اس کے خلاف ہے جس کی قرآن نفی کرتا ہے اس صورت میں دونوں سچے ہیں وہ اختلاف جسے احادیث ثابت کرتی ہیں وہ ادا کے طرق اور الفاظ قرآن کے تلفظ سے جو محدود دائرہ میں سات حروف سے تجاوز نہیں کرتا تعلق رکھتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ سب رسول اللہ ﷺ سے سیکھے ہوں۔

اس بناء پر احادیث میں اختلاف تنوع کے معنوں میں ہوگا اور قرآن اپنے احکام و معانی اور تعلیمات کے درمیان تلفظ اور ادائیگی کی تنوع کے ثبوت کے ساتھ تناقض کی نفی کرتا ہے۔

حاصل:

شیخ شہاب الدین ابو شامہؒ نے بیان کیا ہے کہ مصحف کا یہ مجموعہ کیا وہ سارے حروف سبعہ ہیں جن پر قرأت قائم ہے؟

(۱) نقلاً عن مناهل العرفان ص۱۷۹ بتصرف.

الأحرف السبعة التی اقیمت القراءة علیها؟ أو حرف واحد فیها؟ قال القاضی أبو بکر إنه جمیعها' وصرح أبو جعفر الطبری والأکثرون من بعده بأنه حرف منها' ومال الشیخ الشاطبی إلی قول القاضی فیما جمعه أبو بکر' وإلی قول الطبری فیما جمعه عثمان رضی الله عنه.

قال الزرکشی فی البرهان:

قال بعض المتأخرین: القراء ات السبع التی قرأها القراء السبعة کلها صحت عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم' وهو الذی جمع علیه عثمان رضی الله عنه المصحف' وهذه القراء ات السبع اختیارات أولئك القراء فإن کل واحد منهم اختار فیما روی وعلم وجهة من القراء ة ما هو الأحسن عنه' ولزم طریقة منها ورواها وقرأبها' واشتهرت عنه ونسبت الیه' فقیل حرف نافع وحرف ابن کثیر' ولم یمنع واحد منهم حرف الآخر ولا أنکره بل سوغه وحسنه.

إلی ان قال: وقد أجمع المسلمون فی هذه الأعصار علی الاعتماد علی ما صح عنهم' وکان الإنزال علی الأحرف السبعة توسعة من الله ورحمة للأمة' إذ لو کلف کل فریق منهم ترك لغته والعدول عن عادة نشؤا علیها' من الامالة والهمز' والتلیین' والمد' وغیره لشق علیهم.

القراءات المشهورة:

فی نهایة البحث نری لزاماً علینا ان نتکلم

یا ان میں سے ایک حرف ہے؟ قاضی ابوبکر نے کہا ہے یہ وہ سب حروف ہیں اور ابوجعفر طبری نے صراحت کی ہے اور اس کے بعد کے اکثر لوگوں نے بھی کہ یہ ان میں سے ایک حرف ہے اور شیخ شاطبی بھی قاضی کے قول کی طرف مائل ہیں کہ اسے حضرت ابوبکرؓ نے جمع کیا ہے اور طبری کے قول کی طرف بھی جسے حضرت عثمانؓ نے جمع کیا ہے۔

زرکشی نے برہان میں بیان کیا ہے۔

کہ بعض متاخرین نے کہا ہے کہ قراءات سبعہ جو قراء سبعہ نے پڑھی ہیں سب کی سب حضرت نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہیں اور حضرت عثمان نے مصحف کو اسی قرأت پر جمع کیا ہے اور یہ قراءات سبعہ ان قراء کی پسندیدہ ہیں ان میں سے ہر ایک نے جسے پسند کیا اسے روایت کیا ہے اور قرأت کے مرتبہ کو معلوم کیا جو اس سے احسن ہوا اور اس کے طریقے سے لازم رہا اور اسے روایت کیا اور پڑھا، اور وہ قرأت اس سے شہرت پا گئی اور اس کی طرف منسوب ہوگئی اور کہا گیا حرف نافع اور حرف ابن کثیر اور ان میں سے کسی نے دوسرے کے حرف کو نہ روکا اور نہ اس کا انکار کیا بلکہ جائز قرار دیا اور اس کی تحسین کی اس نے یہاں تک کہا ہے کہ ان زبانوں میں مسلمانوں نے جو ان سے صحیح پہنچا ہے اس پر اعتماد کیا ہے اور حروف سبعہ پر اتارنا اللہ کی جانب سے امت کیلئے کشادگی اور رحمت تھی اور اگر ان میں سے ہر فریق کو اپنی لغت کے ترک کرنے اور اس معمول سے جس پر انہوں نے نشونما پائی ہے عدول کرنے کا مکلف کیا جاتا یعنی امالہ ھمزہ تلیین اور مد وغیرہ سے تو انہیں شاق گزرتا۔

مشہور قراءات:

بحث کے آخر میں ہم اپنے پر لازم سمجھتے ہیں کہ ہم

علی نبذة مختصرة عن القراء ات وكيف نشأت؟ ومن هم القراء المشهورون؟

قراءات کے بارے میں مختصر گفتگو کریں کہ وہ کیسے پروان چڑھیں؟ اور کون مشہور قراء ہیں؟

تعريف القراءات:

القراءات جمع قراءة: مصدر قرأ يقرأ قراءة. واصطلاحاً: مذهب من مذاهب النطق في القرآن يذهب به إمام من الأئمة القراء مذهبا يخالف غيره في النطق بالقرآن الكريم وهي ثابتة بأسانيدها إلى رسول الله ﷺ.

قراءات کا تعارف:

قراءات' قراءة کی جمع ہے' مصدر قرأ یقرأ قراءة ہے اور اصطلاحاً قرآن کے نطق کے مذاہب میں سے ایک مذہب کو کہتے ہیں جسے ائمہ قراء میں سے کوئی امام اختیار کرتا ہے اور وہ نطق بالقرآن میں دوسرے کی مخالفت کرتا ہے اور یہ اپنی اسانید کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک ثابت ہیں۔

هل كان في عهد الصحابة قراء؟

نعم يرجع عهد القراء الذين اقاموا الناس على طرائقهم في التلاوة الى عهد الصحابة الكرام.

فقد اشتهر بالاقراء منهم: أبي' وعلي' وزيد بن ثابت' وابن مسعود وأبو موسى الاشعري وغيرهم.

وعن هؤلاء اخذ كثير من الصحابة والتابعين في الأمصار وكلهم يسند إلى رسول الله ﷺ الى ان جاء عهد التابعين في المائة الاولى فتجرد قوم واعتنوا بضبط القراءة عناية تامة حين دعت الحاجة الى ذلك وجعلوها علماً كما فعلوا بعلوم الشريعة الأخرى.

کیا عہدِ صحابہ میں قراء تھے؟

ہاں! جن قراء نے لوگوں کو تلاوت میں اپنے طریقوں پر قائم کیا ان کا عہد' صحابہ کرامؓ کے عہد کی طرف لوٹتا ہے۔

ان میں سے پڑھانے میں حضرت ابی بن کعب' حضرت علی' حضرت زید بن ثابت' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شہرت پائی۔

اور شہروں میں ان سے بہت سے صحابہ اور تابعین نے سیکھا اور وہ سب کے سب رسول اللہ ﷺ کی طرف اسناد کرتے تھے یہاں تک کہ پہلی صدی میں تابعین کا عہد آ گیا تو کچھ لوگ نکلے اور جب انہیں ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے ضبطِ قرأت کا مکمل اہتمام کیا اور اسے انہوں نے اسے ایک مستقل علم بنا دیا جیسے انہوں نے شریعت کے دوسرے علوم کے ساتھ کیا۔

ونعود ونقول كيف نشأت القراءات:

عرفنا آنفاً ان عهد القراء من عهد الصحابة الى عهد التابعين' وان المعول عليه في القرآن الكريم إنما هو التلقي والأخذ ثقة عن ثقة وإماماً عن إمام الى النبي ﷺ. وكانت المصاحف غير

قراءات کیسے پروان چڑھیں؟

ابھی معلوم ہوا ہے کہ قراء کا زمانہ عہد صحابہ سے تابعین تک ہے اور قرآن کریم کے بارے میں جس پر بھروسہ کیا جاتا ہے وہ صرف ثقہ کا ثقہ سے اور امام کا امام سے حضرت نبی کریم ﷺ تک سیکھنا ہے اور مصاحف غیر منقوط اور بغیر

منقوطة ولا مشكولة. وأن صورة الكلمة فيها كانت محتملة لكل ما يمكن من وجوه القراءات المختلفة' واذا لم تحتملها كتبت الكلمة بأحد الوجوه فی مصحف' ثم كتبت فی مصحف آخر بوجه آخر وهلم جراً.

اعراب کے ہوتے تھے اور لفظ کی صورت تمام ممکن وجوہ قراءات کی متحمل ہوتی تھی اور جب وہ ان کی متحمل نہیں ہوتی تھی تو مصحف میں وہ لفظ ایک وجہ پر لکھا جاتا تھا پھر دوسرے مصحف میں دوسری وجہ پر لکھا جاتا تھا۔ وھلم جرا

فلا غرو ان كان التعويل علی الرواية والتلقی هو العمدة فی باب القراءة والقرآن.

اگر روایت اور سیکھنے پر مدار ہے تو یہ تعجب کی بات نہیں یہ قرآن اور قرأت کے باب میں بھروسے کی چیز ہے۔

ثم ان الصحابة رضوان الله عليهم قد اختلف اخذهم عن رسول الله ﷺ فمنهم من قرأ بحرف ومنهم من أخذه عنه بحرفين' ومنهم من زاد' ثم تفرقوا فی البلاد وهم علی هذه الحال.

پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھنے میں اختلاف ہے ان میں سے بعض نے ایک حرف سے پڑھا اور بعض نے آپ سے دو حرفوں سے سیکھا اور بعض نے زیادہ سیکھا پھر وہ اسی حالت میں شہروں میں پھیل گئے۔

وكان عثمان رضی الله عنه حين بعث المصاحف الی الآفاق ارسل مع كل مصحف من يوافق قراء ته فی الأكثر الغالب' وعند تفرق الصحابة فی البلدان مع اختلافهم فی القراء ات نقل ذلك عنهم التابعون ومن تبعهم واختلف بسبب ذلك اخذ التابعين حتی وصل الأمر علی هذا النحو الی الأئمة القراء المشهورين الذين تخصصوا وانقطعوا للقراءات يضبطونها ويعنون بها وينشرونها.

حضرت عثمانؓ نے جب مصاحف کو آفاق کی طرف بھیجا تو ہر مصحف کے ساتھ اسے بھی بھیجا جس کی قرأت اکثر و غالب طور پر اس کے موافق تھی اور اپنی اپنی قرأت کے ساتھ صحابہ کے شہروں میں پھیل جانے سے تابعین اور تبع تابعین نے ان سے اسے روایت کیا اس کے باعث تابعین میں اختلاف ہو گیا۔ حتی کہ اس طریق سے یہ معاملہ مشہور ائمہ قراء تک پہنچ گیا جو باہر ہو گئے اور قراء ات کیلئے انہوں نے انقطاع اختیار کر لیا وہ انہیں ضبط کرتے تھے اور ان کا اہتمام کرتے تھے اور ان کی نشر و اشاعت کرتے تھے۔

هذا منشأ علم القراء ات واختلافها وان كان هذا الاختلاف يرجع فی الواقع إلی امور يسيرة بالنسبة لمواضع الاتفاق الكثيرة كما هو معلوم وهذا الإختلاف فی حدود الاحرف السبعة التی نزل عليها القرآن الكريم كلها من عند الله.

یہ علم قراءات اور ان کے اختلاف کا مولود منشاء ہے اگرچہ یہ اختلاف فی الواقعہ بہت سی اتفاق کی جگہوں کی نسبت سے معمولی امور کی طرف لوٹتا ہے جیسا کہ معلوم ہی ہے اور یہ اختلاف ان حروف سبعہ کی حدود میں ہے جن پر سارا قرآن کریم اللہ کی جانب سے نازل ہوا ہے۔

ويحسن في هذا المقام ان ننقل ما كتبه الشيخ الزرقاني في كتابه ((مناهل العرفان)) وقد نقله من كتاب للنويري مخطوط بدار الكتب المصرية وضعه شرحاً للطيبة في القراء ات.

قال: (والاعتماد في نقل القرآن على الحفاظ' ولذلك ارسل (أي عثمان رضي الله عنه) كل مصحف مع من يوافق قراء ته في الاكثر وليس بلازم. وقرأ كل مصر بما في مصحفهم' وتلقوا ما فيه من الصحابة الذين تلقوه عن النبي ﷺ. ثم تجرد للأخذ عن هؤلاء قوم اسهروا ليلهم في ضبطها' واتعبوا نهارهم في نقلها' حتى صاروا في ذلك هؤلاء قوم اسهروا ليلهم في ضبطها' واتعبوا نهارهم في نقلها' حتى صاروا في ذلك أئمة للأقتداء' وأنجماً للإهتداء وأجمع اهل بلدهم على قبول قراء تهم' ولم يختلف عليهم اثنان في صحة روايتهم ودرايتهم' ولتصديهم للقراء ة نسبت اليهم' وكان المعول فيها عليهم.

((ثم ان القراء بعد هؤلاء كثروا' وفي البلاد انتشروا وخلفهم امم بعد امم' وعرفت طبقاتهم' واختلفت صفاتهم' فكان منهم المتقن للتلاوة' المشهورة بالرواية والدارية' ومنهم المحصل لوصف واحد' ومنهم المحصل لاكثر من واحد فكثر بينهم لذلك الاختلاف وقل منهم الائتلاف.

اس مقام پر شیخ زرقانیؒ نے اپنی کتاب مناھل العرفان میں جو لکھا ہے اس کا نقل کرنا ہمارے لئے اچھا ہوگا اور انھوں نے اسے زہری کی مخطوط کتاب سے نقل کیا ہے جو دارالکتب مصریہ میں ہے انھوں نے اسے طیبہ کی شرح بتایا ہے جو قراء ات کے بارے میں ہے انھوں نے بیان کیا ہے۔

نقل قرآن کے بارے میں حفاظ پر اعتماد ہے اسی لئے حضرت عثمانؓ نے ہر مصحف کو اسکے ماہر ساتھ بھیجا جس کی قرأت اس کے اکثر کے موافق تھی اور یہ لازم نہیں ہے اور ہر شہر والوں نے وہ پڑھا جو ان کے مصحف میں تھا اور جو کچھ اس میں تھا وہ انہوں نے ان صحابہ سے سیکھا جنھوں نے اسے حضرت نبی کریم ﷺ سے سیکھا تھا پھر ان سے سیکھنے کیلئے کچھ لوگ نکلے جنہوں نے ان کے ضبط میں اپنی راتوں کو بے خواب کیا اور ان کی نقل میں اپنے دنوں کو درماندہ کیا حتی کہ وہ اس بارے میں اقتداء کے ائمہ اور راہنمائی کے ستارے بن گئے اور ان کے شہروں کے باشندوں نے ان کی قراءات کے قبول کرنے پر اتفاق کیا اور ان کے متعلق دو آدمیوں نے بھی ان کی صحت روایت و درایت اور جو قراءات ان کی طرف منسوب کی گئی ہے اس کے درپے ہونے کے بارے میں اختلاف نہیں کیا اور اس بارے میں انہی پر اعتماد تھا۔

پھر ان کے بعد قراء بکثرت ہو گئے اور شہروں میں پھیل گئے اور قوموں کے بعد قوموں نے ان کی جانشینی کی اور ان کے طبقات مشہور ہو گئے اور ان کی صفات مختلف ہو گئیں ان میں پختہ تلاوت والے بھی تھے اور روایت و درایت میں شہرت یافتہ بھی تھے ان میں ایک وصف کے محصل بھی تھے اور ایک وصف سے زیادہ کے بھی محصل تھے اس لئے ان میں اختلاف زیادہ ہو گیا اور اتفاق کم ہو گیا۔

فقام عند ذلك جهابذة الائمة، وصناديد الأمة فبالغوا فى الاجتهاد بقدر الحاصل، وميزوا بين الصحيح والباطل، وجمعوا الحروف والقراءات، وعزوا الاوجه والروايات، وبينوا الصحيح والشاذ، والكثير والفاذ بأصول اصلوها وأركان فضلوها.(1) الخ)).

اس وقت ائمہ کے نقاد اور امت کے صنادید کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بقدر استطاعت اجتہاد کے بارے میں کوشش و مشقت میں کوئی کوتاہی نہ چھوڑی اور صحیح اور باطل کے درمیان فرق کیا اور حروف وقراءات کو جمع کیا اور وجوہ اور روایات کو عزت دی اور صحیح اور شاذہ اور کثیر اور فاذ کو ان اصول وارکان کے ساتھ واضح کیا جن کو انہوں نے شرف و فضیلت دی تھی۔

عدد القراء ات وانواعها:

ذكر صاحب كتاب (الإتقان) ان القراء ات، متواترة، ومشهورة، وآحاد، وشاذ، وموضوع، ومدرج.

قراءات کی تعداد اور ان کی انواع:

صاحب اتقان نے بیان کیا ہے کہ قراءات، متواتر، مشہور، احاد، شاذہ، موضوع، اور مدرج ہیں۔

قال القاضى جلال الدين البلقينى: القراء ة تنقسم الى متواتر وآحاد وشاذ: فالمتواتر القراءات السبع المشهورة.

والآحاد قراء ة الثلاثة التى هى تمام العشر ويلحق بها قراءة الصحابة.

والشاذ قراء ة التابعين كالأعمش ويحيى بن وثاب، وابن جبير ونحوهم.

قال السيوطى هذا الكلام فيه نظر وأحسن من تكلم فى هذا النوع إمام القراء فى زمانه الشيخ ابو الخير بن الجزرى قال فى اول كتابه ((النشر)) كل قراء ة وافقت العربية ولو بوجه، ووافقت احد المصاحف العثمانية ولو احتمالا وصح سندها فهى القراء ة الصحيحة التى لا يجوز ردها ولا يحل انكارها بل هى من

قاضی جلال الدین بلقینی نے بیان کیا ہے کہ قرأۃ متواتر احاد اور شاذ میں منقسم ہوتی ہے پس سات مشہور قراءات متواتر ہیں

اور احاد ان تین کی قرأت ہے جو دس کو مکمل کرنے والی ہے اور صحابہ کی قرأۃ کو بھی اس کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔

اور شاذ، تابعین کی قرأت ہے جیسے اعمش، یحییٰ بن وثاب اور ابن جبیر وغیرہ کی قرأۃ۔

سیوطی نے بیان کیا ہے کہ یہ کلام غور کے قابل ہے اور اس نوع کے بارے میں سب سے خوبصورت گفتگو اپنے زمان کے امام القراء شیخ ابوالخیر الجزری نے کی ہے آپ نے اپنی کتاب "النشر" کے شروع میں بیان کیا ہے کہ سب قراءات عربی کے موافق ہیں خواہ ایک وجہ سے ہوں اور مصاحف عثمانیہ کے ایک مصحف سے موافقت رکھتی ہیں خواہ احتمالی موافقت ہی ہو اور ان کی سند صحیح ہے اور یہی وہ صحیح

(1) انظر مناهل العرفان ج1 ص407.

الاحرف السبعة التي نزل بها القرآن ووجب على الناس قبولها سواء كانت عن الأئمة السبعة أم عن العشرة ام عن غيرهم من الائمة المقبولين ومتى اختل ركن من هذه الأركان الثلاثة اطلق عليها شاذه او باطله سواء كانت عن السبعة ام عمن هو اكبر منهم' هذا هو الصحيح عند ائمة التحقيق من السلف والخلف(۱).

قرأت ہے جس کا رد کرنا جائز نہیں اور نہ اس کا انکار کرنا جائز ہے بلکہ یہ ان حروف سبعہ میں سے ہے جن کے ساتھ قرآن نازل کیا گیا ہے اور لوگوں پر ان کا قبول کرنا واجب ہے خواہ وہ ائمہ سبعہ کی جانب سے ہوں یا ائمہ عشرہ کی طرف سے ہوں یا دوسرے مقبول ائمہ کی طرف سے ہوں اور جب ان ارکان ثلاثہ میں سے ایک رکن خراب ہو جائے تو اس پر شاذہ یا باطلہ کا اطلاق کیا جائے گا خواہ وہ سبعہ کی طرف سے ہو یا ان کی طرف سے ہو جو ان سے بھی زیادہ بڑے ہیں اور سلف وخلف کے ائمہ تحقیق کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

قال صاحب الطيبة في ضابط قبول القرائات:

وكل ما وافق وجه النحو
وكان للرسم احتمالاً يحوى
وصح اسناداً هو القرآن
فهذه الثلاثة الاركان
وحيثما يختل ركن أثبت
شذوذه لوأنه في السبعة

صاحب الطیبہ نے قراءات کے قبول کے ضابطہ کے بارے میں کہا ہے:

”ہر وہ بات جو نحو کی وجہ کے موافق ہو اور وہ لکھنے کے احتمال کو بھی حاوی ہو اور اسناداً صحیح ہو وہ قرآن ہے اور یہی تین ارکان ہیں اور جہاں کوئی رکن خراب ہوتا ہے اس کا شذوذ ثابت ہو جاتا ہے خواہ وہ سبعہ میں سے ہو۔“

والقراءات: قيل: القراءات السبع' والقراءات العشر' والقراءات الأربع عشرة' وأحظى الجميع بالشهرة' ونباهة الشأن' القراءات السبع.

قراءات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ سات قراءات' دس قراءات' اور چودہ قراءات اور شہرت وشرافت میں سب سے زیادہ نصیب والی سات قراءات ہیں۔

وتنسب هذه القراء ات الى الائمة السبعة المعروفين وهم: نافع' وعاصم' وحمزة' وعبدالله بن عامر' وعبدالله بن كثير' وأبو عمرو بن العلاء' وعلى الكسائي.

اور یہ قراءات سات مشہور ائمہ کی طرف منسوب ہوتی ہیں اور وہ نافع' عاصم' حمزہ' عبداللہ بن عامر' عبداللہ بن کثیر' ابو عمرو بن العلاء اور علی الکسائی ہیں۔

(۱) أنظر مناهل العرفان' ج۱ ص۴۰۹.

والقراءات العشر هذه السبعة وزيادة قراءة: أبي جعفر، ويعقوب، وخلف.

اور دس قراءات، یہ سات، اور اضافۃ ابوجعفر، یعقوب اور خلف کی قراءات ہیں۔

والقراءات الأربع عشرة، بزيادة أربع على قراءات هؤلاء العشرة وهي: قراءة الحسن البصرى، وابن محيص، ويحيى اليزيدى، والشنبوذى.

اور چودہ قراءات ان دس قراءات پر چار کے اضافے کے ساتھ ہیں اور وہ حسن بصری ابن محیص، یحیٰ یزیدی اور شنبوذی کی قراءات ہیں۔

أول من صنف في القراءات:

قراءات کے بارے میں پہلے مصنف:

علم القراءات أتى عليه حين من الدهر لم يكن شيئاً مذكوراً.

علم قراءات پر وہ زمانہ بھی آیا ہے کہ کوئی قابل ذکر بات نہ تھی۔

واول من صنف فى القراءات امثال ابى عبيد القاسم بن سلام، وأبى حاتم السجستانى، وأبى جعفر الطبرى، واسماعيل القاضى.

سب سے پہلے قراءات کے متعلق تصنیف کرنے والے ابو القاسم بن سلام، ابو حاتم بجستانی، ابو جعفر طبری اور قاضی اسماعیل جیسے لوگ ہیں۔

متي اشتهرت قراءة السبعة؟

قراءات سبعہ کب مشہور ہوئیں؟

اشتهرت قرائة السبعة على رأس المائين فى الأمصار الإسلامية.

قراءات سبعہ کثرت کے ساتھ اسلامی ممالک میں رواج پکڑتی رہیں۔

فكان الناس فى البصرة على قراءة (أبى عمرو) و (يعقوب) وبالكوفة على قرائة (حمزة) و(عاصم).

بصرہ کے لوگ ابی عمرو اور یعقوب، کوفہ کے حمزہ اور عاصم،

وبالشام على قراءة (ابن عامر).

شام کے ابن عامر،

وبمكة على قراءة (ابن كثير).

مکہ کے ابن کثیر

وبالمدينة على قراءة (نافع).

اور مدینہ کے لوگ قراءات میں نافع کی اقتداء کرتے تھے۔

متي دونت القراءات؟

قراءات کب مدون ہوئیں:

دونت فى نهاية القرن الثالث ببغداد على يد الامام ابن مجاهد أحمد بن موسىٰ بن عباس فجمع قراءات هؤلاء السبعة غيه أنه اثبت اسم الكسائى وحذف يعقوب.

تیسری صدی کے آخر میں بغداد میں امام ابن مجاہد احمد بن موسیٰ بن عباس کے ہاتھ پر مدون ہوئیں۔

اس نے ان سات قراءات کو جمع کیا مگر اس نے کسائی کے نام کو لکھا اور یعقوب کے نام کو حذف کر دیا۔

طريقته:

كان آخذاً على نفسه ألا يروى إلا عمن اشتهر بالضبط، والأمانة، وطول العمر في ملازمة القراءة، واتفاق الآراء على الأخذ عنه والتلقي منه.

واقتصار ابن مجاهد على هؤلاء السبعة، ليس بحاصر للقراء فيهم، ولا بملزم أحداً أن يقف عند حدود قراءتهم.

القراء السبعة المشهورون:

القراءات المتواترة نقلت لنا عن القراء الحفظة، المشهورين بالحفظ والضبط والإتقان. وهم أئمة القراءات المشهورة، الذين نقلوا لنا قراءة الصحابة عن رسول الله ﷺ وكان لهم فضل العلم والتعليم، لكتاب الله العظيم كما قال صلوات الله وسلامه عليه (خيركم من تعلم القرآن وعلمه) وقد جمع الشيخ ابو اليسر عابدين هؤلاء القراء في بيتين من الشعر فقال:

فنافع، وابن كثير، وعاصم
وحمزة، ثم أبو عمرو همو
مع ابن عامر أتى الكسائي
أئمة السبع بلا امتراء

القراء السبعة:

١- ابن عامر: اسمه عبدالله اليحصبي قاضي دمشق في خلافة الوليد بن عبدالملك، ويكنى أبا عمران، وهو تابعي، وقد أخذ القراءة عن المغيرة بن أبي شهاب المخزومي، عن عثمان بن عفانؓ، عن رسول الله ﷺ توفي

ان کا طریقہ کار:

وہ اپنے نفس کی نگرانی کرنے والا تھا کہ وہ صرف اس سے روایت کرے گا جو ضبط، امانت، قرأت سے عمر بھر وابستگی میں مشہور ہو اور اس سے سیکھنے پر آراء کا اتفاق ہو۔

ابن مجاہدؒ کا ان سات پر اقتصار کرنا ان میں قراء کا حصر کرنا نہیں ہے اور نہ کسی کو پابند کرنا ہے کہ وہ ان کی قراءات کی حدود پر کھڑا رہے۔

سات مشہور قراء:

قراءات متواترہ ہمارے لئے حفاظ سے نقل کی گئی ہے جو حفظ، ضبط اور اتقان میں مشہور ہیں اور وہ قراءات مشہورہ کے ائمہ ہیں جنھوں نے ہمارے لئے صحابہ کی قرأت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا اور انہیں کتاب اللہ کے علم و تعلیم کی فضیلت حاصل تھی جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تم میں بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور اسے سکھایا اور شیخ ابوالیسر عابدین نے ان قراء کو دو شعروں میں اکٹھا کر دیا ہے۔

نافع و ابن کثیر، وعاصم۔
وحمزہ ثم ابو عمرو ھمو
مع ابن عامر اتی الکسائی۔
ائمۃ السبع بلا امترا،

سات قراء:

ا-ابن عامر آپ کا نام عبداللہ الیحصبی ہے آپ ولید بن عبدالملک کی خلافت میں دمشق کے قاضی رہے آپ کی کنیت ابوعمران ہے آپ تابعی ہیں آپ نے قرات مغیرہ بن ابوشہاب مخزومی سے سیکھی انھوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے قرأت سیکھی آپ نے

بدمشق سنة ثماني عشر ومائة، وقد اشتهر برواية قراء ته هشام وابن ذكوان.

قال فيهم صاحب الشاطبية:

واما دمشق الشام دار بن عامر
فتلك بعبد الله طابت محللا
هشام و عبدالله وهو انتسابه
لذكوان بالاسناد عنه تنقلا

٢- ابن كثير: هو ابو محمد، عبدالله بن كثير الداري المكي كان إمام الناس في القراء ة بمكة، وهو تابعي لقي من الصحابة عبدالله بن الزبير، وأبا أيوب الأنصاري وأنس بن مالك وتوفي بمكة سنة مائة وعشرين.

وراوياه: البزي (ت ٢٥٠) وقنبل (ت ٢٩١هـ).

قال فيهم صاحب الشاطبية:

ومكة عبدالله فيها مقامه
هو ابن كثير كاثر القوم معتلا
روى أحمد البزي له ومحمد
على سند وهو الملقب قنبلا

٣- عاصم الكوفي: هو عاصم بن أبي النجود الأسدي، ويقال له: ابن بهدلة، ويكنى أبا بكر، وهو تابعي.

توفي بالكوفة سنة ١٢٧ او ١٢٨هـ وراوياه شعبة (ت ١٩٣هـ) وحفص (ت ١٨٠هـ).

يقول فيهم صاحب الشاطبية:

وبالكوفة الغراء منهم ثلاثة

۱۱۸ھ میں دمشق میں وفات پائی اور آپؒ کی قرأت کی روایت میں ہشام اور ابن ذکوان نے شہرت پائی۔

ان کے بارے میں صاحب الشاطبیہ نے کہا ہے:

(ترجمہ:) ''شام کا دمشق' ابن عامر کا گھر ہے اور یہ عبداللہ کا ہے اس کے ٹھہرنے کی جگہ اچھی ہے۔''

ہشام اور عبداللہ اس کا انتساب ہے اور ذکوان اس سے اسناد نقل کرتا ہے۔

۲- ابن کثیر: ابو محمد عبداللہ بن کثیر الداری مکی آپ مکہ میں قرأۃ میں لوگوں کے امام تھے آپ تابعی ہیں آپ نے صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت ابو ایوب انصاری اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے آپ نے مکہ میں ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔

اور آپ کے راوی البزی (ت ۲۵۰) اور قنبل (ت ۲۹۱ھ) ہیں۔

ان کے بارے میں صاحب الشاطبیہ نے کہا ہے:

'' مکہ میں عبداللہ کا مقام ہے وہ ابن کثیر ہے وہ مغفول ہو کر قوم پر غالب آیا ہے احمد البزی اور محمد نے اس کے لئے سند پر روایت کی ہے اور وہ قنبل کے لقب سے ملقب ہے۔''

۳- عاصم کوفی: عاصم بن ابی النجود الأسدی آپ کو ابن بہدلہ بھی کہا جاتا ہے آپ کی کنیت ابو بکر ہے آپ تابعی ہیں۔

آپ نے کوفہ میں ۱۲۷ھ یا ۱۲۸ھ میں وفات پائی آپ کے راوی شعبہ (ت ۱۹۳ھ) اور حفص (ت ۱۸۰ھ) ہیں۔

ان کے بارے میں صاحب الشاطبیہ فرماتے ہیں

اور خوبصورت کوفہ میں ان میں سے تین ایسے

أذاعوا فقد ضاعت شذى وقرنفلا
فأما أبو بكر وعاصم اسمه
فشعبة روايه المبرز أفضلا
وذاك بن عياش أبو بكر الرضا
وحفص وبالاتقان كان مفضلا

شخص رہتے ہیں جنہوں نے قرأت کوشہرت دی اور مشک کی خوشبو اور لونگ ضائع ہو گئے ابو بکر کا نام عاصم ہے اور شعبہ اس کا افضل راوی مبرز ہے اور وہ ابن عیاش ابو بکر الرضا ہے اور حفص' پختگی سے فضیلت دیا گیا ہے۔

٤ - ابو عمرو: هو ابو عمرو زبان بن العلا بن عمار البصرى شيخ الرواة وقيل اسمه يحيى' وقيل اسمه كنيته' توفى بالكوفة سنة أربع وخمسين ومائة. وراوياه: الدورى (ت ٢٤٦هـ) والسوسى (ت ٢٦١هـ).

۴ - ابو عمرو: ابو عمرو زبان بن العلاء بن عمار بصری شیخ الاوی ہے کہتے ہیں آپ کا نام یحیٰی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا نام ہی آپ کی کنیت ہے آپ نے کوفہ میں ۱۵۴ھ میں وفات پائی اور آپ کے راوی الدوری (ت ۲۴۶ھ) اور السوس (ت ۲۶۱ھ) ہیں۔

قال صاحب الشاطبية:

وأما الإمام المازنى صريحهم
أبو عمرو البصرى فوالده العلا
أفاض على يحيى اليزيدى سيبه
فأصبح بالعذب الفرات معللا
أبو عمرو الدورى صالحهم أبو
شعيب هو السوسى عنه تقبلا

صاحب الشاطبیہ نے کہا ہے:

امام مازنی ابو عمرو بصری ان کا خالص آدمی ہے اور آپ کا والد العلا ہے آپ نے یحیٰی یزیدی پر اپنی بارش برسائی اور وہ فرات کے شیریں پانی سے دوبارہ سیراب ہو گیا ابو عمرو الدوری ان کا صالح آدمی ہے اور ابو شعیب ہی السوس ہے وہ آپ سے قبول کرتا ہے۔

٥ - حمزة الكوفى: هو حمزة بن حبيب بن عمارة الزيات الفرضى التيمى مولى عكرمة بن ربيع التيمى ويكنى أبا عمارة توفى بحلوان فى خلافة أبى جعفر المنصور سنة ١٥٦هـ وراوياه: خلف (ت٢٢٩هـ) وخلاد (ت٢٢٠هـ) بواسطة سليم.

۵۔ حمزہ کوفی: حمزہ بن حبیب بن عمارۃ الزیات الفرضی التیمی مولیٰ عکرمہ بن ربیع التیمی آپ کی کنیت ابو عمارہ ہے آپ نے ابو جعفر منصور کی خلافت میں ۱۵۶ھ میں حلوان میں وفات پائی اور آپ کے راوی سلیم کے واسطہ سے خلف (ت ۲۲۹ھ) اور خلاد (ت ۲۲۰ھ) ہیں۔

قال صاحب الشاطبية:

وحمزة ما أزكاه من متورع
إماماً صبوراً للقرآن مرتلا

صاحب الشاطبیہ نے کہا ہے:

''حمزہ کس قدر پاک متقی ہے بہت صابر امام اور قرآن کو ترتیل سے پڑھنے والے ہیں آپ سے خلف اور

روى خلف عنه وخلاد الذى
رواه سليم متقناً ومحصلا

٦- نافع: هو أبو رويم نافع بن عبدالرحمن بن أبى نعيم الليثى أصله من اصفهان، وانتهت اليه رئاسة الاقراء بالمدينة المنورة وتوفى بها سنة ١٦٩، وراوياه: قالون (ت ٢٢٠) وورش[1] (ت١٩٧).

يقول صاحب الشاطبية:

فأما الكريم السر فى الطيب نافع
فذاك الذى اختار المدينة منزلا
وقالون عيسى، ثم عثمان ورشهم
بصحبة المجد الرفيع تأثلا

٧- الكسائى: هو على بن حمزة إمام النحاة الكوفيين، ويكنى ابا الحسن وقيل له الكسائى لأنه كان فى الاحرام لابسا كساء، توفى (برنبوية) قرية من قرى الرى حين توجه الى خراسان مع الرشيد سنة ١٨٩، وراوياه أبو الحارث (ت ٢٤٢) والدورى (ت٢٤٦).

يقول صاحب الشاطبية:

وأما على فالكسائى نعته
لما كان فى الاحرام فيه تسربلا
روى ليثهم عنه أبو الحارث الرضا
وحفص هو الدورى وفى الذكر قد خلا

خلاد نے روایت کی ہے جسے سلیم نے محصل بن پختگی کے ساتھ روایت کیا ہے۔"

٦- نافع: ابو رویم نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم اللیثی آپ اصلاً اصفہان سے ہیں اور مدینہ منورہ میں قرات کی سرداری آپ تک پہنچی ہے آپ کی وفات ١٦٩ھ میں ہوئی اور آپ کے راوی، قالون (ت ٢٢٠ھ) اور ورش (ت ١٩٧ھ) ہیں۔

صاحب الشاطبیہ کہتا ہے:

"عمدگی کے بارے میں قابل تعریف راز نافع ہے اور آپ نے مدینہ کو رہائش کے طور پر پسند کر لیا ہے اور قالون عیسیٰ، پھر عثمان ورش ہے وہ بلند شان والی بزرگی سے نسل والا ہوا ہے۔"

٧- الکسائی: علی بن حمزہ، کوفی نحویوں کے امام ہیں آپ کی کنیت ابوالحسن ہے آپ کو الکسائی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ احرام میں چادر اوڑھے ہوئے تھے آپ نے ری کی ایک بستی رنبویہ میں جب آپ ہارون الرشید کے ساتھ خراسان آئے، ١٨٩ھ میں وفات پائی آپ کے راوی ابوالحارث (ت ٢٤٢) اور الدوری (ت ٢٤٦ھ) ہیں۔

صاحب الشاطبیہ کہتا ہے:

"علی جو ہے اس کی صفت الکسائی ہے کیونکہ وہ احرام میں اس کی قمیص پہنے ہوئے تھا اور آپ سے ان کے شیر ابو الحارث الرضا نے اور حفص الدوری نے ... روایت کی جسے شہرت میں وہ گزر چکا ہے۔"

(١) قالون: معناه الجيد فى أصل وضعها. وورش: لشدة بياضه.

ہماری دیگر مطبوعات









مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-7224228-7221395